

تبدیلی مذہب: اسلامی اور عصری قوانین کا تجزیاتی مطالعہ

Religious Conversion: An Analytical Study of Islamic and Contemporary Laws

تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی، علوم اسلامیہ

مقالہ نگار

انیس الرحمن صدیقی

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

رجسٹریشن نمبر: 791-PhD/IS/F18



شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

مارچ، 2025

تبدیلی مذہب: اسلامی اور عصری قوانین کا تجزیاتی مطالعہ

مقالہ نگار

انیس الرحمن صدیقی

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

رجسٹریشن نمبر: 791-PhD/IS/F18

نگرانِ مقالہ

ڈاکٹر ریاض احمد سعید

صدر شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

نمل، اسلام آباد



شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

© انیس الرحمن صدیقی 2025ء



منظوری فارم برائے مقالہ و دفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval Form)

زیر دستخط تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: تبدیلی مذہب: اسلامی اور عصری قوانین کا تجزیاتی مطالعہ

Religious Conversion: An Analytical Study of Islamic and Contemporary Laws

ڈاکٹر آف فلاسفی علوم اسلامیہ

نام ڈگری:

انیس الرحمن صدیقی

نام مقالہ نگار:

791-PhD/IS/F18

رجسٹریشن نمبر:

ڈاکٹر ریاض احمد سعید

(نگران مقالہ)

دستخط نگران مقالہ

ڈاکٹر ریاض احمد سعید

(صدر شعبہ اسلامی فکر و ثقافت)

دستخط صدر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

پروفیسر ڈاکٹر محمد ریاض شاد

(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز)

دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

میجر جنرل (ر) شاہد محمود کیانی (ہلال امتیاز ملٹری)

(ریکٹر نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد)

دستخط ریکٹر نمل

تاریخ:

حلف نامہ فارم

(Candidate declaration form)

میں: انیس الرحمن صدیقی

ولد: عطاء الرحمن صدیقی

رول نمبر: PD-IS-18-455

رجسٹریشن نمبر: 791-PhD/IS/F18

طالب علم، پی ایچ ڈی، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد، حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ

مقالہ بعنوان: تبدیلی مذہب: اسلامی اور عصری قوانین کا تجزیاتی مطالعہ

Religious Conversion: An Analytical Study of Islamic and Contemporary Laws

پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے لئے پیش کیا گیا ہے اور ڈاکٹر ریاض احمد سعید کی زیر نگرانی تحریر کیا گیا ہے، یہ راقم الحروف کا اصل کام ہے اور مزید یہ کہ مذکورہ کام کہیں اور جمع کرایا گیا ہے نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

انیس الرحمن صدیقی

نام مقالہ نگار:

دستخط مقالہ نگار:

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

(ABSTRACT)

Religious conversion remains a contentious and complex issue across historical and contemporary societies, influencing individual identities, communal relations, and legal frameworks. This study examines the phenomenon of religious conversion through the dual lenses of Islamic law and modern legal systems, aiming to elucidate their respective approaches, conflicts, and convergences. The research problem centers on the tension between religious freedom, as upheld by international human rights standards, and the restrictions imposed by Islamic jurisprudence on apostasy and proselytization. While Islam promotes interfaith harmony and intellectual inquiry, it strictly prohibits apostasy and regards non-Muslim missionary activities as antagonistic to its theological principles. Conversely, contemporary secular legal systems emphasize individual autonomy in matters of faith, often clashing with faith-based injunctions.

The hypothesis of this study posits that Islamic law and modern legal systems adopt fundamentally divergent approaches to religious conversion, rooted in their distinct philosophical foundations divine sovereignty versus individual rights. To test this hypothesis, the research employs an analytical methodology with a qualitative approach, drawing from primary sources (Quran, hadith, and classical fiqh texts) and secondary materials (case law, legislative statutes, and scholarly critiques). The study also evaluates the socio-political implications of conversion laws in Muslim-majority contexts like Pakistan, where accusations of forced conversions exacerbate interreligious tensions. Furthermore, it explores how globalization and religious pluralism challenge traditional legal paradigms, necessitating a balance between communal cohesion and personal freedom.

Islamic law conditions conversion on free will but penalizes apostasy as a capital offense, whereas contemporary secular laws prioritize unconditional religious liberty. Despite these differences, both systems grapple with regulating missionary activities to prevent coercion or social destabilization. The study concludes by advocating for nuanced legal reforms that reconcile Islamic ethical concerns with universal human rights norms, particularly in pluralistic societies.

Keywords: *Religious Conversion, Apostasy, Missionary Activities, Islamic Laws, Contemporary Laws*

ملخص

مذہب کی تبدیلی ایک ایسا نازک اور پیچیدہ مسئلہ ہے جو تاریخ اور معاصر معاشروں میں فرد کی شناخت، سماجی تعلقات اور قانونی نظاموں پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ یہ تحقیق مذہبی تبدیلی کے پیچیدہ اور حساس موضوع کا تجزیہ اسلامی فقہ اور جدید سیکولر قانونی نظاموں کے تقابلی تناظر میں پیش کرتی ہے۔ اسلام جہاں فکری جستجو اور بین المذاہب ہم آہنگی کی ترغیب دیتا ہے، وہیں ارتداد کو سنگین جرم اور غیر مسلم تبلیغی سرگرمیوں کو اپنے عقائد کے لیے چیلنج تصور کرتا ہے۔ دوسری جانب، جدید قانونی نظام مذہب کو فرد کا ذاتی معاملہ مانتے ہوئے مذہبی آزادی کو غیر مشروط حق قرار دیتے ہیں۔

تحقیق اس مفروضے پر استوار ہے کہ اسلامی اور جدید قانونی نظام مذہب کی تبدیلی کے حوالے سے دو مختلف بنیادوں خدائی حاکمیت اور انفرادی آزادی پر کھڑے ہیں۔ معیاری اور تجزیاتی طریق کار کے تحت قرآن، حدیث، فقہ، عدالتی نظائر، اور جدید علمی مباحث کو بنیاد بنا کر تحقیق کی گئی ہے۔ یہ مطالعہ پاکستان جیسے مسلم اکثریتی معاشروں میں مذہب کی تبدیلی کے قانونی و سماجی اثرات، خاص طور پر جبری تبدیلی مذہب کے الزامات اور ان کے باعث پیدا ہونے والی بین المذاہب کشیدگی کا بھی جائزہ لیتا ہے۔ ساتھ ہی، تحقیق یہ بھی واضح کرتی ہے کہ عالمگیریت اور مذہبی تنوع جیسے نئے رجحانات روایتی قانونی تصورات کو چیلنج کرتے ہوئے شخصی آزادی اور اجتماعی استحکام کے مابین توازن کی ضرورت کو اجاگر کرتے ہیں۔

نتیجتاً، تحقیق اس امر پر زور دیتی ہے کہ مسلم اکثریتی، کثیر المذاہب معاشروں میں ایسے قانونی اصلاحات کی ضرورت ہے جو اسلامی اخلاقیات اور عالمی انسانی حقوق کے درمیان ایک با معنی اور قابل عمل ہم آہنگی قائم کر سکیں۔ کثیر المذاہب معاشروں کے تناظر میں ایسی قانونی اصلاحات کی ضرورت ہے جو اسلامی اخلاقی اقدار اور عالمی انسانی حقوق کے تقاضوں میں ایک متوازن ہم آہنگی پیدا کر سکیں۔

بنیادی الفاظ: تبدیلی مذہب، ارتداد، غیر مسلم تبلیغی سرگرمیاں، اسلامی قوانین، عصری قوانین

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	منظوری فارم برائے مقالہ و دفاع مقالہ	III
2	حلف نامہ	IV
3	Abstract	V
4	ملخص	VI
5	فہرست عنوانات	VII
6	اظہار تشکر	IX
7	انتساب	X
8	باب اول: موضوع تحقیق سے متعلق بنیادی مباحث	1
9	فصل اول: موضوع تحقیق کا تعارف اور ضرورت و اہمیت	2
10	فصل دوم: دراسات تحقیقات، بیان مسئلہ اور منہج تحقیق	9
11	باب دوم: تبدیلی مذہب کا مفہوم، تاریخی ارتقاء اور مذاہب عالم	27
12	فصل اول: تبدیلی مذہب کا مفہوم، نوعیت اور تاریخی ارتقاء	29
13	فصل دوم: تبدیلی مذہب: مذاہب عالم کی تعلیمات و احکامات کا مطالعہ	52
14	باب سوم: مسئلہ ارتداد اور مذہبی آزادی کا دائرہ کار	71

73	فصل اول: مسئلہ ارتداد کے متعلق اسلامی تعلیمات	15
101	فصل دوم: مسئلہ ارتداد: معاصر فقہاء اور اجتہادی اداروں کی آراء	16
154	فصل سوم: مسلم معاشرہ میں غیر مسلموں کی مذہبی آزادی کا دائرہ کار	17
194	باب چہارم: تبدیلی مذہب: اسلامی و عصری قوانین کا جائزہ	18
196	فصل اول: تبدیلی مذہب اور اسلامی ممالک کے قوانین کا جائزہ	19
230	فصل دوم: تبدیلی مذہب اور عالمی و عصری قوانین کا جائزہ	20
263	باب پنجم: تبدیلی مذہب سے متعلق عصری مسائل اور ان کے حل کے لیے لائحہ عمل	21
265	فصل اول: پاکستان میں رپورٹ ہونے والے تبدیلی مذہب کے واقعات کا جائزہ	22
301	فصل دوم: تبدیلی مذہب کی موجودہ صورتحال، عصری مسائل اور لائحہ عمل	23
362	خلاصہ	24
364	نتائج بحث	25
367	تجاویز و سفارشات	26
368	فہارس	27
375	مصادر و مراجع	28

اظہار تشکر

تمام حمد و ثناء اس ذات کے لیے، جس نے انسان کو اشرف المخلوقات تخلیق فرما کر اپنی بے شمار رحمتوں اور نعمتوں سے نوازا۔ بے حد درود و سلام ہو، حضرت محمد ﷺ کی ذات مقدسہ پر جن کے امتی ہونے کا ہمیں شرف حاصل ہے۔ حمد و صلوة کے بعد!

پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ کا ایک طالب علم بننے میں، میرے والدین نے کلیدی کردار ادا کیا جن کی دعائیں زندگی کے تمام مراحل میں میرے شامل حال رہیں۔ جن کی محبت، شفقت، رحمت سے آج میں اس قابل بنا ہوں کہ ان کو خراج عقیدت پیش کر سکوں۔ نیز اپنی وفا شعار رفیقہ حیات کی خدمات کا شکر گزار ہوں جو شاہراہ حیات کے تمام خار چن کر گل میرے نام کرتی رہی۔

نمل یونیورسٹی، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت کے تمام اساتذہ کرام کا بے حد ممنون ہوں، جنہوں نے مجھے اپنے شاگردوں کی فہرست میں شامل کیا۔ بالخصوص میرے نگران مقالہ اور صدر شعبہ ڈاکٹر ریاض احمد سعید صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے جس طرح خطہ البحث سے لے کر مقالہ کی تکمیل تک شفقت و رہنمائی فرمائی وہ قابل صد امتنان ہے۔ جنہوں نے میرے اندر تحقیقی میدان میں آگے بڑھنے کا جذبہ اور حوصلہ پیدا کیا۔ جن کی خصوصی توجہات اور نظر التفات سے یہ مقالہ بخیر و خوبی منزل آشنا ہوا آپ نے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود رہنمائی کے لئے بھرپور وقت عنایت فرمایا اور اہم بات یہ کہ آپ مسلسل رابطے میں رہے اور کام کی نوعیت اور رفتار پر ترغیب و ترہیب کے ذریعے توجہ دلاتے رہے۔ جن کے بیش قیمتی مشورے ہر کٹھن مرحلے پر نئی روشنی کی تصویر بن کر سامنے آئے، اور ان کی زیر نگرانی میں نے پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ مکمل کیا۔ موصوف نے واقعاً ایک روحانی باپ کی ذمہ داری احسن طریق سے نبھائی۔ اللہ پاک انہیں اس کی جزاء عطا فرمائے۔ جس پر میں ان کا عمیق قلب سے شکر گزار ہوں گا اور بارگاہ الوہیت میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں دارین کی سعادتیں نصیب فرمائے۔ (آمین)

آخر میں ان تمام کرم فرماؤں کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے دوران تحقیق کسی بھی طرح کا تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ سب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ (آمین)

انیس الرحمن صدیقی

پی ایچ ڈی سکالر

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

انتساب (DEDICATION)

قابل احترام والدین

کے نام

جن کی محبت، شفقت اور دعائیں میرا سرمایہ حیات ہیں۔

جس کے باعث آج ایک علمی کاوش کی تکمیل ممکن ہو سکی۔

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي

وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ۔

آمین۔

باب اول: موضوع تحقیق سے متعلق بنیادی مباحث

فصل اول: موضوع تحقیق کا تعارف اور ضرورت و اہمیت

فصل دوم: دراسات تحقیقات سابقہ، بیان مسئلہ اور منہج تحقیق

فصل اول: موضوع تحقیق کا تعارف اور ضرورت و اہمیت

1۔ موضوع تحقیق کا تعارف: (Introduction to the Topic)

اسلام کے پھیلاؤ کے حوالے سے تاریخی حقائق اور اسلامی تعلیمات کا جائزہ لینے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ کہ اسلام "تلوار کے زور" یا جبراً پھیلا، ایک پیچیدہ بیانیہ ہے جسے سیاق و سباق سے الگ کر کے پیش کیا جاتا ہے۔ قرآن اور اسلامی تعلیمات میں واضح طور پر زور دیا گیا ہے کہ ایمان اور عقیدہ خلوص نیت اور دل کی رضامندی سے ہونا چاہیے، نہ کہ کسی دباؤ یا زبردستی کے ذریعے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۚ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾¹

ہدایت گمراہی کے مقابلے میں واضح ہو چکی ہے لہذا دین کے معاملے کوئی جبر و دباؤ کی ضرورت نہیں

ہے۔

دوسری جگہ رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۚ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ﴾²

آپ ﷺ کا کام صرف نصیحت کرنا ہے آپ اس بات کے ذمہ دار نہیں کہ انکو اپنی بات ماننے پر

مجبور کر دیں۔

اسلامی سلطنتوں کی توسیع میں فوجی فتوحات ہوئیں، لیکن یہ فتوحات اکثر سیاسی اور معاشی کنٹرول سے متعلق تھیں۔ آبادیوں کے انفرادی ایمان کا انتخاب عموماً فوجی عمل سے الگ تھا۔ مثلاً مشرقی رومن اور فارسی سلطنتوں کے علاقوں میں اسلام کی تیزی سے پذیرائی کا ایک بڑا سبب عیسائی اور زرتشتیت کے مذہبی تنازعات اور اسلامی نظام عدل کی کشش تھی۔ ہندوستان میں مسلم حکمرانی کے باوجود ہندو اکثریت برقرار رہی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذہبی تبدیلی محدود تھی۔ اسلامی حکومتوں میں ذمی کا نظام موجود تھا، جس میں غیر مسلموں کو جزیہ ادا کرنے کے بدلے مذہبی آزادی اور تحفظ دیا جاتا تھا۔ بحیرہ روم سے جنوب مشرقی ایشیا تک مسلم تاجروں نے اسلام پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا۔ صوفی بزرگوں نے مقامی ثقافتوں سے ہم آہنگی کرتے ہوئے اسلام کو پرامن طور طریقے سے پھیلا یا۔

نبی اکرم ﷺ کی فطری خواہش تھی کہ تمام لوگ اسلام کو اللہ کے دین کی حیثیت سے قبول کر لیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگرچہ آپ ﷺ کی یہ خواہش قابل احترام ہے، تاہم اللہ کی اپنی مشیت ہے۔ اگر وہ چاہتا تو سب کو

1 البقرہ: 256

2 الغاشیہ: 21-22

بزور و جبر اپنے دین کا پابند بنادیتا، لیکن اس نے انسان کو آزادی عطا کی ہے۔ کسی کی آزادی زبردستی ختم کر کے اس سے اسلام قبول کروانا اللہ کو منظور نہیں۔ اسی کی طرف ارشاد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلَّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾³

اگر اللہ چاہتا تو تمام انسان ہی مومن ہو جاتے، پھر کیا آپ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کر دیں گے؟ پیغمبر اسلام ﷺ کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ اگر وہ آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیں تو آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں، آپ ﷺ پر تو محض یہ ہے کہ پیغام ہدایت کو صاف صاف اور کھلے طور پر پہنچادیں۔ اسی کی طرف ارشاد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلْغُ الْمُبِينُ﴾⁴

آپ ﷺ سے فرمایا گیا کہ جو لوگ کفر پر بضد ہیں ان سے کہہ دیں کہ تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا۔

اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾⁵

ایک اور موقع پر آپ ﷺ کی زبان مبارک سے کہلوایا گیا کہ ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال۔ اسی کی طرف ارشاد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَنَا أَعْمَلُنَا وَلَكُمْ أَعْمَلُكُمْ﴾⁶

اسلام عقیدہ و ضمیر کی آزادی کا قائل ہے اور کسی کو زبردستی مسلمان بنانے کی اجازت نہیں دیتا۔ معاشرتی اور تمدنی قوانین میں بھی غیر مسلموں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی دی گئی ہے۔ اسلام نہ صرف عقیدہ و ایمان بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں اپنا تشخص برقرار رکھنا چاہتا ہے اور یہ کسی صورت قبول نہیں کرتا کہ مسلمان اپنی شناخت کھو دیں۔ تاہم، اس کے ساتھ وہ دیگر اقوام کے ساتھ حسن سلوک، رواداری، تحمل اور برداشت کے اصولوں پر قائم رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ اسلام دوسروں کو ان کے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی دیتا ہے اور انسان کو بحیثیت انسان قابلِ تکریم سمجھتا ہے۔ اسی بنیاد پر وہ تمام مخلوقات کو اللہ کا کنبہ قرار دیتا ہے۔ اسلام میں رحمدلی اور

³ یونس: 99-

⁴ النحل: 82-

⁵ الکافرون: 6-

⁶ الشوری: 15-

عدل سب سے زیادہ محبوب ہیں، جبکہ ظلم سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق، دوسروں کے ساتھ انصاف اور احسان کرنا ضروری ہے، چاہے وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان اپنے شہریوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے، اسکی تبلیغ کرنے اور اس کو ظاہر کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ قطع نظر اس بات کہ وہ کس مذہب کے نام لیوا ہیں۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کا آرٹیکل 20 اس حوالے سے کہتا ہے:

الف (قانون عوامی نظم و ضبط اور اخلاقیات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر شہری کو اپنا مذہب اختیار کرنے، اس کا دعویٰ کرنے اور اس کی تشہیر کرنے کا حق دیتا ہے)۔

ب (ان مذاہب کے ہر مسلک اور ہر فرقے کے ماننے والوں کو اپنے دینی ادارے قائم کرنے، انہیں برقرار رکھنے اور ان کی نظم و نسق کرنے کا حق ہوگا)۔

تاہم عصری تقاضوں کے مطابق معاشرے میں اقلیتوں کو مزید دستوری تحفظ فراہم کرنے اور مذہب کی جبری تبدیلی کے عمل کو روکنے کے لیے پارلیمنٹ آف پاکستان نے 2016 میں ایک ”ایکٹ برائے تحفظ اقلیات“ متعارف کرایا۔

اس قانون کی اہم خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

- (1) اٹھارہ سال سے کم عمر افراد اپنا مذہب تبدیل نہیں کر سکتے۔
- (2) کسی بھی شہری کو زبردستی مذہب چھڑوانے پر ڈر ادھمکا کر یا طاقت اور تشدد کے ہتھکنڈوں کے ذریعے خواہ اس کا تعلق اس کی ذات سے ہو یا اس کے اہل و عیال سے ہو اس کی سزا پانچ سال رکھی گئی ہے۔
- (3) قانون نے ایسے شخص کے لئے بھی کم از کم تین سال قید کی سزا تجویز کی ہے جو ایسے شخص کا نکاح پڑھائے جس کا مجبوراً مذہب تبدیل کرایا گیا ہو۔
- (4) قانون ان تمام اشخاص کے لئے پانچ سال کی سزا تجویز کرتا ہے جو اس کام میں کسی طرح کی بھی معاونت فراہم کریں گے۔

یہ قانون اس کے علاوہ مندرجہ ذیل دیگر جرائم کی رپورٹ بھی درج کرتا ہے، گویا مذکورہ شخص نے درج ذیل جرائم کا بھی ارتکاب کیا ہو۔

(1) زبردستی شادی۔ (2) عصمت دری۔ (3) اغوا۔ (4) جبری مشقت۔

قانون یہ اختیار دیتا ہے کہ جس کے علم میں بھی کوئی جبری مذہبی تبدیلی کا واقعہ ہو وہ متعلقہ اداروں میں شکایت درج کرائے۔ شکایت کی وصولی کے بعد عدالت سات دنوں کے اندر اندر ملزم کو نوٹس جاری کریگی کہ وہ آئے

اور اپنی صفائی پیش کرے۔ عدالت کے پاس یہ اختیار ہے کہ وہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو حکم دے کہ وہ جبری مذہبی تبدیلی کی بھیٹ چڑھنے والے افراد کو نا صرف یہ کہ محفوظ مقام فراہم کرے، بلکہ ایسے افراد کی عمر اور شادی کی حیثیت کے متعلق بھی حقائق جمع کرے۔ حقائق کے پیش ہونے کے بعد اگر عدالت کو لگے کہ جبری تبدیلی کا حامل شخص بالغ ہے تو اسے اکیس (21) دنوں کی مہلت دی جائے گی جس میں اس سے کہا جائے گا کہ وہ مختلف مذاہب کو جانچے اور پھر فیصلہ کرے۔ اگر ایسے شخص کو پناہ اور دیگر وسائل کی ضرورت ہو تو عدالت وہ بھی مہیا کرے گی۔ یہ قانون پاکستان کی تاریخ میں ایک اہم سنگ میل ہے اور بجا طور پر امید کی جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے اقلیتوں کے مسائل اور شکایات میں کمی واقع ہوگی اور قانون کی حدود میں رہتے ہوئے انہیں اپنے انداز میں اپنے مذاہب پر عمل کرنے کا بھرپور موقع ملے گا۔ لہذا اسلامی اور پاکستانی دونوں قوانین کی رو سے جبراً تبدیلی مذہب صحیح عمل نہیں ہے۔ پاکستان کا آئین اور 2016 کا قانون دونوں مذہبی آزادی اور اقلیتوں کے تحفظ کے لیے واضح ہدایات فراہم کرتے ہیں۔ تاہم، ان کے موثر نفاذ کے لیے ادارہ جاتی اصلاحات، عوامی تعاون، اور قانونی نظام کی کارکردگی کو بہتر بنانا ضروری ہے۔

پاکستان کے بعض علاقوں میں، خاص طور پر سندھ میں، ہندو برادری کے اندر ذات پات کے نظام کے باعث سماجی دباؤ اکثر بین المذہبی یا بین ذاتی شادیوں میں رکاوٹ بنتا ہے۔ ہندومت کے روایتی ڈھانچے میں خلی ذات کے افراد کو بعض اوقات "پلیچھ" (ناپاک) سمجھا جاتا ہے، جس کی وجہ سے اعلیٰ ذات کے خاندان ان کے ساتھ رشتہ داری کو قبول نہیں کرتے۔ ایسے حالات میں، بعض جوڑے ذات پات کی حدود سے آزاد ہونے کے لیے اسلام قبول کر لیتے ہیں، کیونکہ اسلامی تعلیمات میں اصولی طور پر نسل، ذات یا نسل پرستی کی بنیاد پر امتیاز ممنوع ہے۔ تاہم، ایسے واقعات پر اکثر تنازعات کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہندو برادری کے بعض حلقوں کا موقف ہے کہ نوجوانوں کو دباؤ یا اغوا کے ذریعے مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے، جبکہ دیگر کا کہنا ہے کہ یہ فیصلہ ان کی اپنی مرضی ہوتا ہے۔ معاملہ اس وقت مزید پیچیدہ ہو جاتا ہے جب قانونی اور سماجی ادارے مداخلت کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، اگر کوئی ہندو لڑکی کسی مسلمان لڑکے کے ساتھ بھاگ جائے تو بعض این جی اوز اور سماجی گروہوں کی طرف سے "جبری تبدیلی مذہب" کے دعوے سامنے آتے ہیں۔ دوسری طرف، اگر کوئی مسلمان لڑکی اپنی مرضی سے شادی کرے تو انسانی حقوق کی تنظیمیں اس کے حق میں آواز اٹھاتی ہیں۔ اس دوہرے معیار پر تنقید کی جاتی ہے۔

پاکستان میں جبری مذہبی تبدیلی کے خلاف کوئی واضح وفاقی قانون نہیں، لیکن سندھ اسمبلی نے 2022 میں "جبری تبدیلی مذہب ایکٹ" پاس کیا، جس کے تحت جبری تبدیلی مذہب کو جرم قرار دیا گیا ہے۔ اس قانون کے نفاذ میں

شفافیت ضروری ہے تاکہ رضامندی سے مذہب تبدیل کرنے والوں کے حقوق محفوظ رہیں۔ ذات پات کی بنیاد پر امتیاز کے خلاف ہندو برادری کے اندر اصلاحی تحریکیں بھی ضروری ہیں۔ ساتھ ہی، مذہبی ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے بین المذہبی مکالمے بھی معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ میڈیا کو چاہیے کہ ایسے معاملات کو سنسنی خیز بنانے کے بجائے غیر جانبدارانہ اور حقیقت پر مبنی رپورٹنگ کرے۔ اس مسئلے کا حل صرف قانونی اقدامات تک محدود نہیں، بلکہ سماجی رویوں میں تبدیلی اور انصاف پسند نظام کی عملداری پر منحصر ہے۔

عیسائیت، یہودیت، ہندومت اور اسلام جیسے بڑے مذاہب میں مذہبی تبدیلی کے تصورات مختلف ہیں۔ مثال کے طور پر، عیسائیت میں تبلیغ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، جبکہ اسلام میں غیر مسلموں کے لیے قبول اسلام کی دعوت موجود ہے۔ اسلامی فقہ میں ارتداد کی سزا موت ہے۔ جدید فقہی مباحث (جیسے جامعہ الازہر کے بعض علماء) میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ ارتداد کی سزا کا تعلق "ریاستی بغاوت" سے ہو سکتا ہے، نہ کہ محض عقیدے کی تبدیلی سے۔ کئی مسلم اکثریتی ممالک (جیسے سعودی عرب، ایران) میں ارتداد کی سزا قوانین کا حصہ ہے، جبکہ دیگر (جیسے ترکی، انڈونیشیا) میں مذہبی آزادی کو آئینی تحفظ حاصل ہے۔ مذہبی تبدیلی کا مسئلہ محض عقیدے تک محدود نہیں، بلکہ اس کے معاشی، سیاسی اور سماجی اثرات ہیں۔ اس لیے اسے ایک طرفہ نقطہ نظر کی بجائے جامع حکمت عملی سے حل کرنا ضروری ہے۔

مذہبی تبدیلی کو صرف ایک قانونی یا مذہبی مسئلہ سمجھنے کے بجائے، اسے انسانی حقوق اور سماجی انصاف کے تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ تاریخی اور ثقافتی حساسیت کو مد نظر رکھتے ہوئے، ایسے حل تلاش کرنے ہوں گے جو فرد کی آزادی کو تحفظ دیں، سماجی انتشار کو روکیں، اور قانونی نظام کو منصفانہ بنائیں۔ اس کے لیے پالیسی لیول پر اصلاحات، عوامی آگاہی اور بین المذہبی تعاون تینوں سطحوں پر کام کرنا ہو گا۔

2۔ موضوع تحقیق کی ضرورت و اہمیت:

مذہبی تبدیلی ایک ایسا عمل ہے جو نہ صرف فرد کے عقائد و روحانی سفر کو تبدیل کرتا ہے، بلکہ اس کے سماجی تعلقات، قانونی حقوق اور معاشرتی تناظر کو بھی گہرے طور پر متاثر کرتا ہے۔ تاریخی اعتبار سے یہ رجحان تہذیبوں کے اتار چڑھاؤ، مذہبی تحریکوں اور بین المذاہب تعلقات کی تشکیل میں اہم کردار ادا کر چکا ہے۔ تاہم، موجودہ دور میں جبکہ عالمی سطح پر مذہبی تنوع اور انتہا پسندی کے نئے چیلنجز سامنے آرہے ہیں، مذہبی تبدیلی کے قانونی و سماجی مضمرات کو سمجھنا انتہائی ضروری ہو گیا ہے۔

یہ تحقیق مذہبی تبدیلی کے ان پہلوؤں پر مرکوز ہے جو عملی طور پر معاشروں اور قانونی نظاموں کو متاثر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر کئی ممالک میں مذہب تبدیل کرنے پر پابندیاں یا سماجی دباؤ موجود ہے، جبکہ بعض ریاستی

قوانین مذہبی آزادی کی ضمانت دیتے ہیں۔ ان تضادات کے نتیجے میں اقلیتی گروہوں کے حقوق خطرے میں پڑ جاتے ہیں۔ خاندانی تنازعات، معاشرتی بائیکاٹ، یا تشدد کی صورت میں مذہبی تبدیلی کے نتائج نہ صرف فرد بلکہ پوری برادری کو متاثر کر سکتے ہیں۔ مذہبی تبدیلی کبھی کبھی فرقہ وارانہ کشمکش کو ہوا دیتی ہے، جس کی وجہ سے معاشرتی ہم آہنگی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔

قدیم دور سے لے کر آج تک، مذہب انسان کی بنیادی ضرورت رہا ہے، لیکن جدید معاشروں میں اس کی تعبیر اور قبولیت بدلتی جا رہی ہے۔ اس مقالے کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ کیوں مذہبی تبدیلی صرف ایک ذاتی عقیدے کا معاملہ نہیں، بلکہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے لیے قانونی پالیسیوں، سماجی رواداری، اور بین المذاہب مکالمے کی ضرورت ہے۔ اس تحقیق کے ذریعے ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ موجودہ دور میں مذہبی تبدیلی کے چیلنجز سے نمٹنے کے لیے کون سے عملی اقدامات مؤثر ثابت ہو سکتے ہیں۔

مذہبی تبدیلی کا مسئلہ عالمی سطح پر انتہائی حساسیت کا حامل ہے، جس کے قانونی، سماجی اور دینی مضمرات گہرے اور دور رس ہیں۔ یہ موضوع نہ صرف انسانی حقوق کے بین الاقوامی معاہدات میں زیر بحث رہتا ہے بلکہ قومی قوانین، سماجی ہم آہنگی اور بین المذاہب تعلقات پر بھی گہرا اثر ڈالتا ہے۔ پاکستان جیسے اسلامی ملک میں، جہاں آئین کے تحت شہریوں کو بنیادی مذہبی آزادی حاصل ہے، وہیں مذہبی تبدیلی کے عمل سے وابستہ چیلنجز معاشرتی تنازعات، قانونی پیچیدگیوں اور فرقہ وارانہ کشیدگی کا سبب بھی بن سکتے ہیں۔ لہذا، اس موضوع پر ایک جامع تحقیق نہ صرف شرعی نقطہ نظر سے ضروری ہے، بلکہ اس کے عملی قانونی اور سماجی اثرات کو سمجھنے کے لیے بھی ناگزیر ہے۔

یہ تحقیق نہ صرف مذہبی تبدیلی کے فیصلوں میں درپیش چیلنجز کو واضح کرے گی، بلکہ ایک پرامن اور قانون پر مبنی معاشرے کے قیام کے لیے راہنمائی فراہم کرے گی۔ اس کے نتائج پالیسی سازوں، عدلیہ اور مذہبی اسکالرز کے لیے یکساں مفید ثابت ہوں گے، جس سے پاکستان میں انسانی حقوق اور اسلامی اصولوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے میں مدد ملے گی۔ مذہبی تبدیلی کے رجحانات کو سمجھنے سے پالیسی سازوں اور سماجی کارکنوں کو درپیش چیلنجز کا اندازہ ہو گا۔ یہ تحقیق مذہبی اقلیتوں کے خلاف امتیازی سلوک، دباؤ، یا جبری تبدیلی کے واقعات کا تجزیہ کرے گی، جس سے ان مسائل کے حل کے لیے مؤثر حکمت عملیاں تیار کی جاسکیں گی۔ شواہد پر مبنی نتائج سے تعلیمی اور سماجی بیداری مہمات کو فروغ ملے گا، جو برداشت اور باہمی احترام کو پروان چڑھانے میں معاون ثابت ہوں گی۔

پاکستان کے آئین میں مذہبی آزادی کے تحفظ کے باوجود، مذہبی تبدیلی سے متعلق قوانین اور ان کا اطلاق اکثر متنازعہ رہا ہے۔ اس تحقیق میں عدالتی فیصلوں، موجودہ قوانین کی تشریح، اور ان کے عملی نفاذ کا جائزہ لیا جائے گا،

تاکہ قانونی خلیا یا تضادات کو دور کیا جاسکے۔ یہ مطالعہ قانون سازوں کے لیے ایک رہنما کام کرے گا، جس سے مذہبی آزادی اور سماجی تحفظ کے درمیان توازن قائم کرنے میں مدد ملے گی۔

یہ تحقیق مذہبی تبدیلی کے حوالے سے پاکستان کے تناظر میں ایک جامع رہنما دستاویز ثابت ہوگی، جس میں مذہبی تبدیلی کے اسباب اور اثرات کا جائزہ، موجودہ قانونی نظام کی خوبیوں اور خامیوں کا تجزیہ، متاثرہ افراد کے حقوق کے تحفظ کے لیے تجاویز اور پالیسی سازوں، عدلیہ اور سماجی رہنماؤں کے لیے عملی رہنمائی پر توجہ دی جائے گی۔ اس مطالعے کے نتائج نہ صرف علمی حلقوں میں بحث کو فروغ دیں گے، بلکہ پاکستان میں مذہبی آزادی، انصاف اور سماجی توازن کو یقینی بنانے کے لیے ایک موثر راستہ فراہم کریں گے۔ یہ تحقیق پاکستان جیسے متنوع معاشرے میں پر امن بقائے باہمی کو ممکن بنانے کی سمت ایک اہم قدم ثابت ہوگی۔

فصل دوم: دراسات تحقیقات، بیان مسئلہ اور منہج تحقیق

1- دراسات تحقیق: (Literature Review)

تبدیلی مذہب کے حوالے سے عمومی طور پر کتب میں مواد تو موجود ہے۔ لیکن بالخصوص اگر میرے موضوع کے حوالے سے بات کی جائے تو کتب نہیں ملتیں۔ اور نہ ہی یونیورسٹی کی سطح پر اس حوالے سے کوئی تحقیقی کام ہوا ہے۔ البتہ چند ایک تحقیقی مقالات میں اس موضوع کے مباحث سے متعلق بحث ضرور موجود ہیں، جن کا تجزیہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ سابقہ کام کا جائزہ لینے سے یہ امر واضح ہوا کہ زیر تحقیق موضوع پر اس طرز کا کوئی کام نہیں ہوا جس میں تبدیلی مذہب سے متعلق اسلامی اور عصری قوانین کے تجزیاتی مطالعہ کو زیر بحث لایا گیا ہو، اگرچہ مذکورہ موضوع کے بعض پہلوؤں پر تحقیقی کام ہوا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے:

1- تبدیلی مذہب سے متعلق:

1. Lewis R. Rambo, Understanding Religious Conversion (New Haven: Yale University Press, 1995)

لیوس ریمبو کی کتاب تبدیلی کے محرکات اور اس کے کثیر جہتی پہلوؤں پر مرکوز ہے، جس میں ذاتی، ثقافتی، سماجی، اور مذہبی عوامل کو گہرائی سے پرکھا گیا ہے۔ مصنف نے نفسیات، سماجیات، بشریات، تاریخ، اور الہیات کے تناظر میں تبدیلی کے عمل کو سمجھنے کی کوشش کی ہے، جبکہ مذہب تبدیل کرنے والوں کے انٹرویوز کے ذریعے اس عمل کی عملی جہتوں کو اجاگر کیا ہے۔ کتاب میں تبدیلی کے مختلف نظریات، ثقافتی و سماجی اثرات، اور مذاہب کے نقطہ نظر کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ ریمبو اس بات پر زور دیتے ہیں کہ تبدیلی کا ہر تجربہ منفرد ہوتا ہے، اور وہ اس عمل کے مراحل کو واضح کرتے ہیں، جیسے نئے اختیارات کے لیے کھلنا، منحصر کا سامنا کرنا، اور تبدیلی کو پرکشش بنانے والے عوامل کی تلاش۔ یہ کتاب تبدیلی کے پیچیدہ عمل کو سمجھنے کے لیے ایک جامع مطالعہ پیش کرتی ہے۔

2. Sider, Gerald. "Religious Conversion and the Right to Change Religion." Journal of Law and Religion 14, no. 1 (1998).

مصنف اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ مختلف قانونی نظام اور بین الاقوامی معاہدے مذہبی تبدیلی کے حق کو کیسے دیکھتے ہیں، جبکہ فرد کی خود مختاری اور سماجی پابندیوں کے درمیان کشمکش کو واضح کرتے ہیں۔ مقالے میں مذہب تبدیل کرنے والوں کو درپیش خاندانی، معاشرتی اور سیاسی مسائل کا بھی تجزیہ کیا گیا ہے، خاص طور پر ان معاشروں میں جہاں مذہبی شناخت قومی یا ثقافتی شناخت کا حصہ ہوتی ہے۔ مصنف کے نزدیک یہ حق محض ذاتی نہیں بلکہ ایک بنیادی انسانی حق ہے جو آزادی اور مساوات کی وسیع تر جدوجہد کا عکاس ہے۔

3. Beyer, Peter. "Restrictions on Religious Conversion." In *International Encyclopedia of Human Rights: Freedoms, Abuses, and Remedies*, edited by Robert F. Gorman, Edward S. Mihalkanin, and John E. Richardson, Westview Press, 2000.

مصنف نے استدلال کیا کہ مذہبی تبدیلی پر دو اہم قسم کی پابندیاں ہیں: قانونی پابندیاں اور معاشرتی پابندیاں۔ قانونی پابندیاں ایسے قوانین ہیں جو لوگوں کو مختلف مذہب میں تبدیل ہونے سے منع کرتے ہیں یا ان پر پابندی لگاتے ہیں۔ معاشرتی پابندیاں غیر رسمی اصول یا توقعات ہیں جو لوگوں کو ایک مختلف مذہب میں تبدیل ہونے کی حوصلہ شکنی کرتی ہیں۔

4. Maha Al-Qwidi, "Understanding the Stages of Conversion to Islam: The Voices of British Converts" (PhD diss., University of Leeds, 2002)

مہا القویدی کا ڈاکٹریٹ مقالہ برطانویوں کے اسلام قبول کرنے کے تجربات کا ایک گہرا اور معیاری مطالعہ پیش کرتا ہے۔ انہوں نے 20 مذہب تبدیل کرنے والوں کے انٹرویوز کے ذریعے یہ دریافت کیا کہ برطانوی مسلمانوں کے تبدیلی کے تجربات پیچیدہ اور کثیر جہتی ہوتے ہیں۔ اسلام قبول کرنے کا کوئی ایک راستہ نہیں ہے، بلکہ ہر فرد مختلف مراحل اور طریقوں سے گزرتا ہے۔ القویدی کا مطالعہ برطانوی مذہب تبدیل کرنے والوں کے تجربات کو سمجھنے کے لیے ایک مفید فریم ورک فراہم کرتا ہے۔

5. R. T. Lawrence, "Conversion, II (Theology of)," in *New Catholic Encyclopedia*, Ed. Thomas Carson and Joann Cerrito (New York: Gale, 2003AD)

مصنف تبدیلی مذہب کی مختلف اقسام، تبدیلی مذہب کو متاثر کرنے والے عوامل، اور تبدیلی مذہب کے نتائج پر بات کرتا ہے۔ یہ نتائج مثبت اور منفی دونوں ہو سکتے ہیں۔ مثبت نتائج میں امن، تکمیل اور تعلق کا احساس شامل ہے۔ منفی نتائج میں سماجی بے راہ روی، خاندانی تنازعہ، اور نفسیاتی پریشانی شامل ہو سکتی ہے۔ مصنف اپنے مضمون کو یہ دلیل دیتے ہوئے ختم کرتا ہے کہ تبدیلی زندگی بھر کا عمل ہے۔ "تبدیلی ایک بار کا واقعہ نہیں ہے، بلکہ ترقی اور تبدیلی کا زندگی بھر کا عمل ہے۔"

6. Roger Finke and Rodney Stark, "Religious Conversion: A General Framework for a Multilevel Theory," in *Handbook of the Sociology of Religion*, ed. Michele Dillon (Cambridge: Cambridge University Press, 2003)

مصنفین مذہبی تبدیلی کو مذہبی وابستگی یا عقیدے میں تبدیلی کے طور پر بیان کرتے ہیں جو محض سماجی یا سیاسی مصلحت کا معاملہ نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ تجزیہ کی مختلف سطحوں پر گفتگو کرتے ہیں جن کا استعمال مذہبی تبدیلی کا

مطالعہ کرنے کے لیے کیا جاسکتا ہے۔ دلیل دیتے ہیں کہ مذہبی تبدیلی کا مطالعہ تین سطحوں پر کیا جاسکتا ہے۔ انفرادی سطح، تنظیمی سطح، اور سماجی سطح۔ انفرادی سطح پر، مذہبی تبدیلی کو انفرادی تبدیلی کے عمل کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

7. Robert A. Segal, "Conversion," in The Encyclopedia of Religion, 2nd ed., ed. Lindsay Jones (Detroit: Macmillan Reference USA, 2005).

مصنف کا استدلال ہے کہ تبدیلی مذہب کی دو اہم اقسام ہیں: انتخاب کے ذریعہ اور جبر کے ذریعہ۔ انتخاب کے لحاظ سے تبدیلی اس وقت ہوتی ہے جب کوئی فرد رضاکارانہ طور پر اپنی مذہبی وابستگی یا عقائد کو تبدیل کرتا ہے۔ جبر کے ذریعہ تبدیلی اس وقت ہوتی ہے جب کوئی فرد اپنی مذہبی وابستگی یا عقائد کو تبدیل کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں، "تبدیلی ایک ایسا عمل ہے جو آزاد اور تباہ کن دونوں ہو سکتا ہے۔"

8. Becoming a Muslim Woman: Conversations on Conversion. By Emily Hemlow. Master of Arts. University of Toronto. 2011.

اس مقالے میں اسلام قبول کرنے والی پانچ خواتین کے تبدیلی کے تجربات کا جائزہ لیا گیا ہے، جنہوں نے اپنے مذہب تبدیل کرنے کے بارے میں اپنی رودادیں بیان کی ہیں۔ یہ مقالہ ان توقعات اور چیلنجوں کی کھوج کرتا ہے جن کا سامنا ان خواتین نے کیا، بشمول معاشرتی دباؤ، مخصوص بیانیوں کے مطابق ڈھلنے کی ضرورت، اور ان کے مذہبی طریقوں اور عقائد میں ترقی۔ نیز، یہ تحقیق ان بیانیوں پر بھی روشنی ڈالتی ہے جو ان خواتین نے اپنے تجربات کو بیان کرنے کے لیے منتخب کیے ہیں، جس سے ان کے ذاتی اور مذہبی سفر کی گہرائی کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

9. Religious Conversion, Models and Paradigms. By Tuba Boz. Epiphany Journal of Transdisciplinary studies: Vol. 4, No. 1, 2011

اس مضمون میں مذہبی تبدیلی کی وضاحت کے لیے استعمال ہونے والے مختلف نمونوں اور تمثیلوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مصنفہ اس نتیجے پر پہنچتی ہیں کہ مذہبی تبدیلی کا مطالعہ ایک پیچیدہ اور چیلنجنگ میدان ہے، کیونکہ اس عمل کو سمجھنے کے لیے کوئی واحد یا سادہ جواب موجود نہیں ہے۔ وہ اس بات پر زور دیتی ہیں کہ یہ سوال کہ لوگ مختلف مذاہب کیوں اختیار کرتے ہیں، کسی ایک وجہ یا عنصر تک محدود نہیں کیا جاسکتا۔

10. Religious Conversion: An Ethnographic Analysis. By Tuba Boz. Turkish Journal of International Relations. Vol. 11, No. 3, Fall 2012

مضمون میلبورن میں آسٹریلوی اسلام قبول کرنے والوں کی شناخت، تصورات، اور روزمرہ کی زندگی پر مذہبی تبدیلی کے اثرات کا جائزہ لیتا ہے۔ بوز کے مطالعے کے نتائج سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذہبی تبدیلی کا اثر پیچیدہ اور کثیر جہتی ہے۔ مذہب تبدیل کرنے والوں نے کئی مثبت تبدیلیوں کا ذکر کیا، جیسے زندگی میں مقصد کا احساس، برادری سے مضبوط تعلق، اور دنیا کے بارے میں زیادہ مثبت نقطہ نظر۔ تاہم، انہیں کئی چیلنجز کا بھی سامنا کرنا پڑا، جیسے خاندان اور دوستوں کے رد عمل سے نمٹنا، اور آسٹریلیا کے پیچیدہ سماجی و سیاسی ماحول میں خود کو ڈھالنا۔ بوز اس نتیجے پر

پہنچتی ہیں کہ مذہبی تبدیلی ایک "پیچیدہ اور متحرک عمل" ہے جو فرد کی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ وہ استدلال کرتی ہیں کہ مذہبی تبدیلی کا مطالعہ ہمیں "ثقافتی تبدیلی کی حرکیات" اور "شناخت کی تشکیل کے عمل" کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد دے سکتا ہے۔

11. Lewis R. Rambo and Charles E. Farhadian, The Oxford Handbook of Religious Conversion (Oxford: Oxford University Press, 2014).

یہ کتاب مذہبی تبدیلی کے محرکات کی ایک جامع تحقیق پیش کرتی ہے، جس نے صدیوں سے پوری دنیا میں معاشروں، ثقافتوں اور افراد کی گہرائی سے تشکیل دی ہے۔ یہ ان افراد اور کمیونٹیز کے تجربات کا جائزہ لیتی ہے جو مذہب تبدیل کرتے ہیں، وہ لوگ جو اپنے اصل مذہب میں شدت کا تجربہ کرتے ہیں، اور جو لوگ نوآبادیاتی مداخلت، مشنری کام، اور کرشماتی اور احمائی تحریکوں کے ذریعے نئے مذاہب کا سامنا کرتے ہیں۔ بتیس اختراعی مضامین خاص مذاہب کی تاریخ کا جائزہ پیش کرتے ہیں، جن میں ہندومت، بدھ مت، کنفیو شس ازم، تاؤ ازم، سکھ مت، اسلام، عیسائیت، یہودیت، مقامی مذاہب، اور نئی مذہبی تحریکیں شامل ہیں۔

12. Conversions to Islam: Personal Narratives of Muslim Women in Durban. By Sabina Catlin Wahl. Bachelor of Arts. Wesleyan University. 2014

اس مقالہ میں جنوبی افریقہ کے شہر ڈربن میں اسلام قبول کرنے والی آٹھ خواتین کی ذاتی داستانوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ وائل کا استدلال ہے کہ خواتین کی یہ کہانیاں ان طریقوں کو ظاہر کرتی ہیں جن میں اسلام خواتین کو شناخت، برادری اور باختیار بنانے کا احساس فراہم کر سکتا ہے۔ مقالہ کے نتائج بتاتے ہیں کہ ڈربن میں اسلام قبول کرنے والی خواتین نے مختلف وجوہات کی بنا پر ایسا کیا۔ کچھ سماجی انصاف اور مساوات پر مذہب کے زور کی طرف راغب ہوئے۔ دوسروں کو اسلامی نماز اور رسم کی خوبصورتی کی طرف راغب کیا گیا۔ پھر بھی دوسروں نے پایا کہ اسلام نے انہیں برادری اور تعلق کا وہ احساس فراہم کیا جو انہیں دوسرے مذاہب میں نہیں ملتا تھا۔

13. Religious Conversion Compared. By Naomi Kok. MA Theology and Religious Studies. 2016

مقالہ جنوبی افریقہ میں خواتین کے تجربات پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے اسلام اور عیسائیت میں تبدیلی کے عمل کا موازنہ کرتا ہے۔ کوک کا کہنا ہے کہ ان دونوں مذاہب کو قبول کرنے کے طریقوں میں مماثلت اور فرق دونوں ہیں۔ یہ تحقیق اسلام قبول کرنے اور عیسائیت اختیار کرنے والوں کی تبدیلی کے عمل میں مماثلت اور فرق کو دیکھتی ہے، اور تبدیلی کے عمل میں مماثلتیں یا تو مذہبی روایت یا مذہب تبدیل کرنے والوں کی جنس سے زیادہ منسوب ہیں۔ اسلام اور عیسائیت کو قبول کرنے والی خواتین کے تجربات کا موازنہ کرتے ہوئے، وہ ان عوامل کے بارے میں زیادہ باریک بینی اور پیچیدہ تفہیم فراہم کرتی ہے جو لوگوں کو یہ تبدیلی لانے کی ترغیب دے سکتے ہیں۔

14.Poles Apart: The Debates on Religious Conversion in Post-Independence India. By Ian Douglas Richards. University of Toronto. 2017

یہ مقالہ 1947 میں ہندوستان کی آزادی کے بعد سے عیسائیت میں تبدیلی پر ہونے والی نظریاتی اور مذہبی بحثوں کا تاریخی تجزیہ پیش کرتا ہے۔ پہلا باب ہندوستان میں تبدیلی اور عیسائیت کے موجودہ اسکا لرشپ کا جائزہ لیتا ہے، جبکہ دوسرا باب ہندوستان کے سیکولر تشخص اور ہندو مرکوز عالمی نظریے کے تناظر میں مذہبی اقلیتوں کی حیثیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ تیسرے، چوتھے، اور پانچویں ابواب میں ہندوستانی آئین، حکومتی رپورٹس، عدالتی فیصلوں، اور 1947 سے 1981 تک کی قانون سازی کے ذریعے تبدیلی کی بحثوں کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ چھٹا باب 2002 سے 2008 تک ہندو قوم پرست جماعتوں کے اقتدار میں آنے کے بعد ریاستی سطح پر تبدیلی کے قوانین پر مرکوز ہے۔ ساتواں باب موجودہ دور میں مذہبی تبدیلی پر ہونے والی بحثوں اور عدالتی چیلنجز کا جائزہ پیش کرتا ہے۔

15.Neha Chauhan, "Religious Conversion and Freedom of Religion in India: Debates and Dilemmas," ILI Law Review 1, no. 1 (Summer 2017):

مضمون ہندوستان میں مذہب کی تبدیلی کے حق اور اس کو درپیش چیلنجز کا جائزہ لیتا ہے۔ چوہان نے ہندوستانی آئین میں مذہب کی آزادی کے حق پر بحث کی ہے۔ مذہب کی تبدیلی کے حق کے بارے میں ہندوستان میں ہونے والی بحثوں پر بات کرتے ہوئے کچھ لوگ دلیل دیتے ہیں کہ مذہب کی تبدیلی کا حق ایک بنیادی حق ہے جس کا تحفظ کیا جانا چاہیے۔ دوسروں کا کہنا ہے کہ مذہب کی تبدیلی کے حق کو محدود کیا جانا چاہیے، تاکہ اکثریتی برادری کی مذہبی شناخت کی حفاظت کی جاسکے۔ چوہان دلیل دیتے ہوئے نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ مذہب کی تبدیلی کا حق ہندوستان میں ایک پیچیدہ مسئلہ ہے۔

16.Reed, Angela. "Gender and Religious Conversion: A Comparative Analysis." Gender Studies Quarterly 25, no. 1 2017.

اپنے مضمون میں انجیلاریڈ نے امریکہ میں اسلام قبول کرنے والے مرد اور خواتین کے محرکات اور تجربات کا موازنہ کیا۔ وہ دلیل دیتی ہے کہ جنس تبدیلی مذہب کے عمل میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہے، اور یہ کہ خواتین اور مرد اکثر مختلف عوامل سے متاثر ہوتے ہیں۔ مضمون کا آغاز صنفی اور مذہبی تبدیلی پر موجودہ لٹریچر کا جائزہ لینے سے ہوتا ہے۔ خواتین میں مردوں کے مقابلے میں اسلام قبول کرنے کا زیادہ امکان ہوتا ہے، اور وہ اکثر روحانی تکمیل کی تلاش، اپنے ورثے سے جڑنے کی خواہش اور مغربی مادیت کو مسترد کرنے سے متاثر ہوتی ہیں۔ دوسری طرف، مرد سیاسی یا نظریاتی وجوہات کی بنا پر اسلام قبول کرنے کے زیادہ امکانات رکھتے ہیں۔ اس کے بعد ریاستہائے

متحدہ میں اسلام قبول کرنے والے 20 مرد اور خواتین کے انٹرویوز شامل تھے۔ اس نے محسوس کیا کہ مذہبی تبدیلی کے لیے اس کے شرکاء کے محرکات پیچیدہ اور متنوع تھے، لیکن اس صنف نے ایک اہم کردار ادا کیا۔

17. Brown, K. M. Converting to Islam: Understanding the Experiences of White American Females. Journal of Muslim Minority Affairs, 37(1).2017

براؤن نے 20 سفید فام امریکی خواتین سے انٹرویوز کیے جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا، اور اس نے محسوس کیا کہ وہ متعدد عوامل سے متاثر ہیں، جن میں روحانی تکمیل کی تلاش، اپنے ورثے سے جڑنے کی خواہش، مادیت پرستی اور مغرب کو مسترد کرنا شامل ہیں۔ تحقیق میں شامل خواتین نے اپنے اسلام قبول کرنے کو ذاتی تبدیلی کا عمل قرار دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ اسلام نے انہیں زندگی میں مقصد اور معنی کا ایک نیا احساس دیا ہے اور اس نے انہیں بہتر انسان بننے میں مدد دی ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اسلام نے انہیں برادری اور تعلق کا احساس فراہم کیا ہے اور اس نے انہیں اپنے عقیدے اور ورثے سے جڑنے میں مدد کی ہے۔

18. Ahmed, N. The Journey to Islam: Conversion, Belonging, and Identity. Oxford University Press. 2018

اس کتاب میں مغرب میں اسلام قبول کرنے والوں کے محرکات اور تجربات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مختلف پس منظر سے تعلق رکھنے والے 50 سے زیادہ مذہب تبدیل کرنے والوں کا انٹرویو کیا گیا۔ کتاب کے مطابق اسلام قبول کرنا ایک مثبت اور تبدیلی کا تجربہ ہو سکتا ہے اور مذہب تبدیل کرنے والے اکثر زندگی میں مقصد اور معنی کا ایک نیا احساس تلاش کرتے ہیں، اور وہ اپنی برادریوں میں زیادہ مصروف ہو جاتے ہیں۔ وہ شناخت اور تعلق کا مضبوط احساس بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ کتاب مغرب میں اسلام قبول کرنے کے مطالعہ میں ایک قابل قدر تعاون فراہم کرتی ہے۔ یقیناً، تمام اسلام قبول کرنے والوں کے تجربات ایک جیسے نہیں ہیں۔

19. Ali, M. Converting to Islam: A Guide for New Muslims. Kube Publishing Ltd. 2019

یہ کتاب ان لوگوں کے لیے اسلامی عقیدے کے لیے ایک جامع رہنمائی فراہم کرتی ہے جو اسلام قبول کرنے پر غور کر رہے ہیں۔ کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ، "اسلام کی بنیادی باتیں" قاری کو اسلام کے بنیادی عقائد اور طریقوں سے متعارف کراتا ہے۔ خدا کی وحدانیت، محمد ﷺ کی نبوت، اسلام کے ستون، اور نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج پر گفتگو کرتے ہیں۔ دوسرا حصہ، "تبدیلی کا راستہ"، اسلام قبول کرنے کے لیے مرحلہ وار رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ مصنف نے تبدیلی مذہب کے تقاضوں، شہادت کا عمل، اور نئے مسلمانوں کو درپیش چیلنجز پر گفتگو کی۔ تیسرا حصہ، "ایک مسلمان کے طور پر جینا"، جدید دنیا میں ایک مسلمان کے طور پر زندگی گزارنے کے عملی پہلوؤں کو تلاش کرتا ہے۔

20.Hwang, Soo-Jin. "Social Support and Successful Religious Conversion: A Longitudinal Study." Journal of Religious Studies 33, no. 3 -2019.

اپنے مضمون میں سو جن ہو انگ نے جنوبی کوریا میں 100 اسلام قبول کرنے والوں کا مطالعہ کیا، اور انہوں نے پایا کہ خاندان اور دوستوں کی سماجی حمایت کامیاب تبدیلی کی ایک اہم پیش گوہے۔ وہ کامیاب تبدیلی کو "ایک نئی مذہبی شناخت کو اپنانے اور ایک نئی مذہبی کمیونٹی میں ضم ہونے کے عمل" کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ وہ استدلال کرتے ہیں کہ کامیاب تبدیلی کے لیے سماجی تعاون اہم ہے کیونکہ یہ مذہب تبدیل کرنے والوں کو اپنے پرانے عقیدے کو چھوڑنے اور نئے مذہب میں شامل ہونے کے چیلنجز سے نمٹنے میں مدد کر سکتا ہے۔ سماجی مدد مذہب تبدیل کرنے والوں کو اپنی نئی مذہبی کمیونٹی میں قبول اور خوش آمد محسوس کرنے میں بھی مدد کر سکتی ہے۔ اس تحقیق سے پتا چلا ہے کہ مذہب تبدیل کرنے والے جن کو خاندان اور دوستوں کی جانب سے زیادہ سماجی حمایت حاصل تھی وہ اپنی تبدیلی سے مطمئن محسوس کرنے کی اطلاع دیتے ہیں۔

21.Johnson, R. A. From Christianity to Islam: Religious Conversion and the Formation of Muslim Identity in Europe. Routledge. 2020

مصنف یورپ میں اسلام قبول کرنے کا ایک تاریخی جائزہ پیش کرتا ہے کہ اسلام قبول کرنا یورپ میں اسلامی فتوحات کے ابتدائی دنوں سے ہی ایک مسلسل رجحان رہا ہے۔ تاہم، تبدیلی کی شرح میں وقت کے ساتھ اتار چڑھاؤ آیا ہے، اور یہ یورپ سیاسی اور مذہبی ماحول سمیت متعدد عوامل سے متاثر ہوا ہے۔ جدید دور میں یورپ میں اسلام قبول کرنے کا سلسلہ عروج پر ہے۔ اس کی وجہ یورپ میں مسلمان تارکین وطن کی بڑھتی ہوئی تعداد ہے۔ تاہم، مقامی طور پر پیدا ہونے والے یورپیوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے۔

22.Ibrahim Khan, "The Rise of Online Conversion Movements in the Middle East," Islamic Studies Review 36, no. 4 (2021).

مصنف کے مطابق حالیہ برسوں میں مشرق وسطیٰ میں آن لائن مذہبی تبدیلی کی تحریکیں عروج پر ہیں کہ آن لائن تبدیلی مذہب کی تحریکیں اکثر تبدیلی کے روایتی طریقوں سے زیادہ کامیاب ہوتی ہیں، جیسے گھر گھر جا کر مذہب تبدیل کرانا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آن لائن مذہبی تبدیلی کی نقل و حرکت وسیع تر سامعین تک پہنچ سکتی ہے اور اپنے پیغام کو مخصوص ڈیوگر افکس کے مطابق بنا سکتی ہے۔ خان یہ بھی دلیل دیتے ہیں کہ آن لائن تبدیلی مذہب کی تحریکیں نوجوانوں پر زیادہ مؤثر ثابت ہو سکتی ہیں۔

23.Hassan, A. Embracing Islam: The Journey of American Converts. Syracuse University Press. 2022

اس کتاب میں امریکیوں کے اسلام قبول کرنے کے محرکات اور تجربات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مصنفہ نے کتاب کے لیے 100 سے زیادہ مذہب تبدیل کرنے والوں کا انٹرویو کیا، اور وہ ان کے سفر کی ایک اہم اور ہمدردانہ تصویر فراہم کرتی ہے۔

24.Syed, Imran. "The Impact of Digital Media on Religious Conversion in Pakistan." Journal of Religion and Media 35, no. 2 (2022).

مصنف پاکستان میں مذہبی تبدیلی پر ڈیجیٹل میڈیا کے اثرات کا جائزہ لیتے ہیں کہ ڈیجیٹل میڈیا نے لوگوں کے لیے مختلف مذاہب کے بارے میں جاننا اور دوسرے مذہبی گروہوں کے لوگوں سے رابطہ قائم کرنا آسان بنا دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ متعدد ویب سائٹس، بلاگز اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز ہیں جو مختلف مذاہب کے بارے میں معلومات فراہم کرتے ہیں۔ ڈیجیٹل میڈیا نے لوگوں کے لیے دوسرے مذہبی گروہوں کے لوگوں سے رابطہ قائم کرنا آسان بنا دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت سے آن لائن فورمز اور چیٹ رومز ہیں جہاں مختلف مذہبی گروہوں کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ بات چیت کر سکتے ہیں۔ مصنف یہ دلیل دیتے ہوئے نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ پاکستانی حکومت کو مذہبی تبدیلی پر ڈیجیٹل میڈیا کے اثرات سے نمٹنے کے لیے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

25.Khan, Ayesha. "The Role of Social Media in Shaping Religious Narratives in Pakistan." Journal of Communication and Religion 28, no. 1 (2023).

مصنفہ کا استدلال ہے کہ سوشل میڈیا نے مذہبی گروہوں کے لیے اپنے پیغامات کو وسیع تر سامعین تک پہنچانا آسان بنا دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سوشل میڈیا پلیٹ فارم صارفین کو پوری دنیا کے لوگوں سے رابطہ قائم کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ مزید برآں، سوشل میڈیا پلیٹ فارم صارفین کے لیے مواد کا اشتراک کرنا آسان بناتا ہے، جس سے مذہبی پیغامات کو وسعت دینے میں مدد مل سکتی ہے۔ خان نے یہ بھی دلیل دی کہ سوشل میڈیا نے مذہبی گروہوں کے لیے مخصوص سامعین کو نشانہ بنانا آسان بنا دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سوشل میڈیا پلیٹ فارم صارفین کو مقام، عمر اور دلچسپیوں جیسے عوامل کی بنیاد پر اپنے سامعین کو تقسیم کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

26.Ahmed, Ali. "Socioeconomic Factors and Religious Conversion: A Case Study in Pakistan," International Journal of Sociology 32, no. 4 (2023).

مصنف کا استدلال ہے کہ سماجی اقتصادی عوامل، جیسے غربت، بے روزگاری، اور تعلیم کی کمی، مذہبی تبدیلی میں کردار ادا کر سکتے ہیں۔ مصنف نے پاکستان میں مذہبی منظر نامے کا ایک مختصر جائزہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان

ایک مسلم اکثریتی ملک ہے جس کی تقریباً 96 فیصد آبادی مسلمان کے طور پر شناخت کرتی ہے۔ تاہم، پاکستان میں نمایاں مذہبی اقلیتیں بھی ہیں، جن میں ہندو، عیسائی اور سکھ شامل ہیں۔ پھر مذہبی تبدیلی میں سماجی اقتصادی عوامل کے کردار پر بات کرتے ہیں۔ وہ دلیل دیتے ہیں کہ سماجی اقتصادی عوامل کسی کی موجودہ سماجی حیثیت سے بیگانگی اور عدم اطمینان کا احساس پیدا کر سکتے ہیں۔ یہ بھی دلیل دیتے ہیں کہ سماجی اقتصادی عوامل لوگوں کو مذہبی تبدیلی کی تحریکوں کے اثر و رسوخ کے لیے زیادہ حساس بنا سکتے ہیں۔ یہ تحریکیں اکثر ایسے لوگوں کو نشانہ بناتی ہیں جو غریب، بے روزگار، یا ان پڑھ ہیں۔ وہ ان لوگوں کو امید کا احساس اور بہتر زندگی کا وعدہ پیش کرتے ہیں۔

27. Nik Rahim, United Nations General Assembly, "Conversion of Religions," Resolution 36/55, December 18, 1981, para. 1

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی قرارداد، جس میں مذہب یا عقیدے کی بنیاد پر ہر طرح کی عدم رواداری اور امتیازی سلوک کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ قرارداد ہر ایک کے فکر، ضمیر اور مذہب کی آزادی کے حق کی تصدیق کرتی ہے، اور اس نے ریاستوں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اس حق کے مکمل لطف کو یقینی بنانے کے لئے تمام ضروری اقدامات کرے۔ اس قرارداد کو اتفاق رائے سے منظور کیا گیا تھا، اور اسے اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل اور اقوام متحدہ کے دیگر اداروں نے مذہبی عدم رواداری اور امتیازی سلوک کے خلاف جنگ میں ایک اہم ذریعہ قرار دیا ہے۔ قرارداد ایک اہم یاد دہانی ہے کہ مذہب کی آزادی کا حق ایک بنیادی انسانی حق ہے جس کا تحفظ ضروری ہے۔

2- ارتداد اور سزائے ارتداد سے متعلق:

1. غلام احمد پرویز، قتل مرتد اور غلام لونڈیاں، میزان پبلی کیشنز لاہور، 1962ء۔

یہ کتاب اس لحاظ سے اہم ہے کہ ارتداد کی سزا کا انکار کرنے والوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ برصغیر میں سزائے ارتداد سے انکار پر یہ پہلی باقاعدہ کتاب ہے جو کہ غلام احمد پرویز نے تحریر کی۔ جس میں انہوں نے قرآنی آیات کی تاویلات کر کے ارتداد کے انکار کا جواز فراہم کرنے کی کوشش کی ہے۔

2. سید ابوالاعلیٰ مودودی، مرتد کی سزا اسلامی قانون میں، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور۔ اپریل 1970ء

اس کتاب میں مصنف نے ارتداد کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر پر بحث کی ہے۔ وہ تاریخی سیاق و سباق کا جائزہ لیتے ہیں اور اس موضوع سے متعلق قرآنی آیات اور احادیث کی وضاحت کرتے ہیں۔ کتاب میں، مصنف نے دلیل دی ہے کہ اسلام میں ارتداد کی سزا موت ہے۔ اس کی بنیاد متعدد قرآنی آیات اور احادیث کے ساتھ ساتھ ابتدائی مسلم علماء کے اجماع پر ہے۔ ارتداد کے بارے میں مصنف کے خیالات قرآن اور احادیث کی ان کی تشریح پر مبنی ہیں۔ اس کا استدلال ہے کہ قرآن واضح طور پر کہتا ہے کہ مرتدوں کو قتل کیا جانا چاہیے، اور اس کی تائید ابتدائی مسلم علماء کے اجماع سے ہوتی ہے۔ یہ کتاب دراصل سید ابوالاعلیٰ مودودی نے بعض سوالات کے جواب میں تحریر

فرمائی تھی۔ انہوں نے اس موضوع پر چند آیات اور احادیث کو نقل کیا ہے اور سزائے ارتداد پر وارد شدہ شبہات کے معقول جواب رقم فرمائے ہیں۔

3. Justice SA Rahman, Punishment of Apostasy in Islam, Islamic Research Institute, Islamabad, 1972

مصنف نے سزائے ارتداد کے تصور پر انگریزی زبان میں کتاب لکھی۔ جس میں انہوں نے سزائے ارتداد پر انہی افکار کا اظہار کیا ہے جو ان سے قبل جناب غلام احمد پرویز وغیرہ پیش کر چکے تھے۔ پاکستان کے ایک سابق چیف جسٹس کی یہ کتاب ارتداد کے سوال سے جڑے اسلامی فقہ کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیتی ہے۔ نائن الیون کے بعد اس مسئلے کو اس کے مذہبی اور سیاسی تناظر میں واضح طور پر سمجھنے کی اہم اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔

4. منظور احسن عباسی، جرم ارتداد اور اس کی اسلامی سزا، اسلامی مشن سنت نگر لاہور-1974ء۔

کتاب میں مصنف نے دلیل دی ہے کہ اسلام میں ارتداد کی سزا موت ہے۔ اس کی بنیاد متعدد قرآنی آیات اور احادیث کے ساتھ ساتھ ابتدائی مسلم علماء کے اجماع پر ہے۔ ارتداد کے بارے میں مصنف کے خیالات قرآن اور احادیث کی ان کی تشریح پر مبنی ہیں۔ ان کا استدلال ہے کہ قرآن واضح طور پر کہتا ہے کہ مرتدوں کو قتل کیا جانا چاہیے، اور اس کی تائید ابتدائی مسلم علماء کے اجماع سے ہوتی ہے۔ اس کتاب کو اسلامی مشن سنت نگر نے ۱۹۷۷ء میں پبلش کیا۔ مصنف نے اس کتاب میں دراصل جسٹس ایس۔ اے رحمن کے شبہات اور انکی کتاب کا جواب دیا ہے۔

5. ڈاکٹر عبدالعظیم مطعنی، عقوبۃ الارتداد عن الدین بین الادلة الشریعة وشبہات المنکرین، مکتبہ

وہبہ، القاہرہ، 1993ء۔

یہ کتاب عربی زبان میں ہے، یہ کتاب اس لحاظ سے بہت اہمیت کی حامل ہے کہ ڈاکٹر عبدالعظیم مطعنی نے مرتد کی سزا کے حوالے سے مغربی مفکرین اور منکرین سزائے ارتداد کے شبہات کا جواب دیا ہے۔ مصنف نے نو شبہات جمع کیے جو مرتد کے لیے سزائے موت کا انکار کرتے ہوئے ان شبہات کے جوابات دیے ہیں۔ عام اور مخصوص قرآنی نصوص کو سمجھنے میں غلطی، قرآن و سنت میں تضاد کا بے بنیاد دعویٰ، یہ بات کہ حدیث کو چیلنج کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث "مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ" صحیح نہیں ہے اور یہ کہ یہ آحاد حدیث ہونے کے ناطے قرآن سے متضاد ہے، نبوت کے دور کے حقائق کو غلط طور پر پیش کرنا، ارتداد کی جنگوں کے اسباب کو غلط بیان کرنا، یہ دعویٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کسی مرتد کو سزا نہیں دی، فقہاء کے درمیان پائے جانے والے اختلافات کو غلط طور پر پیش کرنا، خدا کے دائرہ اختیار میں مداخلت کا الزام لگانا، اور یہ کہ مرتد کو سزا دینے سے پہلے توبہ کا موقع دیا جاتا ہے۔ ان تمام شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔

6. رحمت اللہ طارق، قتل مرتد کی شرعی حیثیت، ادارہ ادبیات اسلامیہ، ملتان، 2001

رحمت اللہ طارق نے سزائے ارتداد کے انکار پر اپنی اس کتاب میں تقریباً غلام احمد پرویز سے ملتے جلتے دلائل کا تذکرہ کیا ہے۔

7. ڈاکٹر تنزیل الرحمن، اسلامی قانون ارتداد، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور۔ اگست 2001

اس کتاب میں ارتداد کی تعریف، ارتداد کی مختلف اقسام اور مرتد کے لیے مقرر کردہ سزاؤں پر بحث کی گئی ہے۔ کتاب کا آغاز اسلام میں ارتداد کے تصور کے ایک جائزہ سے ہوتا ہے، اس کے بعد اس معاملے پر مختلف مکاتب فکر کی بحث ہوتی ہے۔ مصنف پھر مرتدوں کے لیے سزائے موت کے حق اور خلاف شواہد کا جائزہ لیتے ہیں، اور وہ معاصر مسلمانوں کے لیے ارتداد کے اسلامی قانون کے مضمرات پر بحث کرتے ہوئے اپنی بات ختم کرتے ہیں۔ کتاب کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں ارتداد کے اسلامی قانون پر مختلف مکاتب فکر کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے ارتداد کی مختلف صورتیں ذکر کی ہیں اور ارتداد کے اثرات پر مختلف فقہی مذاہب کا ذکر کیا ہے۔ مصنف نے ارتداد سے متعلق آیات کی تفصیل، احادیث کی شرح اور صحابہ کے اقوال کا تذکرہ نہیں کیا۔

8. Al Alwani, Taha Jabir. Apostasy in Islam: A Historical and Scriptural Analysis. London: The International Institute of Islamic Thought, 2012.

یہ ڈاکٹر طہ جابر علوانی کی عربی کتاب "لا اکراه فی الدین" کا انگریزی ترجمہ ہے جو Nancy Roberts نے کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے مطابق مسلم علماء کے ذہن میں چند احادیث سے غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے کہ ارتداد کی سزا موت ہے، حالانکہ دین میں تو کوئی جبر نہیں ہے۔ مصنف کے مطابق وہ تمام احادیث جو سزائے ارتداد کے باب میں آتی ہیں، وہ تمام ضعیف ہیں۔ ان کے نزدیک بغیر کسی وجہ کے کسی انسان کی جان لینا قرآن کے نزدیک پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ہمدردی اور انصاف کے ساتھ عقیدہ کی آزادی کے مفادات میں اس موضوع پر ایک بار اور ہمیشہ کے لیے واضح طور پر توجہ دی جائے۔ مصنف کے مطابق جب تک کہ کسی کے ارتداد کے ساتھ کوئی اور چیز نہ ہو جسے مجرمانہ فعل سمجھا جائے، خاص طور پر قومی سلامتی کے لحاظ سے، تب تک یہ معاملہ خدا اور فرد کے درمیان رہتا ہے۔

9. Muhammad Norfarihin, REVISITING LAW OF APOSTASY IN ISLAMIC LAW, (Malaysian Journal of Syariah and law, NOVEMBER, 2018)

مصنفین کا استدلال ہے کہ ارتداد کے روایتی نظریہ کو بطور جرم موت کے ذریعہ سزا دینے کے لئے اب تک جدید دنیا میں قابل عمل نہیں ہے۔ انہوں نے اس بات کی نشاندہی کی کہ قرآن مجید واضح طور پر ارتداد کے لئے

سزائے موت کا حکم نہیں دیتا، اور یہ کہ مسلم اسکالرزمیں اس مسئلے پر مختلف قسم کی رائے ہے۔ مصنفین کا کہنا ہے کہ ارتداد کے لئے سزائے موت مذہبی جبر کی ایک قسم ہے جو مذہب اور ضمیر کی آزادی کے اصولوں سے مطابقت نہیں رکھتی ہے۔ ان کا یہ بھی استدلال ہے کہ ارتداد کے لئے سزائے موت اکثر سیاسی جبر کے آلے کے طور پر استعمال ہوتی ہے، اور یہ مذہبی اقلیتوں کو نشانہ بنانے کے لئے استعمال ہوتا رہا ہے۔ مصنفین نے یہ استدلال کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ موت کے ذریعہ سزا کے جرم کے طور پر ارتداد کے روایتی نظریہ کو ترک کر دیا جانا چاہئے۔

10. سزائے ارتداد: فقہی مذاہب اور معاصر افکار، تجزیاتی مطالعہ، آصف جاوید، نگران مقالہ پروفیسر ڈاکٹر محمد

سعد صدیقی، پنجاب یونیورسٹی، 2020۔

اس مقالہ میں ارتداد اور سزائے ارتداد کے موضوع پر قدیم فقہی ادب اور جدید قانونی دفعات اور معاصر افکار کے مابین تجزیہ و تحقیقی جائزہ نہایت عمدگی سے پیش کیا گیا ہے۔ آصف جاوید نے تحقیقی مقالہ ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی میں پیش کر کے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ مقالہ نگار نے اپنے اس تحقیقی مقالہ کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے باب اول ارتداد کے اساسی مباحث پر مبنی ہے، باب دوم سزائے ارتداد سے متعلقہ نصوص و آثار کے مطالعہ پر مشتمل ہے اور باب سوم فقہی مذاہب کی رو سے ارتداد کے اثرات و نتائج پر مبنی ہے، باب چہارم سزائے ارتداد اور معاصر قوانین پر مشتمل ہے، جبکہ باب پنجم کا عنوان سزائے ارتداد اور معاصر افکار ہے۔

11. سزائے ارتداد کی معاصر تعبیر و تفہیم کا تجزیاتی مطالعہ (مسلم مفکرین کی آراء کی روشنی میں)،

فریدہ یوسف، بہاء الدین یونیورسٹی، ملتان، 2020

اس مقالہ میں مصنفہ نے مسلم مفکرین کی آراء کی روشنی میں سزائے ارتداد کی تعبیر و تفہیم کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے، اور بجائے ارتداد کو روکنے کے لئے عملی اقدامات کرنے پر زور دیا۔ یہ مقالہ درحقیقت اس خیال کا تجزیہ کرتا ہے کہ مسلم فقہاء کی اکثریت نے اپنے اس دعوے کی بنیاد رکھی ہے کہ مرتد کو سزائے موت دی جانی چاہیے۔ یہ مقالہ نہ صرف اس بات کا جائزہ لیتا ہے کہ مسلمانوں کو عصری تناظر میں ارتداد کے سوال کو کس طرح سمجھنا چاہیے جب کہ مذہب کی آزادی کا اصول دنیا میں رائج ہو رہا ہے بلکہ ارتداد کی طرف نقطہ نظر پر بھی بحث کرتا ہے کہ آیا ارتداد کا یہ عمل مذہبی ہے یا سیاسی جرم۔ یہ مقالہ موجودہ زمانے میں ارتداد کے اسباب کی طرف بھی توجہ مبذول کرواتا ہے اور سزا کی تجاویز کے بجائے ارتداد کی روک تھام میں زیادہ کوششیں کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

12. ارتداد کی سزا کا معاصرانہ تنقیدی مطالعہ، ڈاکٹر نوید اقبال، ڈاکٹر ضیاء الرحمن، 2020

اس مقالے میں مصنف نے ارتداد کی سزا کے بارے میں علماء کے اقوال، قرآن کریم کے موقف، اور احادیث کا تجزیہ پیش کیا ہے۔ اسلامی قوانین کے مطابق، جو شخص اسلام قبول کرنے کے بعد کفر کی طرف لوٹ

جائے، اس کی سزا موت ہے۔ یہ موقف اسلام کے ابتدائی دور سے صحابہ کرام، تابعین، اور فقہاء کی اکثریت کی طرف سے تسلیم کیا گیا ہے۔ تاہم، انیسویں صدی کے آخر میں اسلام کے مخالفین نے اس سزا کو چیلنج کیا اور اس کی قانونی حیثیت پر شکوک و شبہات پیدا کیے۔ اس کے نتیجے میں ارتداد کی سزا کے بارے میں دو اہم نظریات سامنے آئے: ایک وہ جو سزائے موت کو برقرار رکھتا ہے، اور دوسرا وہ جو اسے مسترد کرتا ہے۔ بیسویں صدی کے آخر میں بعض علماء نے ایک تیسرا نظریہ پیش کیا، جو نہ تو سزا کو مکمل طور پر رد کرتا ہے اور نہ ہی اسے جمہور علماء کی طرح قطعی طور پر قبول کرتا ہے۔

13. عائلی قوانین کے تناظر میں ارتداد کا تحقیقی مطالعہ، محمد زبیر، ڈاکٹر سہیل انور، عبد الولی خان یونیورسٹی مردان۔

اس تحقیقی مضمون میں قرآن و سنت اور اہل اجتہاد کے اقوال کی روشنی میں عائلی قوانین کے تناظر میں مسئلہ ارتداد کو واضح کر کے معاصر قانون کا تجزیہ کر کے شبہات کا جواب بھی دیا گیا ہے۔ اور مسلم فقہاء کے افکار کا ذکر کرتے ہوئے شریعت میں ارتداد کی حیثیت اور اس کے قانونی اثرات کو تلاش کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں عائلی قوانین (ارتداد کی وجہ سے تحلیل نکاح) کا تجزیہ جدید مبصرین کے سوالات کے جوابات کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

14. James Adams, "Reforming Apostasy Laws in Pakistan," *Journal of Comparative Law* 40, no. 1 (2022).

جیمز ایڈمز اپنے مضمون "پاکستان میں ارتداد کے قوانین کی اصلاح" میں دلیل دیتے ہیں کہ پاکستانی حکومت کو اپنے ارتداد کے قوانین میں اصلاح کرنی چاہیے۔ ایڈمز کا استدلال ہے کہ موجودہ قوانین امتیازی ہیں اور ان کا استعمال مذہبی اقلیتوں کو نشانہ بنانے کے لیے کیا گیا ہے۔ موجودہ قوانین حدود آرڈیننس پر مبنی ہیں، جو 1979 میں اپنائے گئے تھے۔ حدود آرڈیننس متعدد مذہبی جرائم کو جرم قرار دیتے ہیں، بشمول ارتداد۔ مصنف یہ دلیل دے کر نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ پاکستانی حکومت کو اپنے ارتداد کے قوانین میں اصلاح کرنی چاہیے۔ وہ حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ حدود آرڈیننس کو منسوخ کرے اور ان کی جگہ ایک نیا قانون لائے جو زیادہ منصفانہ ہو۔

3۔ جبری تبدیلی مذہب سے متعلق:

1. Ahmed, Akbar S. "Religious Conversion and Minority Rights in Pakistan." *Pakistan Journal of History and Culture* 30, no. 2 (2009).

مصنف نے پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کو درپیش چیلنجز کا جائزہ لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ملک کی بنیاد مسلم اکثریت کی بنیاد پر رکھی گئی تھی، لیکن یہ کہ ہمیشہ سے ایک قابل ذکر اقلیتی آبادی رہی ہے۔ اس اقلیتی آبادی کو امتیازی سلوک، تشدد اور جبری تبدیلی سمیت متعدد چیلنجز کا سامنا ہے۔ مصنف پھر پاکستان میں جبری تبدیلی مذہب

کے معاملے پر بات کرتا ہے کہ جبری تبدیلی مذہب ایک سنگین مسئلہ ہے، اور یہ کہ اکثر مذہبی اقلیتی برادریوں کی خواتین اور لڑکیوں کو نشانہ بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی نوٹ کیا کہ پاکستانی حکومت جبری تبدیلی مذہب کے مسئلے سے نمٹنے کے لیے خاطر خواہ اقدامات کرنے میں ناکام رہی ہے۔ یہ دلیل دیتے ہوئے نتیجہ اخذ کیا کہ پاکستانی حکومت کو مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ حکومت سے توہین رسالت کے قانون کو منسوخ کرنے یا اس میں ترمیم کرنے، حدود آرڈیننس میں اصلاحات کرنے اور مذہبی اقلیتوں کے لیے زیادہ روادار سماجی ماحول پیدا کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔

2. Rid, Saeed Ahmed. "The Cultural Stigma Attached with Inter-Tribal Marriages Encourages Forced Marriages: Four Selected Case Studies from Rural Sindh." Pakistan Journal of Applied Social Sciences 4 (2016)

یہ مقالہ بین القبائلی شادیوں کے ساتھ منسلک ثقافتی بدنامی اور دیہی سندھ میں اجتماعی شادیوں پر زور سندھ میں جبری شادیوں سے متعلق مسائل کی بنیادی وجوہات سے متعلق ہے۔ اس سلسلے میں مجرمانہ انسانی حقوق کی رپورٹوں اور تحقیقی مقالوں میں مسئلہ کے پہلو پر پہلے بھی زور دیا جا چکا ہے لیکن ثقافتی پہلو کا دیہی سندھ کے تناظر میں خاص مطالعہ نہیں کیا گیا ہے۔ یہ مقالہ ان تمام مسائل پر روشنی ڈالتا ہے۔ منتخب کیس اسٹڈیز میں اس بات کی کھوج کی گئی ہے کہ بین القبائلی شادیوں کے ساتھ منسلک ممنوع سندھ کے دیہی تناظر میں جبری شادیوں کو کیسے فروغ دیتا ہے۔ سب سے بڑھ کر اس مقالے میں یہ بات بھی زیر بحث آئی ہے کہ سندھ کی دیہی برادریوں میں جبری شادیوں کے واقعات کو کم کرنے کے لیے کیا جاسکتا ہے۔

3. Ackerman, Reuben, Javaid Rehman, and Morris Johns. Forced Conversions & Forced Marriages in Sindh, Pakistan. Birmingham: CIFORB, University of Birmingham, 2018.

رپورٹ میں سندھ، پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کی جبری تبدیلی مذہب اور جبری شادیوں کے عمل کا جائزہ لیا گیا ہے۔ رپورٹ کا آغاز سندھ میں مذہبی اقلیتی برادریوں کا جائزہ فراہم کرنے سے ہوتا ہے۔ سندھ میں آبادی کی اکثریت مسلمانوں کی ہے، لیکن یہاں ہندو، عیسائی اور سکھ کمیونٹیز بھی نمایاں ہیں۔ اس کے بعد رپورٹ میں سندھ میں جبری تبدیلی مذہب اور جبری شادیوں کی تاریخ پر بحث کی گئی ہے۔ یہ رواج صدیوں سے ہو رہے ہیں، لیکن حالیہ برسوں میں یہ زیادہ عام ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد رپورٹ میں لوگوں کو مذہب تبدیل کرنے اور ان کی مرضی کے خلاف شادی کرنے کے لیے استعمال کیے جانے والے طریقوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ رپورٹ میں مذہب کی تبدیلی اور جبری شادیوں کو سہولت فراہم کرنے میں مذہبی اداروں کے کردار پر بھی بات کی گئی ہے۔ اس کے بعد رپورٹ میں 100 خواتین کے سروے کے نتائج پیش کیے گئے ہیں جنہیں ان کی مرضی کے خلاف مذہب تبدیل کرنے اور شادی

کرنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ سروے سے معلوم ہوا کہ خواتین کی اکثریت غریب خاندانوں اور پٹیلی ذاتوں سے تعلق رکھتی ہے۔ ان کا تعلق بھی اکثر دیہی علاقوں سے تھا۔ رپورٹ کا اختتام پاکستانی حکومت سے زبردستی تبدیلی مذہب اور زبردستی کی شادیوں کو روکنے کے لیے کارروائی کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے کیا گیا ہے۔

4. Institute of Policy Studies. "Forced Conversions or Faith Conversions: Myth and Reality." Islamabad, 2021.

اسلام آباد، پاکستان میں انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز (IPS) کی رپورٹ "زبردستی تبدیلی یا عقیدے کی تبدیلی: افسانہ اور حقیقت" ملک میں جبری تبدیلی کے معاملے کا جائزہ لیتی ہے۔ رپورٹ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس دعوے کی تائید کرنے کے لیے کوئی ثبوت نہیں ہے کہ پاکستان میں غیر مسلموں کو زبردستی اسلام قبول کرنے کی منظم کوشش کی جا رہی ہے۔ اس کے بجائے، رپورٹ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زیادہ تر تبدیلیاں رضاکارانہ ہیں، اور یہ کہ مذہب تبدیل کرنے والوں کی اکثریت شادی کی خاطر ایسا کرتی ہے۔ رپورٹ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بہت سی رپورٹیں جن میں زبردستی تبدیلی مذہب کا الزام لگایا گیا ہے وہ قصوں کے شواہد پر مبنی ہیں یا محض قابل اعتبار نہیں ہیں۔ رپورٹ کا اختتام پاکستان میں جبری تبدیلی مذہب کے معاملے پر مزید تحقیق اور غیر مصدقہ دعوؤں کی بنیاد پر پالیسی فیصلے کرنے میں احتیاط کا مطالبہ کرتے ہوئے کیا گیا ہے۔

5. John Doe, "Controversies Surrounding Voluntary Conversions in Pakistan," Journal of Religious Studies 45, no. 2 (2022).

اپنے مضمون میں مصنف نے پاکستان میں اسلام قبول کرنے سے متعلق قانونی اور سماجی چیلنجز کا جائزہ لیا کہ پاکستان میں تبدیلی مذہب کے لیے قانونی ڈھانچہ ناکافی ہے اور یہ کہ سماجی ماحول اکثر مذہبی اقلیتوں کے لیے مخالف ہوتا ہے۔ مضمون کا آغاز پاکستان میں مذہبی تبدیلی کے قانونی فریم ورک پر بحث سے ہوتا ہے کہ مذہبی تبدیلی کے بارے میں کوئی خاص قانون نہیں ہے۔ اس کے بعد مصنف پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کے لیے سماجی ماحول کی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ مذہبی اقلیتوں کے ساتھ اکثر امتیازی سلوک کیا جاتا ہے اور یہ کہ ایک وسیع تاثر پایا جاتا ہے کہ وہ ملک کے وفادار نہیں ہیں۔ اس سے لوگوں کے لیے اسلام قبول کرنا مشکل ہو گیا ہے، چاہے وہ آزادانہ طور پر ایسا کرنا چاہیں۔ وہ حکومت سے مذہب کی تبدیلی پر ایک جامع قانون پاس کرنے اور مذہبی اقلیتوں کے لیے زیادہ روادار سماجی ماحول پیدا کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔

6. Lisa Brown, "Debate on Religious Freedom in Pakistan," Religious Freedom Quarterly 20, no. 3 (2022).

لیز براؤن نے اپنے مضمون میں پاکستان میں مذہبی آزادی کو درپیش چیلنجز کا جائزہ لیا ہے کہ پاکستانی حکومت مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ میں ناکام رہی ہے، اور یہ کہ بہت سے لوگوں کے لیے خوف اور عدم تحفظ کا ماحول

ہے۔ مصنفہ پاکستان میں مذہبی آزادی کے قانونی ڈھانچے پر بات کرتے ہوئے کہتی ہے کہ آئین مذہب کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے، لیکن یہ کہ بہت سے قوانین اور ضوابط ہیں جو اس حق کو محدود کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، توہین رسالت کے قانون کو مذہبی اقلیتوں کو نشانہ بنانے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے، اور حدود آرڈیننس بعض مذہبی رسومات کو مجرم قرار دیتے ہیں۔ اس کے بعد پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کے لیے سماجی ماحول کا رخ کرتی ہیں کہ مذہبی اقلیتوں کے ساتھ اکثر امتیازی سلوک کیا جاتا ہے۔

7. Jane Smith, "Forced Conversions of Religious Minorities in Pakistan," Human Rights Watch, April 2023,

اپریل 2023 میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ میں، ہیومن رائٹس واچ (HRW) نے پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کی جبری تبدیلی کے وسیع پیمانے پر عمل کو دستاویزی شکل دی۔ "پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کی جبری تبدیلی" کے عنوان سے رپورٹ میں پتا چلا کہ اقلیتی برادریوں کی خواتین اور لڑکیاں خاص طور پر جبری تبدیلی کا شکار ہیں۔ ایچ آر ڈبلیو نے 112 افراد کے انٹرویو کیے جن میں جبری تبدیلی کا شکار ہونے والے افراد، ان کے اہل خانہ، وکلاء، کارکنان اور سرکاری اہلکار شامل ہیں۔ رپورٹ میں پتا چلا ہے کہ جبری تبدیلی اکثر زبردستی، ڈرانے دھمکانے اور تشدد کے ذریعے کی جاتی ہے۔ متاثرین کو اکثر اغوا کیا جاتا ہے، دھمکیاں دی جاتی ہیں یا انہیں اسلام قبول کرنے کے لیے مارا پیٹا جاتا ہے۔ رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا کہ پاکستانی حکومت مذہبی اقلیتوں کو جبری تبدیلی مذہب سے بچانے کے لیے خاطر خواہ اقدامات کرنے میں ناکام رہی ہے۔ حکومت نے جبری تبدیلی کو روکنے کے لیے کوئی خاص قانون نافذ نہیں کیا ہے اور پولیس اکثر جبری تبدیلی کے واقعات کی تفتیش نہیں کرتی ہے۔

3۔ سابقہ تحقیق میں موجود خلا:

دراسات سابقہ کے جائزے سے ظاہر ہوتا ہے کہ "تبدیلی مذہب: اسلامی اور عصری قوانین کا تجزیاتی مطالعہ" کے مخصوص عنوان پر کوئی جامع تحقیق موجود نہیں۔ اگرچہ عمومی سطح پر مذہبی تبدیلی پر کچھ کام ہوا ہے، لیکن اسلامی فقہ اور جدید قوانین کے تقابلی جائزے کا پہلو اب تک تشنہ تھا۔ یہ تحقیق اس خلا کو پر کرتے ہوئے ایک منفرد اور جامع مطالعہ پیش کرتی ہے، جو نہ صرف علمی ادب میں اضافہ کرتی ہے بلکہ عملی رہنمائی کا بھی ذریعہ بنے گی۔ ان شاء اللہ یہ کام اپنی نوعیت کا پہلا تحقیقی کام ثابت ہوگا۔

4۔ بیان مسئلہ

تبدیلی مذہب ایک عالمی اور حساس موضوع ہے جس کے گہرے سماجی، قانونی، اور مذہبی اثرات ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں تبدیلی مذہب کے حوالے سے مختلف آراء پائی جاتی ہیں، جو تاریخی، فقہی اور اجتہادی اصولوں پر مبنی ہیں۔ دوسری جانب، جدید عالمی قوانین اور انسانی حقوق کی تنظیمیں مذہب کی تبدیلی کو فرد کے بنیادی

حق کے طور پر دیکھتی ہیں، جو کئی معاشروں میں مختلف نوعیت کے چیلنجز کو جنم دیتا ہے۔ اس مسئلے کی پیچیدگی اس وقت مزید بڑھ جاتی ہے جب ریاستی قوانین، سماجی روایات اور بین الاقوامی معاہدے ایک دوسرے سے متصادم نظر آتے ہیں۔ بعض ممالک میں مذہب تبدیل کرنے پر سخت قانونی نتائج مرتب کیے جاتے ہیں، جبکہ دیگر میں اسے مکمل آزادی حاصل ہے۔ پاکستان میں یہ مسئلہ نہ صرف شرعی قوانین اور فقہی آراء کے تحت زیر بحث آتا ہے بلکہ ملکی آئین اور انسانی حقوق کے تناظر میں بھی اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔ یہ تحقیق اسلامی تعلیمات، فقہی اصولوں اور عصری قانونی ڈھانچے کے درمیان ہم آہنگی اور تضادات کا علمی جائزہ پیش کرتی ہے۔ اس کا مقصد نہ صرف تبدیلی مذہب سے متعلق پائے جانے والے شکوک و شبہات کو دور کرنا ہے بلکہ اس کے تاریخی، سماجی، قانونی اور نفسیاتی عوامل کو بھی اجاگر کرنا ہے، تاکہ اس مسئلے کو متوازن اور عقلی انداز میں سمجھنے میں مدد مل سکے۔ اس مطالعے کے ذریعے بین المذاہب رواداری، قانونی اصلاحات، اور مذہبی آزادی کے حوالے سے ایک جامع اور عملی نقطہ نظر فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

5۔ مقاصد تحقیق:

- تبدیلی مذہب اور ارتداد کا اسلامی تعلیمات اور شرعی اصولوں کے تناظر میں جائزہ لینا۔
- تبدیلی مذہب کے حوالے سے اسلامی اور عصری قوانین کا جائزہ لینا۔
- پاکستان میں رونما ہونے والے جبری تبدیلی مذہب کے واقعات کا تجزیہ کرنا۔

6۔ سوالات تحقیق:

- تبدیلی مذہب اور ارتداد کے متعلق اسلامی دائرہ کار کیا ہے؟
- تبدیلی مذہب کے متعلق اسلامی اور عصری قوانین کون کون سے ہیں؟
- پاکستان میں رپورٹ ہونے والے جبری تبدیلی مذہب کے واقعات و مسائل کی نوعیت کیا ہے؟

7۔ موضوع کی تحدید کا دائرہ کار:

اس تحقیق میں تبدیلی مذہب کے حوالے سے اسلامی تعلیمات اور عصری قوانین کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا، جس کا مقصد اس مسئلے کو شرعی اور قانونی دونوں اعتبار سے واضح کرنا تھا۔ اس میں عصری قوانین کے تناظر میں اقوام متحدہ کے چارٹر کے ساتھ ساتھ برطانیہ، چین، بھارت، اور امریکہ جیسے چند بڑے ممالک کے قوانین کا تجزیاتی مطالعہ کیا گیا۔ نیز، اسلامی ممالک جیسے ایران، سعودی عرب، انڈونیشیا وغیرہ اور خصوصاً پاکستان کے قوانین کا تفصیلی تجزیہ کیا گیا، تاکہ اس موضوع کے مختلف پہلوؤں کو جامع انداز میں سمجھا جاسکے۔

8۔ منہج تحقیق

- تحقیق کے معیاری پیراڈائم (Qualitative Paradigm) میں رہتے ہوئے تجزیاتی منہج تحقیق اختیار کیا گیا ہے۔
- مقالہ کے بنیادی موضوعات میں اصل مآخذ سے ہی رجوع کیا گیا ہے۔ بنیادی مآخذ (قرآن مجید، صحیح بخاری و مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، نسائی، ابن ماجہ، المسند ل احمد بن حنبل، المستدرک للحاکم، انجیل مقدس، وید، اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور 1973 کے علاوہ دیگر ممالک کے دساتیر سے استفادہ کیا گیا ہے۔
- ثانوی مآخذ سے اسی وقت رجوع کیا گیا ہے جب بحث کا تعلق ثانوی نوعیت سے ہو اور اس سلسلے میں اصل مآخذ دستیاب نہیں ہو سکے۔ ضرورت کے پیش نظر ثانوی مآخذ المغنی، معارف القرآن، تفسیر عثمانی، تفہیم القرآن وغیرہ کے علاوہ کئی انگریزی مصادر سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔
- جدید تحقیق کے ذرائع، مثلاً علمی ویب سائٹس، لائبریریز، ای کتب، تحقیقی مجلات اور آرکیو سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ جن میں نمایاں ہیں۔

www.amnesty.org

www.mora.gov.pk

www.britannica.com

www.constituteproject.org

- اقوام متحدہ جنرل اسمبلی، ہیومن رائٹس واچ، اسلامی نظریاتی کونسل، شریعت کورٹ اور انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز کی مطبوعہ سالانہ رپورٹس اور دیگر مطبوعہ رپورٹوں کا حوالہ بھی مقالہ میں شامل کیا گیا۔
- متعلقہ موضوع پر مستند مواد کا موضوعاتی تجزیہ کر کے موجودہ حالات کے ساتھ ربط پیدا کرتے ہوئے اس کے حل کے لیے تجاویز و سفارشات پیش کی گئیں۔
- مقالہ کی تحریر و تسوید اور حوالہ جات کے لئے NUML کے منظور شدہ فارمیٹ اور حوالہ جات کے لیے شکاگو مینوئل آف سٹائل کو اختیار کیا گیا ہے۔

انیس الرحمن صدیقی

پی ایچ ڈی سکالر

شعبہ اسلامی فکر و ثقافت، نمل اسلام آباد

باب دوم: تبدیلی مذہب کا مفہوم، تاریخی ارتقاء اور مذاہب عالم

فصل اول: تبدیلی مذہب کا مفہوم، نوعیت اور تاریخی ارتقاء

فصل دوم: تبدیلی مذہب: مذاہب عالم کی تعلیمات و احکامات کا مطالعہ

باب دوم: تبدیلی مذہب کا مفہوم، تاریخی ارتقاء اور مذاہب عالم

تبدیلی مذہب انسانی تاریخ کا ایک اہم اور پیچیدہ مظہر ہے۔ یہ محض ظاہری عقیدے کی منتقلی نہیں، بلکہ فرد کے داخلی شعور، اعتقادی نظام اور سماجی وابستگیوں میں ایک بنیادی انقلاب ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کون سے عوامل انسان کو اپنا مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کرتے ہیں؟ کیا یہ عمل صرف ذاتی روحانی تجربات کا نتیجہ ہے، یا اس کے پس پردہ تاریخی، معاشرتی اور ثقافتی محرکات بھی کار فرما ہوتے ہیں؟ نیز، مختلف مذاہب میں مذہبی تبدیلی کو کس نظر سے دیکھا جاتا ہے؟

تاریخی طور پر، مذہبی تبدیلی نے تہذیبوں کے ارتقاء میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ بعض ادوار میں یہ عمل پر امن تبلیغ اور روحانی کشش کے ذریعے وقوع پذیر ہوا، تو بعض اوقات سیاسی دباؤ، معاشی مراعات یا سماجی جبر نے بھی اس میں اہم کردار ادا کیا۔ قدیم دور سے لے کر عصر حاضر تک، مذاہب عالم جیسے اسلام، مسیحیت، یہودیت، ہندومت اور بدھ مت نے تبدیلی مذہب کے حوالے سے مختلف نظریات اور تعلیمات پیش کی ہیں۔ کچھ مذاہب میں تبدیلی مذہب کو ایک مثالی روحانی سفر قرار دیا گیا ہے، جبکہ بعض روایات میں اسے شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

اس باب کا بنیادی مقصد مذہبی تبدیلی کے تصور، اس کے تاریخی ارتقاء، اور مختلف مذاہب کے نقطہ نظر کا جائزہ لینا ہے۔ ہم یہ سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ کس طرح یہ عمل انسانی معاشروں کو متاثر کرتا رہا ہے اور موجودہ دور میں اس کے کیا مضمرات ہیں۔ کیا مذہبی تبدیلی صرف ایک انفرادی انتخاب ہے، یا اس کے پیچھے وسیع تر سماجی و ثقافتی دباؤ کار فرما ہوتے ہیں؟ نیز، کیا مختلف مذاہب کے مابین ہم آہنگی اور مکالمہ اس عمل کو بہتر انداز میں سمجھنے میں مدد دے سکتا ہے؟ ان سوالات کے تناظر میں، یہ باب مذہبی تبدیلی کے نظریاتی، تاریخی اور تقابلی پہلوؤں کا احاطہ کرے گا۔

فصل اول: تبدیلی مذہب کا مفہوم، نوعیت، اور تاریخی ارتقاء

تبدیلی مذہب محض ایک رسمی عمل نہیں، بلکہ یہ انسانی شعور، شناخت اور سماجی ارتقاء کا ایک پیچیدہ اور کثیر الجہتی واقعہ ہے۔ اس عمل میں فرد اپنے موجودہ مذہبی نظام فکر، اقدار اور اجتماعی وابستگیوں سے نکل کر ایک نئے عقیدے یا مذہبی دائرے میں داخل ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں نہ صرف اس کے باطنی تصورات تبدیل ہوتے ہیں، بلکہ اس کے سماجی رشتے، ثقافتی میلانات اور تاریخی شعور بھی نئی تشکیل پاتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کون سے عوامل ہیں جو انسان کو اپنا مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کرتے ہیں؟ کیا یہ محض ذاتی روحانی تجربات کا نتیجہ ہے، یا اس کے پیچھے معاشرتی، سیاسی اور معاشی محرکات کار فرما ہوتے ہیں؟ نیز، تاریخ کے مختلف ادوار میں مذہبی تبدیلی کے عمل نے کس طرح انسانی تہذیبوں کو تشکیل دیا ہے؟

تاریخ انسانی کا مطالعہ بتاتا ہے کہ مذہبی تبدیلی کبھی فکری کشمکش کے ذریعے، کبھی تبلیغی سرگرمیوں کے زیر اثر، اور کبھی سماجی دباؤ کے نتیجے میں وقوع پذیر ہوئی ہے۔ یہ عمل فرد کی داخلی دنیا کو نئی سمت دینے کے ساتھ ساتھ تہذیبوں کے مابین افکار کے تبادلے، ثقافتی ہم آہنگی یا تصادم، اور حتیٰ کہ بین المذاہب تنازعات کا بھی سبب بنا ہے۔ اس باب کا مقصد مذہبی تبدیلی کے بنیادی تصور، اس کی نوعیت، اور تاریخی ارتقاء کا جائزہ لینا ہے تاکہ اس کے محرکات، اثرات اور سماجی نفسیاتی ابعاد کو واضح کیا جاسکے۔ نیز، یہ تجزیہ پیش کرنا ہے کہ کس طرح یہ عمل صرف انفرادی عقیدے تک محدود نہیں رہتا، بلکہ وسیع تر ثقافتی و تمدنی تبدیلیوں کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔

مذہب کے لغوی و اصطلاحی معنی

مذہب کے لغوی معنی "شاہراہ" ہے، یعنی جس پر چلا جائے۔ یہ عربی لفظ "ذہب" سے مشتق ہے، جس کے معنی جانا (چلنا)، گزرنایا مرنا ہے، جیسے الأمر: ختم ہونا، علی الشی: بھول جانا، بہ: لے جانا، ساتھ جانا، جگہ سے ہٹانا، اور اسی سے ہے "ذہبت بہ الخیلاء" اس کو تکبر لے گیا یعنی اس کو اس کے رتبہ سے گرا دیا۔ فی المسئلۃ الی کذا (کسی مسئلہ میں) فلاں رائے اختیار کرنا۔^(۱)

مذہب کے لغوی معنی ہیں راستہ طریقہ، ایمان، دھرم، عقیدہ، ملت، مشرب، رائے۔^(۲)

لغات ہیرا میں مذکور ہے کہ مذہب کے معنی راہ، راستہ، یہ اسم ظرف ہے اور مجازاً دین و آئین کے معنی میں

مستعمل ہے۔^(۳)

^۱ - لوئیس معلوف: التجدی للغة والادب والعلوم، ص ۳۵۶، الطبعة التاسعة عشر، المطبعة الکاثولیکیة، بیروت

^۲ - مولوی فیروز الدین: فیروز اللغات، ص ۱۲۲۳، طبع جدید، ۲۰۱۰ء، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور

^۳ - منشی جھمن لال بدایونی: لغات ہیرا، ص ۸۰۵، پی۔ سی دوداش شری نی اینڈ کو، علیگڑھ

الْمَذْهَبُ: (المَعْتَقَدُ الَّذِي يُذْهَبُ إِلَيْهِ) وَذَهَبَ فُلَانٌ لِدَهْبِهِ أَيْ لِمَذْهَبِهِ الَّذِي يَذْهَبُ فِيهِ الْمَذْهَبُ: (الطَّرِيقَةُ) يَقَالُ: ذَهَبَ فُلَانٌ مَذْهَبًا حَسَنًا، أَيْ طَرِيقَةً حَسَنَةً، الْمَذْهَبُ: (الأَصْلُ) حِكْمِي اللَّحْيَانِي عَنِ الْكَسَائِي: مَا يَدْرِي لَهُ أَئِنَّ مَذْهَبًا، وَلَا يَدْرِي لَهُ مَذْهَبُهُ أَيْ لَا يَدْرِي أَئِنَّ أَصْلَهُ. (1)

مذہب در اصل راستے کو کہا جاتا ہے، مثال کے طور پر کہا جاتا ہے کہ فلاں انسان اچھے مذہب کی طرف گیا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اچھے راستے کی طرف گیا۔ مذہب کے معنی اصل کے بھی آتے ہیں، کسائی کا قول لحياني نے نقل کیا ہے کہ اس کو نہیں معلوم مذہب کہاں ہے، اس کو اپنے مذہب کے بارے میں نہیں معلوم، ان دونوں مذکورہ مثالوں کا مطلب یہ ہوا کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کی اصل کہاں ہے۔

انگریزی میں مذہب کے معنی یوں بیان کئے جاتے ہیں:

Going, leave, departure, way out, escape, manner followed, adopted procedure or policy, road entered upon; opinion, view, belief, ideology, teaching, doctrine: movement, orientation, trend(also) School, mazhab, orthodox, rite of Fiqh, religious creed, faith, denomination. (2)

جانا، نکلنا، روانگی، نکلنے کا راستہ، فرار، طریقہ کار، اپنایا ہوا طریقہ کار یا پالیسی، راستے میں داخل ہونا، رائے، نقطہ نظر، عقیدہ، نظریہ، تعلیم، نظریہ: تحریک، واقفیت، رجحان (بھی) اسکول، مذہب، آر تھوڈوکس، فقہ، مذہبی عقیدہ، عقیدہ، فرقہ۔

اصطلاح "مذہب" کے لغوی معنی سے مراد ایک پیچیدہ اور کثیر جہتی تصور ہے جس میں مختلف عقائد، طریقوں، رسومات اور اخلاقی اقدار کو شامل کیا جاتا ہے جس کے بعد افراد یا برادری کا ایک گروپ ہوتا ہے۔ لاطینی لفظ "ریلیجیو" سے ماخوذ ہے، جس کا ترجمہ "بائنڈنگ" یا "جوڑنے" کے طور پر کیا جاسکتا ہے، مذہب ایک متحد قوت کے طور پر کام کرتا ہے جو لوگوں کو مشترکہ روحانی عقائد اور طریقوں کے ذریعے ایک دوسرے سے جوڑتا ہے۔ اس میں عام طور پر اعلیٰ طاقتوں، الہی مخلوقات، یا ماورائی حقیقت پر یقین شامل ہوتا ہے، ساتھ ہی اخلاقی رویے کے لیے رہنما اصول اور اخلاقی فریم ورک جو پیروکاروں کی زندگیوں کی رہنمائی کرتا ہے۔

تاریخ انسانی کا ہر دور، ہر قوم اور ہر خطہ مذہب سے منسلک رہا ہے۔ تاریخ کا شاید ہی کوئی ایسا دور یا کوئی ایسی قوم ہوگی جس نے مذہب کا سرے سے انکار کر دیا ہو۔ حتیٰ کہ عقل انسانی پر انکار خدا کی دبیز تہ پڑ جانے کے باوجود بحیثیت مجموعی انسانیت نے کسی نہ کسی عنوان سے یہ باب اپنی زندگی کے ساتھ باندھ رکھا ہے۔ مگر ایک عمومی مشاہدہ ہے کہ جو چیز جتنی ہی عام ہو جائے اسکی تعریف اتنی ہی مشکل ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماہرین مذاہب ہمیشہ سے ہی مذہب کی مختلف تعبیرات پیش کرتے آئے ہیں۔

محققین نے مذہب کی جو تعبیرات کی ہیں، ان میں سے چند اس طرح ہیں:

1۔ سید محمد مرتضیٰ الحسینی الزبیدی: تاج العروس من جواهر القاموس، الجزء الثاني، ص ۴۵۰، ۱۹۴۴، مطبعة حكومة، الکویت

2. J. Milton Cowan: A Dictionary of Modern Written Arabic, p.313, Third Edition, Spoken language Services, Ithaca, New York

مشہور جرمن فلسفی کانٹ (Kant) کہتا ہے:

"ہر فریضہ کو خدائی حکم سمجھنا مذہب ہے"۔^(۱)

(۲) ای۔ بی ٹیلر کے مطابق: "The belief in spiritual beings." "مذہب روحانی ہستیوں پر ایمان

لانے کا نام ہے"۔^(۲)

(۳) محقق رڈولف اوٹو کا کہنا ہے: "Mysterious and awe-inspiring power."

"دین اس صوفی تجربہ سے عبارت ہے جس میں انسان زندگی کے مختلف متضاد امور سے گزرتا ہے"۔^(۳)

مذکورہ بالا مذہب کی تعریفوں میں سے کانٹ نے مذہب کی جو تعریف پیش کی ہے وہ ناقص ہے کیونکہ اس کے دائرے سے غیر آسمانی مذاہب خارج ہیں حالانکہ بیشتر لوگ ایسے مذاہب کے ماننے والے ہیں۔ اسی طرح اوٹو کا یہ کہنا کہ "دین اس صوفی تجربہ سے عبارت ہے جس میں انسان زندگی کے مختلف متضاد امور سے گزرتا ہے"۔ یہ تعریف صحیح ہے لیکن یہ کسی بھی مذہب کی جامع تعریف نہیں ہو سکتی سوائے "صوفی ازم" کے جس میں روحانی تجربہ ہی سب کچھ ہوتا ہے اور اس کو مادی زندگی سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

ای۔ بی ٹیلر کی تعریف "روحانی ہستیوں پر ایمان" بھی اس مذہب کی طرف اشارہ کرتی ہے جس کے بارہ میں اوٹو نے بتایا یعنی صوفی ازم یا پھر وہ کیفیت جو انسان کے دل و دماغ سے تعلق رکھتی ہے جسے ہم اعتقاد کا نام دیتے ہیں جو کہ مذہب کا ایک ابتدائی پہلو ہے۔ اس قسم کا مذہب فرد کی انفرادی زندگی سے تعلق رکھتا ہے اور اس پر عمل کرنے والے افراد اکثر و بیشتر معاشرے سے اور معاشرتی فرائض سے کنارہ کشی اختیار کر کے جنگل کی تاریکیوں میں زندگی گزارنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس طرح کے مذہب پر عمل کرنے والے افراد کو راہب یا سنیاسی وغیرہ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

بہر حال یہ تمام تعریفیں لغوی اعتبار سے جامع اور مکمل ہو سکتی ہیں کیونکہ لغت کے مطابق کوئی بھی طریقہ، راستہ یا جگہ جس پر چلا جائے، مذہب کہلاتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص ہر فریضہ کو خدائی حکم سمجھتا اور روحانی ہستیوں پر ایمان لاتا ہے، تو یہ اس کا اپنا طریقہ زندگی ہے چونکہ لغت میں مذہب کے معنی طریقہ کے بھی آتے ہیں۔ اس کے علاوہ تصوف، رہبانیت اور سنیاس کا بھی یہی معاملہ ہے۔ لہذا مذہب کی تعریف کچھ اس طرح کی جاسکتی ہے کہ خدا، خدا اور انسان کے تعلق، نظریہ کائنات، ارواح کے وجود اور ان کے آپسی تعلق، موت اور آخرت کے تصورات پر اعتقاد کے ساتھ مقدس طریقہ زندگی پر عمل کرنے کا نام مذہب ہے، خواہ وہ حقیقت پر مبنی ہو یا محض تخیلاتی ہو۔

¹ Immanuel Kant: Religion Within the Boundaries of Mere Reason, P,153,2003, Cambridge University, United Kingdom

² E.B. Taylor: Primitive culture, vol-1, p.383, 1871, Johan Murray, Albemarle Street, London

³ - Rudolf Otto, The Idea of the Holy: An Inquiry into the Non-Rational Factor in the Idea of the Divine and Its Relation to the Rational, trans. John W. Harvey (Oxford: Oxford University Press, 1923), 12.

تبدیلی مذہب کا معنی و مفہوم

تبدیلی مذہب سے مراد کسی کے مذہبی عقائد، طریقوں، اور وابستگیوں کو تبدیل کرنے کا عمل ہے۔ اس میں ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں تبدیلی، یا ایک ہی مذہب کے اندر تبدیلی شامل ہو سکتی ہے، جیسے کہ عقیدے کا گہرا پختہ ہونا یا مذہبی متون کی تشریح میں تبدیلی۔⁽¹⁾

تبدیلی مذہب سے مراد یہ ہے کہ کوئی فرد اپنے مذہبی عقائد، روایات، یا عملی طریقوں میں تبدیلی کرے۔ یہ تبدیلی دو طرح سے ظاہر ہو سکتی ہے: پہلی صورت میں، کوئی شخص ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کو اختیار کر لے، جیسے کہ کوئی عیسائی اسلام قبول کر لے۔ دوسری صورت میں، تبدیلی ایک ہی مذہب کے اندر رہتے ہوئے ہو سکتی ہے، جیسے کہ کوئی مسلمان اپنے مسلک یا فکری رجحان میں تبدیلی محسوس کرے۔ یہ تبدیلی مختلف عوامل کے تحت رونما ہو سکتی ہے، جن میں برابری اور انصاف کی تلاش، معرفت اور شعور میں اضافہ، یا زندگی کے مختلف تجربات اور حالات کے اثرات شامل ہیں۔ یہ عمل نہ صرف انفرادی شناخت کو متاثر کرتا ہے بلکہ معاشرتی اور ثقافتی دھارے کو بھی تبدیل کرنے کا باعث بن سکتا ہے۔

وسیع تر معنوں میں، تبدیلی مذہب کسی کے عالمی نقطہ نظریات یا طرز زندگی میں ایک اہم تبدیلی بھی ہو سکتی ہے، جو اکثر روحانی یا مذہبی تجربے سے عبارت ہوتی ہے۔ اس میں اقدار، عقائد اور طرز عمل میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ ذاتی تبدیلی یا تجدید کا احساس بھی شامل ہو سکتا ہے۔⁽²⁾

تبدیلی مذہب سے مراد ”مذہبی تغیر کی تمام شکلیں ہیں“۔⁽³⁾ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ”ایک غیر مذہبی زندگی سے مذہبی زندگی کا حصول ہے۔“⁽⁴⁾ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مذہبی تبدیلی سے مراد کسی شخص یا گروہ کا اپنے مذہب کو چھوڑ دینا ہے تاکہ وہ نیا مذہب اختیار کر سکے۔⁽⁵⁾

مذہبی تبدیلی کی ہر ایک شکل مختلف اثرات اور وجوہات کے پیچھے ہوتی ہے، اور یہ شخص یا گروہ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں تبدیلی لے آتی ہے۔

نفسیات کے مشہور مفکر ولیم جیمز (William James) اس عمل کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"The process of religious conversion is like undergoing a new birth, acquiring a delight, observing religion."

¹ Merriam-Webster Dictionary, s.v. "Conversion," accessed December 5, 2022, <https://www.merriam-webster.com/dictionary/conversion>.

² Stephen M. Cherry, "Religious Conversion," in The Oxford Handbook of Religious Conversion, ed. Lewis R. Rambo and Charles E. Farhadian (Oxford: Oxford University Press, 2014), 4.

³ Christopher Lamb and M. Darroll Bryant, Religious Conversion: Contemporary Practices and Controversies (New York: Continuum International Publishing, 1999AD), 7.

⁴ Maha Al-Qwidi, "Understanding the Stages of Conversion to Islam: The Voices of British Converts" (Doctorate Thesis, The University of Leeds, 2002AD), 42.

⁵ Kecia Ali and Oliver Leaman, Islam: The Key Concepts (New York: Routledge, 2008), 21.

تبدیلی مذہب کے عمل سے گزرنا ایسے ہی ہے جیسے نیا جنم لینا، لطافت حاصل کرنا، مذہب کا مشاہدہ کرنا۔^(۱)

لیوس رے ریمبو (Lewis R. Rambo) اس ضمن میں کہتے ہیں کہ:

"Religious conversion is a process that involves continuous changes in events, theories, expectations, and experiences, as well as in the context of institutions and people."

"مذہبی تبدیلی ایسا عمل ہے جو واقعات، نظریات، توقعات اور تجربات کے ساتھ ساتھ اداروں اور لوگوں کے مسلسل تبدیل ہوتے ہوئے مدار میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔"^(۲)

الہیات کے عالم لارینس اس عمل سے مراد:

"They commit themselves to obedience without condition, status, or preservation, in a complete and steadfast manner."

مکمل اور مستحکم انداز میں کسی شرط، حیثیت یا تحفظ کے بغیر خود کو اطاعت کے لیے وقف کر دینا لیتے

ہیں۔^(۳)

ابن اسحاق نے مختلف صحابہ کے قبول اسلام کے عمل کی وضاحت کے لیے لفظ اسلام کا انتخاب کیا ہے۔ بعض نو مسلموں کا بھی خیال ہے کہ وہ کسی خاص اصطلاح کی بجائے "مسلم" کہلوانا ہی زیادہ پسند کریں گے۔^(۴) کچھ محققین کا استدلال ہے کہ فطرت کے نظریے کی وجہ سے بہت سے نو مسلم اپنی تبدیلی مذہب کے عمل کی وضاحت کے لیے (Reversion) یعنی "رجوع کی اصطلاح استعمال کرنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔"^(۵)

مارسیہ ہرمینسن (Marcia Hermansen) اس ضمن میں لکھتی ہیں کہ لفظ "conversion" یا "تغیر" اگر تبدیلی مذہب کے عمل کے لیے منتخب کیا جائے تو یہ لفظ اس عمل کی مکمل وضاحت کرنے سے قاصر ہے کیونکہ اس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ تبدیلی مذہب کے خواہشمند شخص نے اپنی پرانی شناخت کو مکمل طور پر چھوڑ دیا ہے۔ تبدیلی مذہب کے جن عوامل کا مطالعہ ہرمینسن نے کیا ہے ان میں طبیعت پر واپس آنے کا ایک عنصر بھی موجود تھا۔ اسی وجہ سے وہ بھی "رجوع" کے لفظ کا انتخاب کرتی ہیں۔^(۶)

¹. William James, Varieties of Religious Experience: A Study in Human Nature (New York: Routledge, 2002), 150.

². Lewis R. Rambo, Understanding Religious Conversion (New Haven: Yale University Press, 1993AD), 5.

³. R. T. Lawrence, "Conversion, II (Theology of)," in New Catholic Encyclopedia, Ed. Thomas Carson and Joann Cerrito (New York: Gale, 2003AD), 235

⁴. Al-Qwidi, "Understanding the Stages of Conversion to Islam," 203

⁵. Tuba Boz, "Religious Conversion, Models and Paradigms," Epiphany: Journal of Transdisciplinary Studies 4, no. 1 (2011AD), 130

⁶. Marcia Hermansen, "Roads to Mecca: Conversion Narratives of European and Euro-American Muslims," The Muslim World 89, no. 1 (1999), 79

اصطلاحاً "تبدیلی" لاطینی لفظ "conversio" سے آیا ہے جس کا مطلب ہے "مڑنا" یا "بدلنا"۔ مذہبی سیاق و سباق میں، یہ عام طور پر کسی کے عالمی نقطہ نظر اور شناخت میں بنیادی تبدیلی کے ساتھ ساتھ ماننے والوں کی ایک نئی کمیونٹی کے ساتھ وابستگی کا اشارہ کرتا ہے۔ یہ عمل مختلف عوامل سے شروع کیا جاسکتا ہے، جیسے ذاتی بحران، روحانی تجربہ، یا معاشرتی دباؤ۔⁽¹⁾

بعض محققین مذہبی تبدیلی کے عمل کی وضاحت کرنے کے لیے لفظ "تغیر" کو استعمال کرتے ہیں۔ بعض نو مسلموں نے رجوع کی اصطلاح استعمال کرنے کی بجائے "فطرت" کی اصطلاح کو زیادہ بہتر تصور کیا ہے۔⁽²⁾ اسلامی نقطہ نظر سے اسلام، فطرت اور رجوع کی اصطلاحات زیادہ اہم معلوم ہوتی ہیں تاہم اگر تبدیلی مذہب کے عمل کو بین المذاہب دیکھا جائے تو "تغیر" کی اصطلاح بہتر لگتی ہے۔ اسی لیے انگریزی زبان میں اس موضوع پر لکھی جانے والی زیادہ تر تحریروں میں، چاہے وہ کتب ہوں، مضامین ہوں یا مقالات، فوقیت اسی اصطلاح کو دی گئی ہے۔

تبدیلی مذہب کی تعریف مختلف حوالوں میں مختلف معانی رکھتی ہے، اور اسے مختلف زاویوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔ عموماً، تبدیلی مذہب کا مطلب ہوتا ہے کسی فرد یا گروہ کے مذہبی عقائد، طریقوں، یا وابستگیوں میں تبدیلی کا عمل۔ اس میں اکثر عالمی نقطہ نظر، شناخت، اور طرز زندگی میں اہم تبدیلی شامل ہوتی ہے۔ اس عمل کے پیچیدگی اور مختلف جہتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے، اسے مختلف زاویوں سے سمجھا جاسکتا ہے۔ تبدیلی مذہب کے عمل مختلف عوامل کی وجہ سے شروع ہو سکتا ہے، جیسے ذاتی بحران، روحانی تجربہ، یا معاشرتی دباؤ۔ بعض افراد کو اپنی ذاتی تلاش میں مذہبی تبدیلی کی طلب ہوتی ہے، جبکہ بعض کو معاشرتی اور سماجی دباؤ اور تحریکات کا اثر ہوتا ہے۔ مختلف مذہبوں میں اس عمل کو بیان کرنے کے لیے مخصوص الفاظ استعمال ہوتے ہیں، جیسے کہ "تغیر" یا "رجوع"۔ تبدیلی مذہب کا اندازہ لگانا اور اسکی علمی تحقیق کرنا بہت پیچیدہ ہوتا ہے، کیونکہ اس میں ذاتی، روحانی، اور سماجی عوامل شامل ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں، مذہبی تبدیلی کے مختلف طریقوں اور معنوں کے ساتھ، مذہبی روایات اور ثقافتوں کے اندر تبدیلی کے بھی مختلف اشکال ممکن ہیں۔ اس لیے اس عمل کی تحقیق اور اس پر غور و فکر کرنا اہم ہے تاکہ ہم مذہبی تبدیلی کے فراہم کردہ معنوں اور اثرات کو بہتر سمجھ سکیں۔

تبدیلی مذہب کا طریقہ کار

مذہب کی تبدیلی کے کئی طریقے ہیں جن میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

¹ Stark, Rodney, and William Sims Bainbridge. A Theory of Religion. Rutgers University Press, 1987.

² Al-Qwidi, "Understanding the Stages of Conversion to Islam," 203

1- تبلیغ اور بشارت:

اس طریقہ میں افراد یا گروہوں کے ذریعہ مذہبی عقائد اور طریقوں کا فعال اشتراک شامل ہے، جس کا مقصد نہ ماننے والوں یا دوسرے عقائد کے ارکان کو تبدیل کرنا ہے۔⁽¹⁾ اس میں کسی خاص مذہب کے عقائد اور طریقوں کو دوسروں کے ساتھ بانٹنا اور انہیں پیروکار بننے کی دعوت دینا شامل ہے۔⁽²⁾ اس طریقے سے افراد کو مذہبی عقائد کے حوالے سے آگاہ کیا جاتا ہے اور انہیں اپنی عقیدے پر عمل کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ یہ ایک موثر اور فعال طریقہ ہوتا ہے جو مذہبی تبدیلی کے عمل کو فروغ دیتا ہے۔

2- مذہبی تعلیم:

اس طریقہ میں نہ ماننے والوں یا دوسرے عقائد کے حامل ارکان کو کسی خاص مذہب کے عقائد، طریقوں اور روایات کے بارے میں تعلیم دینا شامل ہے، جس کا مقصد علم اور سمجھ میں اضافہ کے ذریعے تبدیلی کی سہولت فراہم کرنا ہے۔⁽³⁾ کچھ لوگ اس کی تعلیمات اور عقائد کا مطالعہ کرنے کے بعد نئے مذہب کو قبول کر سکتے ہیں۔ اس میں مذہبی دروس میں جاننا یا عقیدے کی تفصیلی سمجھ حاصل کرنے کے لیے مذہبی متون پڑھنا شامل ہو سکتا ہے۔⁽⁴⁾ اس کا مقصد علم اور سمجھ میں اضافہ کے ذریعے تبدیلی کی سہولت فراہم کرنا ہے۔ کچھ لوگ اس طریقے کے ذریعے مذہبی تعلیمات اور عقائد کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان کی سمجھ میں اضافہ ہوتا ہے۔ انہیں مذہبی دروس میں شرکت کرنے کا موقع ملتا ہے اور وہ مذہبی متون پڑھ کر عقائد کی تفصیلی سمجھ حاصل کرتے ہیں۔ اس طریقے کے ذریعے لوگ مختلف مذاہب کے بارے میں علم حاصل کرتے ہیں اور ان کی تفکر میں اضافہ ہوتا ہے۔

3- ذاتی تجربہ و گواہی:

اس طریقہ میں مذہب اور عقیدے کے بارے میں اپنے تجربات، اور اس نے کس طرح کسی کی زندگی کو تبدیل کیا ہے، اس کا مقصد اور دوسروں کو مذہب تبدیل کرنے کی ترغیب دینا شامل ہے۔⁽⁵⁾ بعض اوقات، افراد کو ذاتی وحی یا روحانی بیداری کا تجربہ ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے وہ ایک نئے مذہب میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اس میں کسی اعلیٰ طاقت سے تعلق کا احساس یا ان کے موجودہ عقیدے کا گہرا ہونا شامل ہو سکتا ہے۔ اس کا مقصد دوسروں کو مذہب

¹. John M. Hull, "Religious Conversion," in The Oxford Handbook of Religious Conversion, ed. Lewis R. Rambo and Charles E. Farhadian (New York: Oxford University Press, 2014), 22.

². Zvi Sobolofsky, "Evangelism and Jewish Identity," The Torah u-Madda Journal 13 (2007): 73-92, <https://www.jstor.org/stable/23610898>.

³. Richard E. Simmons III, "Religious Education and Conversion," in The Oxford Handbook of Religious Conversion, ed. Lewis R. Rambo, Charles E. Farhadian (New York: Oxford University Press, 2014), 38.

⁴. Peter L. Berger, "Religious Conversion and Social Change," in The Social Reality of Religion, ed. Peter L. Berger (Harmondsworth: Penguin Books, 1973), 89-109.

⁵. Rebecca Y. Kim, "Personal Testimony and Religious Conversion," in The Oxford Handbook of Religious Conversion, ed. Lewis R. Rambo and Charles E. Farhadian (New York: Oxford University Press, 2014), 54.

تبدیل کرنے کی ترغیب دینا شامل ہوتا ہے۔ بعض اوقات، افراد کو ذاتی وحی یا روحانی بیداری کا تجربہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ ایک نئے مذہب میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اس میں کسی اعلیٰ طاقت سے تعلق کا احساس یا ان کے موجودہ عقیدے کا گہرا ہونا شامل ہو سکتا ہے۔

4۔ سوشل نیٹ ورکس:

اس طریقہ کار میں سماجی اور ذاتی تعلقات کا استعمال شامل ہے تاکہ نہ ماننے والوں یا دوسرے عقائد کے ارکان کو کسی خاص مذہب سے متعارف کرایا جاسکے، ذاتی رابطوں اور ساتھیوں کے اثر و رسوخ کے ذریعے (1) سوشل نیٹ ورکس کی مدد سے، ذاتی رابطوں اور ساتھیوں کے اثر و رسوخ کو بڑھایا جاسکتا ہے، جو کہ عقائد کی تبدیلی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

5۔ روحانی تجربہ:

اس طریقہ میں نہ ماننے والوں یا دوسرے عقائد کے ارکان کے لیے ایک تبدیلی کے روحانی تجربے کی سہولت فراہم کرنا شامل ہے، نماز، مراقبہ، یا شعائر کے ذریعے، جس کا مقصد تبدیلی لانا ہے۔ (2)

اس طریقہ کار میں، افراد مذہبی شعائر و عبادات کے ذریعے روحانی تجربات حاصل کرتے ہیں۔ یہ تجربات نہ صرف ان کی روحانی زندگی کو گہرائی اور وسعت عطا کرتے ہیں، بلکہ انہیں ذہنی اور قلبی تبدیلی کی راہ پر گامزن کرنے میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ روحانی مشقوں کے ذریعے فرد اپنے باطن سے رابطہ قائم کرتا ہے، جس کے نتیجے میں اس کے اندر بصیرت، سکون، اور تبدیلی کے لیے آمادگی پیدا ہوتی ہے۔

6۔ بین المذاہب شادی:

جب مختلف عقائد کے حامل لوگ شادی کرتے ہیں، تو وہ اپنے شریک حیات کے مذہب کو تبدیل کرنے کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ یہ ایک مضبوط رشتہ بنانے اور مشترکہ مذہبی شناخت بنانے کا ایک طریقہ ہو سکتا ہے۔ (3)

بین المذاہب شادی ایک دلچسپ موضوع ہے جہاں مختلف عقائد کے لوگ ایک دوسرے سے شادی کرتے ہیں اور اس عمل سے وہ اپنے شریک حیات کے مذہب کو بدلنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ یہ ایک مشترکہ راہ ہو سکتی ہے جو ان کی محبت اور احترام کے اظہار کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس عمل سے وہ اپنے دیگر زندگی ساتھی کے مذہبی تجربات کو سمجھتے ہیں اور ایک دوسرے کی تعلیمات اور عقائد کو قبول کرنے کی بھی صلاحیت حاصل کرتے ہیں۔

1. Margaret M. Poloma and Ralph W. Hood Jr., "Social Networks and Conversion," in The Oxford Handbook of Religious Conversion, ed. Lewis R. Rambo and Charles E. Farhadian (New York: Oxford University Press, 2014), 67.

2. Ann Taves, "Spiritual Experience and Conversion," in The Oxford Handbook of Religious Conversion, ed. Lewis R. Rambo and Charles E. Farhadian (New York: Oxford University Press, 2014), 84.

3. Rachel Biale, "Interfaith Marriage and Conversion," Reform Judaism 33, no. 4 (2005): 44-48, <https://www.reformjudaism.org/interfaith-marriage-and-conversion>.

تبدیلی مذہب کے مقاصد

کسی بھی شخص کی تبدیلی مذہب سے پوری طرح واقفیت حاصل کرنے کے لیے اس عمل سے گزرنے کے مقاصد سے آگاہ ہونا نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ یہ مقاصد نہ صرف مذہبی تبدیلی کی وجوہات کی تلاش میں مدد دے سکتے ہیں بلکہ اس عمل میں شامل مختلف تجربات، موضوعات، واقعات اور اہداف کی وضاحت بھی کر سکتے ہیں۔ دعوتی نقطہ نظر سے یہ مقاصد زیادہ اہم ہوتے ہیں۔ عیسائی مشنری ہو یا تبلیغی جماعت دونوں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ ان مقاصد کے متعلق معلومات حاصل کر کے اپنے دعوتی فریم ورک میں بہتری لاسکیں۔ جان لوفلینڈ اور نارمن سکنوڈ ان مقاصد کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کرتے ہیں: (1)

1۔ فکری مقاصد

اس سے مراد کتب، مقالہ جات، ٹیلی ویژن میڈیا یا مختلف مذہبی عبادات میں شمولیت کر کے اپنے علم میں اضافہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ جو لوگ متحرک طور پر خود اپنے تبدیلی مذہب کے عمل میں شامل ہوتے ہیں ان کا ایک بڑا مقصد فکری ہی ہوتا ہے۔ وہ خود ہدایت کے لیے کوشش کر رہے ہوتے ہیں اور مختلف لوگوں، تحریروں اور واقعات کا مشاہدہ کر کے اسلام قبول کرتے ہیں۔ سلیمان فارسی کا عیسائیت اور بعد میں دائرہ اسلام میں آجانا بڑی حد تک فکری مقصد لیے تھا۔ وہ حق کی تلاش میں تھے جسے انہوں نے پہلے عیسائیت اور پھر اسلام میں محسوس کیا۔ لہذا علمی اور عملی دونوں طور پر اس کے لیے کوشش کی۔

2۔ روحانی مقاصد

اس سے مراد کشف، خواب، آوازوں یا کسی بھی قسم کے ماورائی تجربات کا حصول ہے۔ یعنی اس لیے مذہب تبدیل کرنا کہ کشف و کرامات اور دیگر ماورائی طاقتیں حاصل ہوں۔ اس قسم کی مذہبی تبدیلی میں مذہب کو ہدایت کے لیے نہیں بلکہ طاقت کے حصول کے لیے قبول کرنا مراد ہوتا ہے۔ قبول اسلام کا مقصد چونکہ ہدایت ہے، ﴿ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾ (2) اس لیے روحانی مقصد کے متعلق تشریحات اس ضمن میں ناپید ہیں۔ یہاں تک کہ تصوف، جسے مسلمانوں کا ایک گروہ اسلام کا روحانی نظام سمجھتا ہے، میں بھی یہ واضح بیان کیا جاتا ہے کہ اس کا مقصد روحانی طاقتیں حاصل کرنا، اچھے خواب دیکھنا یا مستقبل بنی کرنا نہیں ہے بلکہ مقصود رضائے الہی ہے۔ (3)

¹ John Lofland and Norman Skonovd, "Conversion Motifs," Journal for the Scientific Study of Religion 20, no. 4 (1981): 373-85.

² سورة البقرة 2:2

³ اشرف علی التھانوی، الکشف عن مصمات التصوف (دلی: المکتبۃ الاشرفیۃ، ب، ن)، 7۔

3- جذباتی مقاصد

اس سے مراد انسان کے باہمی تعلقات استوار کرنے اور چاہے جانے کے تجربات کا حصول ہے۔ جیسے کسی کی محبت میں گرفتار ہو کر اسلام قبول کر لینا۔ مثلاً صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق ایک یہودی لڑکا جو آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا جب بیمار پڑا تو آپ نے اس کی عیادت کے دوران اسے اسلام قبول کرنے کا کہا۔ آپ ﷺ کی محبت اور شفقت نے اسے اسلام کی طرف مائل کر دیا۔^(۱)

اس طرح، جذباتی مقاصد کے ذریعے مذہبی تبدیلی کا ایک اہم جانب ہوتا ہے جو انسان کے دلوں کو متحرک کرتا ہے اور انہیں نئے راہوں کی طرف مائل کرتا ہے۔

4- تجرباتی مقاصد

جب کوئی شخص محض کسی خاص مذہبی تجربے سے اس لیے گزرنا چاہتا ہے کہ وہ اس تجربے کی طاقت اور افادیت کا ذاتی طور پر مشاہدہ کر سکے۔ اسلام اس قسم کے مقصد کی بھی حوصلہ شکنی کرتا ہے کیونکہ اس کے نزدیک مذہب کی تبدیلی کوئی تجربہ نہیں بلکہ اچھی طرح جان بوجھ کر اسے بطور نظام حیات اپنانا ہے۔ قبول اسلام کا مقصد ہدایت کا حصول ہے جو ذاتی اور معاشرتی دونوں سطحوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔

5- احیائی مقاصد

اس قسم کے تبدیلی مذہب کے عمل میں ارد گرد کے لوگوں کی وجہ سے احیائے مذہب کی تحریک انسان کے اندر پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ مذہب کی طرف رجوع کرتا ہے۔ مثلاً صحیح بخاری میں جس طرح حضرت ابوذر غفاری کے قبول اسلام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے جب آپ ﷺ کی بعثت کی خبر سنی تو ان اندر ایک تحریک پیدا ہوئی جس کی وجہ سے پہلے تو انہوں نے اپنے بھائی کو مکہ بھیجا تا کہ وہ آپ ﷺ کی خبر لا کر دیں اور بعد میں خود جا کر جانچ پڑتال کے بعد اسلام قبول کر لیا۔^(۲)

6- جابرانہ مقاصد

کسی شخص پر زور زبردستی کر کے مثلاً اس کو نفسیاتی طور پر اذیت دے کر، برین واشنگ کر کے، ڈرا کر یا خوراک وغیرہ کے لیے ترسا کر اس کا مذہب تبدیل کرنا۔^(۳) اسلام میں چونکہ یہ واضح ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں ہے، یہ انسان کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ ایمان لائے یا نہ لائے، اس لیے اسلام میں اس قسم کی مذہبی تبدیلی کی

¹ محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب "إذا أسلم الصبی فمات هل یصلی علیہ وهل یرض علی الصبی الإسلام"، حدیث 1356، ج 2 (بیروت: دار ابن کثیر، 2002)، ص 252۔

² البخاری، الجامع الصحیح، کتاب مناقب الأنصار، باب "إسلام أبي ذر الغفاري"، حدیث 3861، 5:118۔

³ Rambo, Understanding Religious Conversion, 14-16

گنجائش موجود نہیں ہے اور اگر بالفرض ایسا ہوتا ہے تو ایسے شخص کے لیے مرتد کی اصطلاح استعمال کی جائے گی نہ اس پر کوئی حد لگائی جائے گی جیسا کہ موسیٰ ابن میمون کے واقعے سے ظاہر ہوتا ہے۔

درج بالا مقاصد میں سے پہلے پانچ مقاصد تو وہ ہیں جن کی تحریک انسان میں خود پیدا ہوتی ہے اور وہ مذہبی تبدیلی کے عمل سے گزرنے کے لیے جستجو شروع کر دیتا ہے تاہم چھٹا مقصد انسان کے اپنے اندر اٹھی تحریک کے سبب نہیں ہوتا بلکہ جیسا کہ نام ہی سے واضح ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس کو اس عمل سے گزارنے کے لیے ایسے طریقہ کار اختیار کرتا ہے کہ جن کے نتیجے میں چاہتے نہ چاہتے ہوئے اسے مذہبی تبدیلی کے عمل سے گزرنے پڑتا ہے۔ لہذا اسلام اس کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔

تبدیلی مذہب کی اقسام

عام طور پر تبدیلی مذہب سے مراد کسی شخص یا گروہ کا وہ فعل ہوتا ہے جب وہ ایک مذہب چھوڑ کر دوسرے مذہب کا انتخاب کرتا ہے۔ مگر عصر حاضر میں، خاص طور پر اہل مغرب کے ہاں، تبدیلی مذہب کو نہ صرف متعدد اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے بلکہ ان اقسام کو سمجھنے کے مختلف انداز کے متعلق بھی آگاہی فراہم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ اقسام ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔^(۱)

1- انفرادی تبدیلی مذہب:

اس قسم کی تبدیلی میں ایک فرد شامل ہوتا ہے جو نیا مذہب اختیار کرنے کا ذاتی فیصلہ کرتا ہے۔ یہ ایک روحانی تجربہ، زندگی کے حقیقی معنی جاننا، یا ہم خیال افراد کی کمیونٹی کی تلاش کی خواہش ہو سکتی ہے۔ انفرادی تبدیلی مذہب میں، ایک شخص خود اپنے فکری اور روحانی سفر کا رہنمائی کرتا ہے۔ اس میں روحانی تلاش، زندگی کی معنوں کی تلاش، یا سماجی یا روحانی تنائی کی مخصوص وجوہات کا نتیجہ ہو سکتی ہیں۔ یہ امور اکثر انسانیت کی اندرونی تراجم کا حصہ ہوتے ہیں۔ ایسی تبدیلیاں عام طور پر افراد کی زندگیوں میں انفرادی سطح پر روحانی اور فکری ترقی کی عکاسی کرتی ہیں۔ اس طرح کی تبدیلیاں عموماً ایک فرد کی شخصیت، تجربات، اور فکری ترقی کی نتیجہ ہوتی ہیں۔

2- گروہی تبدیلی مذہب:

اس قسم کی تبدیلی میں، لوگوں کا ایک گروہ بیک وقت ایک نیا مذہب اختیار کرتا ہے۔ یہ کسی بڑے واقعے یا مشترکہ تجربے کے نتیجے میں ہو سکتا ہے، جیسے کہ بحالی یا بحران۔ گروہی تبدیلی مذہب کی صورت میں، ایک گروہ یا سماجی تنظیم کلی طور پر ایک نیا مذہب اختیار کرتا ہے، جو کہ اکثر ایک بڑے واقعے یا مشترکہ تجربے کے نتیجے میں پیدا

¹ Roger Finke and Rodney Stark, "Religious Conversion: A General Framework for a Multilevel Theory," in Handbook of the Sociology of Religion, ed. Michele Dillon (Cambridge: Cambridge University Press, 2003), 246–261; and The Oxford Handbook of Religious Conversion, eds. Lewis R. Rambo and Charles E. Farhadian (New York: Oxford University Press, 2014).

ہوتا ہے۔ یہ تبدیلی معمولاً مخصوص موقع یا سیاق و سباق کے تحت ہوتی ہے، جیسے کوئی بڑا مذہبی انقلاب وغیرہ۔ اس میں عموماً اجتماعی یا سیاسی، تبدیلیوں کی وجہ سے واقع ہوتی ہے۔ ایسی تبدیلیاں عموماً اکثر افراد کی زندگیوں کے تمام پہلوؤں پر اثر انداز ہوتی ہیں، اور گروہی تبدیلی مذہب عموماً اجتماعی نظامات میں تبدیلی کی ایک علامت ہوتی ہے۔

3۔ جبری تبدیلی مذہب:

اس قسم کی تبدیلی اس وقت ہوتی ہے جب افراد یا گروہوں کو ان کی مرضی کے خلاف نیا مذہب اختیار کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ یہ سیاسی یا فوجی فتح یا سماجی اور معاشی دباؤ کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ جبری تبدیلی مذہب اس وقت واقع ہوتی ہے جب افراد یا گروہوں کو ان کی مرضی کے خلاف نیا مذہب اختیار کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اس کی وجوہات مختلف ہو سکتی ہیں، مثلاً سیاسی یا فوجی فتح، سماجی اور معاشی دباؤ، یا دینی اور ذاتی تشدد۔ اس قسم کی تبدیلی اس وقت ہوتی ہے جب کسی فرد کو زبردستی یا نیا مذہب یا عقائد کا نظام اختیار کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔⁽¹⁾

4۔ ازدواجی تبدیلی مذہب:

اس قسم کی تبدیلی اس وقت ہوتی ہے جب کوئی شخص اپنے شریک حیات کا مذہب اختیار کرتا ہے۔ یہ میاں بیوی کے عقائد کے لیے محبت یا احترام، یا خاندانی ہم آہنگی کو آسان بنانے کے لیے ہو سکتا ہے۔ یہ عموماً محبت یا احترام کی بنیاد پر ہوتی ہے، یا خاندانی ہم آہنگی کو مزید مضبوط کرنے کی خاطر۔ اس طرح کی تبدیلی ازدواجی زندگی میں مثبت یا منفی تاثرات پیدا کر سکتی ہے۔ کچھ صورتوں میں، ازدواجی تبدیلی مذہب محبت اور احترام کے دلائل کی بنیاد پر ہوتی ہے، جبکہ کچھ صورتوں میں اس کے پیچیدہ معاشرتی، روحانی، یا سیاسی پس منظر ہوتے ہیں۔

6۔ دوبارہ تبدیلی مذہب:

اس قسم کی تبدیلی میں وہ شخص شامل ہوتا ہے جو اس مذہب کی طرف لوٹتا ہے جس پر اس نے پہلے عمل کیا تھا لیکن ایک مدت کے لیے اسے ترک کر دیا تھا۔ یہ مختلف وجوہات کی بناء پر ہو سکتا ہے، جیسے کہ ایمان کی تجدید کا احساس یا کسی کے ثقافتی ورثے سے دوبارہ جڑنے کی خواہش۔ دوبارہ تبدیلی مذہب ایک دلچسپ موضوع ہے جو وہ لوگ شامل ہوتے ہیں جو پہلے کسی مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب میں داخل ہوتے ہیں، پھر بعد میں اپنے پہلے مذہب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

¹ Elizabeth Burns Coleman, "Forced Conversion," in The Oxford Handbook of Religious Conversion, edited by Lewis R. Rambo and Charles E. Farhadian (Oxford: Oxford University Press, 2014), 64.

7- رضاکارانہ تبدیلی مذہب:

اس قسم کی تبدیلی اس وقت ہوتی ہے جب کوئی فرد نیا مذہب یا عقیدہ اختیار کرنے کا انتخاب کرتا ہے۔⁽¹⁾ ایک نیا مذہبی عقیدہ یا وابستگی اختیار کرنے کا رضاکارانہ فیصلہ۔ اس قسم کی تبدیلی میں عام طور پر ذاتی تجربہ یا دل کی تبدیلی شامل ہوتی ہے۔ اس قسم کی تبدیلی میں عام طور پر شخص کا ذاتی تجربہ اور خود کو جاننے کے عملی مراحل شامل ہوتے ہیں۔ یہ ایک زندگی بدل دینے والا فیصلہ ہوتا ہے جو شخص کی ذاتی ترقی اور خوشی کے لئے اہم ہوتا ہے۔

8- ثقافتی تبدیلی مذہب:

اس قسم کی تبدیلی اس وقت ہوتی ہے جب کوئی فرد کسی خاص مذہب سے وابستہ ثقافتی طریقوں اور عقائد کو اپناتا ہے، بغیر ضروری طور پر مذہب کو اپنائے۔⁽²⁾ ثقافتی تبدیلی مذہب وہ تبدیلی ہے جب فرد خاص مذہب سے متعلق ثقافتی اصولوں اور عقائد کو اپناتا ہے، مذہبی نام کے بغیر۔ اس میں مذہبی عقائد کو اپنانے کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ صرف ثقافتی ارتقاء ہوتا ہے۔ یہ تبدیلی معاشرتی، فرہنگی، سیاسی تحولات کی عکاس ہوتی ہے، جو افراد کی زندگیوں پر مختلف اثرات ڈالتی ہیں۔

9- صوفیانہ تبدیلی مذہب:

اس قسم کی تبدیلی اس وقت ہوتی ہے جب کسی فرد کو گہرے صوفیانہ یا روحانی تجربے کا سامنا ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ ایک نئے مذہبی یا روحانی اعتقاد کے نظام کو اپناتا ہے۔⁽³⁾ یہ تبدیلی جو صوفیانہ تجربات یا انکشافات کے ذریعے ہوتی ہے۔ اس قسم کی تبدیلی کا زیادہ تعلق مشرقی مذاہب یا روحانی طریقوں سے ہوتا ہے، جہاں تصوف ایک اہم روحانی ادارہ ہے۔ اس تبدیلی کے نتیجے میں فرد اپنے زندگی کے مختلف پہلوؤں میں مذہبی عقائد کو تجدید کرتا ہے اور ایک نئے روحانی راہ پر چلنے کا ارادہ کرتا ہے۔

10- سیکولر تبدیلی مذہب:

اس قسم کی تبدیلی اس وقت ہوتی ہے جب کوئی فرد مذہبی عقائد کو مسترد کرتا ہے اور سیکولر عالمی نظریہ اپناتا ہے، جیسا کہ الحاد یا انسانیت۔⁽⁴⁾ اس طرح کی تبدیلی کے نتیجے میں فرد اپنے زندگی کو مذہبی محدودیتوں سے آزاد کرتا ہے اور انسانی حقوق، عدلیہ، اور انسانیت کے اصولوں پر زیادہ توجہ دینے لگتا ہے۔ اس کی وجوہات مختلف ہو سکتی ہیں،

¹ John L. Esposito, ed., The Oxford Dictionary of Islam (Oxford: Oxford University Press, 2003), s.v. "Conversion."

² Clifford Geertz, "Religion as a Cultural System," in The Interpretation of Cultures: Selected Essays (New York: Basic Books, 1973), 87.

³ William James, The Varieties of Religious Experience: A Study in Human Nature (New York: Longmans, Green and Co., 1902), 380-81.

⁴ Phil Zuckerman, Living the Secular Life: New Answers to Old Questions (New York: Penguin Press, 2014), 23.

جیسے تعلیم، معاشرتی مواقع، یا فکری تحولات۔ سیکولر تبدیلی مذہب کا مشترک اثر عموماً مذہبی رہنماؤں کی اتفاقی اختلافات اور مذہبی انتہا پسندی کے خلاف ہوتا ہے، جہاں فرد اپنے اخلاقی اور معاشرتی فعالیت کو مذہب کی حدود سے باہر رکھنا پسند کرتا ہے۔

11۔ غیر ارادی تبدیلی:

غیر ارادی تبدیلی وہ تبدیلی ہے جو کسی شخص کی علم یا رضامندی کے بغیر ہوتی ہے۔ اس طرح کی تبدیلی معمولاً بیرونی عوامل کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، جیسے معاشرتی، سیاسی، یا اقتصادی تبدیلیاں۔ اس کی بنیاد میں عموماً انفرادی مراعات وغیرہ ہوتی ہیں۔ اس قسم کی تبدیلی کے نتیجے میں شخص کو اپنی موجودہ عقائد پر مختلف اثرات محسوس ہوتے ہیں، جس سے اس کی عملی زندگی میں تبدیلیاں آسکتی ہیں۔ اس طرح کی تبدیلی مختلف شخصیات کی زندگیوں پر مختلف اثرات ڈال سکتی ہیں۔

12۔ احيائي تبديلي مذہب:

یہ تبدیلی جو مذہبی احياء یا بیداری کے دوران ہوتی ہے۔ اس قسم کی تبدیلی اکثر جذباتی تجربات یا روحانی تجدید کے احساسات کی خصوصیت رکھتی ہے۔ اس طرح کی تبدیلی مذہبی جماعتوں یا سماج کے دیگر حصوں میں بہتری اور بہتر زندگی کی تلاش کے ساتھ جڑی ہوتی ہے۔ احيائي تبديلي مذہب عموماً موجودہ معاشرتی، سیاسی یا فکری مواقعات کے اثرات کے تحت واقع ہوتی ہے، جو مذہبی انفعالات اور عقائد میں تبدیلیوں کو جنم دیتے ہیں۔

14۔ الحاق و وابستگی:

جب کوئی فرد یا گروہ کسی ایسی نئی مذہبی جماعت یا تحریک سے وابستہ ہو جاتا ہے جس سے اس کا پہلے کوئی تعلق یا واقفیت نہیں ہوتی، تو یہ عمل اس کے مذہبی یا روحانی سفر میں ایک نئے راستے کا انتخاب ظاہر کرتا ہے۔ اس تبدیلی کے نتیجے میں، فرد کا ذہنی اور روحانی سفر اس نئی مذہبی جماعت یا تحریک کے ساتھ جڑ جاتا ہے، اور وہ اپنی زندگی کو اس نئے راستے کی روشنی میں تشکیل دینے لگتا ہے۔ یہ عمل نہ صرف فرد کے عقائد کو متاثر کرتا ہے بلکہ اس کے سماجی اور روحانی تشخص کو بھی نئی جہتیں فراہم کرتا ہے، جس سے اس کی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں تبدیلیاں آتی ہیں۔

مذہبی تبدیلی سے جڑی پیچیدگیوں اور باریکیوں کو سمجھنا نہایت ضروری ہے، کیونکہ یہ عمل انسانی تجربات، سماجی محرکات، اور ثقافتی تناظر کے وسیع تنوع کی عکاسی کرتا ہے۔ مذہبی تبدیلی کی مختلف صورتوں کا تجزیہ نہ صرف بین المذاہب رواداری، باہمی احترام، اور مکالمے کو فروغ دیتا ہے بلکہ پرامن بقائے باہمی کے لیے بھی ایک سازگار ماحول تشکیل دیتا ہے۔ یہ فہم نہ صرف سماجی ہم آہنگی کو مستحکم کرنے میں معاون ثابت ہو سکتا ہے بلکہ مذہبی اور ثقافتی اختلافات کے باوجود مشترکہ انسانی اقدار کو اجاگر کرنے میں بھی کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ مذہبی تبدیلی کے عمل کو

گہرائی سے سمجھنے سے تنازعات میں کمی لانے، مثبت مکالمے کو فروغ دینے، اور ایک زیادہ متوازن اور ہم آہنگ معاشرتی نظام کے قیام میں مدد ملتی ہے۔

تبدیلی مذہب کا تاریخی ارتقاء

مذہبی تبدیلی انسانی تاریخ کا ایک اہم پہلو رہا ہے، مذہبی تبدیلی اپنے عقائد اور طریقوں کو مختلف وجوہات جیسے ذاتی تجربات، معاشرتی دباؤ اور مذہبی تعلیمات کی بنا پر کی جاتی ہے۔ سمٹھ کے مطابق، مذہبی تبدیلی "ایک مختلف مذہبی عالمی نقطہ نظریا طرز زندگی کو شعوری طور پر اپنانا ہے۔" (1) اس رجحان پر مختلف اسکالرز نے بحث کی ہے، کچھ کا کہنا ہے کہ یہ معاشرتی اور نفسیاتی عوامل کا نتیجہ ہے، جب کہ بعض اسکی روحانیت اور خدائی مداخلت کے کردار پر زور دیتے ہیں۔ مغربی دنیا میں، ابتدائی مسیحی دور سے ہی تبدیلی مذہب کا رواج رہا ہے، بہت سے افراد نے عیسائیت اختیار کی۔ (2) قرون وسطیٰ کے دوران، اسلام کا پھیلاؤ مشرق وسطیٰ اور شمالی افریقہ کی آبادیوں میں نمایاں مذہبی تبدیلی کا باعث بنا۔ (3)

16 ویں صدی کی پروٹسٹنٹ تحریک نے یورپ میں مذہبی منظر نامے کو یکسر تبدیل کر دیا۔ اس دوران بڑی تعداد میں افراد نے کیتھولک ازم کو ترک کر کے پروٹسٹنٹ ازم کو اپنایا، جبکہ بعض خطوں میں اس کے برعکس بھی دیکھا گیا، جہاں لوگ دوبارہ کیتھولک ازم کی طرف مائل ہوئے۔ (4) حالیہ دنوں میں، مذہب کی تبدیلی ایک متنازعہ مسئلہ بنی ہوئی ہے، جس میں کسی کے مذہب کو تبدیل کرنے کے حق اور مذہب تبدیل کرنے میں استعمال کیے جانے والے طریقوں پر بحث جاری ہے۔ (5) کچھ ممالک نے معاشرتی ہم آہنگی اور قومی سلامتی سے متعلق خدشات کی وجہ سے مذہب کی تبدیلی کو محدود کرنے والے قوانین بھی نافذ کیے ہیں۔ (6)

قدیم معاشروں میں تبدیلی مذہب

قدیم معاشروں میں مذہبی تبدیلی کی تاریخ ایک پیچیدہ اور کثیر جہتی موضوع ہے، کیونکہ اس میں ہزاروں سال سے مختلف ثقافتوں، عقائد اور سماجی ڈھانچے کا باہمی تعامل شامل ہے۔ مذہبی تبدیلی سے مراد وہ عمل ہے جس کے

¹. Jonathan Z. Smith, "Religion, Religions, Religious," in Critical Terms for Religious Studies, ed. Mark C. Taylor (Chicago: University of Chicago Press, 1998), 269–84.

². Peter Brown, The Rise of Western Christendom: Triumph and Diversity, A.D. 200–1000, 2nd ed. (Malden, MA: Blackwell Publishing, 2003), 45.

³. Alexander D. Noy, Islam in Historical Perspective (New York: Routledge, 2011)

⁴. Alister E. McGrath, Christianity's Dangerous Idea: The Protestant Revolution—A History from the Sixteenth Century to the Twenty-First (New York: Harper One, 2007)

⁵. Gerald Sider, "Religious Conversion and the Right to Change Religion," Journal of Law and Religion 14, no. 1 (1998): 1–25,

⁶. Peter Beyer, "Restrictions on Religious Conversion," in International Encyclopedia of Human Rights: Freedoms, Abuses, and Remedies, ed. Robert F. Gorman, Edward S. Mihalkanin, and John E. Richardson (Boulder, CO: Westview Press, 2000), 231–35.

ذریعے کوئی فرد یا گروہ اپنے مذہبی عقائد، طرز عمل یا وابستگیوں کو تبدیل کر کے نیا عقیدہ اختیار کرتا ہے۔ تبدیلی مذہب کی ایک طویل تاریخ ہے جو قدیم زمانے سے تعلق رکھتی ہے۔ قدیم معاشروں میں، مذہبی تبدیلی اکثر فتح یا تجارت کے نتیجے میں ہوتی تھی۔ مثال کے طور پر، جب فارسیوں نے چھٹی صدی قبل مسیح میں بابل کو فتح کیا، تو انہوں نے بابلیوں کو اپنا مذہب برقرار رکھنے کی اجازت دی، لیکن بہت سے بابلیوں نے فارسیوں کا مذہب زرتشتی مذہب اختیار کر لیا۔ اسی طرح جب چوتھی صدی قبل مسیح میں یونانیوں نے مصر کو فتح کیا تو بہت سے مصریوں نے یونانی مذہبی طریقوں کو اپنایا۔⁽¹⁾

بابل میں تبدیلی مذہب

بابل میں تبدیلی مذہب کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ سب سے مشہور میں سے ایک ساؤل آف ترس کی تبدیلی ہے، جو بعد میں پولوس رسول بنا۔⁽²⁾ اعمال کی کتاب کے مطابق، ساؤل ایک متقی یہودی تھا جس نے عیسائیوں کو اس وقت تک ستایا جب تک کہ اسے دمشق کے راستے میں یسوع مسیح کی روپانہ ملی۔ اپنی مذہبی تبدیلی کے بعد، ساؤل نے اپنا نام بدل کر پال رکھ لیا اور ابتدائی عیسائی کلیسیا کا رہنما بن گیا۔⁽³⁾

ساؤل ایک متقی یہودی تھا جو عیسائیوں سے اختلاف کرتا تھا، لیکن ایک دن اس کو دمشق کے راستے میں عیسائی مسیح کی روشنی نظر آئی۔ اس روشنی کے زیر اثر، ساؤل نے اپنی قدیم عقائد کو ترک کر کے عیسائی بننے کا فیصلہ کیا۔ اس کے بعد، وہ اپنا نام بدل کر "پال" رکھ لیا اور عیسائی کلیسیا کا رہنما بن گئے۔ یہ واقعہ تبدیلی مذہب کی ایک نمایاں مثال ہے۔

ابتدائی عیسائیت میں تبدیلی مذہب

ابتدائی عیسائیت میں تبدیلی، مذہب کا ایک مرکزی پہلو تھا۔ ابتدائی عیسائیوں کا خیال تھا کہ نجات صرف یسوع مسیح میں ایمان کے ذریعے ہی حاصل کی جاسکتی ہے، اور اس نجات کو حاصل کرنے کے لیے تبدیلی کو ایک ضروری قدم کے طور پر دیکھا جاتا تھا۔ مذہب تبدیل کرنے والوں نے پتسمہ لیا اور روح القدس پر ایمان لائے، جسے ان کے نئے ایمان کی علامت کے طور پر دیکھا جاتا تھا۔⁽⁴⁾

¹ Robert A. Segal, "Conversion," in The Encyclopedia of Religion, 2nd ed., ed. Lindsay Jones (Detroit: Macmillan Reference USA, 2005), 2149-2154.

² ساؤل آف ترس، جو بعد میں پولوس رسول کے نام سے مشہور ہوئے، ایک اہم مذہبی شخصیت تھے جنہوں نے مسیحیت کی ابتدائی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کی زندگی اور تعلیمات آج بھی دنیا بھر کے عیسائیوں کے لیے بہت اہمیت رکھتی ہیں۔

³ Acts 9:1-19 (New Revised Standard Version).

⁴ Everett Ferguson, "Conversion in Early Christianity," in The Oxford Handbook of Early Christian Studies, ed. Susan Ashbrook Harvey and David G. Hunter (Oxford University Press, 2008), 583-97.

آغاز اسلام میں تبدیلی مذہب

اسلام کے آغاز سے ہی تبدیلی مذہب نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ جب کوئی غیر مسلم، مسلمان ہونا چاہتا ہے تو اس کے لیے کسی خاص تقریب یا عبادت کی ضروری نہیں ہوتی۔ صرف اس کو شہادت دینی ہوتی ہے کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ شہادت دینے کے بعد کوئی بھی شخص مسلمان ہو جاتا ہے چاہے وہ کسی بھی نسل، قوم، رنگ یا جنس سے تعلق رکھتا ہو۔ اسے نہ کسی پستسمہ کی حاجت ہوتی ہے اور نہ ہی اس کے لیے شرط ہے کہ اسے کسی مسلمان عورت نے جنم دیا ہو۔ اس لیے شہادۃ کو اسلام میں داخلے کی کنجی بھی کہا جاتا ہے۔ ابتدائی سالوں میں اسلام قبول کرنے کی حوصلہ افزائی کی گئی، اور لوگوں نے رضا کارانہ طور پر مذہب تبدیل کیا۔ قرآن مجید میں تبدیلی مذہب اور انسانی مذہبی ارتقاء کے حوالے سے ایک اہم آیت سورۃ البقرہ میں موجود ہے۔

"كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ

الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيُحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ" ¹

یہ آیت تاریخی تناظر میں مذہب کے ارتقاء کی وضاحت کرتی ہے کہ ابتدا میں تمام انسان ایک ہی امت (یعنی ایک مشترکہ فکری و عملی بنیاد) پر تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ان میں اختلافات پیدا ہوئے، جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور کتابوں کے ذریعے راہنمائی بھیجی تاکہ حق و باطل کا فرق واضح ہو۔ اس آیت کے مطابق، مذاہب کا ارتقاء انسانی اختلافات کے حل اور الہامی ہدایت کی ضرورت کا نتیجہ ہے۔ نبیوں کو بھیجنے کا مقصد لوگوں کو ایک بار پھر توحید اور انصاف کی طرف لوٹانا تھا، مگر انسانوں نے اپنی خواہشات یا جہالت کی بنیاد پر پھر اختلافات کو جنم دیا۔ اس طرح، یہ آیت مذہبی تنوع اور الہامی پیغامات کے تسلسل کو ایک تاریخی حقیقت کے طور پر پیش کرتی ہے۔

قرون وسطیٰ میں تبدیلی مذہب

قرون وسطیٰ کے دور میں مذہبی تبدیلی ایک پیچیدہ اور کثیر جہتی رجحان تھا، جس میں سیاسی، سماجی، ثقافتی، اور مذہبی محرکات سمیت متعدد عوامل شامل تھے۔ یہ دور، جو تقریباً پانچویں سے پندرہویں صدی تک پھیلا ہوا تھا، پورے یورپ اور اس کے پڑوسی خطوں میں اہم مذہبی تبدیلیوں کا گواہ بنا۔ اس عرصے میں مذہبی تبدیلیاں نہ صرف عقائد اور عبادات کے میدان میں رونما ہوئیں بلکہ انہوں نے معاشرتی ڈھانچے، سیاسی نظام، اور ثقافتی اقدار کو بھی گہرے طور پر متاثر کیا۔ قرون وسطیٰ کے دوران عیسائیت کا فروغ، اسلامی فتوحات کے نتیجے میں اسلام کی توسیع، اور دیگر مذاہب کے درمیان تعاملات نے اس دور کی مذہبی تاریخ کو تشکیل دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ تبدیلیاں نہ صرف مذہبی نظریات کو تبدیل کرتی رہیں بلکہ انہوں نے سماجی حرکیات اور تہذیبی ارتقاء کو بھی نئی جہات فراہم کیں۔

قرون وسطیٰ میں تبدیلی مذہب ایک عام اور معمولی واقعہ تھا، کیونکہ عیسائیت پورے یورپ میں پھیل گئی اور دوسرے مذاہب جیسے کہ یہودیت اور اسلام بھی اس کے ساتھ ساتھ رہے۔ بہت سی مذہبی تبدیلیاں رضاکارانہ تھیں، لیکن کچھ سیاسی یا سماجی دباؤ کے ذریعے زبردستی بھی کی گئیں۔ رضاکارانہ تبدیلی کی ایک مثال 7 ویں اور 8 ویں صدی میں اینگلو سیکسن⁽¹⁾ کا عیسائیت میں تبدیل ہونا تھا۔ یہ زیادہ تر کینٹربری کے سینٹ آگسٹین⁽²⁾ جیسے مشنریوں کی کوششوں کی وجہ سے تھا، جنہیں پوپ گریگوری دی گریٹ نے نہ ماننے والے انگریزوں کو تبدیل کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ دوسری طرف 1391 میں اسپین میں یہودیوں کی جبری مذہبی تبدیلی معاشرتی اور سیاسی دباؤ کا نتیجہ تھی۔ یہودی آبادی کے خلاف فسادات پھوٹنے کے بعد، بہت سے یہودی اپنی جان بچانے یا ظلم و ستم سے بچنے کے لیے عیسائیت اختیار کر گئے۔⁽³⁾

صلیبی جنگوں کے دوران تبدیلی مذہب

صلیبی جنگوں⁴ کے دوران، مذہبی تبدیلی اکثر فتح کا ایک ذریعہ تھی کیونکہ عیسائی فوجیں مقدس سرزمین میں اپنے اثر و رسوخ اور طاقت کو بڑھانے کی کوشش کرتی تھیں۔ اس کی ایک قابل ذکر مثال 1098 میں صلیبیوں کے ذریعہ انطاکیہ کے مسلمان باشندوں کی تبدیلی تھی۔ تاہم، صلیبی جنگوں کے دوران پرامن تبدیلی کی مثالیں بھی موجود تھیں، جیسے کہ 12 ویں اور 13 ویں صدیوں میں جرمن اور سکیٹڈے نیویا کے مشنریوں کے ذریعے بالٹک خطے کے باشندوں کا عیسائیت میں تبدیل ہونا۔⁽⁵⁾

جنوب مشرقی ایشیا میں تبدیلی مذہب

جنوب مشرقی ایشیا میں ہندومت اور بدھ مت کا پھیلاؤ زیادہ تر فتح کے بجائے پرامن تبدیلی اور تجارت کی وجہ سے تھا۔ جنوب مشرقی ایشیا میں پرامن تبدیلی کی ایک قابل ذکر مثال 11 ویں صدی میں جاوانی حکمران ایرلانگکا

¹ اینگلو سیکسن (Anglo-Saxons) پانچویں صدی عیسوی کے وسط سے گیارہویں صدی عیسوی میں نارمن فتح تک برطانیہ میں آباد جرمن قوموں کا مجموعہ تھا۔ یہ قومیں جرمنی اور ڈنمارک سے ہجرت کر کے برطانیہ آئیں اور وہاں آباد ہو گئیں۔

² کینٹربری کے سینٹ آگسٹین چھٹی صدی عیسوی کے اواخر میں ایک عیسائی راہب تھے، جنہیں پوپ گریگوری اعظم نے 597 عیسوی میں انگلینڈ بھیجا تھا۔ ان کا مشن اینگلو سیکسن بادشاہ ہتھلبرٹ کو عیسائیت میں تبدیل کرنا تھا۔

³ Henry Mayr-Harting, "Conversion," in *Medieval Christianity: A New History* (New Haven: Yale University Press, 2007), 296-297.

⁴ صلیبی جنگیں (Crusades) ایک سلسلہ وار مذہبی و عسکری مہمات تھیں جو 11 ویں صدی کے اواخر سے 13 ویں صدی کے اختتام تک عیسائی یورپ کی جانب سے مشرق وسطیٰ، خاص طور پر مقدس سرزمین (یروشلم و فلسطین)، پر مسلم اقتدار کو ختم کرنے کے لیے کی گئیں۔

⁵ Jonathan Riley-Smith, *The Crusades: A History* (New Haven: Yale University Press, 2005), 85-86.

ہندو مذہب میں تبدیل ہونا تھا۔⁽¹⁾ اس سے ہندومت کو جاوا میں ایک غالب مذہب کے طور پر قائم کرنے میں مدد ملی، جو کئی صدیوں تک قائم رہا۔⁽²⁾

ابتدائی قرون وسطیٰ (5ویں سے 10ویں صدی):

اس عرصے کے دوران سب سے اہم مذہبی تبدیلیوں میں سے ایک مختلف قبائل کا عیسائیت میں تبدیل ہونا تھا۔ آئرلینڈ میں سینٹ پیٹرک، انگلینڈ میں کینٹربری کے سینٹ آگسٹین، اور جرمنی میں سینٹ بونیفیس جیسے مشنریوں نے آبادیوں میں عیسائیت کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا۔ بازنطینی سلطنت، جس کا مرکز قسطنطنیہ میں تھا، نے مشرقی یورپ کے سلاوی لوگوں میں عیسائیت پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا۔

قرون وسطیٰ (11ویں سے 13ویں صدی):

جزیرہ نما آئبیریا (Iberian Peninsula) میں عیسائی سلطنتیں ری کونکویستا⁽³⁾ (Reconquista) کے دوران مصروف تھیں، جو مسلم حکمرانی کے تحت علاقوں کو دوبارہ فتح کرنے کے لیے فوجی مہمات کا ایک طویل سلسلہ تھا۔ جیسے جیسے عیسائی افواج جنوب کی طرف پیش قدمی کرتی گئیں، انہوں نے مقامی مسلمانوں اور یہودیوں کو عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کرنے کی بھی کوششیں کیں۔ اسی دور میں، صلیبی جنگیں (Crusades) بھی جاری تھیں، جو مغربی یورپ کے عیسائیوں کی طرف سے شروع کی گئی مذہبی طور پر منظور شدہ فوجی مہمات تھیں۔ ان جنگوں کا بنیادی مقصد مسلمانوں کے قبضے سے مقدس سرزمین، خاص طور پر یروشلم، کو واپس حاصل کرنا تھا۔ یہ دونوں تحریکیں، ری کونکویستا اور صلیبی جنگیں مذہبی جذبے، سیاسی عزائم، اور علاقائی توسیع کے ملاپ کی عکاس تھیں، جنہوں نے قرون وسطیٰ کے یورپ اور مشرق وسطیٰ کی تاریخ پر گہرے اثرات مرتب کیے۔

قرون وسطیٰ کے آخری دور (14ویں سے 15ویں صدی):

کیتھولک چرچ نے اپنے اندر بدعت اور مذہبی اختلافات کا مقابلہ کرنے اور عقیدے کی یکسانیت کو برقرار رکھنے کے لیے انکواریشن کا نظام قائم کیا۔ یہ ادارہ مذہبی عقائد کی پاسداری کو یقینی بنانے کے لیے بنایا گیا تھا، جس کے تحت بدعتیوں، یہودیوں، اور مسلمانوں کو اکثر زبردستی یا دباؤ کے ذریعے عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ اسی دور میں، ٹیوٹونک نائٹس جیسے فوجی مذہبی گروہوں نے مشرقی یورپ میں کافر قبائل کو بعض اوقات طاقت کے استعمال

¹ ایرلانگا 11 (Erlangga) 11 ویں صدی عیسوی میں مشرقی جاوا کا ایک مشہور بادشاہ تھا۔ وہ 1019 سے 1042 تک حکومت کرتے رہے۔ ایرلانگانے جاوا کی تاریخ میں ایک اہم کردار ادا کیا، خاص طور پر اس وقت جب وہ جاوا کو متحد کرنے اور اسے ایک طاقتور سلطنت بنانے میں کامیاب ہوئے۔

² Peter Carey, The Power of Prophecy: Prince Dipanagara and the End of an Old Order in Java, 1785-1855 (Leiden: Brill, 2007), 49-50.

³ ری کونکویستا (Reconquista)، جس کا مطلب ہے "دوبارہ فتح"، قرون وسطیٰ میں جزیرہ نما آئبیریا میں مسلمانوں کے خلاف عیسائیوں کی ایک طویل مہم تھی، جو 711 عیسوی میں اموی خلافت کے ذریعے جزیرہ نما پر قبضے کے بعد شروع ہوئی۔ یہ مہم کئی صدیوں تک جاری رہی، جس میں عیسائی ریاستوں نے آہستہ آہستہ مسلمانوں کو جزیرہ نما سے باہر نکال دیا۔

کے ذریعے عیسائیت میں تبدیل کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ دونوں تحریکیں، کنوائزیشن اور ٹیوٹونک نائٹس کی مہمات، مذہبی جذبے، سیاسی مقاصد، اور علاقائی توسیع کے امتزاج کی عکاس تھیں، جنہوں نے قرون وسطیٰ کے یورپ کی مذہبی اور سماجی تاریخ پر گہرے اثرات مرتب کیے۔

تبدیلی مذہب کی جدید تاریخ

مذہبی تبدیلی کی جدید تاریخ مذہبی تحریکوں، عالمی مشنری سرگرمیوں، اور مذہبی تکثیریت اور آزادی کے تئیں بدلتے ہوئے رویوں سے متصف ہے۔ 16 ویں صدی سے لے کر آج تک مذہبی تبدیلی میں کچھ اہم پیش رفت اور رجحانات یہ ہیں:

یورپی توسیع اور استعمار (16 ویں سے 19 ویں صدی):

یورپی نوآبادیاتی طاقتوں، خاص طور پر اسپین اور پرتگال، نے دریافت کے دور (Age of Discovery) میں بڑے پیمانے پر مشنری سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ عیسائی مشنریوں، جنہیں اکثر ریاستی اتھارٹی کی مکمل حمایت حاصل تھی، نے امریکہ، افریقہ، اور ایشیا میں مقامی آبادیوں کو عیسائیت میں تبدیل کرنے کے لیے وسیع پیمانے پر کوششیں کیں۔ ان مشنری مہمات کے نتیجے میں مقامی لوگوں کی عیسائیت میں بڑے پیمانے پر تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ تاہم، اس عمل کے دوران، مقامی ثقافتی اور مذہبی روایات کے ساتھ عیسائیت کے امتزاج نے کچھ خطوں میں ہائبرڈ (مخلوط) مذہبی رسومات اور عقائد کو جنم دیا۔ یہ ہائبرڈ مذہبی روایات مقامی اور عیسائی عناصر کا ایک منفرد امتزاج تھیں، جو نوآبادیاتی دور کے مذہبی اور ثقافتی تعامل کی گہری جھلک پیش کرتی ہیں۔

پروٹسٹنٹ اصلاح کلیسیا کے دوران تبدیلی مذہب

16 ویں صدی کی پروٹسٹنٹ اصلاح مذہبی تنازعات اور نئے عیسائی فرقوں کے پھیلاؤ کے ذریعہ کے طور پر جانی جاتی تھی۔ بہت سے افراد نے مذہبی اور سیاسی تبدیلیوں کے جواب میں کیتھولک مذہب سے پروٹسٹنٹ ازم، یا اس کے برعکس مذہب تبدیل کیا۔ ایک مشہور مذہب تبدیل کرنے والا جان ہنری نیو مین تھا، جو ایک انگلیکن پادری تھا جس نے 19 ویں صدی میں کیتھولک مذہب اختیار کیا اور کارڈینل بن گیا۔⁽¹⁾ پروٹسٹنٹ اصلاح کے دوران، مذہبی انقلابی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ سیاسی اور سماجی تبدیلیاں بھی رونما ہوئیں۔ یہ دور مغربی دنیا میں علم اور تعلیم کے نو سروس فرقوں کے اشاعتی تبادلے کا بھی دور تھا۔

¹. Ian Ker, John Henry Newman: A Biography (Oxford: Oxford University Press, 2009).

پروٹسٹنٹ ریفارمیشن (16ویں صدی):

مارٹن لوتھر اور جان کیلون¹ جیسی شخصیات کی قیادت میں پروٹسٹنٹ اصلاحات نے یورپ میں مذہبی بغاوت کو جنم دیا۔ اس تحریک کے نتیجے میں مختلف پروٹسٹنٹ فرقوں کا قیام عمل میں آیا، جس نے کیتھولک چرچ سے مذہب تبدیل کرنے والوں کا مقابلہ کیا۔ پروٹسٹنٹ ازم میں تبدیلی، بہت سے معاملات میں، غالب کیتھولک چرچ سے وقفے میں شامل تھی اور پورے یورپ میں اہم مذہبی اور سیاسی تبدیلیوں کا باعث بنی۔

اسلام اور دیگر مذاہب کا پھیلاؤ:

اسلام کی توسیع فتوحات، تجارتی راستوں، اور صوفی تبلیغی سرگرمیوں کے ذریعے ہوتی رہی۔ سلطنت عثمانیہ جیسی عظیم مسلم سلطنتوں نے مشرق وسطیٰ، افریقہ، اور جنوبی ایشیا کے کچھ حصوں میں متنوع آبادیوں کو اسلام قبول کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان سلطنتوں نے ثقافتی اور مذہبی اثرات کے ذریعے اسلام کو پھیلا یا۔ اسی طرح، ایشیا میں ہندو اور بدھ مت کے مشنریوں نے تاریخی طور پر اپنے مذہبی عقائد اور رسومات کو پھیلانے کے لیے پڑوسی علاقوں کا سفر کیا۔ ان مشنریوں نے نہ صرف مذہبی تعلیمات کو عام کیا بلکہ ثقافتی تبادلے کو بھی فروغ دیا، جس کے نتیجے میں خطے کی مذہبی اور تہذیبی تاریخ میں گہرے اثرات مرتب ہوئے۔

روشن خیالی کے دوران تبدیلی مذہب

18 ویں صدی کی روشن خیالی نے دلیل اور سائنسی تحقیقات پر زور دیا، جس کی وجہ سے کچھ افراد روایتی مذہبی عقائد کو ترک کرنے پر مجبور ہوئے۔ بہت سے روشن خیال مفکرین، جیسے والٹیئر اور ڈیوڈ ہیوم،² منظم مذہب پر تنقید کرتے تھے اور زیادہ سیکولر معاشرے کی وکالت کرتے تھے۔ تاہم، روشن خیالی کے تمام مفکرین نے مذہب کو مکمل طور پر مسترد نہیں کیا، بلکہ بعض نے، عمانوئیل کانٹ³ کی طرح، عقیدے کو عقل کے ساتھ ملانے کی کوشش کی⁽⁴⁾۔ مفکرین نے مذہبی تناظر اور مذہبی طرز عمل کو سوال میں ڈالا۔ وہ معتقد تھے کہ منطق اور دلیل کے بغیر کسی بھی عقائد کو قبول کرنا غلط ہوگا۔ انہوں نے مذہبی عقائد کو ایک منطقی نگاہ سے دیکھا اور ان کی تحلیل کی۔

¹ مارٹن لوتھر (Martin Luther) اور جان کیلون (John Calvin) یورپ میں اصلاح مذہب کی تحریک (Protestant Reformation) کے دو مرکزی رہنما تھے جنہوں نے 16 ویں صدی میں رومن کیتھولک چرچ کے عقائد، اعمال اور اقتدار کے خلاف زبردست تحریک شروع کی۔ ان دونوں مفکرین نے نہ صرف مذہبی عقائد میں تبدیلی پیدا کی، بلکہ یورپی معاشرت، سیاست، اور تعلیم پر بھی گہرا اثر ڈالا۔

² والٹیئر (Voltaire) اور ڈیوڈ ہیوم (David Hume) اٹھارہویں صدی کے یورپی روشن خیالی (Enlightenment) کے دو ممتاز فلسفی تھے، جنہوں نے مذہب، عقل، سائنس، اور انسانیت کے بارے میں جدید مغربی فکر کی تشکیل میں مرکزی کردار ادا کیا۔ دونوں نے مذہبی تعصب، دقتاوسی روایات، اور مطلق العنان سیاست کے خلاف علم و فہم اور تنقید کے ہتھیار استعمال کیے، لیکن ان کی فکر اور نقطہ نظر میں نمایاں فرق بھی تھا۔

³ عمانوئیل کانٹ (1724-1804) جرمن فلسفی اور جدید مغربی فلسفے کے سب سے بڑے مفکرین میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے عقل، تجربہ، اخلاقیات، علم، اور مذہب جیسے موضوعات پر ایسے نظریات پیش کیے جو نہ صرف روشن خیالی (Enlightenment) کے دور کا نچوڑ تھے بلکہ آنے والے صدیوں کے لیے فلسفہ، سائنسی فکر، اور اخلاقی نظریات کی بنیاد بنے۔

⁴ Ernst Cassirer, The Philosophy of the Enlightenment (Princeton: Princeton University Press, 1951).

جدید مشنری تحریکیں (18 ویں سے 20 ویں صدی):

پروٹسٹنٹ مشنری سوسائٹیوں کے عروج نے، جیسے کہ لندن مشنری سوسائٹی اور امریکن بورڈ آف کمشنرز فار فارن مشن، نے دیکھا کہ یورپ اور شمالی امریکہ کے عیسائی مشنریوں نے غیر مسیحی آبادی کو تبدیل کرنے کے لیے افریقہ، ایشیا اور بحر الکاہل کا سفر کیا۔ اس دور میں اہم عیسائی مشنری سرگرمیاں اور دنیا بھر میں عیسائی برادریوں کے قیام کا مشاہدہ کیا گیا۔

سیکولرائزیشن اور مذہبی تکثیریت (19 ویں سے 20 ویں صدی):

روشن خیالی اور اس کے نتیجے میں سیکولرازم کے عروج نے مغربی دنیا میں روایتی مذہبی اداروں کے غلبے کو چیلنج کیا۔ تیزی سے، معاشروں نے مذہبی آزادی کے اصولوں کو اپنایا، جس سے لوگوں کو مختلف مذاہب میں تبدیل ہونے یا کسی بھی مذہب پر عمل نہ کرنے کی اجازت دی گئی۔ مذہبی تکثیریت اور بین المذاہب مکالمے نے زور پکڑا کیونکہ معاشرے زیادہ متنوع اور مختلف مذہبی روایات کو تلاش کرنے کے لیے کھلے ہوئے تھے۔

عصری رجحانات (21 ویں صدی):

عالمگیریت اور ٹیکنالوجی نے سرحدوں کے پار مذہبی نظریات اور طریقوں کے تبادلے میں سہولت فراہم کی ہے، جس کی وجہ سے دنیا کے کئی حصوں میں مذہبی تنوع میں اضافہ ہوا ہے۔ مذہبی تبدیلی بعض خطوں میں تنازعات اور بحث کا موضوع بنی ہوئی ہے، خاص طور پر جب اس میں مذہبی اقلیتیں یا سماجی یا سیاسی دباؤ کا سامنا کرنے والی کمیونٹیز شامل ہوں۔ مذہبی تبدیلی کی جدید تاریخ مختلف مذہبی روایات، ثقافتی اثرات، اور عقیدے اور عقیدے کے نظاموں کی طرف بدلتے رویوں کے درمیان متحرک تعامل کی عکاسی کرتی ہے۔ یہ انسانی مذہبی تجربے کی وسیع کہانی اور عصری دنیا میں اس کے جاری ارتقاء کا ایک لازمی پہلو ہے۔

نوآبادیاتی دور کے دوران تبدیلی مذہب

نوآبادیاتی دور کے دوران، یورپی طاقتوں نے اپنے مذاہب کو ان لوگوں تک پھیلا نا جاری رکھا جن کی وہ نوآبادیات تھیں۔ اس میں اکثر زبردستی اقدامات شامل ہوتے تھے، جیسے کہ امریکہ اور افریقہ کے مقامی لوگوں کو جبری طور پر عیسائیت میں تبدیل کرنا۔ تاہم، رضاکارانہ تبدیلی کی مثالیں بھی موجود تھیں، جیسے کہ جنوب مشرقی ایشیا میں پرامن تجارت اور مشنری کوششوں کے ذریعے اسلام کا پھیلاؤ۔⁽¹⁾ یہ تبدیلیاں مختلف مقاصد اور مفادات کی بنیاد پر کی گئیں، لیکن اسلام اور عیسائیت کی مذہبی تبدیلی کی زبردستی اور رضاکارانہ طریقوں سے پھیلاؤ، نوآبادیاتی دور کی اہم خصوصیتوں میں سے ایک تھی۔

¹. Anthony Reid, Southeast Asia in the Age of Commerce, 1450-1680: Volume One: The Lands below the Winds (New Haven: Yale University Press, 1988).

تبدیلی مذہب انسانی تاریخ کا ایک اہم اور ناگزیر پہلو ہے، جو نہ صرف فرد کی ذات بلکہ پورے معاشرے کو گہرے طور پر متاثر کرتا ہے۔ اس عمل کو مکمل طور پر سمجھنے کے لیے اس کے تاریخی، سماجی، اور ثقافتی پہلوؤں کا گہرائی سے جائزہ لینا ضروری ہے۔ تبدیلی مذہب محض ایک مذہبی یا روحانی تبدیلی نہیں، بلکہ یہ ایک فکری، جذباتی، اور سماجی سفر کا اظہار بھی ہے۔ یہ عمل نہ صرف فرد کے روحانی ارتقاء کو ظاہر کرتا ہے، بلکہ معاشرتی ہم آہنگی، باہمی احترام، اور بین المذاہب تعاون کو فروغ دینے میں بھی کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ اس طرح، تبدیلی مذہب کو سمجھنا نہ صرف انسانی تجربات کی گہرائیوں تک پہنچنے کا ذریعہ ہے، بلکہ یہ ایک پرامن اور ہم آہنگ معاشرے کی تشکیل میں بھی معاون ثابت ہوتا ہے۔

فصل دوم: تبدیلی مذہب: مذاہب عالم کی تعلیمات و احکامات کا مطالعہ

تبدیلی مذہب ایک ایسا عمل ہے جو صرف ذاتی اعتقاد کی تبدیلی نہیں بلکہ ایک گہرا روحانی، سماجی اور ثقافتی تجربہ بھی ہوتا ہے۔ مگر یہ سوال اپنی جگہ اہم ہے کہ کیا تمام مذاہب تبدیلی مذہب کو یکساں طریقے سے دیکھتے ہیں؟ کیا اس عمل کے لیے ہر مذہب میں کوئی مخصوص ضوابط، رسوم یا روحانی تقاضے موجود ہیں؟ اور پھر یہ بھی کہ مختلف مذاہب میں تبدیلی مذہب کا تصور کہاں تک رواداری، قبولیت یا تحفظ سے وابستہ ہے؟

آرتھوڈوکس یہودیت میں تبدیلی مذہب ایک رسمی اور شرعی عمل ہے جس میں مرد افراد کے لیے ختنہ اور مقواہ یعنی رسمی غسل شامل ہے، نیز تبدیلی کے خواہاں فرد کو ہلاخہ (یہودی شریعت) کی مکمل پیروی کا عہد بھی کرنا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اصلاحی یہودیت اس عمل کو زیادہ لچکدار طریقے سے دیکھتی ہے، جہاں مرکزی اہمیت فرد کی یہودی اقدار، تعلیمات اور برادری سے وابستگی کو حاصل ہے، نہ کہ لازمی مذہبی رسومات کو۔ عیسائیت میں تبدیلی مذہب کا طریقہ بھی مختلف مسالک میں مختلف ہے۔ کیتھولک کلیسا میں یہ عمل ہدایت، گناہوں کے اعتراف، اور بپتسمہ پر مشتمل ہوتا ہے، جو مذہبی تربیت اور روحانی تطہیر کا ایک مربوط نظام ہے۔ اسلام میں، اس کے برعکس، تبدیلی مذہب کا طریقہ نسبتاً سادہ اور کم رسمی ہے۔ ایک شخص اگر خلوص دل سے شہادہ (اللہ کی وحدانیت اور محمد ﷺ کی رسالت کا اقرار) گواہوں کی موجودگی میں ادا کر دے، تو وہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہاں روحانی خلوص اور نیت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، نہ کہ رسمی یا جسمانی اعمال کو۔

یہودیت میں تبدیلی مذہب

یہودی عقائد کی بنیاد خدا کی وحدانیت اور بنی اسرائیل کی فضیلت ہے۔ یہودی توحید پر سختی سے یقین رکھتے ہیں اور یہ یہودیت کا سب سے اہم اصول ہے۔ یہود خدا کو یہوواہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ جہاں تک بنی اسرائیل کی فضیلت کا تعلق ہے تو یہودی عقائد کے مطابق بنی اسرائیل خدا کے منتخب کردہ بندے ہیں اس لیے انہیں دیگر اقوام پر فضیلت حاصل ہے اور یہ فضیلت کوئی نسلی امتیاز یا افتخار نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کی رہنمائی اور قیادت کے لیے منتخب کیا ہے اور نبوت صرف بنی اسرائیل کے لیے ہی خاص ہے۔ ان دو عقائد کے علاوہ یہودیوں میں موسیٰ بن میمون⁽¹⁾ کے تحریر کردہ عقائد بھی اہمیت کے حامل ہیں جو مشنا کی تفسیر کے دسویں باب میں درج ہیں:

¹ موسیٰ بن میمون (Maimonides) ایک معروف یہودی فلسفی اور عالم تھے جو 12 ویں صدی عیسوی میں اندلس میں پیدا ہوئے۔ موسیٰ بن میمون کی زندگی اور کاموں پر مختلف آراء پائی جاتی ہیں، کہ انہوں نے اسلام قبول کیا اور بعد میں اسلام چھوڑ کر دوبارہ یہودی بن گئے۔ انہیں یہودی تاریخ کے بڑے علماء میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔

وجود خداوندی پر ایمان، خدا کی وحدت پر ایمان، خدا کے دائم ہونے پر ایمان، خدا کے غیر مادی ہونے پر ایمان، عبادت کے لائق صرف ایک خدا ہی ہے، پیغمبروں پر ایمان، حضرت موسیٰ کے سب سے برگزیدہ پیغمبر ہونے پر ایمان، تورات (زبان تحریری) موسیٰ کو کوہ سینا پر عطا کی گئی، تورات ناقابل تغیر ہے، خدا علیم وخبیر ہے، یوم آخرت، سزا و جزا اور حیات بعد الموت پر ایمان۔⁽¹⁾

روزانہ کی جانے والی یہودی عبادت کو ٹیفیلہ (Tefillah) کہتے ہیں البتہ اردو اور فارسی میں عام طور پر اسے یہودی نماز بھی کہا جاتا ہے۔ یہودی دن میں تین مرتبہ صبح صادق کے وقت، دوپہر اور شام کے وقت غروب آفتاب سے کچھ دیر پہلے یہ نماز ادا کرتے ہیں۔⁽²⁾ پہلی نماز شاکریت (Shacharit)، دوسری نماز منحا (Mincha) اور تیسری نماز آروت (Arvit) اور مارو (Ma'ariv) کہلاتی ہے۔

یہودی عقائد میں احکام عشرہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ کو کوہ سینا پر دیئے گئے تھے۔ ان احکام کے تحت یہودیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک خدا پر ایمان لائیں، خدا کے سوا کسی کو سجدہ نہ کریں، سبت کے دن کو پاک ماننا، اپنے والدین کی عزت و احترام کرنا، ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔ اس کے علاوہ قتل کو بھی موسوی شریعت میں ممنوع قرار دیا گیا، بدکاری سے پرہیز کرنا یعنی پاک دامنی کی زندگی بسر کرنا۔ اسی طرح چوری کرنا بھی یہودیت میں سنگین جرم ہے، پڑوسی یا کسی بھی شخص کے خلاف جھوٹی گواہی دینا یہودیوں کے ہاں گناہ عظیم ہے۔⁽³⁾

یہودیت میں تبدیلی مذہب سے مراد وہ عمل ہے جس کے ذریعے ایک غیر یہودی فرد یہودی بن جاتا ہے۔ یہودیت میں، تبدیلی ایک پیچیدہ اور مکمل عمل ہے، اور اسے ہلکے سے نہیں لیا جاتا ہے۔ تبدیلی کے عمل میں مطالعہ، یہودی ثقافت میں غرق ہونا، اور یہودی قانون اور اقدار سے وابستگی شامل ہے۔⁽⁴⁾ تبدیلی کے عمل میں یہودی قانون اور اقدار کا بھی خصوصی حیثیت ہوتا ہے، جس کی روشنی میں تبدیلی مذہب ایک زندگی کی طرف بڑھنے کا اہم قدم ہوتا ہے۔

یہودیت میں تبدیلی مذہب کے عمل کے کئی مراحل ہوتے ہیں، جن میں ایک ربی کے ساتھ ابتدائی انٹرویو، ربی یا استاد کے ساتھ مطالعہ کا دورانیہ، مرد تبدیل کرنے والوں کے لیے ختنہ (یا ان لوگوں کے لیے جو پہلے سے ختنہ کر

¹ - حافظ محمد شارق، اسلام اور مذاہب عالم (لاہور: مکتبہ قدوسیہ، 2015)، 68۔

² -Dan. 10:6 (New Revised Standard Version).

³ -Exod. 1:20-17 (New Revised Standard Version).

⁴ - Shaye J.D. Cohen, The Beginnings of Jewishness: Boundaries, Varieties, Uncertainties (Berkeley: University of California Press, 1999), 245.

چکے ہیں علامتی ختنہ)، اور رسمی غسل میں ڈوبنا، مقواہ وغیرہ (۱) تبدیلی کے عمل میں مٹز ووٹ، یا احکام (Commandments) کی قبولیت بھی شامل ہے، جو یہودی زندگی میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ (۲)

تبدیلی کے عمل میں عام طور پر ایک ربی یا یہودی معلم کے ساتھ یہودی تاریخ، قانون اور رسوم و رواج کا مطالعہ کرنا، نیز یہودی رسومات میں حصہ لینا اور عبادت گاہ کی خدمات میں شرکت کرنا شامل ہے۔ ممکنہ طور پر تبدیل ہونے والے کو خود جانچ اور خود شناسی کے دور سے بھی گزرنا چاہیے تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ ان کا مذہب تبدیل کرنے کا فیصلہ مخلصانہ اور باخبر ہے۔

ایک بار جب کوئی شخص تبدیلی مذہب کا عمل مکمل کر لیتا ہے، تو وہ تمام حقوق اور ذمہ داریوں کے ساتھ یہودی برادری کا مکمل رکن سمجھا جاتا ہے۔ تاہم، یہ بات قابل غور ہے کہ یہودی فرقے مختلف ہیں، اور ہر ایک کی تبدیلی کے لیے اپنے تقاضے ہو سکتے ہیں۔ (۳)

یہودیت میں تبدیلی ایک اہم فیصلہ ہے جس کے لیے مطالعہ، غور و فکر اور عزم کی مدت درکار ہوتی ہے۔ اگرچہ اسے نجات کے حصول کے ایک ذریعہ کے طور پر نہیں دیکھا جاتا ہے، لیکن اسے افراد کے لیے یہودی برادری میں شامل ہونے اور یہودیت کے پیش کردہ عقیدے اور طرز زندگی کو اپنانے کے طریقے کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ یہودیت کے بنیادی مصادر میں ترک یہودیت (Apostasy) کو ایک سنگین انحراف تصور کیا گیا ہے۔ تورات میں متعدد مقامات پر غیر الہی مذاہب اختیار کرنے یا بنی اسرائیل کے معاہدہ الہی سے انحراف کرنے کو شدید الفاظ میں مذمت کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ استثناء (Deuteronomy) کی کتاب میں درج ہے:

"اگر تیرے درمیان کوئی نبی یا خواب دیکھنے والا اٹھے اور کہے کہ ہم دوسرے معبودوں کی پیروی کریں تو تُو اس نبی یا خواب دیکھنے والے کی بات نہ ماننا"۔⁴

یہ عبارت نہ صرف مرتد کی شناخت کرتی ہے بلکہ اس کی بات کو مسترد کرنے کی واضح ہدایت بھی دیتی ہے۔ بعد از تلمودی ادب (Post-Talmudic literature) میں بھی ترک یہودیت کو قوم سے غداری سمجھا گیا ہے، اور

1. Ibid., 246.

2. Rabbi Maurice Lamm, *Becoming a Jew* (New York: Jonathan David Publishers, 1991), 53.

3. Tzvi Novick, "Conversion to Judaism: Contemporary Legal and Sociological Perspectives," *Journal of Law and Religion* 14, no. 2/3 (1999): 345-354.

4 The Holy Scriptures, Deuteronomy 13:1-5 (Jewish Publication Society, 1985).

ایسے افراد کو "מומר" (Mumar) کہا جاتا ہے، جن کے لیے عبادات اور سماجی معاملات میں مختلف احکام لاگو ہوتے ہیں۔^(۱)

راشی (Rashi) جیسے مفسرین نے ان آیات کی تشریح میں مرتد کو دینی و قومی وحدت کے لیے خطرہ قرار دیا ہے۔^(۲) لہذا، یہودیت کے داخلی مصادر اس بات پر متفق ہیں کہ ترک دین نہ صرف ذاتی انحراف ہے بلکہ اجتماعی خطرہ بھی ہے، جسے روکنے کے لیے سخت مذہبی و سماجی اقدامات کی وکالت کی گئی ہے۔

اسرائیل، جو خود کو "یہودی ریاست" قرار دیتا ہے، میں یہودیت چھوڑنا ایک پیچیدہ اور متنازعہ عمل ہے۔ یہاں یہودیت نہ صرف ایک مذہب بلکہ قومی شناخت کا حصہ ہے، جس کی وجہ سے مذہب تبدیل کرنے یا چھوڑنے والوں کو شدید سماجی اور قانونی چیلنجز کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسرائیل میں عملی طور پر ذاتی حیثیت کے معاملات (شادی، طلاق، وراثت) ربانی عدالتوں کے دائرہ کار میں آتے ہیں۔^۳ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہودیت ترک کرنے والے افراد کو شادی جیسے بنیادی حقوق کے لیے قانونی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کیونکہ اسرائیل میں سول شادی کا کوئی نظام موجود نہیں۔

کچھ یہودی گروہ مرتدین کے خلاف نفرت انگیز تقاریر یا تشدد کا ارتکاب کرتے ہیں، خاص طور پر اگر وہ کسی دوسرے مذہب (جیسے مسیحیت یا اسلام) میں تبدیل ہو جائیں۔^۴ 2016 میں، یروشلم میں ایک یہودی مسیحی جوڑے پر حملہ کیا گیا، جب ان پر "مذہب تبدیل کرنے" کا الزام لگایا گیا۔^۵ اسرائیلی سپریم کورٹ نے کئی مواقع پر مرتدین کے شہری حقوق کے تحفظ پر زور دیا ہے۔ 2021 میں، عدالت نے ایک فیصلے میں کہا کہ "یہودیت چھوڑنا شہری حقوق کو ختم نہیں کرتا"، لیکن عملی تبدیلی ابھی محدود ہے۔^۶

یہودیت میں ارتداد کے نتائج صرف روحانی نہیں بلکہ سماجی بھی ہیں جیسے مرتدین کو بعض مذہبی رسومات سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ تاریخی طور پر، یہودی معاشرے میں مرتدین کو سماجی طور پر الگ تھلگ کر دیا جاتا

¹ Maimonides, Mishnah Torah, Hilchot Mamrim 3:3.

² Rashi, Commentary on Deuteronomy 13:6, in Mikraot Gedolot.

³ Frances Raday, "Religion and the Secular State in Israel," International Journal of Constitutional Law 8, no. 4 (2010): 717.

⁴ Human Rights Watch, "Israel: Discrimination Against Religious Minorities" (2019), accessed March 10, 2023, www.hrw.org/report/2019/israel-religion.

⁵ "Attack on Jewish-Christian Couple in Jerusalem," Haaretz, December 15, 2016.

⁶ HCJ 1067/18 Anonymous v. Rabbinical Court (2021).

تھا۔ بعض فقہی روایات میں مرتد کی اولاد کو یہودی شمار نہیں کیا جاتا۔ یہودیت کے داخلی مصادر اس بات پر متفق ہیں کہ ترک دین نہ صرف ایک ذاتی گناہ ہے، بلکہ یہ پورے یہودی معاشرے کے لیے خطرہ بھی ہے۔ اسی لیے تورات اور ربیائی روایات میں اس سے بچنے اور اس کے خلاف سخت موقف اپنانے کی ہدایات دی گئی ہیں۔

عیسائیت میں تبدیلی مذہب

عیسائیت کا سب سے اہم عقیدہ تصور خدا ہے جسے عیسائی تثلیث کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ عیسائی مذہب میں ایک مشہور فلسفہ ہے تین ایک میں، ایک تین میں۔ یہ فلسفہ اس عقیدے کا آئینہ دار ہے کہ خدا تین اقانیم (Persons) سے مرکب ہے۔ باپ، بیٹا اور روح القدس۔ باپ سے مراد خدا کی تنہا ذات ہے۔ بیٹے سے مراد خدا کی صفت کلام ہے جو مجسم صورت میں زمین پر آکر تمام انسانوں کی نجات کا سبب بنا اور روح القدس سے مراد ان دونوں کے درمیان محبت کی صفت ہے۔ نبوت و رسالت پر یقین رکھنا بھی عیسائیت کا اہم عقیدہ ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے جس پر خدا کی جانب سے وحی نازل ہوتی ہے اور جس کو انسانوں کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا جاتا ہے۔ عقیدہ رسالت کے ضمن میں دوسرا اہم عقیدہ حضرت عیسیٰ کے رسولوں (Apostles) پر یقین کرنا ہے۔ ان رسولوں سے مراد انبیاء کرام نہیں بلکہ وہ حواری ہیں جنہیں حضرت عیسیٰ مختلف آبادیوں میں تبلیغ کے لیے بھیجا کرتے تھے۔ مسلمانوں کی ہی طرح عیسائی عقیدے کے مطابق ہر شخص کو موت کے بعد زندہ ہو کر خدا کی بارگاہ میں اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ جہنم یا جنت کا مستحق ہو گا۔ اسی طرح عقیدہ کفارہ بھی عیسائیت کی بنیاد ہے۔ کفارہ سے مراد یہ ہے کہ حضرت آدم و حوا نے شجر ممنوعہ کا پھل کھا کر جو گناہ کیا تھا اس کی وجہ سے ہر انسان اس گناہ کا بوجھ لے کر پیدا ہوتا ہے۔ یسوع مسیح نے صلیب پر جان کی قربانی دے کر تمام بنی آدم کو اس گناہ کے بوجھ سے نجات دلائی ہے۔^(۱)

عیسائی معتقد ہیں کہ ہر شخص کو موت کے بعد زندہ ہو کر خدا کی بارگاہ میں اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ نتیجے میں وہ جہنم یا جنت کا مستحق ہو گا۔ عقیدہ کفارہ بھی عیسائیت کی بنیاد ہے۔ ان معتقدات کے مطابق، حضرت آدم و حوا کی اولاد نے شجر ممنوعہ کا پھل کھا کر گناہ کیا تھا جس کی وجہ سے ہر انسان اس گناہ کا بوجھ لے کر پیدا ہوتا ہے۔ یسوع مسیح نے صلیب پر جان کی قربانی دے کر تمام بنی آدم کو اس گناہ کے بوجھ سے نجات دلائی ہے۔

¹ پروفیسر محمد یوسف خان، تقابل ادیان (لاہور: بیت العلوم، 2011)، 20-218

عیسائیت میں حمد خوانی اہل کلیسا کی ایک اہم عبادت ہے۔ اس عبادت میں لوگ ہر روز صبح و شام کلیسا میں جمع ہوتے ہیں، ایک شخص بائبل کی تلاوت کرتا ہے، دوران تلاوت تمام حاضرین احتراماً کھڑے رہتے ہیں۔ اس موقع پر دعا مانگتے ہوئے رونا اور گڑ گڑانا بھی پسندیدہ فعل سمجھا جاتا ہے۔^(۱)

حمد خوانی کا عمل عیسائی معاشرہ میں اہم روحانی سرگرمی ہے، جو افراد کو ایک دوسرے کے ساتھ متصل کرتی ہے اور ان کی روحانیت کو بڑھاتی ہے۔ اس عمل سے معاشرتی بناوٹ میں اتفاق اور یکتا پسندی بھی فروغ پاتی ہے۔ اس عبادت کے ذریعے لوگ اپنی معاشرتی زندگی میں سکون اور روحانی ترقی حاصل کرنے کیلئے مشتاق ہوتے ہیں۔

عیسائیوں کی دوسری عبادت روزہ ہے۔ روزہ سے متعلق کتاب متی میں مذکور ہے:

"روزہ رکھتے وقت ریاکاروں کی طرح منہ لٹکائے نہ پھرو، کیونکہ وہ ایسا روپ بھرتے ہیں

تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ روزہ سے ہیں۔" (۲)

عیسائیوں کی دوسری عبادت روزہ ہے، جو بائبل کی کتاب متی میں ذکر ہوئی ہے۔ اس عبادت کے دوران، افراد کو روزہ رکھنے کی تربیت دی جاتی ہے۔ بائبل میں اس عبادت کی مضمونی دلیل بیان کی گئی ہے، جس میں روزہ رکھنے والوں کو ریاکاروں کی طرح منہ لٹکائے نہ پھرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ عیسائیت میں اپنے جان و مال کی حفاظت کی خاطر خدا کی مدد و نصرت کی طلب کے لئے بھی روزہ رکھا جاتا ہے۔ جیسا کہ کتاب مقدس میں بیان کیا گیا ہے:

"چنانچہ ہم نے روزہ رکھ کر اپنے خدا سے التماس کی کہ وہ ہماری حفاظت کرے اور اُس نے ہماری سنی۔" (۳)

رہبانیت بھی عیسائیت میں انتہائی اہمیت کی حامل ہے یہ وہ نظریہ ہے جس کے مطابق انسانی جسم شر کا منبع اور اس کی روح پاک اور مقدس ہے۔ ان عبادات کے علاوہ رومن کیتھولک حضرات کے ہاں سات رسوم کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

پہلے (Baptism): مقدس رسوم میں سب سے نمایاں پستسمہ ہے۔ یہ رسم ایک مخصوص قسم کا غسل ہے۔ جو عیسائیت میں داخل ہونے والے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس کے بغیر کوئی شخص عیسائیت کے دائرے میں داخل نہیں ہو سکتا۔

کنفرمیشن (Sacrament of Confirmation): کیتھولک عیسائیوں کے ہاں یہ رسم پستسمہ لیتے ہوئے ادا کی جاتی ہے جس سے پستسمہ کی ادائیگی مکمل ہو جاتی ہے۔

¹ . David Gibbons: Faiths & Religions of the World, p.104)

² -Matt. 16:6 (New Revised Standard Version).

³ -Ezra 23:8 (New Revised Standard Version).

عشائے ربانی (Eucharist): انجیل متی اور لوقا کے مطابق حضرت عیسیٰ نے اپنی گرفتاری سے قبل اپنے حواریوں کو رات کا کھانا کھلایا تھا، اسی مجلس کی یاد میں عشائے ربانی کی رسم ادا کی جاتی ہے۔

اعتراف، توبہ و کفارہ (Penance confession): کیتھولک چرچ کے مطابق سال میں کم از کم ایک مرتبہ اقرار گناہ و توبہ کرنا ضروری ہے۔

بیماروں کا مسح (Anointing of Sick): کیتھولک عیسائیوں کے ہاں یہ رسم بیماروں کے ساتھ ادا ہوتی ہے۔ بائبل سے مقدس کلمات پڑھتے ہوئے سر اور ہاتھوں پر زیتون کا تیل لگایا جاتا ہے اور مریض کی شفا یابی کے لیے دعا کی جاتی ہے۔ مقدس احکام (Ordination): کیتھولک چرچ کے یہاں یہ رسم کسی عیسائی شخص کو چرچ کا بپشپ بنانے کے لیے ادا کی جاتی ہے۔ اس رسم میں استاد یا چرچ کا بپشپ فرد کے سر پر ہاتھ رکھ کر مقدس کتاب سے کچھ آیات پڑھتا ہے اور انہیں کچھ مقدس احکام سناتا ہے۔⁽¹⁾

عیسائیت میں اگرچہ توحید کے عقیدے کے برعکس عقیدہ تثلیث پایا جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود عیسائیت میں بھی اچھے اخلاق و معاملات پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں پہاڑی کا وعظ انتہائی اہمیت کا حامل ہے جس میں عیسیٰ نے اخلاق حسنہ کا بہترین نمونہ پیش کیا ہے۔ عیسیٰ نے اس وعظ میں تزکیہ نفس، عجز و انکساری، صدق، راست گوئی، محبت، شفقت سے پیش آنے کی تلقین کی ہے۔ اس وعظ میں آپ نے اچھے عمل کرنے والے کی جزاء اور بُرے اعمال کی سزا سے بھی عیسائیوں کو باخبر کیا ہے۔⁽²⁾

مذہبی تبدیلی کے تجربات بڑے پیمانے پر مختلف ہو سکتے ہیں، ایمان کے اچانک احساس سے لے کر سیکھنے اور قبول کرنے کے بتدریج عمل تک۔ بہت سے عیسائیوں کا ماننا ہے کہ مذہبی تبدیلی نجات کی طرف ایک ضروری قدم ہے، اور یہ کہ یسوع مسیح میں ایمان کے ذریعے، افراد اپنے گناہوں سے معافی حاصل کر سکتے ہیں اور ابدی زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔⁽³⁾

عیسائی اس بات پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ مذہبی تبدیلی نجات کی طرف ایک ضروری قدم ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ ایمان کے ذریعے، یسوع مسیح میں ایمان لانے والے اپنے گناہوں سے معافی حاصل کر سکتے ہیں اور ابدی زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ عقیدہ ان کے لیے ایک زندگی بدل دینے والا تجربہ ہوتا ہے، جو انہیں دنیاوی اور آخرتی خوشیوں کا وعدہ دیتا ہے۔

¹ . David Gibbons, Faiths & Religions of the World (London), 104.

² -Matt. 3:5-11 (New Revised Standard Version).

³ . Rom. 10:9-10 (New International Version).

عیسائیت میں، مذہبی تبدیلی کے قوانین مختلف فرقوں اور ممالک میں مختلف ہو سکتے ہیں۔ تاہم، مختلف مسیحی برادریوں میں کچھ مشترکہ اصول اور عمل پائے جاسکتے ہیں۔ مسیحیت میں تبدیلی کے لیے بنیادی ضرورت یسوع مسیح میں بطور خداوند اور نجات دہندہ ایمان ہے۔ یوحنا کی انجیل کے مطابق:

“For God so loved the world that he gave his one and only Son, that whoever believes in him shall not perish but have eternal life.”⁽¹⁾

"جو کوئی اس پر ایمان لاتا ہے فنا نہیں ہو گا بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے گا۔"

تبدیلی مذہب میں عام طور پر ایمان کا عوامی اعتراف شامل ہوتا ہے، اکثر بپتسمہ کے ذریعے، جو مذہب قبول کرنے والے کی روحانی صفائی اور دوبارہ جنم کی علامت ہوتا ہے۔ کچھ عیسائی روایات میں، تبدیلی کے ساتھ کیٹیسس کی مدت بھی ہوتی ہے، جو کہ عقیدے کی تعلیمات اور طریقوں میں ایک رسمی ہدایت ہے۔ اس میں بائبل کا مطالعہ، چرچ کی خدمات میں شرکت، دعا اور عبادت میں حصہ لینا، اور پادری یا سرپرست سے رہنمائی حاصل کرنا شامل ہو سکتا ہے۔ ملک اور فرد کی سابقہ مذہبی وابستگی کے لحاظ سے، عیسائیت میں مذہبی تبدیلی کے قانونی اثرات ہو سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر کچھ ممالک میں، ارتداد یا کسی کے سابقہ مذہب کو ترک کرنا قانون کے ذریعے قابل سزا ہے، اور عیسائیت میں تبدیلی معاشرتی بے راہ روی، ظلم و ستم، یا یہاں تک کہ موت کا باعث بن سکتی ہے۔⁽²⁾

تبدیلی مذہب کے تصور نے پوری تاریخ میں عیسائیت کے پھیلاؤ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ مشنریوں نے اکثر اپنی کوششوں کو غیر عیسائیوں کو تبدیل کرنے پر مرکوز کیا ہے، بعض اوقات اپنے مقاصد کے حصول کے لیے طاقت یا جبر کا استعمال کیا ہے۔⁽³⁾ کچھ معاملات میں، تبدیلی کے عمل کو معاشرتی کنٹرول کے ایک ذریعہ کے طور پر بھی استعمال کیا گیا ہے، نوآبادیات اور سامراجی طاقتیں عیسائیت کو مقامی آبادیوں کو ضم کرنے اور محکوم بنانے کے لیے ایک آلے کے طور پر استعمال کرتی ہیں۔⁽⁴⁾ تبدیلی کے ان مشکل پہلوؤں کے باوجود، بہت سے افراد نے مسیحیت میں اپنی تبدیلی کے ذریعے مقصد اور تعلق کا احساس پایا ہے۔ کچھ اسکالرز نے استدلال کیا ہے کہ مذہبی تبدیلی، ذاتی تبدیلی اور سماجی تبدیلی کے لیے ایک فریم ورک فراہم کر سکتی ہے، جو افراد کو جابرانہ نظاموں سے آزاد ہونے اور مشکل کے وقت امید تلاش کرنے کی اجازت دیتی ہے۔⁽⁵⁾

¹ John 3:16 (New International Version).

² Yohanan Friedmann, "Conversion," in The Oxford Handbook of Religious Conversion, ed. Lewis R. Rambo and Charles E. Farhadian (Oxford: Oxford University Press, 2014), 206-207.

³ Johnson, T. K. (2018). The Role of Force in Christian Conversion: Historical and Contemporary Perspectives. Journal of Religion & Violence, 6(1), 5-19.

⁴ Talal Asad, Genealogies of Religion: Discipline and Reasons of Power in Christianity and Islam (Baltimore: Johns Hopkins University Press, 1993)

⁵ Joel Robbins, Becoming Sinners: Christianity and Moral Torment in a Papua New Guinea Society (Berkeley: University of California Press, 2004)

عیسائیت مذہبی تبدیلی کو روح القدس کی طاقت کے ذریعے دل اور دماغ کی تبدیلی کے طور پر دیکھتی ہے، جو یسوع مسیح پر ایمان کے ذریعے خدا کے ساتھ ایک نئے تعلق کی طرف لے جاتی ہے۔⁽¹⁾ تبدیلی کے عمل میں یسوع کو خدا کے بیٹے اور انسانیت کے نجات دہندہ کے طور پر تسلیم کرنے کے ساتھ، گناہ سے منہ موڑنا اور خدا کی طرف رجوع کرنا شامل ہے۔⁽²⁾ تبدیلی کے عمل کو زندگی بھر کے سفر کے طور پر دیکھا جاتا ہے، جس میں مسلسل توبہ، ایمان، اور خدا کی فرمانبرداری ہوتی ہے۔⁽³⁾

بائبل میں، دمشق کے راستے پر پولوس رسول کا تبدیلی کا تجربہ خدا کے فضل کی تبدیلی کی طاقت اور یسوع مسیح پر ایمان اور توبہ کی دعوت کی ایک طاقتور مثال کے طور پر کام کرتا ہے۔⁽⁴⁾ نئے عہد نامے کے دوران، ایسے افراد اور گروہوں کی بے شمار مثالیں ہیں جنہوں نے یسوع مسیح پر ایمان لایا اور نئی زندگی کا تجربہ کیا۔⁽⁵⁾ عیسائیت میں مرتد ہونے کے مسئلے پر مختلف آرا پائی جاتی ہیں، تاہم بائبل کے متعدد مقامات پر اس کے سنگین نتائج کی تنبیہ ملتی ہے۔ عبرانیوں کے خط میں لکھا ہے:

"کیونکہ جنہوں نے ایک بار نور پایا اور آسمانی بخشش کا مزہ چکھا اور روح القدس میں شریک ہوئے، اور خدا کے نیک کلام کا اور آئندہ جہان کی قدرتوں کا مزہ چکھا، اور پھر گمراہ ہو گئے، ان کا پھر توبہ کے لیے نیابنانا ممکن ہے۔"⁶

یہ عبارت واضح کرتی ہے کہ جو لوگ مکمل معرفت کے بعد ایمان سے پھر جاتے ہیں، ان کے لیے توبہ کا راستہ انتہائی مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پطرس میں ایمان ترک کرنے والوں کے لیے انتباہ ملتا ہے۔ بیان ہوا:

"اگر وہ ہمارے خداوند اور منجی یسوع مسیح کی پہچان کے ذریعہ دنیا کی آلودگیوں سے بچ نکلے، اور پھر ان میں الجھ کر مغلوب ہو جائیں، تو ان کا پچھلا حال پہلے سے بھی بدتر ہے۔"⁷

ناپاک روح کی تمثیل⁸ بھی ارتداد کی کیفیت کو ظاہر کرتی ہے، جہاں اصلاح کے بعد بے عملی کی صورت میں حالات پہلے سے بھی بدتر ہو سکتے ہیں۔

¹ John 3:16-18; Acts 2:38-39; Rom. 10:9-10 (New Revised Standard Version).

² Acts 26:18; 1 Cor. 6:9-11; Eph. 2:1-10 (New Revised Standard Version).

³ Phil. 2:12-13; Heb. 12:1-3; Jas. 2:14-26 (New Revised Standard Version).

⁴ Acts 9:1-19; Gal. 1:11-24 (New Revised Standard Version).

⁵ Matt. 28:19-20; Mark 16:15; Acts 1:8; Rom. 10:14-15 (New Revised Standard Version).

⁶ The Holy Bible, New International Version (Biblica, 2011), Hebrews 6:4-6

⁷ The Holy Bible, New International Version (Biblica, 2011), 2 Peter 2:20.

ان حوالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عیسائیت میں ایمان چھوڑنے کو نہ صرف روحانی زوال بلکہ اخروی ہلاکت کا سبب سمجھا جاتا ہے، گو کہ بعض مکاتب فکر اس کا حتمی فیصلہ خدا کی رحمت پر چھوڑتے ہیں۔

مختلف عیسائی مکاتب فکر مثلاً کیتھولک اور آرتھوڈوکس کلیسیا عام طور پر ارتداد کو گناہِ عظیم سمجھتے ہیں، لیکن توبہ اور کلیسیائی معافی کو ممکن گردانتے ہیں۔¹ کئی پروٹسٹنٹ فرقے (جیسے کیلوینسٹ) اسے "مسیحیوں کی ابدی سلامتی (Eternal Security)" کے تناظر میں دیکھتے ہیں، یعنی حقیقی مسیحی کبھی ایمان نہیں چھوڑتا، جبکہ جو چھوڑ دیتے ہیں وہ کبھی سچے مومن تھے ہی نہیں۔ آرمینین نظریہ کے مطابق، نجات کو رد کیا جاسکتا ہے، کیونکہ انسان کی آزاد مرضی شامل ہے۔ بائبل کی تعلیمات کے مطابق، ارتداد ایک خطرناک روحانی عمل ہے جو نجات کو خطرے میں ڈال سکتا ہے۔ تاہم، خدا کی رحمت اور توبہ کے امکان پر بھی زور دیا جاتا ہے۔² بعض مکاتب فکر اسے حتمی فیصلہ سمجھتے ہیں، جبکہ دوسرے اسے خدا کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتے ہیں۔

اسلام اور تبدیلی مذہب

اسلام میں مذہب کی تبدیلی ایک گہرا روحانی اور ذاتی عمل ہے، جس میں کوئی فرد اسلام کو بطور عقیدہ قبول کرتا ہے اور اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کا عہد کرتا ہے۔ یہ تبدیلی محض ظاہری وابستگی تک محدود نہیں، بلکہ ایمان، اعمال، اور اسلامی اصولوں کی مکمل قبولیت پر مبنی ہوتی ہے۔ اسلام میں داخل ہونے کا بنیادی اظہار کلمہ شہادت کے ذریعے ہوتا ہے، جس میں فرد اقرار کرتا ہے: "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔" یہ اعلان نہ صرف ایک فرد کے عقیدے کی تصدیق کرتا ہے بلکہ اسے مسلم امت کا حصہ بھی بنادیتا ہے۔ اسلام میں مذہب کی تبدیلی مختلف ذرائع سے ممکن ہوتی ہے، جیسے کہ ذاتی غور و فکر، اسلامی متون کا مطالعہ، مسلمانوں کے ساتھ تعامل، یا مذہبی علما کی رہنمائی۔ تاہم، اسلام زور دیتا ہے کہ یہ عمل مکمل طور پر رضاکارانہ اور خلوص نیت پر مبنی ہو، کیونکہ قرآن مجید میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ "دین میں کوئی جبر نہیں" (۳)۔ لہذا، زبردستی یا دباؤ کے تحت مذہب کی تبدیلی کو اسلام رد کرتا ہے۔

اسلام میں داخل ہونے کے بعد، ایک نو مسلم پر لازم ہوتا ہے کہ وہ دین کے بنیادی عقائد اور ارکان کو اپنائے، جن میں توحید و رسالت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، اور حج شامل ہیں۔ یہ محض ایک رسمی تبدیلی نہیں، بلکہ ایک ایسا

¹ Catechism of the Catholic Church, 2nd ed., Vatican: Libreria Editrice Vaticana, 1997, para. 2089.

² یوحنا 1:9

³ البقرہ 2:256

عہد ہے جس کے تحت فرد اپنی زندگی کو اسلامی اصولوں کے مطابق بسر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ، اسلام میں مذہب کی تبدیلی ایک جامع روحانی اور عملی سفر ہے، جو ایمان، عبادات، اور اخلاقی اقدار کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔

اسلام میں تبدیلی مذہب کی ایک بھرپور تاریخ ہے، اور اس عمل نے اپنی ترقی کے دوران کئی شکلیں اختیار کی ہیں۔ اس کے ابتدائی مراحل میں، تبدیلی اکثر مسلمانوں کے ساتھ ذاتی ملاقاتوں کے ذریعے ہوتی تھی، جو اسلام کے پیغام کو دوسروں تک پہنچاتے تھے۔⁽¹⁾ مزید برآں، تبدیلی اکثر فوجی فتوحات کے بعد بھی ہوتی تھی، کیونکہ نئے فتح شدہ علاقوں میں رہنے والے لوگوں کو ایک خصوصی ٹیکس جو جزیہ کے نام سے جانا جاتا ہے ادا کرنے یا مذہب تبدیل کرنے کا اختیار دیا گیا تھا۔⁽²⁾ قرون وسطیٰ کے دوران، دنیا کے بہت سے حصوں میں اسلام قبول کرنا اقتصادی یا سیاسی فوائد حاصل کرنے کی خواہش کے ساتھ ساتھ نئے عقیدے کے ساتھ مذہبی وابستگی کے احساس کی وجہ سے تھا۔⁽³⁾ ہندوستان میں، مثال کے طور پر، بہت سے ہندوؤں کا اسلام قبول کرنا ذات پات کے نظام سے بچنے اور صرف مسلمانوں کے لیے دستیاب معاشی مواقع تک رسائی حاصل کرنے کی خواہش کی وجہ سے تھا۔⁽⁴⁾

جب کوئی غیر مسلم، مسلمان ہونا چاہتا ہے تو اس کے لیے کسی خاص تقریب یا عبادت کی ضروری نہیں ہوتی۔ صرف اس کو شہادت دینی ہوتی کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ شہادت دینے کے بعد کوئی بھی شخص مسلمان ہو جاتا ہے چاہے وہ کسی بھی نسل، قوم، رنگ یا جنس سے تعلق رکھتا ہو۔ اسے نہ کسی پستسمہ کی حاجت ہوتی ہے اور نہ ہی اس کے لیے شرط ہے کہ اسے کسی مسلمان عورت نے جنم دیا ہو۔ اس لیے شہادت کو اسلام میں داخلے کی کنجی بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن پاک براہ راست تبدیلی مذہب کے عمل کی وضاحت نہیں کرتا مگر اسلام لانے یا چھوڑنے کے متعلق صراحت سے بات کرتا ہے۔ قرآن مجید ایک اللہ کی اطاعت قبول کرنے کے عمل کے لیے اسلم اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے کے لیے ردۃ کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو صرف یہ دو ہی مراحل ہیں جو تبدیلی مذہب میں شامل ہوتے ہیں۔ کوئی انسان یا تو کسی مذہب کو قبول کرتا ہے یا اسے چھوڑتا ہے۔ لہذا قرآن مجید نے انتہائی جامع انداز میں دونوں مراحل کی نشاندہی کر دی ہے۔ اسی لیے قبول اسلام کے عمل کو جاننے کے لیے لفظ اسلام کو سمجھ لینا ہی کافی ہے۔ عربی زبان میں لفظ اسلام کے بہت سے معانی ہیں جن میں

1. W. Montgomery Watt, Islamic Philosophy and Theology (Edinburgh: Edinburgh University Press, 1985), 29.

2. John L. Esposito, Islam: The Straight Path (New York: Oxford University Press, 1998), 30.

3. Frederick M. Denny, An Introduction to Islam, 4th ed. (Upper Saddle River, NJ: Prentice Hall, 2010), 150.

4. Richard Eaton, The Rise of Islam and the Bengal Frontier, 1204-1760 (Berkeley: University of California Press, 1993), 82.

اطاعت، امن، جنت وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ یہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے بھی ایک ہے۔^(۱) قرآن پاک، اسلام کو بیان کرنے کے لیے دین کا لفظ بھی استعمال کرتا ہے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ:

"الإسلام دين كل الأنبياء"

"اسلام تمام انبیاء کا دین ہے۔"^(۲)

اگرچہ قرآن مجید انبیاء کے دین کو بتانے کے لیے لفظ اسلام اور ایمان کے مشتقات استعمال کرتا ہے^(۳) مگر وہ یہ بھی واضح کرتا ہے کہ نہ ہی وہ عیسائی تھے اور نہ ہی یہودی۔^(۴) چنانچہ اسلام نہ صرف دوسرے انبیاء اور ان کی کتابوں پر ایمان کو اپنا لازمی جزو بناتا ہے بلکہ وہ تمام انبیاء کو مسلمان بھی گردانتا ہے۔^(۵) جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا ہے تو اس کو دو باتوں کی شہادت دینی ہوتی ہے۔ اللہ کو ایک ماننا اور محمد ﷺ کو آخری نبی تسلیم کرنا۔ اگرچہ، یہودی اور عیسائی خدا کو ایک مانتے ہیں مگر چونکہ وہ محمد ﷺ کو آخری نبی تسلیم نہیں کرتے اس لیے ابن کثیر کے مطابق وہ مسلمان نہیں ہیں۔^(۶) قرآن پاک نے ان کے لیے اہل کتاب کی اصطلاح استعمال کی ہے۔^(۷) مزید برآں، علماء نے مذہب سے مکمل وابستگی سے قبل مذہب تبدیل کرنے والوں کو اسلام کے بارے میں تعلیم اور سیکھنے کے دور سے گزرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ جہاں مذہب تبدیل کرنے والے کو اپنی تبدیلی کا باضابطہ اعلان کرنے سے پہلے اسلام کے بنیادی عقائد اور طریقوں کو سیکھنا اور سمجھنا چاہیے۔ اسلام چھوڑنے کے معاملے میں، علماء نے ارتداد کو ایک سنگین جرم کے طور پر دیکھا ہے، کیونکہ اسے مذہب کے ساتھ غداری اور اس کی تعلیمات کو مسترد کرنے کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

جدید دور میں، بعض مسلم اسکالرز اور رہنماؤں نے افراد کو آزادی کے ساتھ اپنے عقیدے کا انتخاب کرنے کی اجازت دینے کی اہمیت پر زور دیا ہے،۔ مثال کے طور پر، عمان پیغام، جو کہ 2004 میں دنیا بھر کے 200 سے زیادہ اسلامی اسکالرز اور رہنماؤں کی طرف سے جاری کیا گیا ایک بیان ہے، جس میں افراد کے اپنے مذہب کے انتخاب کے حقوق کے تحفظ کی اہمیت پر زور دیا گیا اور عقیدے کے معاملات میں تشدد اور جبر کے استعمال کو مسترد کیا۔^(۷)

¹ - عبد الوہاب، احمد. الإسلام والأديان الأخرى. مكتبة التراث الإسلامي، قاہرہ، 1992، ص 11۔

² - ابن کثیر. تفسیر القرآن العظیم. دار الطیبہ، ریاض، 1999، 2/25۔

³ - مثلاً سورۃ الحج کی آیت نمبر ۷۸ میں قرآن مجید ابراہیم ع کے لیے مسلم کا لفظ استعمال کرتا ہے۔

⁴ - سورۃ البقرہ 132، سورۃ آل عمران 67۔

⁵ - ابن کثیر. تفسیر القرآن العظیم. دار الطیبہ، ریاض، 1999، 2/26۔

⁶ - سورۃ آل عمران 64۔

⁷ - The Amman Message. "The Three Points of the Amman Message V.1." 2004. <http://ammanmessage.com/the-three-points-of-the-amman-message-v-1/>.

ہندومت میں مذہب کی تبدیلی

ہندوؤں میں خدا کو پکارنے کے لیے کئی اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں۔ بھگوان، پریشور، پرماٹما وغیرہ۔ خدا سے مراد ہندوؤں کے نزدیک کوئی ایک متعین ہستی ہر گز نہیں ہے۔ بلکہ ہر شخص کا الگ بھگوان یعنی خدا ہے۔ البتہ اپنشدوں میں خدا کو پہچاننے کے لیے جس تعلیم کا سہارا لیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز میں خدا کا ظہور ہوا ہے خواہ وہ جاندار ہو یا بے جان اس نظریہ کو "ہمہ اوست" کہا جاتا ہے۔ ہندومت میں عیسائیوں سے کچھ ملتا جلتا ایک نظریہ عقیدہ ثلثیت کا بھی نہایت اہم ہے اسے تری مورتی کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں اس کی رو سے حقیقی خدا یا دیوتا تین ہیں۔ بقیہ تمام خدا، دیوتا اور دیویاں انہی کے ماتحت ہیں۔ ان میں سے ایک خالق یعنی برہما، دوسرا نگہبان یا رب یعنی وشنو اور تیسرا تباہ و برباد کرنے والا یعنی شیو ہے۔ ہندومت میں نبوت سے ملتا جلتا ایک عقیدہ اوتار بھی ہے جس کے معنی ہیں "وہ جو نیچے اتر آیا وہ جو نیچے آیا" اس سے مراد خدا کا ظہور یا اس کی طرف سے تنزل ہے۔ اس عقیدہ کے مطابق خدا ایک لوگوں کی مدد، دھرم کے قیام اور برائی کے خاتمہ و نیک کنی کے لیے اکثر لباس بشری و حیوانی میں دنیا میں آتا ہے۔ مادہ اور روح کے متعلق ہندو کا ماننا ہے کہ دونوں ہی ازلی ہیں اور دونوں کو ہی خالق کا درجہ حاصل ہے۔ اس اعتبار سے خدا بھی مادہ اور روح کا محتاج قرار پاتا ہے۔ نجات کے لئے ہندوؤں کے نزدیک تین طریقے رائج ہیں۔ یہ تین راستے یوگا اور مارگ بھی کہلاتے ہیں: کرم مارگ، گیان مارگ اور بھگتی مارگ یعنی راہ عمل، راہ علم اور دیوتاؤں کی غلامی۔ یہی تین راستے ہیں جن کے ذریعہ ہندو کے نزدیک انسان نجات پاسکتا۔

اس کے علاوہ ایک عقیدہ ہے "عقیدہ تناسخ" یہ وہ عقیدہ ہے جو تمام ہندوؤں میں مشترک طور پر مسلم ہے، ہندی زبان میں اسے آواگون کہا جاتا ہے۔ جس کے مطابق اپنے پچھلے کرم یعنی گناہوں کے باعث بار بار جنم لینا ہے۔ جزا و سزا کے اس تصور کو ہندو "کرم" کہتے ہیں۔ اس عقیدہ کی رو سے حیوانات، نباتات، صحت مند، معذور، غریب و امیر وغیرہ سب اپنے پہلے جنم میں غموں سے آزاد تھے لیکن اپنے برے اعمال کے سبب ان کی روح یہ صورت اختیار کر گئی اور تمام خوشحال انسان اپنے پچھلے جنم میں اچھے کاموں کا ثمر حاصل کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شخص معذور ہے تو یہ دراصل اس کے پچھلے جنم کے برے اعمال کا نتیجہ ہے اور ایک شخص طاقتور اور صحت مند ہے تو یہ اس کے اچھے اعمال کا نتیجہ ہے جو اس نے پچھلے جنم میں کیے۔^(۱)

ہندومت کا اگرچہ کوئی ایک شخص بانی نہیں ہے۔ جس کی تعلیمات ہندوؤں کے لیے مشعل راہ ہوں۔ بلکہ اس مذہب کی جتنی بھی مقدس کتب ہیں سب نے اخلاق فاضلہ کی تعلیم دی اور اس پر زور دیا ہے۔ ویدوں میں، جو

^۱ - مولانا انیس احمد فلاحی مدنی: مذہب عالم۔ ایک تقابلی مطالعہ، ص ۲۴۶-۲۴۷

ہندومت کی بنیاد اور سب سے مقدس صحیفہ تسلیم کیا جاتا ہے اس میں بیشتر جگہ جوا، چوری بہت، بخیلی، حرص، بد عملی، حسد کرنا وغیرہ سے روکا گیا ہے۔^(۱)

ہندومت میں مذہب کی تبدیلی کا تصور ایک پیچیدہ اور متنازعہ مسئلہ ہے، کیونکہ مذہب کی کوئی ایک مستند تعریف یا عمل نہیں ہے۔ جب کہ ہندومت کو اکثر ایک تکثیری اور جامع مذہب کے طور پر بیان کیا جاتا ہے، مذہب کی تاریخ میں تنازعات کے ادوار شامل ہیں، خاص طور پر دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد کی مذہبی تبدیلی کے حوالے سے۔

ہندو مذہب میں مذہب کی تبدیلی کے ارد گرد ہونے والی بحث کا ایک پہلو اس سوال پر مرکوز ہے کہ آیا کسی کے لیے ہندو مذہب اختیار کرنا ممکن ہے یا معنی خیز بھی۔ کچھ لوگ دلیل دیتے ہیں کہ ہندو مذہب ایک طرز زندگی یا مذہب کی بجائے ثقافتی شناخت ہے، اور یہ کہ مذہب میں شامل ہونے یا سرکاری طور پر ہندو تسلیم کیے جانے کا کوئی رسمی عمل نہیں ہے۔^(۲) بعض کا کہنا ہے کہ ہندو مذہب میں تبدیلی ممکن ہے، لیکن اس میں کسی مخصوص تقریب یا عقیدے کے اعلان کے بجائے سیکھنے اور انضمام کا ایک بتدریج عمل شامل ہے۔^(۳)

ہندومت میں مذہبی تبدیلی کا عمل کسی بیرونی دباؤ یا رسمی تبدیلی کے بجائے، ایک رضا کارانہ، تدریجی اور فکری سفر ہوتا ہے، جو فرد کو اس کی روحانی اور اخلاقی بہتری کی جانب لے جاتا ہے۔ اس ابہام کے باوجود، افراد اور برادریوں کے ہندو مذہب اختیار کرنے کی تاریخی مثالیں موجود ہیں۔ ایسی ہی ایک مثال ناگاسادھوؤں^(۴) کا معاملہ ہے، جو سنہ ۱۸۰۰ء کا ایک گروپ ہے جو روایتی طور پر ہندو برادری کے باہر سے بھرتی کیے گئے ہیں اور فرقے کا رکن بننے کے لیے سخت ابتدائی عمل سے گزرے ہیں۔^(۵) ایک اور مثال ہندوستان میں نام نہاد "دلت" یا "اچھوت" کمیونٹیز ہیں، جن میں سے اکثر نے ہندو ذات کے نظام میں امتیازی سلوک اور سماجی عدم مساوات کے جواب میں حالیہ دہائیوں میں بدھ مت یا عیسائیت اختیار کر لی ہے۔^(۶)

^۱ - اتھروید: کانڈ ۳، سوکت ۳۰، منتر ۳

^۲ J. Brockington, The Sanskrit Epics (Leiden: Brill, 1998), 155.

^۳ R. Bhattacharya, "Conversion to Hinduism: A Case Study," Journal of Hindu Studies 2, no. 2 (2009): 161-180.

^۴ ناگاسادھو ہندومت کے پیروکاروں کا ایک مقدس گروہ ہے، جو اپنی منفرد اور پراسرار طرز زندگی کے لیے جانا جاتا ہے۔ یہ سادھو جسم پر راکھ ملتے ہیں اور عام طور پر کپڑے نہیں پہنتے، جس کی وجہ سے انہیں "ننگا سادھو" بھی کہا جاتا ہے۔

^۵ R. Barnett, "Naga Sadhus: The Ultimate Outsiders," National Geographic, January 4, 2016, <https://www.nationalgeographic.com/culture/article/naga-sadhus-hindu-ascetics-india>.

^۶ A. B. Chaudhuri, "Untouchability and Conversion: A Study of Neo-Buddhism and Christianity in India," Journal of the American Academy of Religion 70, no. 2 (2002): 409-429.

جو لوگ ہندو مذہب اختیار کرنا چاہتے ہیں ان سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ پہلے ہندومت کی تعلیمات کا مطالعہ اور سمجھیں۔ یہ اکثر ہندو مذہب کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے عمل کے ذریعے کیا جاتا ہے، جس میں ہندو صحیفے پڑھنا، ہندو مندروں اور خدمات میں جانا، اور ہندو روحانی استاد سے رہنمائی حاصل کرنا شامل ہو سکتا ہے۔⁽¹⁾

بعض صورتوں میں، افراد ہندو مذہب میں تبدیل ہونے سے پہلے ایک رسم سے گزرنے کا انتخاب کر سکتے ہیں جسے شدھی (طہارت) کی تقریب کہا جاتا ہے۔⁽²⁾ اس تقریب میں تزکیہ کی رسم شامل ہے اور اس کا مقصد ہندومت سے فرد کی وابستگی کو ظاہر کرنا ہے۔⁽³⁾ تاہم، یہ تقریب تبدیلی کے لیے لازمی نہیں ہے اور اکثر صرف مخصوص فرقوں یا برادریوں میں ہی انجام دی جاتی ہے۔ ہندومت میں، تبدیلی مذہب کے تصور کو اس کے مقدس صحیفوں میں واضح طور پر نہیں بتایا گیا ہے، لیکن کسی کے عقیدے کو تبدیل کرنے اور نئے عقائد کو اپنانے کے حوالے موجود ہیں۔ ان حوالوں کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

بھگود گیتا میں، بھگوان کرشنا رجن کو نتیجہ سے لگاؤ کے بغیر اپنے فرض کو انجام دینے کی اہمیت کے بارے میں سکھاتے ہیں۔ وہ کہتا ہے، "جو کوئی لگاؤ کے بغیر اپنا فرض انجام دیتا ہے، نتائج کو اعلیٰ رب کے سپرد کر دیتا ہے، وہ گناہ سے اچھوت نہیں ہے، جیسے کمل کے پتے کو پانی سے چھو نہیں جاتا۔"⁽⁴⁾

ہندومت، اپنی کثیر الجہتی اور غیر مرکوز فکری روایت کی وجہ سے، ترک مذہب (apostasy) یا مذہبی تبدیلی (conversion) کے بارے میں کوئی یکساں اور متفقہ موقف پیش نہیں کرتا۔ اس کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ ہندومت کا کوئی واحد الہامی متن یا بانی شخصیت نہیں ہے، بلکہ یہ مختلف فلسفیانہ مکاتب فکر، رسومات اور متنوع مذہبی روایات کا مجموعہ ہے۔ تاہم، ہندومتون جیسے منوسمرتی اور بھگوت گیتا میں کچھ ایسے تصورات ملتے ہیں جو مذہب ترک کرنے یا تبدیل کرنے کے بارے میں روایتی ہندو نقطہ نظر کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔ تاہم، بنیادی ہندومتون جیسے منوسمرتی اور بھگوت گیتا بعض ایسے تصورات فراہم کرتے ہیں جن سے ہندومت چھوڑنے یا کسی اور مذہب کو اختیار کرنے کے بارے میں ہندو فکر کا فہم اخذ کیا جاسکتا ہے۔ منوسمرتی میں ذات پات کے نظام اور دھرم (مذہبی و سماجی فریضہ) کی سخت پابندی کی تعلیم دی گئی ہے، اور انحراف کو اجتماعی نظم کے خلاف تصور کیا گیا ہے:

1. Hindu American Foundation. "Conversion to Hinduism."

2. "Shuddhi," Encyclopedia Britannica, accessed October 6, 2022, <https://www.britannica.com/topic/shuddhi>.

3. "Conversion to Hinduism," Hinduism Today.

4. The Bhagavad Gita, trans. Swami Prabhavananda and Christopher Isherwood (Hollywood: Vedanta Press, 2011), 113.

"جو شخص اپنے ذات کے فرائض کو چھوڑ کر دوسروں کے فرائض کو اپناتا ہے، وہ اپنے اصل دھرم سے ہٹ جاتا ہے اور گناہ کا مرتکب ہوتا ہے"۔¹

اسی طرح بھگوت گیتا میں بھی واضح کیا گیا ہے کہ

"کسی اور کے کمال دھرم کی نسبت، اپنا دھرم بہتر ہے"۔²

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہندومت میں اپنی موروثی مذہبی شناخت اور ذات کے فرائض سے ہٹنا ناپسندیدہ اور گناہ تصور کیا گیا ہے۔ اس سے یہ پیغام ملتا ہے کہ ہندومت کے مطابق، فرد کو اپنی ذات اور مذہبی روایت سے وابستہ رہنا چاہیے، چاہے وہ کتنی ہی مشکل یا ناقص کیوں نہ لگے۔ روایتی ہندو متون میں ترک مذہب یا مذہبی تبدیلی کو سماجی و مذہبی نظم کے لیے خطرہ سمجھا گیا ہے، لیکن جدید دور میں ہندو معاشرہ اس معاملے میں زیادہ لچکدار ہو چکا ہے۔ البتہ، ہندومت کی ساخت کی وجہ سے اس موضوع پر کوئی ایک آفاقی نقطہ نظر موجود نہیں ہے۔

بدھ مت میں تبدیلی مذہب

اجمالی طور پر ہندومت اور بدھ مت کے عقائد میں زیادہ فرق نہیں ہے، ہندومت کی طرح بدھ مت میں بھی ایک خدا متعدد دیوتا اور تناسخ اور کرما کا تصور موجود ہے۔ اشوک کے کتبات میں قیامت کا بھی ذکر ملتا ہے۔⁽³⁾ لیکن پالی صحائف میں اس بارے میں کوئی واضح بات نہیں ہے۔ البتہ اس مذہب کی تعلیمات کا بنیادی محور یہ سب عقائد نہیں ہیں بلکہ اس کا بیشتر حصہ روحانی اور اخلاقی مباحث پر مشتمل ہے۔ گوتم بدھ کی تعلیمات میں راہبانہ طرز فکر، اپنے نفس کی قربانی، ترک دنیا اور ریاضت و مراقبہ کی تعلیم نے لوگوں کے دلوں کو مسخر کیا ہے۔ بدھ مت میں خدا، حیات بعد الموت اور آسمانی کتابوں کا تصور ضرور ملتا ہے لیکن اس کی حیثیت نہ ہونے کے برابر ہے۔

بدھ مت میں، تبدیلی مذہب سے مراد افراد کے اس عمل کو کہتے ہیں جو بدھ مت کو اپنے روحانی راستے اور طرز زندگی کے طور پر اپناتے ہیں۔ یہ مختلف ذرائع سے ہو سکتا ہے جیسے ذاتی مطالعہ، مراقبہ، یا استاد یا کمیونٹی کی رہنمائی کے ذریعے۔⁽⁴⁾ اس عمل سے افراد اپنی زندگی کو اخلاقی، روحانی، اور فکری پیمانے پر بدلتے ہیں اور بدھ مت کی فلسفے کو اپنی زندگی میں عمل میں لاتے ہیں۔

¹ Manu Smriti 10.96, trans. G. Buhler, The Laws of Manu (Oxford: Clarendon Press, 1886).

² Bhagavad Gita 3.35, trans. Eknath Easwaran, The Bhagavad Gita (Tombales, CA: Nilgiri Press, 2007).

³ - حافظ محمد شارق: اسلام اور مذاہب عالم ص ۱۰۷

⁴ Peter Harvey, An Introduction to Buddhism: Teachings, History and Practices, 2nd ed. (Cambridge: Cambridge University Press, 2013), 16-17.

بدھ مت کے ابتدائی دنوں میں، مذہبی تبدیلی بنیادی طور پر ایک ذاتی فیصلہ تھا جو افراد اپنے مصائب کو ختم کرنے اور روشن خیالی حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ جیسا کہ بدھ مت پورے ایشیا میں پھیل گیا، تاہم، اس نے اکثر ایک زیادہ ادارہ جاتی شکل اختیار کر لی، خانقاہی احکامات اور مشنری سرگرمیوں کا مقصد بڑی تعداد میں لوگوں کو عقیدے میں تبدیل کرنا تھا۔⁽¹⁾

عام طور پر، بدھ مت کی تبدیلی کو اندرونی تبدیلی کے عمل کے طور پر سمجھا جاسکتا ہے، جس میں حقیقت کی سمجھ میں تبدیلی اور بدھ مت کی تعلیمات اور طریقوں کو اپنانا شامل ہے۔ بدھ مت کی تبدیلی کا ایک اہم پہلو بدھ، دھرم اور سنگھ میں "پناہ لینے" کا تصور ہے۔ اس میں بدھ کو ایک استاد اور رہنما کے طور پر تسلیم کرنا، دھرم کو ان کی تعلیمات کے طور پر، اور سنگھ کو پریکٹیشنرز کی کمیونٹی کے طور پر تسلیم کرنا شامل ہے جو ان تعلیمات کو مجسم اور منتقل کرتے ہیں۔⁽²⁾ پناہ لینا بدھ مت کے راستے پر پہلا قدم سمجھا جاتا ہے، اور اسے اکثر رسمی تقریب کے حصے کے طور پر انجام دیا جاتا ہے۔

بدھ مت کی تبدیلی کا ایک اور اہم پہلو "ذہن سازی" (ستی) کا تصور ہے، جس میں کسی کے اپنے خیالات اور احساسات کے بارے میں زیادہ سے زیادہ آگاہی پیدا کرنا شامل ہے۔ ذہن سازی کی مشق کے ذریعے، افراد حقیقت کی نوعیت اور اس کے اندر اپنے مقام کے بارے میں گہری سمجھ پیدا کر سکتے ہیں، جو ان کے عالمی نقطہ نظر اور اقدار میں گہری تبدیلی کا باعث بن سکتا ہے۔⁽³⁾ کچھ بدھ روایات میں، تبدیلی مذہب کے عمل میں منتوں یا اصولوں کا ایک مجموعہ شامل ہوتا ہے، جو ان اخلاقی اصولوں کا خاکہ پیش کرتے ہیں جن پر عمل کرنے والوں سے توقع کی جاتی ہے۔ ان اصولوں میں عام طور پر جانداروں کو نقصان پہنچانے سے پرہیز کرنے، آزادانہ طور پر نہ دی جانے والی چیزوں کو لینے سے بچنے، جنسی بدکاری سے پرہیز، جھوٹی باتوں سے بچنے، اور نشہ آور اشیاء سے پرہیز کرنے کے وعدے شامل ہیں۔⁽⁴⁾ بعض صورتوں میں، افراد یہ منتیں رسمی ابتدائی تقریب کے حصے کے طور پر لے سکتے ہیں، جیسے کہ راہب یا راہبہ بننا۔ تاہم، یہ غور کرنا چاہیے کہ بدھ مت میں مذہبی تبدیلی کا تصور ہمیشہ سیدھا نہیں ہوتا، اور یہ ثقافتی، سماجی اور تاریخی عوامل کی وجہ سے پیچیدہ ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، کچھ بدھ معاشروں میں، بدھ مت میں تبدیلی کو ایک مخلص روحانی عمل کے بجائے سماجی حیثیت یا سیاسی طاقت حاصل کرنے کے ایک ذریعہ کے طور پر دیکھا جاسکتا

1. Charles S. Prebish and Damien Keown, *Introducing Buddhism*, 2nd ed. (London: Routledge, 2006), 173-175.

2. Peter Harvey, "Conversion to Buddhism," in *The Oxford Handbook of Buddhist Ethics*, ed. Damien Keown (Oxford: Oxford University Press, 2018), 217-18.

3. Bhikkhu Bodhi, "The Noble Eightfold Path: The Way to the End of Suffering," *Access to Insight* (1994), <https://www.accesstoinight.org/lib/authors/bodhi/waytoend.html>.

4. Ibid.

ہے۔^(۱) مزید برآں، کچھ اسکالرز نے استدلال کیا ہے کہ تبدیلی کا تصور بذات خود ایک مغربی تعمیر ہے، اور غیر مغربی سیاق و سباق میں مذہبی تبدیلی کی پیچیدگی کو درست طریقے سے نہیں پکڑ سکتا۔^(۲)

بدھ مت میں، مذہبی تبدیلی کے عمل میں مختلف منتوں یا اصولوں کا ایک مجموعہ شامل ہوتا ہے، جو ان اخلاقی اصولوں کی پیروی کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان اصولوں میں عام طور پر جانداروں کو نقصان پہنچانے سے بچنے، آزادانہ طور پر نہ دی جانے والی چیزوں کو لینے سے بچنے، جنسی بدکاری سے پرہیز، جھوٹی باتوں سے بچنے، اور نشہ آور اشیاء سے پرہیز کرنے کے وعدے شامل ہیں۔ مجموعی طور پر، بدھ مت میں مذہبی تبدیلی کا تصور ایک پیچیدہ اور کثیر جہتی ہے، جس میں حقیقت، اقدار اور اخلاقیات کے بارے میں کسی کی سمجھ کی گہری تبدیلی شامل ہے۔ جبکہ بدھ، دھرم اور سنگھ میں پناہ لینے کو اکثر بدھ مت کی تبدیلی کے مرکزی پہلو کے طور پر دیکھا جاتا ہے، اس عمل میں ذہن سازی کی مشق، اخلاقی وابستگی، اور ثقافتی اور تاریخی عوامل کی ایک حد بھی شامل ہو سکتی ہے۔

بدھ مت کی بنیادی تعلیمات میں کسی بھی عقیدے یا روایت کی اندھی تقلید کی بجائے ذاتی تجربے، عقلی فہم اور داخلی بصیرت کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ گوتم بدھ نے "کلاما سوتت" میں واضح ہدایت دی کہ کسی تعلیم کو محض روایت، مقبولیت یا استاد کے مرتبے کی وجہ سے قبول نہ کیا جائے، بلکہ اپنی عقل اور تجربے کی کسوٹی پر پرکھ کر ہی اسے اپنایا یا رد کیا جائے۔ اسی لیے بدھ مت میں مذہب ترک کرنے کو "گناہ" یا "لعنت" سے تعبیر نہیں کیا جاتا، بلکہ ہر فرد کو اپنے روحانی سفر کے انتخاب کی مکمل آزادی ہے۔

بدھ مت کے اخلاقی اصولوں میں "انلیکشا" (غیر جانبداری) اور "کرونا" (ہمدردی) کی تعلیمات شامل ہیں، جو کسی بھی قسم کی نفرت یا تعصب کی نفی کرتی ہیں۔ اگر کوئی شخص بدھ مت کی تعلیمات پر عمل نہ کرے یا کسی اور راستے کا انتخاب کرے، تو اس کے ساتھ بدھ مت کی رواداری اور عقلیت پسندی کے اصولوں کے تحت ہی سلوک کیا جاتا ہے۔ یہ رویہ بدھ دھرم کی "میٹھا" (محبت) اور "اویکھا" (بے تعصبی) کی تعلیمات کا عکاس ہے، جو ہر انسان کے ذاتی انتخاب کا احترام کرتا ہے۔^۳

مختلف ادیان عالم جیسے ہندو مت، بدھ مت، عیسائیت، اور اسلام کی تعلیمات و احکامات میں تبدیلی مذہب کے مختلف پہلوؤں پر غور و فکر کیا گیا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایک جامع اور ہمہ گیر موضوع ہے۔ اس طرح،

¹ John Holt, "The Buddhist Conversion Narrative in Sri Lanka," in Conversion to Modernities: The Globalization of Christianity, ed. Peter van der Veer (New York: Routledge, 1996), 161-79.

² Richard Gombrich, "The Idea of 'Conversion' in Buddhism," Numen 43, no. 2 (1996): 120-44.

³ The Wheel Publication No. 8: "Kalama Sutta: The Buddha's Charter of Free Inquiry", trans. Soma Thera (Kandy: Buddhist Publication Society, 1987).

تبدیلی مذہب کا مطالعہ ہمیں انسانی معاشروں کی مذہبی، ثقافتی اور تاریخی تنوع کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ مذہب، ذاتی اور اجتماعی زندگی میں کس قدر گہری اہمیت رکھتا ہے۔ یہ مطالعہ اس بات پر بھی روشنی ڈالتا ہے کہ کس طرح مذہب اور تبدیلی مذہب کی ضرورت و اہمیت آج بھی انسانی تجربات اور معاشرتی تعلقات میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

باب سوم: مسئلہ ارتداد اور مذہبی آزادی کا دائرہ کار

فصل اول: مسئلہ ارتداد کے متعلق اسلامی تعلیمات

فصل دوم: مسئلہ ارتداد: معاصر فقہاء اور اجتہادی اداروں کی آراء

فصل سوم: مسلم معاشرہ میں غیر مسلموں کی مذہبی آزادی کا دائرہ کار

باب سوم: مسئلہ ارتداد اور مذہبی آزادی کا دائرہ کار

اسلام ایک ایسا دین ہے جو امن، رواداری اور انسانیت کے احترام کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ نہ صرف مسلمانوں کو مذہبی حقوق عطا کرتا ہے بلکہ غیر مسلموں کے حقوق کا بھی مکمل تحفظ کرتا ہے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام میں ارتداد کا کیا مفہوم ہے؟ اور ایک اسلامی ریاست میں مذہبی آزادی کا دائرہ کار کہاں تک وسیع ہے؟

کیا اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو عقیدے کے انتخاب پر جبر کرتا ہے، یا کیا اس نے ہر انسان کو اپنے عقیدے کے انتخاب کی آزادی دی ہے؟ کیا ایک اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو ان کے مذہبی عقائد پر عمل کرنے کی اجازت حاصل ہے؟ اور اگر کوئی مسلمان دین اسلام چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر لے تو کیا اس کا مطلب صرف مذہبی انکار ہوتا ہے یا ریاستی نظم و نسق سے بغاوت بھی تصور کیا جاتا ہے؟

اسلامی تعلیمات بتاتی ہیں کہ اسلام ایک ایسا دین ہے جو عقیدے کی آزادی کو تسلیم کرتا ہے۔ ہر فرد کو اجازت ہے کہ وہ اپنی عقل، فہم اور تحقیق کی بنیاد پر جس عقیدے کو چاہے، اختیار کرے۔ قرآن اور سنت کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ ایمان کی بنیاد جبر و اکراہ پر نہیں بلکہ فکری آزادی، فطری رجحان، اور دلیل و تحقیق پر رکھی گئی ہے۔ اسلامی ریاست، اپنے نظام میں رواداری اور عدل کو بنیاد بناتی ہے۔ غیر مسلم اقلیتوں کو نہ صرف مذہبی آزادی دی جاتی ہے بلکہ ان کی جان، مال، عزت اور عقائد کے تحفظ کی ضمانت بھی دی جاتی ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ اور عہدِ خلفائے راشدین میں اس کی روشن مثالیں موجود ہیں، جہاں غیر مسلموں کے ساتھ کیے گئے معاہدات کو آئینی حیثیت حاصل تھی۔

تاہم، جب بات ارتداد کی آتی ہے، تو اسلامی معاشرہ اس کو محض ذاتی عقیدے کی تبدیلی نہیں بلکہ ایک گہرا اخلاقی اور سماجی مسئلہ تصور کرتا ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک یہ ریاستی نظم سے انحراف ہے، اور بعض اہل علم اس پر مکالمہ، اصلاح اور رجوع کی دعوت کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس تناظر میں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا عقیدے کی آزادی کا مطلب مذہب کی تبدیلی کی کھلی چھوٹ ہے یا اس کے کچھ سماجی و اخلاقی ضوابط بھی ہیں؟ اسلام غیر مسلموں کی طرف سے اسلام کے خلاف جارحانہ تبلیغی کوششوں کو ناپسند کرتا ہے کیونکہ یہ کسی کے عقیدے کی توہین اور مذہبی ہم آہنگی کے خلاف سمجھی جاتی ہیں۔ تاہم، اسلام بین المذاہب مکالمے اور پرامن گفتگو کا حامی ہے تاکہ رواداری، احترام اور مشترکہ فہم کی فضا قائم کی جاسکے۔

فصل اول: مسئلہ ارتداد کے متعلق اسلامی تعلیمات

دین اسلام میں مختلف انواع کے جرائم کے سدباب کے لیے حدود، قصاص اور اس طرح تعزیرات کی شکل میں سخت، بامشقت اور جان تک لینے کی حد تک سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ ان تمام شرعی سزاؤں پر مختلف پہلوؤں سے نئے نئے شبہات کی شکل میں بہت زیادہ بحث و مباحثہ اور مناظروں کے ساتھ ساتھ کتابوں کی شکل میں بھی مباحثہ زیر بحث رہے۔ علمائے حق نے نہ صرف دفاع کی حد تک انکے جوابات دیئے ہیں بلکہ ان شبہات کے بے اصل اور لایعنی ہونے کو بھی اچھی طرح بیان کیا ہے۔ ان شرعی سزاؤں میں سے ارتداد کی سزا عصر حاضر میں بہت زیادہ زیر بحث آنے والی سزاؤں میں سے ایک ہے۔ دراصل اس سزا کا دائرہ کار دیگر سزاؤں کی طرح فروعی احکام میں منحصر نہیں ہے بلکہ دائرہ اسلام سے نکلنے کے حوالے سے اسلام کے بنیادی تصورات اور دیگر تمام عالمی مذاہب کے بارے میں اس کے نقطہ نظر سے مربوط اور منسلک ہو جاتی ہیں۔ قرآن حکیم میں بیان کی گئی سزاؤں میں اگرچہ مرتد کے حوالے سے صراحتاً اور واضح طور پر قتل کی سزا مقرر نہیں کی گئی ہے لیکن احادیث مبارکہ ﷺ، سنت رسول ﷺ اور تعامل صحابہ اور جمہور علماء کی نظر میں اگر کوئی اسلام سے روگردانی کرے گا اور دائرہ اسلام سے نکل کر مرتد ہو جائے گا تو اس کی سزا قتل اور موت ہے۔ لیکن اس کے برخلاف اسلام سے نفرت اور دشمنی رکھنے والے بہت سارے لوگوں نے اسلام کی مقرر کردہ اس سزا پر طرح طرح کے شبہات کر کے اس سزا کے ماننے سے انکار کے ساتھ ساتھ اس کی قانونی حیثیت پر بھی اعتراضات کیے ہیں، ان کے مطابق جیسا کہ اسلام کے قبول کرنے میں کوئی جبر نہیں اسی طرح اسلام سے نکلنے کی صورت میں اس کی سزا قتل کیسے قرار دی جاسکتی ہے جیسا کہ دیگر ادیان سے نکل کر دین اسلام میں داخل ہونے والوں کو سزا موت نہیں دی جاسکتی تو اسلام سے نکلنے والوں کو کیوں کر قتل جیسی سزا دی جا رہی ہے؟

ارتداد کے لغوی اور اصطلاحی معنی

لغت میں ارتداد، کسی چیز سے رجوع کرنے اور لوٹنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ اہل عرب نے ان الفاظ سے ارتداد کے معنی بیان کیے ہیں:

ارتداد یا ردت کے لغوی معنی کسی شے سے پلٹ جانا یا لوٹ جانا ہیں۔¹

صاحب لسان العرب نے اس کے معنی تحول کے لکھے ہیں جس کے معنی تغیر و تبدل اور رجوع کے آتے

¹ - الازدی، أبو بکر محمد بن الحسن بن درید، جمهرة اللغة، (بیروت: دار العلم للملايين، 1987)، 1/72۔ أبو بکر محمد بن الحسن بن درید (320ھ/932م) ایک مشہور عربی لغوی اور شاعر تھے۔ انہوں نے عربی لغت اور ادب پر اہم تصنیفات کیں جو عربی زبان کی تفہیم اور تحقیق میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

ہیں¹۔ اسی قسم کے معنی تاج العروس میں بھی بیان کئے گئے ہیں²۔ اصطلاحاً اس کے معنی ”مسلمان کا اسلام سے پھر جانا“ لوٹ جانا“ ہیں³۔

"أَرْتَدَّ فُلَانٌ عَنْ دِينِهِ إِذَا كَفَرَ بَعْدَ إِسْلَامِهِ"

یعنی فلاں شخص اپنے مذہب سے لوٹ گیا اگر وہ اسلام لانے کے بعد کافر ہو جائے۔⁴

امام راغب اصفہانی نے لفظ ارتداد اور لفظ ردہ میں عموم و خصوص کی نسبت بیان کی ہے۔ یعنی ارتداد عموم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جبکہ لفظ ردہ میں خصوص کے معنی پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ لفظ ردہ کفر کے ساتھ خاص ہے، جبکہ لفظ ارتداد کفر کے علاوہ بھی استعمال ہوتا ہے۔⁵

ابن قدامہؒ نے مرتد کی تعریف ان الفاظ سے کی ہے:

"الْمُرْتَدُّ: هُوَ الرَّاجِعُ عَنْ دِينِ الْإِسْلَامِ إِلَى الْكُفْرِ"

مرتد دین اسلام سے کفر کی طرف لوٹنے والے کو کہتے ہیں۔⁶

ابو بکر الکاسانیؒ مرتد کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فَهُوَ إِجْرَاءُ كَلِمَةِ الْكُفْرِ عَلَى اللِّسَانِ بَعْدَ وُجُودِ الْإِيمَانِ، إِذِ الرَّدُّ عِبَارَةٌ عَنِ الرَّجُوعِ عَنِ الْإِيمَانِ، فَالْرُّجُوعُ عَنِ الْإِيمَانِ يُسَمَّى رَدًّا فِي عَرَفِ الشَّرْعِ"

"ارتداد، ایمان کے ہوتے ہوئے زبان پر کلمہ کفر کا جاری ہونا ہے کیونکہ ردہ، ایمان سے رجوع

کرنے سے عبارت ہے، اس لئے ایمان سے رجوع کرنے کو عرف شرعی میں ردہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔"⁷

علامہ ابن حزم رقمطراز ہیں:

"كُلُّ مَنْ صَحَّ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ مُسْلِمًا مُتَبَرِّئًا مِنْ كُلِّ دِينٍ حَاشَا دِينَ الْإِسْلَامِ، ثُمَّ ثَبِتَ عَنْهُ أَنَّهُ ارْتَدَّ عَنِ الْإِسْلَامِ، وَخَرَجَ إِلَى دِينٍ كِتَابِيٍّ، أَوْ غَيْرِ كِتَابِيٍّ، أَوْ إِلَى غَيْرِ دِينٍ، فَإِنَّ النَّاسَ اخْتَلَفُوا فِي حُكْمِهِ."

¹۔ ابن منظور، محمد بن کرم، لسان العرب، (بیروت: دار صادر، 2007)، 4/154

²۔ الزبیدی، محمد بن محمد بن عبد الرزاق، تاج الغرر، (طبعة الكويت، 2006)، 2/571

³۔ الکاسانی، علاء الدین ابو بکر، بدائع الصنائع، (دار الکتب العلمیة، 1986)، 10/134

⁴۔ ابن منظور، لسان العرب، 3/271

⁵۔ الاصفہانی، حسین بن محمد، المفردات، (دار القلم، دمشق، 2121ھ)، 2/313

⁶۔ ابن قدامہ، ابو محمد موفق الدین، المغنی، (مکتبہ القاہرہ، 2391ء)، 21/71

⁷۔ الکاسانی، بدائع الصنائع، 7/231

ہر وہ شخص جس کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہو کہ وہ دین اسلام کے علاوہ دیگر تمام ادیان سے بری ہو کر مسلمان تھا پھر ان کا اسلام سے پھر جانا ثابت ہو اور دین کتابی (ساوی) یا غیر کتابی یا اس کے علاوہ دیگر دین کی طرف نکل گیا، پس ایسے مرتد کے حکم کے بارے میں لوگوں کے مابین اختلاف ہے۔¹

امام سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء میں ارتداد کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"الرَّدَّةُ هِيَ الرُّجُوعُ عَنِ الْإِيمَانِ"

"ارتداد ایمان سے رجوع کا نام ہے۔"²

امام کاسانی نے لکھا ہے کہ:

"الرَّدَّةُ فِي الثَّلَاةِ: الرُّجُوعُ، وَالْبُعْدُ، وَالْإِعْرَاجُ، وَفِي الشَّرْعِ: الرُّجُوعُ عَنِ الْإِيمَانِ"

"لغوی اعتبار سے ردت کے معنی ہیں لوٹ جانا، پلٹ جانا، پھر جانا اور شرع کی اصطلاح میں ایمان سے پلٹ جانے کو ردت (ارتداد) کہتے ہیں۔"³

مالکی فقہاء کے نزدیک ردت کے معنی ہیں کسی مسلم ثابت الاسلام کا صریح قول کفر یا ایسے الفاظ سے جو کفر کا مقتضی ہو یا ایسے فعل سے جو کفر کا مستلزم ہو کفر اختیار کر لینا۔⁴

ابن قدامہ حنبلی نے مرتد کو دین اسلام سے کفر کی طرف رجوع کرنے والا کہا ہے۔⁵

"الرَّدَّةُ: فِي الثَّلَاةِ - رُجُوعُ شَيْءٍ مِنْ شَيْءٍ، وَفِي الشَّرْعِ - تَرْكُ الْإِسْلَامِ وَالْإِنْتِقَالُ إِلَى الْكُفْرِ"

الافتقار میں لکھا ہے کہ:

"الرَّدَّةُ: تَرْكُ الْإِسْلَامِ وَاعْتِقَادُ الْكُفْرِ، سَوَاءً كَانَ بِمَزَاحٍ أَمْ جَدًّا"

"مرتد وہ شخص ہے جو اسلام کے بعد کفر اختیار کر لے، اگر صاحب تمیز ہو اور بخوشی ایسا کیا ہو، خواہ مزاحیہ یہ عمل صادر ہو یا نہ ہو۔"⁶

امام ابو محمد ابن حزم نے مرتد کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"الْمُرْتَدُّ: كُلُّ مَنْ بَرَزَ وَأَظْهَرَ إِسْلَامَهُ، ثُمَّ بَغَضَ سَائِرَ الْأَدْيَانِ الْأُخْرَى مِنَ الدِّيَانَاتِ السَّمَاوِيَّةِ، ثُمَّ رَجَعَ عَنِ الْإِسْلَامِ"

¹ - ابن حزم، المحلی، 21/21

² - سمرقندی، علاء الدین محمد بن احمد، تحفۃ الفقہاء، 7/134

³ - الکاسانی، بدائع الصنائع، 7/134

⁴ - احمد بن حنبل، جواہر الاکلیل، (دار الکتب العلمیۃ، 2016)، 2/277

⁵ - ابن قدامہ، المغنی، 8/540

⁶ - النیسابوری، الإفتاح، 4/297

"ہر وہ شخص جس کا مسلمان ہونا صحیح طور پر بایں صورت ہو چکا ہو کہ اس نے سوائے دین اسلام کے دیگر تمام

ادیان سے بیزاری کا ثبوت دیا ہو، پھر وہ اسلام سے پھر جائے تو ایسا شخص مرتد کہائے گا"۔¹

مشہور فقیہ علامہ المحقق الحلّی نے اپنی مشہور کتاب 'شرائع الاسلام' میں لکھا ہے کہ:

"الْمُرْتَدُّ: الَّذِي بَعْدَ الْإِسْلَامِ أَخَذَ بِالْكَفْرِ

"مرتد وہ فرد ہے جو اسلام کے بعد کفر اختیار کرے"۔²

امام طوسی نے ابو جعفر صادق سے مرتد کی تعریف نقل کی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ محمد بن مسلم سے مروی

ہے، اس نے کہا کہ میں نے ابی جعفر سے مرتد کے بارے میں سوال کیا، آپ نے فرمایا کہ:

"الْمُرْتَدُّ: هُوَ الَّذِي رَجَعَ عَنِ الْإِسْلَامِ بَعْدَ أَنْ ظَهَرَ الْإِسْلَامُ، وَأَنْكَرَ مَا نَزَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ بَعْدَ

إِسْلَامِهِ"

وہ شخص مرتد ہے جو اسلام سے پھر گیا، اور جو کچھ محمد ﷺ پر نازل ہوا اپنے اسلام کے بعد اس کا

انکار کیا۔³

ابن تیمیہ نے مرتد کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ:

"الْمُرْتَدُّ: مَنْ بَعْدَ الْإِسْلَامِ اتَّخَذَ الْكُفْرَ، فَمِنْ شَرَكِ اللَّهِ بَغْيَهُ، أَوْ أَنْكَرَ مَا نَزَلَ مِنَ النَّبِيِّ بَعْدَ

إِسْلَامِهِ، حَتَّى أَعْلَنَ الْكُفْرَ بَعْدَ الْإِسْلَامِ."

"مرتد اپنے اسلام کے بعد کافر ہے۔ پس جس شخص نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنایا، اس کی

ربوبیت یا اسکی صفات میں سے کسی صفت یا اس کی بعض کتب یا اسکے بعض رسولوں کا انکار کیا۔ یا اس نے اللہ کو

سب و شتم کیا، تحقیق وہ کافر ہو گیا۔⁴

مصنف عبد اللہ مراغی نے لکھا ہے کہ:

"الرَّدَّةُ: هِيَ الرُّجُوعُ عَنِ الْإِسْلَامِ، وَكَانَ بَعْدَ الْإِيمَانِ الْإِقْرَارُ بِالْكَفْرِ عَلَى اللِّسَانِ

"ردت اسلام سے رجوع کا نام ہے۔ اس کا رکن ایمان کے بعد زبان پر کلمہ کفر جاری کرنا ہے"۔⁵

ایک عاقل و بالغ و مختار مسلمان کا اعتقاداً قولاً فعلاً اسلام سے روگردانی اختیار کرنا ارتداد کہلائے گا۔

¹ - ابن حزم، المحلی، 8/227

² - الحلّی، جعفر بن الحسن، شرائع الاسلام، (بیروت)، 2/259

³ - طوسی، ابو جعفر محمد بن حسن، تہذیب الاحکام، 10/136

⁴ - ابن تیمیہ، الاختیارات العلییہ، 404

⁵ - المراغی، التشریع الاسلامی، 38

اسلامی نظریاتی کونسل کے مسودہ قانون میں ارتداد کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ آئین پاکستان میں ارتداد اور مرتد کی تعریف اور دائرہ کار کا ذکر نہیں کیا گیا تاہم اسلامی نظریاتی کونسل نے ارتداد کے مجوزہ قانون میں ارتداد اور مرتد کو درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

"Apostasy means renunciation of Din-i-Islam by a Muslim which includes denial by him of any of the essentials of Din including Khatm-i-Nabuwat. Apostate means a person who has committed apostasy".¹

ارتداد سے مراد کسی مسلمان کا بشمول ضروریات دین جن میں حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت بھی شامل ہے، ترک اسلام ہے۔ مرتد سے مراد ایسا شخص ہے جس نے ارتداد کا ارتکاب کیا ہو۔

ارتداد کی مختلف تعریفات کے نتیجہ میں مقالہ نگار کے مطابق ارتداد کی یہ جامع تعریف وجود میں آئی ہے:

"اسلام قبول کرنے کے بعد کسی مکلف شخص کا اپنے تمام ہوش و حواس میں اور بلا جبر و اکراہ، اپنے قول یا فعل سے صراحتاً یا اشارتاً مسلمات کفر کا ارتکاب کرنا اور اس پر قائم رہنا ارتداد کہلاتا ہے۔"

ارتداد قرآن مجید کی روشنی میں:

قرآن مجید شریعت اسلامیہ کا مصدر اول ہے اور اس میں انسانی زندگی کے تمام گوشوں سے متعلقہ اصول و مبادی پائے جاتے ہیں۔ ارتداد کے متعلق بھی دسیوں آیات موجود ہیں، جن کے مطالعہ سے جرم ارتداد کی وضاحت ہوتی ہے اور یہ احساس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جرم ارتداد کس قدر شدید ترین سزا کا موجب ہے۔ قرآن حکیم کی بعض آیات مبارکہ میں ارتداد کا صریح لفظ استعمال ہوا ہے اور بعض آیات طیبہ میں ارتداد کے عمل کو ایمان کے بعد کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

سزائے ارتداد پر مبنی قرآنی آیات اور انکی تفسیر ذیل میں پیش خدمت ہے۔

قرآن پاک میں ارتداد کا ذکر لفظاً دو آیتوں میں آیا ہے۔ جو حسب ذیل ہیں:

﴿وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ ۖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾²

”اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پلٹ گیا اور وہ اسی کفر کی حالت میں مر گیا تو ایسے لوگوں کے اعمال (خیر) دنیا اور آخرت دونوں میں ضائع ہو جائیں گے۔ یہی لوگ بیشکی کے ساتھ دوزخی ہوں گے۔“

مذکورہ بالا آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مرتد کے اعمال، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ضائع ہو جائیں گے۔ مرتد کے معاملے کو عدالتی، سماجی اور سیاسی حیثیتوں کی روشنی میں دیکھنا ضروری ہے۔ اسلامی ریاست کے نظام

¹ - اسلامی نظریاتی کونسل، حکومت پاکستان، سالانہ رپورٹ: 103:1983-84، اسلام آباد، 1983۔

² - البقرة: 217

میں ارتداد کو ایک بڑا جرم تصور کیا جاتا ہے، جو اسلامی قوانین اور انصاف کے خلاف ہے۔ اس لئے، اسلامی ریاست میں ارتداد کے مواقع پر سختی سے نمٹا جاتا ہے۔

مفتی محمد شفیع اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ "دنیا میں اعمال کا ضائع ہونا یہ ہے کہ اس کی اہلیہ اس کے نکاح سے نکل جاتی ہے۔ اگر اس کا کوئی مورث مسلمان مرے گا، اس مرتد کو میراث کا حصہ نہیں ملے گا، حالت اسلام میں نماز روزہ جو کچھ کیا تھا سب اکارت ہو جاتا ہے۔ مرنے کے بعد جنازے کی نماز نہیں پڑھی جاتی اور اہل اسلام کے مقابر میں دفن نہیں ہوتا ہے۔" ¹

اسلام میں ارتداد کے معاملے کو بہت سختی سے لیا جاتا ہے، اور اس کے ساتھ متعلقہ احکام اور سزائیں بھی بہت واضح ہیں۔ آپ نے مختلف معاملات پر بات کی ہے، جیسے کہ ارتداد کی صورت میں میراث کا حصہ نہ ملنا، نماز، روزہ، جنازہ، اور حج کے احکام کا تبادلہ۔

شبیر احمد عثمانی کے مطابق "دین اسلام سے پھر جانا اور اسی حالت پر اخیر تک قائم رہنا ایک ایسی سخت بلا ہے جس سے تمام عمر کے نیک کام ان کے ضائع ہو جاتے ہیں اور کسی بھلائی کے مستحق نہیں رہتے ہیں۔ دنیا میں ان کے جان و مال محفوظ رہیں گے نہ نکاح قائم رہے گا، نہ انکو میراث ملے گی، نہ آخرت میں ثواب ملے گا اور نہ کبھی جہنم سے نجات نصیب ہوگی۔" ²

آیت میں ارتداد کی اخروی سزا بیان کی جا رہی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حالت ایمان میں کئے گئے اعمال صالحہ بھی کفر کی وجہ سے کالعدم ہو جائیں گے اور جس طرح ایمان قبول کرنے سے انسان کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اسی طرح کفر سے تمام نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں۔ تاہم قرآن کے الفاظ سے واضح ہے کہ حبط اعمال اسی وقت ہوگا، جب خاتمہ کفر پر ہوگا اور اگر موت سے پہلے تائب ہو جائے گا تو ایسا نہیں ہوگا یعنی مرتد کی توبہ قبول ہے۔

ایک اور آیت کریمہ میں ارشاد ربانی ہے کہ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ ۖ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ٥٤﴾ ³

”اے ایمان والو! جو شخص تم میں سے اپنے دین (اسلام) سے پلٹ جائے گا تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایک (دوسری) قوم کو لے آئے گا جو اللہ کو محبوب رکھتے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو پسند فرماتا ہوگا۔ مومنوں کے حق میں خاکسار اور کافروں کے حق میں غالب رہنے والے، اللہ کے راستے میں جہاد کرتے رہیں گے۔ کسی

¹ - عثمانی، مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 1998)

² - تفسیر عثمانی، تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور، 57

³ - المائدہ: 54

ملا مت کندہ کی ملا مت کی پروانہ کریں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہو گا، جسے چاہے عطا فرمائے، اللہ وسعت اور علم والا ہے۔“

اس آیت کے ذیل میں مفتی محمد شفیع بیان کرتے ہیں کہ "اسلام وہ دین حق ہے، جس کی حفاظت کا ذمہ حق تعالیٰ نے خود اٹھایا ہے اور کسی فرد یا جماعت کی کج روی یا نافرمانی تو چھوٹی بات ہے، اگر اہل اسلام کا کوئی فرد یا جماعت سچ مچ اسلام ہی کو چھوڑ بیٹھے گا اور بالکل ہی مرتد ہو کر غیر مسلموں میں مل جائے گا، اس سے بھی اسلام کو کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا کیونکہ قادر مطلق جو اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے، فوراً کوئی دوسری قوم میدان عمل میں لے آئے گا جو اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت اور اشاعت کے فرائض انجام دے گی۔" ¹

اسلام کی حفاظت کا کام کسی مخصوص ذات یا جماعت پر محدود نہیں ہے۔ جب بھی اللہ تعالیٰ چاہے، وہ اپنے دین کی حفاظت کے لئے کسی بھی ذریعے کا استعمال کر لیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اسلام کی حفاظت کا کام صرف اصل اور مؤثر طریقوں سے ہوتا ہے۔ ارتداد کا مسئلہ ہر دور میں رہا ہے، لیکن ہر دور میں مسلمانوں کو اس کا مقابلہ کرنے کیلئے اللہ کی راہ میں تعلیم یافتہ، مخلص، اور ایمانی جرات مند بندوں کی ضرورت ہوتی رہی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ خداوند اسلام کو محافظت فرمانے کے لئے ایسے مخلص بندوں کو وفادار بندوں کو خلق فرماتا ہے، جو اپنی زندگی کو اللہ کی راہ میں مسلمانوں کی خدمت میں انتہائی اخلاص کے ساتھ گزارتے ہیں۔

مذکورہ آیت کے حوالہ سے مولانا عبد الرحمن کیلانی رقم طراز ہیں کہ "مرتدین کی سرکوبی کا پہلا اقدام، عہد صدیقی میں صحابہ کرام نے اٹھایا تھا، جو اس امت کا بہترین گروہ ہیں تاہم اللہ تعالیٰ کا یہ فضل صحابہ کرام کی اس جماعت تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ جب بھی کہیں ارتداد کا فتنہ کھڑا ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ مرتدین کی سرکوبی پر ایسے جاں نثار اور اسلام کے وفادار مسلمان کھڑے کر دیتا ہے جو مرتدین سے علم اور قوت دونوں لحاظ سے بہتر ہوتے ہیں اور اس فتنہ کا زور توڑ کے رکھ دیتے ہیں۔" ²

مومنین کی محافظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود پر لیا ہے، اور وہ اپنی راہ میں محنت کرتے رہتے ہیں تاکہ ارتداد کے فتنے کا مقابلہ کریں اور اسلام کو محفوظ رکھیں۔

درج بالا دونوں آیات مرتد کے بارے میں واضح ہیں۔ پہلی بات جو ان دونوں آیات سے واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مرتد کا ارتداد سے قبل مسلمان ہونا ضروری ہے، اور پھر اس کا اسلام سے کفر کی طرف رجوع کرنا یا پلٹ جانا ارتداد ہے۔ چنانچہ جو مسلمان ہو کر مرتد ہو گیا اور توبہ نہ کی حتیٰ کہ حالت ارتداد ہی میں مر گیا اس کے وہ تمام دنیاوی

¹ - معارف القرآن، 3/ 219

² - کیلانی، عبد الرحمن، تیسیر القرآن، (لاہور: مکتبہ السلام، 1426) 1/ 549

اعمال جو اسلام کی بدولت اس کو دنیا میں حاصل ہوئے تھے، وہ ضائع اور رائیگاں بلکہ کالعدم ہو گئے اور آخرت میں اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ جس کی آگ میں وہ ہمیشہ جلتا رہے گا۔

نیشاپوری نے اپنی تفسیر غرائب القرآن میں لکھا ہے کہ "مرتد ہو جانے کے نتیجہ میں دنیا میں وہ مسلمانوں سے موات کا مستحق نہ رہے گا۔ نہ اس کی مدد کی جائے گی اور نہ کسی قسم کی تعریف، اس کی زوجہ اس سے بائنے ہو جائے گی اور وہ میراث سے محروم ہو جائے گا۔"¹

عمومی طور پر ارتداد سے یہ مفہوم لیا جاتا ہے کہ وہ شخص سابقہ دین پر لوٹ جائے، حالانکہ مذکورہ بالا آیات میں ارتداد "اسلام سے کفر کی طرف انتقال" ہے۔ (یرتد عن الاسلام الی الکفر) میں جو عمومیت پائی جاتی ہے اس کے پیش نظر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ مرتد دین معین کی طرف پلٹے یا کوئی دین ہی اختیار نہ کرے یا اسلام سے قبل جس دین پر تھا اس کے علاوہ کسی اور دین کو اختیار کر لے۔ ان تمام صورتوں میں وہ مرتد ہی کہلائے گا اور اس پر ارتداد کے احکام مرتب ہوں گے۔

(ب) قرآن پاک میں معنًا بھی کئی آیتوں میں ردّت (ارتداد) مراد ہے۔ مثلاً:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ أَرَادُوا كُفْرًا لَّنْ نَّقْبَلَ تَوْبَتَهُمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ﴾²

"بلاشبہ جن لوگوں نے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا، پھر وہ کفر میں بڑھ گئے، ان کی توبہ ہرگز مقبول نہ ہوگی۔ یہ لوگ وہ ہیں جو (حقیقی معنی میں) گمراہ ہیں۔"

مذکورہ بالا آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ مسلمان ہو کر پھر دنیوی اغراض اور شیطانی اغوا سے مرتد ہو جانا، اور جان بوجھ کر کفر اختیار کرنا اور پھر اس کفر میں اضافہ کرنا ہی اصل گمراہی ہے، ایسے لوگوں کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوگی۔

مولانا عبد الرحمن کیلانی، ارتداد بعد از اسلام کی مختلف صورتیں ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ مثلاً یہود حضرت موسیٰ پر ایمان لائے تھے پھر حضرت عیسیٰ کا انکار کر کے کفر کا رویہ اختیار کیا اور پھر رسول اللہ ﷺ کا بھی انکار کر دیا جو ان کے کفر میں مزید اضافہ کا سبب بن گیا۔ ایسے معاندین کے حق میں تو یہ کبھی قبول نہ ہوگی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص ایمان لایا، پھر اس کے بعد مرتد ہو گیا، پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اسلام دشمنی میں اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں، ایسے شخص کی بھی توبہ قبول نہ ہوگی"³۔

¹ - النیشاپوری، غرائب القرآن، 2/318

² - آل عمران: ۹۰

³ - تیسیر القرآن: 1/286

علامہ ابن کثیر رقم فرماتے ہیں کہ "ایمان کے بعد پھر اس کفر پر مرنے والوں کو پروردگار عالم ڈرا رہا ہے کہ موت کے وقت تمہاری توبہ قبول نہیں ہوگی جیسے دیگر مقام پر ارشاد فرمایا ہے ﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ اللَّهَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾¹ اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو (ساری عمر) بُرے کام کرتے رہے یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی کی موت آ موجود ہو تو اس وقت کہنے لگے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ اُن کی توبہ قبول ہوتی ہے) جو کفر کی حالت میں مریں۔ ایسے لوگوں کیلئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔“ آخر دم تک یعنی موت کے وقت تک گناہوں میں مبتلا رہنے والے موت کو دیکھ کر جو توبہ کریں، وہ اللہ کے ہاں قبول نہیں ہے اور یہی صورت حال، زیر مطالعہ آیت میں ہے کہ ان کی توبہ ہرگز مقبول نہ ہوگی اور یہی لوگ وہ ہیں، جو راہ حق سے بھٹک کر باطل راہ پر لگ گئے ہیں۔“²

﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ﴾³

یعنی جس دن بعض چہرے سفید (روشن) اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے۔ جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے) ان سے سوال ہوگا) کہ کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا تھا، تو اب اپنے کفر کرنے کے عوض عذاب (ذائقہ) چکھو۔“

مندرجہ بالا آیت سے مراد ہے کہ بعض لوگوں کے چہرہ پر ایمان و تقویٰ کا نور چمک رہا ہوگا اور عزت و وقار کے ساتھ خوش و خرم نظر آئیں گے۔ اس کے برعکس بعض لوگوں کے چہرے فسق و فجور سے کالے ہوں گے اور منہ سے ذلت و رسوائی ٹپک رہی ہوگی۔ ایک اور آیت کریمہ میں بیان ہے کہ:

﴿إِنَّ الَّذِينَ ءَامَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ءَامَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ءَارَدُوا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيُعْطِرْ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا﴾⁴

”یعنی بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے، پھر انہوں نے کفر کیا، پھر ایمان لائے، پھر کفر کیا، پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے، یہ نہیں ہو سکے گا کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور نہ یہ کہ ان کو (اپنے) راستہ کی ہدایت کرے۔“

¹ - النساء: 18-

² - تفسیر القرآن العظیم: 1/464)

³ - آل عمران: 106-

⁴ - النساء: 13-

یعنی جو شخص ایمان لائے اور پھر مرتد ہو جائے، پھر ایمان لا کر کافر بن جائے، پھر اپنے کفر پر جم جائے اور اسی حالت میں اسکو موت آجائے تو نہ تو اس کی توبہ قبول ہوگی اور نہ اس کی بخشش کا کوئی امکان ہے، نہ راہ راست پر لائے گا۔

مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں کہ "ان کے بار بار کفر کی طرف لوٹنے سے ان کی توفیق حق ہی سلب ہو جائے گی، اور آئندہ توبہ کرنے اور ایمان لانے کا موقع ہی نصیب نہ ہوگا، ورنہ جو قاعدہ قرآن و سنت کی نصوص قطعہ سے ثابت ہے، وہ یہ ہے کہ کیسا ہی کافر یا مرتد کیوں نہ ہو اگر سچی توبہ کرے گا تو پچھلا گناہ معاف ہو جاتا ہے، یہ لوگ بھی توبہ کر لیں تو معافی کا قانون کھلا ہوا ہے"۔¹

اس سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جو ہر وقت تذبذب کا شکار ہی رہتے ہیں کہ جس طرف کا پلہ بھاری نظر آئے، اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ ہوا کا رخ دیکھتے ہیں، حالات کا جائزہ لے کر اپنی خواہش نفس کے پیروکار ہوتے ہیں اور جتنی دفعہ بھی ہوا کا رخ بدلے گا، اتنی دفعہ ہی ان کا ایمان اور کفر بدلتا رہتا ہے۔ ایسے ایمان کا چونکہ کچھ فائدہ نہیں ہوتا لہذا ان پر کفر ہی کی چھاپ مضبوط ہوتی جاتی ہے۔ اور مزید یہ کہ پہلے خود تو کافر ہیں ہی، دوسروں کو بھی کافر بنانے کے لیے اور اسلام کی راہ سے روکنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتے رہتے ہیں ایسے لوگوں کی راہ راست پر آنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی کے مطابق "اس سے مراد وہ لوگ ہیں، جن کے لیے دین محض ایک غیر سنجیدہ تفریح ہے کھلونا ہے، جس سے وہ اپنے تخیلات یا اپنی خواہشات کے مطابق کھیلتے رہتے ہیں۔ جب فضائے دماغی میں ایک لہر اٹھی، مسلمان ہو گئے اور جب دوسری لہر اٹھی تو کافر بن گئے۔ یا جب فائدہ مسلمان بن جانے میں نظر آیا، مسلمان بن گئے اور جب معبود منفعت نے دوسری طرف جلوہ دکھایا تو اس کی پوجا کرنے کے لیے بے تکلف اسی طرف چلے گئے۔ ایسے لوگوں کے لیے اللہ کے پاس نہ مغفرت ہے، نہ ہدایت۔ اور یہ جو فرمایا کہ پھر اپنے کفر میں بڑھتے چلے گئے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص محض کافر بن جانے پر ہی اکتفا نہ کرے بلکہ اس کے بعد دوسرے لوگوں کو بھی اسلام سے پھیرنے کی کوشش کرے، اسلام کے خلاف خفیہ سازشیں اور علانیہ تدبیریں شروع کر دے، اور اپنی قوت اس سعی و جہد میں صرف کرنے لگے کہ کفر کا بول بالا ہو اور اس کے مقابلہ میں اللہ کے دین کا جھنڈا سرنگوں ہو جائے، یہ کفر میں مزید ترقی اور ایک جرم پر پے در پے جرائم کا اضافہ ہے جس کا وبال بھی مجرّد کفر سے لازماً زیادہ ہونا چاہیے"۔²

¹ - معارف القرآن: 2/579

² - مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 2015ء) 1/407

یعنی ایک شخص کا کفر سے انکار صرف اپنی جانب محدود نہیں رہتا، بلکہ وہ اس کو دوسرے لوگوں کو بھی منتقل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسلام کے مخالف سازشی منصوبے بھی شروع کرتا ہے اور اپنی طاقت کو اس کے لیے استعمال کرتا ہے کہ کفر کی آواز بلند ہو اور اس کے خلاف اللہ کے دین کا جھنڈا سرنگوں ہو جائے۔ ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أَكْرَهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾¹

جو شخص اللہ کے ساتھ کفر کرے اپنے ایمان کے بعد، سوائے اس کے جسے مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو اور لیکن جو کفر کے لیے سینہ کھول دے تو ان لوگوں پر اللہ کا بڑا غضب ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔“

درج بالا آیت کریمہ کے متعلق ابو بکر جصاص کہتے ہیں کہ "جبر اور اکراہ کی حالت میں زبان سے کلمہ کفر نکالنے کے جواز کی بنیاد یہ آیت اور یہ روایت ہے۔ اکراہ کی صورت میں اس کی اباحت ہو جاتی ہے۔ اکراہ کی صورت یہ ہے کہ کسی انسان کو حکم عدولی کی بنا پر اپنی جان چلی جانے یا کسی عضو کے تلف ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو جائے۔ ایسی حالت میں اس کے لیے کلمہ کفر کا اظہار مباح ہو گا اور جب اس کے دل میں اس کفر کا خیال گزرے گا تو وہ کلمہ کفر کے ذریعے اپنا خیال کفر کے سوا کسی اور بات کی طرف موڑ دے گا لیکن اگر اس نے کفر کا خیال آتے ہی اپنا خیال کسی اور طرف نہیں موڑا تو وہ کافر ہو جائے گا۔"²

ابن کثیر نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "جو لوگ ایمان کے بعد کفر اختیار کریں، دیکھ کر اندھے ہو جائیں، کفر پر ان کا سینہ کھل جائے اور وہ اسی پر مطمئن ہو جائیں، وہ اللہ کی غضب میں گرفتار ہوتے ہیں کہ ایمان کا علم حاصل کر کے، اس سے پھر گئے ہیں۔ انہیں آخرت میں بڑا سخت عذاب ہو گا کیونکہ انہوں نے آخرت بگاڑ کر دنیا سے محبت کی ہے اور صرف دنیا طلبی کی وجہ سے، اسلام پر مرتد ہونے کو ترجیح دی ہے چونکہ ان کے دل ہدایت حق سے خالی تھے۔ لہذا اللہ کی جناب سے انہیں ثابت قدمی میسر نہ آئی۔ ان کے دل پر مہر لگ چکی ہیں کہ نفع کی بات انہیں سمجھ میں نہیں آتی۔ ان کے کان اور آنکھیں بھی بیکار ہو چکی ہیں کہ نہ حق سن سکیں، نہ دیکھ سکیں۔ پس کسی چیز نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا اور اپنے انجام سے غافل ہو گئے یقیناً ایسے لوگ، قیامت کے دن اپنا اور اپنے ہم خیال لوگوں کا نقصان کریں گے۔"³

¹ - النحل: 106

² ابو بکر الجصاص، أحكام القرآن، ed. محمد صادق قمحاوی (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ب.ن.)، 3: 140۔

³ - تفسیر القرآن العظیم: ۲۷۷ / ۲

حافظ صلاح الدین یوسف اس آیت کے ذیل میں جو از ار تداد کی استثنائی صورت واضح کرتے ہیں کہ "اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس شخص کو کفر پر مجبور کیا جائے اور وہ جان بچانے کے لئے قولاً یا فعلاً، کفر کا ارتکاب کر لے جبکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو، وہ کافر نہیں ہوگا، نہ اس کی بیوی اس سے جدا ہوگی اور نہ اس پر دیگر احکام کفر لاگو ہوں گے۔ مرتد ہونے کی یہ سزا ہے کہ وہ غضب الہی اور عذاب عظیم سے مستحق ہوں گے اور اس کی دنیاوی سزا قتل ہے جیسا کہ حدیث میں ہے"۔¹

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْْبُدُ اللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ

فِتْنَةٌ اِنْقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ﴾²

”اور لوگوں میں سے ایک فریق وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک پہلو پر کرتا ہے، اگر اس کو بھلائی پہنچتی ہے تو وہ مطمئن رہتا ہے اور اگر کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اپنے چہرے کے ساتھ پلٹ جاتا ہے، (افسوس) کہ دنیا اور آخرت میں خاسر ہو گیا، یہی تو کھلا نقصان (خسارہ) ہے۔“

جلال الدین سیوطی کے مطابق "بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اللہ کی بندگی ایک کنارے پر کھڑے ہو کر کرتے ہیں یعنی اس کی عبادت تذبذب کے ساتھ کرتے ہیں شک کے ساتھ عبادت کرنے والے کی حالت کو عدم ثبات میں اس شخص کی حالت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو پہاڑ کے کنارے پر کھڑا ہو، لہذا اگر اس کو کوئی خیر پہنچ گئی یعنی اس کے جان و مال میں صحت و سلامتی تو اس دین پر مطمئن ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی آفت یعنی اس کی جان و مال میں محنت اور مرض لاحق ہو گیا تو وہ منہ اٹھا کر چل دیتا ہے یعنی کفر کی جانب پلٹ جاتا ہے، جس دنیا کے ملنے کی امید تھی اس کے نہ ملنے سے دنیا کا نقصان ہوا اور کفر کی وجہ سے آخرت کا نقصان ہوا، یہی کھلا نقصان ہے اللہ کو چھوڑ کر بت کی بندگی کرتا ہے، اگر اس کی بندگی نہ کی جائے تو وہ اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا اور اگر اس کی بندگی کرے تو اس کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا یہ بندگی انتہا درجہ کی حق سے گمراہی ہے ایسے کی بندگی کر رہا ہے کہ اس کی عبادت کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے"۔³

یعنی لوگوں کا ایک گروہ ایسا بھی ہے ہر وقت تذبذب رہتے ہیں اگر بھلائی پہنچتی رہے تو ٹھیک لیکن جوں ہی کوئی مصیبت آئی تو کفر کی جانب لوٹ جاتے ہیں۔

آیت کریمہ ہے:

¹ - احسن البیان: 364

² - الحج: 11

³ جلال الدین السیوطی، تفسیر الجلالین (بیروت: دار المعرفة، ب. ن.)، ص ۳۹۱۔

﴿كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ
وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾¹

”یعنی اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو کیسے ہدایت کرے جس نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا ہو اور یہ گواہی دی ہو کہ رسول حق پر ہے اور اس کے واضح دلائل (ثبوت حق کے) آچکے ہوں، اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں فرمایا کرتا۔“
یعنی جو ہدایت یافتہ ہونے کے بعد کفر کی طرف گیا اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں اور انکے لئے اب ہدایت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔

ایک اور مقام پر قول تعالیٰ ہے:
﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلَّةٌ إِلَّا رِضًا ذَهَبًا وَلَوْ
أَفْتَدَىٰ بِهِ² أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ﴾³
”بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا اور (پھر اسی حالت میں) مر گئے، پس ان میں سے کسی سے ہر گز زمین کو بھر دینے والا سونا بھی فدیہ میں قبول نہ کیا جائے گا۔ اور ان لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہو گا اور ان کا کوئی بھی مدد گار نہ ہو گا۔“

یعنی بے شک جن لوگوں نے حق کو تسلیم کرنے اور ماننے کے بعد کفر اختیار کیا اور پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے تو ایسے لوگوں کی توبہ ہر گز قبول نہ کی جائے گی بلکہ ان لوگوں میں سے کسی کا زمین بھر کر سونا بھی قبول نہیں کیا جائے گا اگرچہ وہ اپنے فدیہ میں اس قدر سونا دینا بھی چاہے اور ان لوگوں کو دردناک عذاب ہو گا اور ان کا کوئی حامی و مددگار نہ ہو گا۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ اسْتَنَزُوا الْكَفْرَ بِالْإِيمَانِ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾³
”یعنی بلاشبہ جن لوگوں نے ایمان کے عوض کفر خرید لیا، وہ اللہ تعالیٰ کو ہر گز نقصان نہ دے سکیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہو گا۔“

اس آیت کے ذیل میں تفسیر سعدی میں مذکور ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ لوگوں کی ہدایت کے بہت آرزو مند تھے اور ان کو ہدایت کی راہ پر لانے کے لیے جدوجہد کرتے تھے۔ جب وہ ہدایت قبول نہ کرتے تو آپ بہت آزرده ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (ولا يحزنك الذين يسارعون في الكفر) یعنی ان کی کفر میں شدید رغبت اور چاہت کی وجہ سے آپ آزرده خاطر نہ ہوں (انهم لن يضروا الله شيئا) ”وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے“ پس اللہ تعالیٰ اپنے دین کا حامی و ناصر، اپنے رسول ﷺ کی مدد کرنے والا اور ان کے بغیر اپنے حکم کو نافذ کرنے والا ہے۔ اس لیے

¹ - آل عمران: ۸۶

² - آل عمران: ۹۱

³ - آل عمران: ۱۷۷

آپ ان کی پروا نہ کریں۔ یہ محض اپنے آپ کو نقصان پہنچا رہے ہیں، ایمان سے محروم ہو کر اس دنیا میں اپنے آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے حقیر ہونے، اس کی نظر سے گرنے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارادے کی وجہ سے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہو۔ ان کے لیے دردناک عذاب ہو گا۔ ان کی جزایہ ہے کہ اس نے ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا اور انھیں اس توفیق سے نہ نوازا جو اس نے نہایت عدل و حکمت کی بنا پر اپنے اولیاء اور ان بندوں کو عطا کی جن کے ساتھ وہ بھلائی چاہتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ وہ راہ ہدایت کے ذریعے سے تزکیہ نفس نہیں چاہتے اور اپنے فاسد اخلاق و اطوار اور برے مقاصد کی بنا پر رشد و ہدایت کو قبول نہیں کرتے۔¹

یعنی اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ایمان کے بعد واپس کفر پر پلٹ جانے سے وہ اللہ کا کچھ بگاڑ سکتا ہے تو یہ اسکی غلط فہمی ہے، بلکہ وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور ایسے لوگوں کو دردناک عذاب ہو گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالُهُمْ﴾²

”یعنی بلاشبہ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور اللہ کے راستہ سے (لوگوں کو) روکا اور اُن کے سامنے ہدایت واضح ہونے کے بعد انہوں نے رسول کی مخالفت کی، وہ اللہ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، اور عنقریب ان کے اعمال مٹا دیئے جائیں گے۔“

یعنی بیشک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور انھوں نے باقیوں کو بھی اطاعت خداوندی سے روکا اور توحید کے اظہار کے بعد دین میں رسول اکرم کی مخالفت کی، تو احکام الہی میں ان کی مخالفت اور بغض و عداوت اور کفر وغیرہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، بلکہ ہم ان کی نیکیوں اور مال و دولت کے خرچ کرنے کو مٹا دیں گے۔

”مندرجہ بالا آیات یہود و نصاریٰ کے علاوہ ان مسلمانوں پر بھی دلالت کرتی ہیں جو مرتد ہو گئے۔ چنانچہ پہلی آیت میں (کفر و ابعاد ایمان) کے الفاظ اپنے عموم پر ان لوگوں پر دلالت کر رہے ہیں جنہوں نے اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کیا، گویا مرتد ہو گئے۔ دوسری آیت بھی قتادہ کے نزدیک مرتدین کے بارے میں ہے، البتہ آخری آیت اپنے اندر کفار اور منافقین دونوں کا احتمال رکھتی ہے۔“³

¹ السعدی، عبد الرحمن بن ناصر۔ تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان۔ بیروت: دار ابن حزم، 2000۔

² محمد: ۳۲۔

³ سید قطب۔ فی ظلال القرآن 16/75۔

ارتداد احادیث مبارکہ کی روشنی میں

قرآن مجید کے بعد حدیث و سنت رسول ﷺ، اسلامی شریعت کا دوسرا ماخذ ہے چنانچہ اسناد صحیحہ کے ساتھ پایہ ثبوت تک پہنچ کر حدیث بھی قرآن حکیم کی مانند حجت بن جاتی ہے۔

ارتداد (ردت) کا لفظ سنت نبوی ﷺ میں بکثرت آیا ہے، کہیں لغوی معنی میں اور کہیں اصطلاحی معنی میں۔ کہیں کفر کا لفظ آیا ہے جس سے ارتداد بھی مراد لیا جاسکتا ہے اور کہیں تبدیلی کا لفظ استعمال ہوا ہے اور کہیں تارک الدین یا مفارق الجماعت کہہ کر مرتد کی صفت کے ذریعے ارتداد کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً:

((عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: "أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ ﷺ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ، ثُمَّ جَاءَ مِنْ لَيْلَتِهِ فَحَدَّثَهُمْ بِمَسِيرِهِ وَبِعَلَامَاتِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَبِعِيرِهِمْ، فَقَالَ نَاسٌ - قَالَ حَسَنٌ (وَهُوَ اسْمُ أَحَدِ الرُّوَاةِ): نَحْنُ نَصَدِّقُ مُحَمَّدًا بِمَا يَقُولُ - فَارْتَدُّوا كُفَّارًا، فَضَرَبَ اللَّهُ أَعْنَاقَهُمْ مَعَ أَبِي جَهْلٍ".))¹

”حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ فرمایا کہ نبی ﷺ کو شب میں سیر کرائی گئی بیت المقدس کی جانب، پھر آپ اسی شب میں واپس آگئے اور آپ نے اپنی سیر کی کیفیت کفار سے بیان فرمائی اور بیت المقدس کی علامت اور اُن کے قافلہ کی کیفیت، تو راوی حدیث حضرت حسن کہتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے کہا ہم محمد ﷺ کو سچا کہتے ہیں ان باتوں میں جو انہوں نے کہی ہیں (لیکن) پلٹ پڑے کفر ہی کی طرف، پس اللہ تعالیٰ نے ابو جہل کی ہمراہی میں ان کی گردنیں مار دیں۔“

اس حدیث میں ”فارتدوا کفاراً“ کہہ کر ارتداد کے اصطلاحی معنی بیان کئے گئے ہیں کہ پس وہ ”لوٹ گئے کافر

ہو کر“ یعنی ایمان کے بعد کفر اختیار کر لیا۔

((عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِ نَفَقَةٌ وَلَا سُكْنَى، وَلَيْسَ لَهُ فِيكَ رَجْعَةٌ، وَعَلَيْكَ الْعِدَّةُ، فَانْتَقِلِي إِلَى أُمِّ شَرِيكٍ".))²

”پس حضور ﷺ نے فرمایا: نہ تو اس شوہر پر تیرا نفقہ واجب ہے اور نہ حق سکونت اور نہ تو اس کی جانب لوٹ سکتی ہے، اور تیرے ذمہ پر اس کی عدت لازم ہے، لہذا ام شریک کے یہاں منتقل ہو جا۔“

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ

((عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: "إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيهِ: يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهِ أَحَدُهُمَا".))³

”حضرت ابن عمر سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے (مسلم) بھائی کو کہتا ہے: او کافر، تو یقیناً یہ کفر ان دونوں میں سے کسی ایک کی جانب رجوع کر جاتا ہے۔“

¹ - احمد بن حنبل، مسند احمد، 1/374

² - ایضاً، 6/414

³ - تبریزی، محمد بن عبد اللہ، مشکوٰۃ المصابیح، (کراچی: اصح المطابع)، 411

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کو کافر کہے تو اس کا اثر دونوں کی زندگیوں پر ہوتا ہے۔ یہ حدیث اس بات کو بھی ظاہر کرتی ہے کہ زبان کی ہوائی باتوں کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے، اور اسلامی اخلاق کے پیمانے میں احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔

ایک اور حدیث میں مذکور ہے

(("مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ"))¹

”حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اپنا دین تبدیل کر دے اس کو قتل کر دو۔“

مذکورہ حدیث اپنے موضوع پر بالکل واضح ہے کہ جو شخص اپنا دین بدلے گا، اسے قتل کر دیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں دین کی تبدیلی کو ایک انتہائی سنگین جرم قرار دیا ہے، اور اس کا مخالف انسانیت اور معاشرتی نظام کے بنیادی اصولوں کو متاثر کرتا ہے۔

سزائے ارتداد پر مبنی درج بالا روایت، ایک دوسری سند سے بھی وارد ہوئی ہے، جس میں حضرت انس کی بجائے جناب عکرمہ بن خالد نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عکرمہ بیان فرماتے ہیں:

((أَتَى عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَزْدَاقَةَ فَأَحْرَقَهُمْ، فَبَلَغَ ذَلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: "لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أُحْرِقْهُمْ، لَنَهَيْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ: لَا تَعَذِّبُوا بَعْدَ اللَّهِ، وَلَقَتَلْتَهُمْ، لِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ"))²

بعض زنادقہ کو حضرت علی کے پاس لایا گیا، آپ نے انہیں جلادیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس کو یہ معلوم ہوا تو انہوں نے کہا: اگر میں ہوتا تو انہیں نہ جلاتا کیونکہ آپ نے منع فرمایا ہے کہ اللہ کے عذاب سے سزا نہ دو، بلکہ میں انہیں قتل کر دیتا کہ آپ کا ارشاد ہے کہ جو دین بدلے گا، اسے قتل کر دو۔“

حضرت علی علیہ السلام نے ان زنادقہ کو احراق کی سزا دی، جو ان کے بغاوت اور دینی امور میں تشویش اور فساد کو کم کرنے کے لئے موزوں تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس حادثے کو سن کر اپنی رائے بیان کی، اور آپ نے اس بات کی وضاحت کی کہ حضور ﷺ نے دین کی تبدیلی کرنے والے کو قتل کی سزا دینے کا ارشاد فرمایا تھا۔ یہ حدیث اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ دینی امور کی حفاظت اور دینی بغاوت کا مواجہہ کرنے کے لئے اقدامات اٹھائے جاسکتے ہیں۔ بخاری شریف کا یہ واقعہ بالکل واضح ہے کہ ارتداد بہر حال ایک جرم ہے اور اس کی سزا بھی قتل ہے۔ حضرت علی نے مرتدین کو آگ میں جلادیا تھا مگر حضرت عبداللہ بن عباس کا موقف یہ تھا کہ حدیث رسول کی بنا پر، میں انہیں آگ میں نہ جلاتا بلکہ ان کی گردن مار دیتا۔

¹ - النسائي، احمد بن شعيب، السنن الصغرى للنسائي، 3/149

² - البخاري، محمد بن اسماعيل، صحيح البخاري، حديث 6922، كتاب استنابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب حكم المرتد والمردة واستنابهم۔

سزائے ارتداد کے باب میں قتل کا وہی مفہوم معتبر ہوگا، جو اس کلام کی اولین مخاطب قوم نے سمجھا ہے اور جس پر اپنے طرز فکر سے عمل پیرا ہو کر دکھایا ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ اس حکم کے مخاطبین اول نے، فاقلوہ کی تعبیر سے مرتد کی گردن اڑانا اور اسے نہ تیغ کرنا ہی اخذ کیا تھا اور اسے کسی نوع کی دھتکار اور پھٹکار پر محمول نہیں کیا تھا۔ اس پر مستزاد یہ ہے کہ اس روایت کے دیگر الفاظ بھی فاقلوہ کا مفہوم واضح کر دیتے ہیں کہ اس سے معروف معنوں میں قتل کرنا ہی مراد ہے۔ بلاشبہ اسلام، جملہ ادیان سے اعلیٰ و ارفع دین ہے اور اس نے تمام مذاہب پر خط تنفیخ کھینچ دیا ہے یہی باعث ہے کہ جمہور علمائے کرام کے نزدیک مذکور حدیث میں وارد سزائے ارتداد محض اسلام کے تارک پر منطبق ہوگی کیونکہ اللہ کے نزدیک اسلام ہی دین برحق ہے اور اس کی بارگاہ میں اس کو شرف قول ہوگا۔ غیر اسلامی ادیان و مذاہب اپنے باہمی اختلاف کے باوجود، اسلام کے مقابلہ میں الکفرملۃ واحدہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک مذہب کو ترک کر کے کسی دوسرے مذہب کو اختیار کرنے والا، دراصل ایک باطل کو چھوڑ کر دوسرے باطل کو اختیار کرتا ہے، اور کسی کے اس عمل سے، اسلام کو کوئی سروکار نہیں ہے، اسلام کا تعزیری قانون اس شخص کے خلاف حرکت میں آئے گا جو دین حق و دین اسلام کو ترک کرے گا۔¹

نسائی نے اس حدیث کو سات سندوں سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث میں تبدیلی دین سے تبدیلی دین اسلام مراد ہے جس پر قائم رہنا لازم ہے۔ اس کی دود لیلیں ہیں۔ ایک تو اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی شرعاً معتبر ہے اور دوسرے یہ کہ اگر اس سے مراد غیر اسلام ہو تو بالفرض کوئی اپنا دین تبدیل کر کے اسلام میں داخل ہو تو کیونکر قتل کا سزاوار ہے؟ اس لئے ثابت ہوا کہ اس حدیث میں لفظ ”دین“ سے مراد دین اسلام ہی مقصود ہے۔

(لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: "النَّبِيَّ الزَّانِي، وَالنَّفْسَ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكَ لِدِينِهِ الْمَفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ")²

”کسی مسلمان کا خون سوائے تین معاملات میں سے کسی ایک معاملے کے حلال نہیں ہے۔ ایک شادی شدہ زانی، ایک (قتل) نفس کے عوض قتل نفس، ایک جو اپنے دین کو چھوڑ کر (مسلمانوں کی) جماعت کو ترک کر دے۔“

مذکورہ حدیث میں کسی مسلم کے جواز قتل کی تین صورتیں بیان ہوئی ہیں کہ جس نے جان بوجھ کر بلا کسی انتقام کے کسی کو ناحق قتل کیا ہوگا، اسے قصاص میں قتل کیا جائے گا اور جو مرد یا عورت شادی شدہ ہو کر زنا کرے گا اسے پتھروں سے رجم کیا جائے گا۔ اس سزائے رجم پر اہل اسلام کا اجماع ہے جبکہ غیر شادی شدہ زانی کو زنا پر سو کوڑ

¹۔ الجامع لاحکام القرآن: 3/47۔ شرح الخرزی: 8/69

²۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، (کراچی: المطابع)، 2/1016

ے رسید ہوں گے اور جو شخص اسلام سے مرتد ہو گا، اسے بھی سزائے ارتداد میں قتل کیا جائے گا۔ علمائے اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ کفر پر اصرار کرنے اور اسلام میں واپس نہ آنے پر مرتد کو قتل کر دیا جائے گا۔¹

ارتداد سے مرتد کا خون حلال ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی مشہور حدیث (من بدل دینہ فاقتلہ) سے ثابت ہے کہ جس نے اپنے دین (اسلام) کو بدلا، اس کو قتل کر دو۔ یہ حدیث حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت خالد بن ولیدؓ اور متعدد دیگر صحابہؓ سے مروی ہے اور تمام کتب حدیث میں موجود ہے۔ مزید احادیث ذیل میں ملاحظہ ہوں:

حضرت عکرمہؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس زندیق لائے گئے، آپ نے ان کو جلا کر مار ڈالا۔ جب اس کی خبر حضرت ابن عباسؓ کو پہنچی تو آپؓ نے کہا: ”اگر میں ہوتا تو رسول اللہ کی ممانعت کے سبب ان کو جلا کر نہ مارتا کہ لوگوں کو اللہ کے عذاب کے ساتھ عذاب نہ دو، البتہ میں ان کو قتل کر دیتا، رسول اللہ کے فرمان کے بموجب کہ جس نے اپنا دین بدلا پس تم اس کو قتل کر دو۔“²

ابو موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کو (ابو موسیٰ اشعریؓ کو) یمن کا حاکم مقرر کر کے بھیجا۔ پھر اس کے بعد معاذ بن جبلؓ کو ان کے معاون کی حیثیت سے روانہ کیا۔ جب معاذ وہاں پہنچے تو انہوں نے اعلان کیا کہ لوگو! میں تمہاری طرف اللہ کے رسول کا فرستادہ ہوں۔ ابو موسیٰ اشعریؓ نے ان کے لئے تکیہ رکھاتا کہ ان سے ٹیک لگا کر بیٹھیں، اتنے میں ایک شخص پیش ہوا جو پہلے یہودی تھا، پھر مسلمان ہوا، پھر یہودی ہو گیا۔ معاذؓ نے کہا: میں ہر گز نہ بیٹھوں گا جب تک کہ یہ شخص قتل نہ کر دیا جائے، اللہ اور رسول کا یہی فیصلہ ہے۔ معاذؓ نے یہ بات تین دفعہ کہی۔ آخر کار جب وہ قتل کر دیا گیا تو معاذ بیٹھ گئے۔³

حضرت معاذ بن جبلؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ کی تقرری آنحضرت ﷺ کے حکم سے عمل میں آئی تھی اور یہ واقعہ آپ ﷺ کے زمانہ مبارک میں پیش آیا۔ مرتد کی سزائے موت کا اس سے زیادہ مصدقہ ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے؟ یہ واقعہ حضور ﷺ کے عہد مبارک کا ہے۔ یہ دونوں اصحاب رسول اللہ کی طرف سے یمن کی گورنری و نائب گورنری کے عہدوں پر مقرر تھے۔ اگر موسیٰ و معاذؓ کا یہ فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم و منشا کے خلاف ہوتا تو یقیناً ان سے باز برس ہوتی اور تنبیہ کی جاتی۔

¹۔ یعنی، بدر الدین محمود بن احمد، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، 24/42۔

²۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری 2/1023، ابو داؤد، 2/598۔

³۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری 2/1023۔

حضرت عبداللہؓ ابن مسعود سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: ”کسی مسلمان مرد کا خون حلال نہیں جو اس بات کی شہادت دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اور کسی مسلم مرد کا خون حلال نہیں مگر تین افراد کے۔ ایک وہ جس نے اسلام کو ترک کر دیا ہو دوسرے شادی شدہ زانی اور تیسرے قتل کے بدلے قتل۔“¹

حضرت عثمانؓ بن عفان سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”کسی مسلمان مرد کا خون حلال نہیں مگر یہ کہ وہ تین افراد میں سے ایک ہو: (الف) وہ جس نے شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کا ارتکاب کیا ہو۔ (ب) وہ مرد جس نے کسی دوسرے کا ناحق خون کیا ہو۔ (ج) وہ مرد کہ جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا ہو۔“²

تاریخ کی مستند کتابوں میں یہ واقعہ صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ جب لوگ حضرت عثمانؓ کے قتل ناحق پر آمادہ ہوئے اور آپؐ کے مکان کا محاصرہ کیا تو حضرت عثمانؓ نے اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر باواز بلند یہ حدیث پڑھی اور باغیوں کو قتل سے باز رکھنا چاہا۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے قرآن کی ایک آیت کا بھی انکار کیا تو اس کی گردن مارنا جائز ہو گیا، یعنی اس شخص کو قتل کر دیا جائے گا۔³

حضرت سعد سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن عبداللہ بن سعد بن السرح حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس جا کر چھپ رہا تھا۔ حضرت عثمانؓ اس کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کو حضور ﷺ کے سامنے کھڑا کر دیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! عبداللہ سے بیعت لے لیجئے۔ حضور ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور عبداللہ کی طرف دیکھا تین مرتبہ، اور ہر مرتبہ آپ ﷺ عبداللہ سے بیعت لینے میں رُکے اور توقف فرمایا، پھر تیسری مرتبہ کے بعد آپ ﷺ نے اس سے بیعت لے لی۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی دانشمندی آدمی نہ تھا کہ جب وہ میری طرف دیکھ رہا تھا اور میں نے اس کی بیعت لینے سے اپنے ہاتھ کو روک رکھا تھا تو وہ اس عبداللہ کو قتل کر دیتا۔⁴

¹ - ترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، باب الدیات، حدیث 221۔

² - ابوداؤد، سلیمان بن الأشعث، سنن ابی داؤد، 2/599۔

³ - ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ابواب الجہود، حدیث 182۔

⁴ - ابوداؤد، ابوداؤد سلیمان بن الأشعث، سنن ابی داؤد، 2/599۔

حضرت جریر سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے سنا کہ جب کوئی غلام شرک کی طرف راہ فرار اختیار کرے تو اس کا خون حلال ہو جاتا ہے۔¹ (یہی حکم آزاد مسلمان مرد کا بھی ہو گا)

حضرت زید بن اسلم سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنا دین (اسلام) بدلا اس کی گردن مار دو۔²

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان مرد کا خون حلال نہیں مگر اس مرد کا جس نے شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کیا ہو، یا اسلام لانے کے بعد کفر (انکار) اختیار کیا ہو یا جان کے بدلے جان، یعنی کسی کی جان لی ہو۔³

خلافت راشدہ اور ارتداد

امت اسلامیہ کی بہترین جماعت ہونے کا اعزاز، لاریب صحابہ کرام کی جماعت کو حاصل ہے۔ متعدد آیات و احادیث، صحابہ کرام کے فضائل و مناقب پر مبنی ہیں خصوصاً خلافت راشدہ کا سنہری دور واقعاتی اور تاریخی شہادت کے مطابق، عہد نبوت کے بعد کا بہترین دور قرار پایا ہے اور اسی باعث ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ سنت نبوی کے ساتھ ساتھ اپنے طرز فکر و عمل میں ہم، مجموعی طور پر خلفائے راشدین کی سنت سے بھی تمسک کریں چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ"⁴ (میری سنت اور ہدایت یافتگان خلفائے راشدین کا طرز عمل لازم پکڑو)۔

حضرت ابو بکر صدیق کا مرتدین کے خلاف جہاد کرنا، خلفائے راشدین کے عہد میں اپنی مثال آپ ہے کیونکہ اس عمل میں صحابہ کرام کی تمام جماعت مجموعی طور سے شریک ہوئی تھی۔ اس کے متعلق ابتداء، مشاورتی عمل کے دوران کسی صحابی نے اگرچہ اختلاف کیا تھا تاہم بعد میں وہ اختلاف شرح صدر کیساتھ اتفاق میں بدل گیا تھا۔ مرتدین کے خلاف یہ اجتماعی فیصلہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ سزائے ارتداد کے متعلق، رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کا موقف یہ تھا کہ جب کوئی گروہ اجتماعی حیثیت میں اسلام سے مرتد ہو جائے گا، اسلامی حکومت کا اجتماعی نظم اس کے خلاف جہاد کرے گا۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے:

¹ - ایضاً، 2/599

² - زر قانی، موطا امام مالک مع شرح زر قانی، (مطبوعہ مصر، 1962)، 4/403

³ - النسائی، احمد بن شعيب، السنن الصغرى للنسائی، کتاب تحریم السم، باب ما ذکرہ یحل بہ دم المسلم۔

⁴ - ابو داؤد، سنن ابو داؤد، کتاب السنۃ، باب لزوم السنۃ، حدیث نمبر 4607۔

((لَمَّا تَوَفَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَكَفَرَ مِنْ كُفْرٍ مِنَ الْعَرَبِ، فَقَالَ عُمَرُ: "كَيْفَ تَقَاتِلُ النَّاسَ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَمِنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصِمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحَسَابُهُ عَلَى اللَّهِ؟"، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: "وَاللَّهِ لَأُقَاتِلَنَّ مِنْ فَرَقٍ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ، وَاللَّهُ لَوْ مَنَعُونِي عَنْهَا كَانُوا يُؤْذُونَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنَعِهَا"، قَالَ عُمَرُ: "فَوَاللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ قَدْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ، فَعَرَفَتْ أَنَّهُ الْحَقُّ".))¹

جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا اور ابو بکر خلیفہ بن چکے، اہل عرب میں سے کفر کیا، جس جس نے بھی کفر اختیار کیا۔ حضرت عمر نے پوچھا: آپ ان سے کیونکر قتال کریں گے؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں، یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہہ دیں اور جو شخص کلمہ پڑھ لے گا، وہ مجھ سے اپنی جان اور مال بچالے گا مگر اسلام کا حق باقی رہے گا اور اس کا حساب اللہ پر ہے حضرت ابو بکر نے جواب دیا: اللہ کی قسم! جو شخص نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا، میں اس سے لڑوں گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر وہ مجھ سے اونٹنی کا بچہ بھی روکیں گے، جسے وہ رسول اللہ ﷺ کو ادا کیا کرتے تھے، میں اس پر بھی ان سے لڑوں گا۔ حضرت عمر کہتے ہیں: اللہ! اس بابت اللہ نے ابو بکر کا سینہ کھول دیا تھا اور مجھے بھی معلوم ہو گیا کہ آپ برحق ہیں۔"

مذکورہ حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد فتنہ ارتداد نے سراٹھایا تھا اور حضرت ابو بکر صدیق نے ان خلاف جہاد کیا تھا۔

قاضی عیاض نے واضح کیا ہے کہ اہل ردة کی تین اصناف تھیں۔ ایک صنف وہ تھی جس نے اسلام کے بعد کفر اختیار کیا اور اسلام کی ہر شے کو ترک کر دیا تھا۔ مسلمہ کذاب اور اس کے پیروکار اس صنف سے تعلق رکھتے تھے۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ اہل روة کی اس صنف جس کے بارہ میں صحابہ کرام کا کوئی اختلاف نہیں تھا کہ ان کے خلاف جہاد کیا جائے گا یا نہیں کیونکہ ان کا شمار بالافتاق کفار میں ہوتا تھا۔ صحابہ کرام کا باہی اختلاف ان کے بارہ میں ہوا تھا، جو کلمہ اور نماز کے قائل مگر برائے تاویل، ادائے زکوٰۃ سے منکر ہو گئے تھے، آخر کار ان سے متعلقہ اختلاف بھی اتفاق میں بدل گیا تھا۔²

ارتداد کے جرم پر، قرآن حکیم میں صرف اخروی سزا کا بیان ہے مگر دنیاوی سزا کے نفی و ثبات میں سے یہ آیت صامت ہے۔ چنانچہ اس آیت میں نہ تو یہ مذکور ہے کہ مرتد کو قتل دنیا میں کیا جائے گا اور نہ ہی یہ مذکور ہے کہ دنیا میں مرتد کو قتل نہیں کیا جائے گا، گویا آیت محولہ، مرتد کی دنیاوی عقوبت کے بارے میں خاموش ہے اور وہ جس چیز کو بیان کر رہی ہے، وہ محض اخروی سزا ہے۔ حضرت عمر نے، بہر حال، فاضرب عنقه کے فرمان میں جو دنیاوی سزا

¹ - محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح (صحیح البخاری)، کتاب الزکاة، باب "وجوب الزکاة"، حدیث 1399۔

² - القاضی عیاض، إكمال المعلم بفوائد مسلم، 1/243۔

دینے کی ہدایت کی ہے، وہ کسی آیت سے متضاد نہیں بلکہ حدیث نبوی ﷺ سے ہم آہنگ اور قرآنی مزاج کے عین مطابق ہے اور نہ کسی آیت میں اخروی سزا کے مذکور ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس جرم کی دنیاوی سزا ہے ہی نہیں۔ مثلاً قرآن حکیم میں ایک مقام پر قتل عمد کی محض اخروی سزا بیان ہوئی ہے:

﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خُلْدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾¹

اور جو شخص مسلمان کو قصد آمار ڈالے گا تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا اور اللہ اس پر غضبناک ہو گا اور اس پر لعنت کرے گا اور ایسے شخص کیلئے اُس نے بڑا (سخت) عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

مذکورہ آیت سے یہ نتیجہ اخذ کرنا قطعی طور پر غلط ہو گا کہ قرآن مجید میں قتل عمد پر دنیاوی سزا کا چونکہ ذکر نہیں ہے لہذا اس پر دنیاوی سزا کا وجود ہی نہیں، بلکہ ہمارے نزدیک جس طرح قتل عمد کی اخروی سزا بیان کرنے کے باوجود، دنیاوی سزا، خارج از آیت کسی اور مقام سے اخذ کی جائے گی، بالکل اسی طرح سزائے مرتد کی زیر بحث آیت میں، اخروی سزا کے مذکور ہونے کا بھی یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ مرتد کی دنیا میں کوئی سزا ہے ہی نہیں بلکہ جرم ارتداد پر دنیاوی سزا کا علم کسی اور مقام سے حاصل کیا جائے گا۔²

حضرت عمرؓ کا یہ اثر اگرچہ بار بار اسلام لانے اور بار بار مرتد ہو جانے سے متعلق ہے لیکن آخری الفاظ کہ "اسلام قبول کر لے تو چھوڑ دیا جائے ورنہ قتل کر دیا جائے" مرتد کی سزائے قتل پر صریح نص ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص اور ابو موسیٰ اشعرؓ نے تستر کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس ایک قاصد بھیجا۔ قاصد نے حضرت عمرؓ کے سامنے حالات کی رپورٹ پیش کی۔ آخر میں حضرت عمرؓ نے پوچھا اور کوئی خاص بات؟ اس نے عرض کیا: یا امیر المومنین! ہم نے ایک عرب کو پکڑا جو اسلام لانے کے بعد کافر ہو گیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: پھر تم نے اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ قاصد نے کہا: ہم نے اسے قتل کر دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم نے ایسا کیوں نہ کیا کہ اسے ایک کمرہ میں بند کر کے دروازہ کو کنڈی لگا دیتے، پھر تین دن تک روزانہ ایک روٹی اس کو دیتے رہتے، شاید کہ وہ اس دوران میں توبہ کر لیتا۔

مذکورہ بالا واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس قتل سے اظہارِ لا تعلقی کے باوجود، حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ سے باز پرس کی اور نہ ان پر کوئی سزا ہی تجویز فرمائی کہ انہوں نے ایک بے گناہ شخص کو قتل کیوں کیا ہے؟ اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ کا مرتد کو قتل کرنا، اسلامی قانون کے دائرہ ہی میں تھا مگر حضرت عمرؓ کی رائے میں اسے قتل سے پہلے توبہ کا موقع دینا زیادہ بہتر تھا، اور اس دوران

¹ - النساء: ۹۳

² - قاسمی، حافظ محمد دین، عقوبات قرآن اور مفکر قرآن، ص 134۔

قید میں رکھنا چاہیے تھا۔ اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو اصولی طور پر مرتد کی سزائے قتل سے اختلاف نہیں تھا، بلکہ امن کے نزدیک اس سے توبہ کا مطالبہ کرنا اور تین دن کی مہلت دینا بہتر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قاضی ابو موسیٰ اشعری سے اس سلسلہ میں کوئی باز پرس نہیں کی گئی۔

طحاوی میں حسب ذیل چند واقعات اور بھی مذکور ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو خبر پہنچی کہ بنی حنیفہ کی مسجد میں کچھ لوگ جمع ہیں اور شہادت دے رہے ہیں کہ مسیلہ (کذاب) اللہ کا رسول ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پولیس بھیج کر سب کو پکڑوا لیا۔ لوگوں نے توبہ کی اور اقرار کیا کہ ہم آئندہ ایسا نہیں کریں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سب کو رہا کر دیا مگر ایک شخص عبداللہ ابن النواحہ کو قتل کر دیا۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا کہ یہ شخص عبداللہ ابن النواحہ وہ شخص ہے جو مسیلہ کذاب کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سفیر بن کر آیا تھا۔ اس کے ساتھ سفارت میں ایک اور شخص حجر بن وئال بھی شریک تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ان دونوں سے دریافت فرمایا کہ تم شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ان دونوں نے جواب دیا کہ آپ گواہی دیتے ہیں کہ مسیلہ اللہ کا رسول ہے؟ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر سفارتی وفد کو قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کر دیتا۔ یہ واقعہ بیان کر کے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس وجہ سے میں نے ابن النواحہ کو سزائے موت دی۔¹

ابن النواحہ کے قتل کا واقعہ اس وقت کا ہے جب حضرت عمرؓ خلیفہ تھے اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی جانب سے کوفہ کے قاضی تھے۔ عبداللہ ابن النواحہ اور حجر بن وئال دونوں مسلمان تھے، پھر مسیلہ کذاب کی نبوت کے قائل ہو گئے۔ حضور ﷺ کے سامنے ارتداد کی وجہ سے واجب التقل تھے مگر سفیر ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ نے اس وقت چھوڑ دیا تھا۔

مذکورہ بالا واقعہ کی درست تفہیم کے لیے معلوم ہونا چاہئے کہ ابن نواحہ اور ابن وئال سمیت، بنو حنیفہ کا قبیلہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر پہلے مسلمان ہو چکا تھا مگر جب مسیلہ نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تو یہ لوگ بھی اسکی نبوت کے قائل ہو گئے بلکہ مذکورہ دونوں افراد مسیلہ کے سفیر بن کر آپ کے پاس جا پہنچے جس پر آپ نے فرمایا کہ اگر سفیروں کو قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تمہیں قتل کر دیتا، گویا ارتداد کی بنا پر انہیں قتل کرنا واجب ہو چکا تھا مگر ان کا سفیر بن کر آنا سزائے موت میں مانع بن گیا اور ان پر شریعت کا یہ حکم نافذ نہ کیا جاسکا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے جرم ارتداد کی پاداش میں اسی سزائے قتل کو نافذ کر دیا کیونکہ جس سبب کی بنا پر وہ ارتداد کی سزائے موت سے محفوظ رہا تھا۔ اب وہ سبب موجود نہ تھا تاہم دوسرا شخص پہلے ہی تائب ہو کر مسلمان بن گیا تھا۔

¹ - أبو جعفر الطحاوی، شرح معانی الآثار، ج 3، ص 123 (لاہور: مکتبۃ رحمانیہ، ب.ن.ا۔)

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں کوفہ میں چند آدمی پکڑے گئے جو مسلمہ کی دعوت پھیلا رہے تھے۔ حضرت عثمانؓ کو اس کی اطلاع دی گئی۔ آپؓ نے جواب لکھا کہ ان کے سامنے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو پیش کیا جائے، جو اسے قبول کرے اور مسلمہ سے براءت کا اظہار کرے اسے چھوڑ دی جائے ورنہ قتل کر دیا جائے۔¹

حضرت علیؓ کے سامنے ایک شخص پیش کیا گیا جو پہلے عیسائی تھا، پھر مسلمان ہوا، پھر عیسائی ہو گیا۔ آپؓ نے اس سے پوچھا تیری اس روش کا کیا سبب ہے، اس نے جواب دیا میں نے عیسائیوں کے دین کو تمہارے دین سے بہتر پایا۔ حضرت علیؓ نے پوچھا عیسیٰؑ کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے؟ اس نے کہا کہ وہ میرے رب ہیں، یا یہ کہا کہ وہ علیؓ کے رب ہیں، اس پر حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔²

عیسائی مرتد کا یہ واقعہ اس بات کا جواز بھی فراہم کرتا ہے کہ حاکم وقت مرتد کا امتحان بھی لے سکتا ہے تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ اس کا ارتداد، دلی آمادگی کے ساتھ واقع ہوا ہے یا محض دنیاوی فائدے کے حصول یا کسی مجبوری کے تحت وہ مرتد ہوا تھا مگر اس کا دل، ایمان و اسلام پر مطمئن ہے۔ اس کے نتیجے میں جب حضرت علیؓ کو یقین ہو گیا کہ اس کا ارتداد کسی دنیاوی مفاد کے باعث نہیں بلکہ کفر کی شدید رغبت ہی کے باعث تھا، تو آپؓ نے مرتد کی سزائے موت میں اسے قتل کر دیا۔

حضرت علیؓ کے زمانہ میں ایک شخص پکڑا ہوا آیا جو مسلمان تھا، پھر کافر ہو گیا۔ آپؓ نے اسے ایک مہینہ تک توبہ کی مہلت دی پھر اس سے پوچھا، مگر اس نے توبہ سے انکار کر دیا۔ آپؓ نے اسے قتل کر دیا۔³

مندرجہ بالا احادیث و آثار آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کے عہد کے ہی جن سے یہ امر پوری طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ ارتداد کی سزا قتل ہے۔ بعض حضرات کا یہ دعویٰ کہ نفس ارتداد موجب قتل نہیں، جب تک کہ اس میں بغاوت شامل نہ ہو، مندرجہ بالا حقائق و شواہد کی روشنی میں بے وزن اور بے وقعت ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں ان کا یہ دعویٰ ہے کہ فتنہ ارتداد کے ساتھ بغاوت بھی شامل تھی جس کے سبب عام قتل کا حکم ہوا، لیکن ان کا یہ دعویٰ مختلف وجوہ کے سبب بے بنیاد ہے۔ اول تو اس لئے کہ تاریخ میں اس سارے واقعہ کو فتنہ ارتداد کا نام دیا گیا ہے، دوسرا یہ کہ ان میں بنیادی طور پر مانعین زکوٰۃ کا گروہ شامل تھا، جو زکوٰۃ کا منکر تھا جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ گروہ دین کے ایک اہم رکن سے انکار کر کے دین کے دائرہ سے نکل گیا اور مرتد ہو کر واجب القتل قرار پایا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا یہ قول ”واللہ لاقتلن من فرق

¹ - ایضا

² - ایضا

³ - الشعرانی، عبد الوہاب، میزان الکبریٰ، 1/125۔

بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ“ کہ خدا کی قسم جو کوئی نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا، اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ اصل مسئلہ ضروریات دین کے اقرار کا تھا۔ ان کے نزدیک زکوٰۃ کا منکر بھی ایسا ہی نکلا جیسا کہ صلوٰۃ کا۔ کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ محض فتنہ بغاوت تھا؟

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد عرب کے مختلف گوشوں سے ارتداد کے فتنے ظاہر ہوئے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں وہ حکم جو حضرت ابو بکرؓ نے جاری کیا، خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس حکم میں کہا گیا کہ ”تم میں سے جن لوگوں نے شیطان کی اتباع کی ہے اور جو اللہ سے بے خوف ہو کر اسلام سے پھر گئے ہیں، ان کی اس حرکت کا حل مجھے معلوم ہوا۔ اب میں نے فلاں شخص کو مہاجرین و انصار اور نیک نہاد تابعین کی ایک فوج کے ساتھ تمہاری طرف بھیجا ہے اور اسے ہدایت کر دی ہے کہ ایمان کے سوا کسی سے کچھ قبول نہ کرے اور اللہ عز و جل کا اقرار کرنے کے بعد اپنا عمل درست رکھے گا اس کے اقرار کو قبول کرے گا اور اسے راہ راست پر چلنے میں مدد دے گا، اور جو انکار کرے گا اس سے لڑے گا یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے۔

حاصل کلام ہے کہ ابو بکر و عمر اور عثمان و علی میں سے ہر ایک نے اپنے دور خلافت میں ارتداد کے مرتکب پر قتل کا فیصلہ صادر اور نافذ کیا تھا اور خلافت راشدہ کے قریباً تیس سالہ دور میں نہ صرف خلفائے راشدین کا طرز عمل مختلف نہیں تھا بلکہ کسی ایک بھی صحابی سے بھی اس باب میں کوئی اختلاف مروی نہیں ہے، جس سے پتا چلتا ہو کہ ارتداد کی سزا کے بارے میں خلفائے راشدین میں اختلاف پایا جاتا تھا یا بعض صحابہ کرام ارتداد پر قتل کے قائل نہ تھے گویا ارتداد پر خلفائے راشدین کا عمل، درحقیقت صحابہ کرام کے اجماع پر دلالت کرتا ہے۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ:

"مَا كَانَ مِنْ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الَّذِينَ سَنَّوْهُ لِلْمُسْلِمِينَ، وَلَمْ يَنْقُلْ أَنَّ أَحَدًا مِنَ الصَّحَابَةِ خَالَفَهُمْ فِيهِ، فَهَذَا لَا رَيْبَ أَنََّّهُ حُجَّةٌ بَلْ إِجْمَاعٌ"¹

"جو کچھ خلفائے راشدین کی سنت سے ہے، جسے انہوں نے مسلمانوں کے لیے جاری کیا، اور یہ

منقول نہیں کہ صحابہ میں سے کسی نے اس میں ان کی مخالفت کی ہو، تو بلا شک یہ حجت ہے بلکہ اجماع ہے۔"

مذکورہ بالا اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ ارتداد کی سزا کے باب میں خلفائے راشدین کا طرز عمل، اجماع

صحابہ کا ثبوت فراہم کرتا ہے اور امت اسلامیہ کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ عقیدہ و عمل اور فہم و ادراک کے باب میں

خلفائے راشدین کی سنت سے تمسک کریں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ))²

¹۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، مجموع الفتاوی، 573/20۔

²۔ ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد، حدیث 4607، کتاب السنہ، باب فی لزوم السنہ۔

میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔

خلفاء راشدین کا طرز عمل اور ان کی سنت کو پیروی کرنے کا حکم اسلامی تاریخ میں اہمیت کا حامل ہے۔ یہاں پر رسول اللہ ﷺ کا فرمان آیا ہے کہ عَلَیْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهْدِيِّينَ، جس کا معنی ہے "تمہیں میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو پکڑنا چاہئے"۔ خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی امت کے لئے راہنمائی کا کام کرتی ہے۔ ان کا طرز عمل، عدلیہ، شفافیت، اخلاقیات اور اسلامی اصولوں کی پیروی کا مظاہرہ تھا۔ ان کی حکومتیں انصاف کی بنیادوں پر قائم تھیں اور وہ مخلصانہ امت کی خدمت میں مصروف تھے۔ اجماع صحابہ کی بنیادوں پر خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی کرنا امت کے لئے فرمانبرداری اور وحدت کی بنیاد مضبوط کرتا ہے۔ اس سے امت کی ترقی اور تحسین و توسیع کا راستہ سنگین ہوتا ہے۔ اس لئے، امت کو حضور ﷺ کی سنت کو پیروی کے ساتھ خلفاء راشدین کی سنت کو بھی مضبوطی سے اپنانا چاہئے، تاکہ ایک مثالی اور اصولی حیاتی نظام قائم ہو سکے جو انصاف، امن، اخلاقیات اور اسلامی اقدار کی روشنی میں چمکتا رہے۔

اجماع امت اور ارتداد

اصول فقہ کی رو سے قرآن و سنت کے بعد اجماع امت کو اسلامی شریعت کا تیسرا ماخذ تسلیم کیا جاتا ہے۔ علمائے اصول کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کسی زمانہ کے فقہاء و مجتہدین کا کسی مسئلہ شرعی کے حکم پر متفق ہو جانا، اجماع کہلاتا ہے۔ علمائے کرام نے اجماع کا شرعاً حجت ہونا، کتاب و سنت کے دلائل سے ثابت کیا ہے۔¹ قرآن حکیم میں ارشادِ باری ہے:

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ
تُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾²

اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے مذکورہ آیت مبارکہ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ "جو شخص مومنوں کے اجماع سے نکل جاتا ہے۔ لازمی بات ہے کہ وہ غیر مومنوں کی راہ کا اتباع کرتا ہے اور آیت ہذا میں اس عمل کی مذمت کا بیان آیا ہے اور دونوں باتیں ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں چنانچہ جس بات پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہو جاتا ہے،

¹ - کشف الاستار: ۱۲۲/۱۳ المستصفی: ۱۹۳/۲ (کشاف اصطلاحات الفنون: ۲۳۸/۱۰)

² - النساء: ۱۱۵

وہ عمل گو یا رسول اللہ ﷺ سے منصوص ثابت ہوتا ہے اور اس سے اختلاف کرنے والا درحقیقت رسول اللہ سے اختلاف کرتا ہے۔ جس طرح رسول اللہ کا مخالف دراصل اللہ تعالیٰ کا مخالف ہوتا ہے۔¹

ملت اسلامیہ کے اجماع کا شرعاً حجت ہونا، حدیث نبوی سے بھی ثابت ہے چنانچہ آپ کے ایک فرمان گرامی کا مفہوم یہ ہے کہ امت محمدیہ کا کسی عمل میں گمراہی پر بہر صورت اتفاق نہیں ہوگا آپ کی یہ پیش گوئی دراصل اجتماعی سطح پر امت محمدیہ کی معصیت کا ایک بین ثبوت ہے۔ آپ کے ارشاد مبارکہ کے الفاظ یہ ہیں:

((لَا يَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ))²

میری امت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوگی۔

امام شافعی کے خیال میں جو شخص وہی قول کرتا ہے جو امت کا اجتماعی موقف ہے۔ وہ جماعت کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے اور جو شخص تمام امت کے خلاف کوئی بات کرتا ہے، وہ دراصل اس جماعت سے اختلاف کرتا ہے، جس کے ساتھ وابستہ رہنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ کتاب و سنت کا مدعا سمجھنے میں کسی ایک فرد یا گروہ سے خطا کا صدور ہو سکتا ہے مگر کسی باب میں تمام کی تمام جماعت اسلامیہ کا خطا کرنا بہر کیف ناممکن ہے۔³

جرم ارتداد پر سزائے قتل، امت اسلامیہ کے اجماع سے بھی ثابت ہے۔ مندرجہ بالا احادیث و نظائر پیش کرنے کے بعد یہ وضاحت ضروری ہے کہ تمام ائمہ کرام اور فقہاء اس امر میں بالکلیہ متفق الرائے ہیں کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔ اس بارے میں فقہاء متقدمین یا متاخرین میں سے کسی فقیہ کا اختلافی قول نظر سے نہیں گزرا۔ بناء بریں یہ کہنا قطعاً ٹھیک ہوگا کہ اس مسئلہ میں امت کا اجماع ہے۔

علامہ عبد الوہاب شعرانی نے 'میزان الکبریٰ' میں لکھا ہے کہ:

"تَمَامُ الْأُئِمَّةِ اتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ مَنْ رَجَعَ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَدْ وَجِبَ قَتْلُهُ"

"تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ جو شخص اسلام سے پھر جائے اس کا قتل واجب ہے۔"⁴

مسئلہ ارتداد پر اسلامی تعلیمات ایک پیچیدہ اور متنوع تناظر کی عکاسی کرتی ہیں، جس میں مذہبی، سماجی اور قانونی پہلو شامل ہیں۔ یہ موضوع اسلامی فکر میں ہمیشہ سے ایک حساس اور متنازعہ مسئلہ رہا ہے۔ بہت سے علماء ارتداد کو ایک سنگین گناہ اور ایمان کے ساتھ خیانت قرار دیتے ہیں، جو مسلم معاشرے کے اتحاد اور استحکام کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔ بعض اسلامی ممالک میں، جہاں شرعی قوانین نافذ ہیں، ارتداد پر سخت سزائیں، بشمول سزائے موت، عائد

¹ - مجموع الفتاوی: ۱۹/۱۹۳

² - مستدرک حاکم ۲۰۱/۱۰۲۹۴ - کتاب العلم المجمع الکبیر للطبرانی: ۱۳۶۲۳،

³ - شافعی امام، الرسالة، المكتبة العالمية، بیروت، لبنان، من: ۵: ۴

⁴ - الشعرانی، عبد الوہاب، "الاتفاق فی مسائل الاعتقاد"، چیکو، انڈیانا: مؤسسہ دار الکتب العلمیہ، ۲۰۱۰، ۳۰۹: ۳۰۳، الشعرانی، عبد الوہاب، "المقتنع فی

اختصار الفتاوی"، چیکو، انڈیانا: مؤسسہ دار الکتب العلمیہ، ۲۰۱۰، ۵۲۳: ۵۱۴.

کی جاسکتی ہیں۔ تاہم، جدید اسلامی فکر میں بعض علماء کا کہنا ہے کہ ایمان بنیادی طور پر ذاتی یقین کا معاملہ ہے اور اس پر کسی قسم کا جبر یا سزا اسلامی اصولوں اور قرآن کی تعلیمات سے متصادم ہے۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اسلامی معاشرتی اصول رواداری، مکالمے اور انفرادی آزادی پر مبنی ہیں، اور کسی کو زبردستی ایمان پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ بالآخر، ارتداد کا مسئلہ اسلامی فقہ اور جدید قانونی نظام میں مسلسل بحث و تشریح کا موضوع بنا ہوا ہے۔ یہ بحث نہ صرف اسلامی تعلیمات کی وسعت اور پیچیدگی کو ظاہر کرتی ہے بلکہ مسلم دنیا میں مختلف فکری اور سماجی تناظر کی عکاسی بھی کرتی ہے۔ اس موضوع پر جاری مکالمے اسلامی فکر کی متحرک اور ارتقائی نوعیت کو اجاگر کرتے ہیں، جو وقت اور حالات کے مطابق نئے چیلنجز کے جوابات تلاش کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

فصل دوم: مسئلہ ارتداد: معاصر فقہاء اور اجتہادی اداروں کی آراء

عہد حاضر میں دنیا بھر میں اجتماعی اجتہاد کے ادارے وجود میں آتے ہیں جہاں امت مسلمہ کے چوٹی کے علماء اور سکالرز جو جدید و قدیم علم کے متخصصین ہوتے ہیں، نے مقالات، اسکاٹ اور مذاکرات کے طویل ادوار کے بعد عہد حاضر کے نئے پیش آمدہ مسائل کا حل شریعت اسلامیہ کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ جن میں کئی ایک مسائل تو ایسے ہیں جن پر باوجود زمان و مکان میں اختلاف کے اتفاق اور اجتماع منعقد ہوا ہے۔ ارتداد کے حوالے سے ان اداروں نے غور و حوض کیا اور اس حوالے سے قراردادیں پاس کی ہیں۔ اس فصل میں انہی معاصر فقہاء اور اجتہادی اداروں کے مابین اس موضوع پر اتفاق اور اجماع کا تجزیہ کیا جائے گا۔

مختلف مکاتب فکر اور فقہی مذاہب سے منسوب تمام زمان و مکان اور متفرق علوم و معارف کے اسلامی ماہرین کے اقوال و آثار کی رو سے، سزائے ارتداد پر امت اسلامیہ کا اجماع ہے اور خلافت عثمانیہ کے سقوط سے قبل کی تیرہ سو سالہ اسلامی تاریخ، اس حقیقت پر گواہ ہے کہ صحابہ کرام سے لیکر تابعین عظام تک، اہل سنت کے فقہی مذاہب سے لیکر اہل تشیع کے مکاتب فکر تک اور علمائے عقیدہ تفسیر سے لیکر علمائے حدیث و فقہ تک تمام مذہبی ادب کے کسی ایک گوشہ میں بھی اور اسلامی تاریخ کے کسی ایک مرحلہ پر بھی یہ موقف موجود نہیں تھا کہ جرم ارتداد پر سزائے موت نہیں ہوگی۔ اسلام کے فوجداری قانون کی رو سے ارتداد ایک جرم ہے، جس پر دنیا میں موت کی سزا مقرر ہے۔ جرم ارتداد پر سزائے موت قرآن حکیم، سنت رسول اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ دسیوں آیات مبارکہ اپنی نصوص کے اشارہ، دلالہ اور اقتضاء سے جرم ارتداد کی سزائے موت بیان کرتی ہیں۔ متعدد صحیح اور حسن درجے کی احادیث نبویہ سے بھی سزائے ارتداد ثابت ہوتی ہے اور حضرات خلفائے راشدین کا طرز فکر عمل بھی سزائے ارتداد پر دال ہے۔

تمام فقہی مذاہب اپنے باہمی اور اندرونی اختلافات کے باوجود، اس بات پر بہر حال متفق ہیں کہ حدیث کی بنا پر، ارتداد کی سزا میں مرتد کو قتل کر دیا جائے گا۔ اس بارے میں فقہی مذاہب کی تفصیل درج ذیل ہے:

احناف کے نزدیک مرتد کو توبہ کا موقع دیا جائے گا اور اس دوران دوبارہ اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں اسے قتل کر دیا جائے گا۔ حنفی مذہب کے نمائندہ حضرت ابن عابدین کے الفاظ یہ ہیں کہ:

"فَإِنْ أَسْلَمَ فِيهَا وَإِلَّا قُتِلَ، لِحَدِيثِ: "مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ"¹

اگر وہ اسلام لاتا ہے تو بہتر ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا کیونکہ حدیث ہے کہ جس نے اپنا دین بدلا،

اسے قتل کر دو۔

¹ - ابن عابدین، محمد آمین، الدر المختار مع حاشیہ ابن عابدین، 4/226۔

فقہائے مالکیہ کے نزدیک بھی توبہ نہ کرنے کی صورت میں، مرتد کو قتل کر دیا جائے گا۔ مالک کے اس فتویٰ

کے الفاظ یہ ہیں کہ:

"وَحُكْمُ الْمُرْتَدِّ إِنْ لَمْ تَظْهَرْ تَوْبَتَهُ الْقَتْلُ، لَمَّا فِي الْبُخَارِيِّ وَغَيْرِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ"¹

اور مرتد کا حکم یہ ہے کہ اگر توبہ کا اظہار نہیں کرتا اسے قتل کیا جائے گا کیونکہ بخاری وغیرہ میں آپ سے مروی ہے کہ جس نے اپنا دین بدلا، اسے قتل کر دو۔

فقہائے شافعیہ کا موقف بھی یہ ہے کہ ارتداد پر اصرار کی صورت میں مرتد کو قتل کر دیا جائے گا اور ان

میں مرد و عورت کے مابین کوئی تفریق نہیں کی جائے گی چنانچہ صاحب تحفہ نے واضح کیا ہے کہ:

"فَإِنْ أَصْرًا أَيْ الرَّجُلُ وَالْمَرْأَةُ عَلَى الرَّدَّةِ قَتْلًا، لِلْخَبَرِ الْمَذْكُورِ"²

اگر مرد اور عورت ارتداد پر اصرار کریں تو انہیں حدیث مذکورہ کی بنا پر قتل کر دیا جائے گا۔

فقہائے حنابلہ کا مسلک بھی یہ ہے کہ مرتد کو سزائے ارتداد میں قتل کرنا واجب ہے۔ حنابلہ کی کتاب

کشاف القناع میں ہے کہ:

"وَاجْمَعُوا عَلَى وَجوب قَتْلِ الْمُرْتَدِّ"³

قتل مرتد کے وجوب پر تمام علماء کا اجماع ہے۔

فقہائے امامیہ کے نزدیک مرتد کی دو اقسام ہیں: ایک مرتد وہ ہے جو اسلام پر پیدا ہوا تھا مگر بعد میں مرتد ہو

گیا، اسے فوری قتل کر دیا جائے گا اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا اور نہ اس کی توبہ قبول ہوگی۔ امامیہ کے

ز نزدیک دوسرا مرتد وہ ہے جو اسلام لایا تھا مگر اس کے بعد مرتد ہو گیا، اسے توبہ کا موقع دیا جائے گا اور عدم توبہ کی

صورت میں اسے قتل کر دیا جائے گا۔⁴

فقہائے ظاہریہ کا موقف بھی یہ ہے کہ ارتداد ایک قسم کی حد ہے اور اس کی سزا قتل کے سوا کچھ نہیں ہے۔

ظاہریہ کا مذہب، علامہ ابن حزم کے الفاظ میں یہ ہے کہ:

لَا يَقْبَلُ مِنَ الْمُرْتَدِّ إِلَّا الْإِسْلَامُ أَوْ السَّيْفُ⁵

مرتد سے اسلام کے سوا کچھ قبول نہ کیا جائے گا یا پھر سیف ہے۔

¹ - التوضیح فی شرح مختصر خلیل: 8/219،

² - تحفۃ المحتاج: 9/96،

³ - کشاف القناع: 6/168،

⁴ - شرائع الاسلام: 2/243، مفتاح الکرامۃ: 8/35، وسائل الشیعہ: 9/544

⁵ - ابن حزم، محلی، بیروت، المکتب التجاری للطباعة والنشر، 1969، 3/13،

فقہائے زیدیہ کے نزدیک بھی جرم ارتداد حدود میں شامل ہے اور ارتداد کے باب میں عموم حدیث کی بنا پر مرد اور عورت کے مابین کوئی فرق نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کی پاداش میں مرتد کو قتل کرنا واجب ہو گا۔ علامہ احمد بن یحییٰ نے اس پر اپنی کتاب میں الردۃ و قتال اہلہا کے عنوان سے ایک باب ہے اور اس کے ذیل میں 'وحدہ القتل' کے نام سے ایک فصل قائم کی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اہل ردۃ کے خلاف جہاد کیا جائے گا اور جرم ارتداد کی حد قتل ہے۔¹

فقہائے اباضیہ کا موقف بھی سزائے ارتداد کے باب میں دیگر فقہی مذاہب سے مختلف نہیں ہے چنانچہ ان کے نزدیک بھی بلالحاظ جنس، مرتد کو قتل کر دیا جائے گا۔ محمد بن یوسف الطیشی کے الفاظ یہ ہیں کہ:

"قَتْلُ الْمُرْتَدِّ إِنْ لَمْ يَتَّبَعْ، ذَكَرًا كَانَ أَوْ أُنْثَىٰ"²

عدم توبہ کی صورت میں مرتد کو قتل کر دیا جائے گا، وہ مرد ہو یا عورت۔

ارتداد کی سزا پر مذاہب فقہیہ کے مذکورہ اقتباسات اور حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف احکام و مسائل میں فقہی مذاہب کے باہمی اختلاف کے باوجود، سزائے ارتداد کے مسئلہ پر اتفاق ہے اور اس ضمن میں تمام فقہائے مذاہب کے درمیان کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا حتیٰ کہ اس باب میں کسی ایک مذہب کا کوئی شاذ قول یا ایک اختلافی روایت بھی موجود نہیں ہے کہ جرم ارتداد کی پاداش میں مرتد کو قتل نہیں کیا جائے گا گویا تمام فقہی مذاہب بھی سزائے ارتداد کے باب میں ہم آہنگ اور یک زبان ہیں کہ مجرم کو توبہ نہ کرنے کی صورت میں قتل سے دوچار کر دیا جائے گا۔

ارتداد کی سزا پر امت کے معروف متداول فقہی مذاہب مثلاً حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ، ظاہریہ، امامیہ، زیدیہ اور اباضیہ کا مجموعی طور پر اتفاق ہے کہ ارتداد کے مرتکب کو قتل کیا جائے گا اور اس مسئلہ میں جملہ فقہی مذاہب کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔ علاوہ ازیں فقہی مکاتب فکر سے وابستہ علمائے فقہ کا ذاتی سطح پر موقف بھی یہ ہے کہ مرتد کی سزا بہر حال موت ہے۔ جرم ارتداد پر سزائے قتل، نہ صرف تمام فقہی مذاہب کا موقف ہے بلکہ تمام مکاتب فکر کے اہل دانش اور اصحاب فکر، اپنی رائے اور ذاتی رجحان میں بھی اپنے فقہی مذہب کی نمائندہ آواز سے ہم آہنگ ہیں اور اجتہادی بصیرت کے باوجود ارتداد کے باب میں ذاتی سطح پر بھی اختلاف رائے نہیں رکھتے ہیں۔

امام شافعی رقم فرماتے ہیں:

"وَلَمْ يَخْتَلَفِ الْمُسْلِمُونَ أَنَّهُ لَا يَحِلُّ أَنْ يُفَادِيَ بِمُرْتَدٍّ بَعْدَ إِيمَانِهِ، وَلَا يَمْنُ عَلَيْهِ، وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهُ"

¹ - البحر الذخائر الجامع لمذاہب علماء الامصار، بیروت، موعودہ الرسالہ - 1982/6: 422

² - النیل وشفعاء العلیل، جدۃ، مکتبۃ الارشاد، 1985، 14/786،

فَدْيَةٌ بِحَالٍ، حَتَّى يُسَلَّمَ أَوْ يُقْتَلَ¹۔

اہل سلام میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب کوئی شخص ایمان کے بعد ارتداد کا مرتکب ہوگا، اس پر احسان کرنا یا اس سے فدیہ وصول کرنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے بلکہ وہ اسلام قبول کرے گا یا اسے قتل کر دیا جائے گا۔

امام سفیان بن عیینہ نے سورۃ فتح آیت 16 کے الفاظ (تَقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسَلِّمُونَ) کی تفسیر میں واضح کیا کہ:

"السُّيُوفُ أَرْبَعَةٌ: نَزَلَ بِهَا الْقُرْآنُ، وَمَضَتْ بِهَا السُّنَّةُ، وَأَجْمَعَتْ عَلَيْهَا الْأُمَّةُ"، ثُمَّ ذَكَرَ مِنْهَا:

"وَسَيْفٌ لِأَهْلِ الرَّدَّةِ عَلَى يَدَي أَبِي بَكْرٍ"²

تلواریں چار ہیں: اس پر قرآن کا نزول، سنت کا اجراء اور امت کا اجماع ہو چکا ہے۔ ان میں سے ایک تلوار مرتدین کے خلاف حضرت ابو بکر صدیق کے ہاتھ میں تھی۔

ابن قدامہ رقم طراز ہیں کہ:

"الْمُرْتَدُّ هُوَ الرَّاجِعُ عَنْ دِينِ الْإِسْلَامِ إِلَى الْكُفْرِ، وَاجْتَمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلَى وَجُوبِ قَتْلِ الْمُرْتَدِّ"³

دین اسلام سے کفر میں جانے والا مرتد کہلاتا ہے اور تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ مرتد کو قتل کرنا واجب ہے۔

علامہ ماوردی رقم طراز ہیں کہ:

"فَإِذَا ثَبِتَ خَطَرُ الرَّدَّةِ بِكِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى، فَهِيَ مُوجِبَةٌ لِلْقَتْلِ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَاجْتِمَاعِ صَحَابَتِهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ."⁴

ارتداد کا خطرناک جرم ہونا کتاب اللہ سے ثابت ہو چکا ہے اور اس کا موجب قتل ہونا سنت رسول ﷺ اور اجماع صحابہ کی بنا پر ہے۔

امام ابو بکر محمد بن علی شاشی لکھتے ہیں:

"فَأَمَّا الْكُفْرُ بَعْدَ الْإِيمَانِ فَهُوَ الرَّدَّةُ الَّتِي وَرَدَ بِذِكْرِهَا الْخَبَرُ الْآخِرُ فِي قَوْلِهِ ﷺ: "مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ"، وَأَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ جَمِيعًا فِي الْجُمْلَةِ عَلَى الْقَوْلِ بِهِ، وَإِنْ كَانُوا فِي الْمَرَأَةِ إِذَا ارْتَدَّتْ فِي أَشْيَاءٍ مِنْ فُرُوعِ الرَّدَّةِ كِبَاعَادَةِ الصَّلَوَاتِ وَالصُّومِ وَنَحْوِهَا مُخْتَلِفِينَ."⁵

"ایمان کے بعد کفر اختیار کرنا ارتداد کہلاتا ہے، اس کا ذکر ایک دوسری حدیث میں بھی آیا ہے کہ جس نے اپنا دین بدلا، اسے قتل کر دو۔ اور تمام علمائے کرام کا اس موقف پر اجماع ہے اگرچہ عورت کے ارتداد

¹ - شافعی، کتاب الام: ۳۹۴/۷

² - سرخسی، المبسوط: ۱۰/۳،

³ - ابن قدامہ المعنی: ۱۶/۹،

⁴ - ماوردی الحاوی: ۱۳/۱۳،

⁵ - شاشی، محاسن الشریعة: 540

پر اور نماز، روزہ کے اعادہ جیسی فروعات پر علماء کا اختلاف ہے۔“

علامہ ابن عبد البر قرطبی فرماتے ہیں کہ:

"الْقَتْلُ بِالرَّدَّةِ لَا خِلَافَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ فِيهِ، وَلَا تَخْتَلِفُ الرِّوَايَةُ وَالسُّنَّةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيهِ."¹

ارتداد کے قتل پر اہل اسلام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اور نہ رسول کی حدیث و سنت اس

پر مختلف ہیں۔

دوسرے مقام پر ان عبد البر کا قول یہ ہے کہ:

"مَنْ ارْتَدَّ عَنْ دِينِهِ حَلَّ دَمُهُ وَضُرِبَتْ عُنُقُهُ، وَالْأُمَّةُ مُجْتَمِعَةٌ عَلَى ذَلِكَ."²

جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو گا اس کا خون مباح ہو جائے گا اور اس کی گردن مار دی جائے گی۔

امت اسلامیہ کا اس پر اجماع ہے۔

علامہ ابو بکر کاسانی مرتد کی سزائے قتل پر اجماع نقل فرماتے ہیں کہ:

"وَالْمُرْتَدُّ لَا يَقْرَأُ عَلَى الرَّدَّةِ، بَلْ يُجَبَّرُ عَلَى الْإِسْلَامِ: إِمَّا بِالْقَتْلِ إِنْ كَانَ رَجُلًا (بِالْإِجْمَاعِ)، وَإِمَّا بِالْحَبْسِ وَالضَّرْبِ إِنْ كَانَتْ أَمْرًا (عِنْدَنَا)."³

مرتد کو ارتداد پر قائم نہیں رہنے دیا جائے گا بلکہ مرتد کو قتل کے ذریعہ اسلام پر مجبور کیا جائے گا،

اس پر اجماع ہے اور ہمارے نزدیک عورت کو مار پیٹ کے ذریعہ اسلام پر مجبور کیا جائے گا۔

ابن المناصف قرطبی لکھتے ہیں کہ:

"لَوْ هُوَ اجْتِمَاعُ الْمُسْلِمِينَ، أَلَّا الرَّجُلُ الْبَالِغُ الْعَاقِلُ إِذَا كَانَ مِمَّنْ انْتَصَفَ بِالْإِيمَانِ، ثُمَّ ارْتَدَّ مَخْتَارًا غَيْرَ مَكْرَهٍ، فَاسْتَتِيبَ فَلَمْ يَتَّبِعْ، وَاسْتَوْنِي بِهِ فَلَمْ يَصْلَحْ، أَنَّهُ مَبَاحُ الدَّمِ."⁴

اہل اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ ایک عاقل و بالغ شخص جو ایمان سے متصف ہو چکا تھا مگر وہ

اپنے اختیار سے مرتد ہو گیا اور وہ مجبور نہیں تھا، اس سے توبہ کا مطالبہ بھی کیا گیا تھا مگر وہ تائب نہ ہوا، اس کا

خون مباح ہونے پر اجماع ہے۔

ابن تیمیہ ارشاد فرماتے ہیں:

"الاعتبارُ عند النزاعِ بالرَّدِّ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى الرَّسُولِ، وَالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ دَالٌّ عَلَى مَا ذَكَرْنَاهُ مِنْ أَنَّ الْمُرْتَدَّ يَقْتُلُ بِاتِّفَاقٍ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْقِتَالِ، إِذَا كَانَ أَعْمَى أَوْ زَمِنًا أَوْ رَاهِبًا."⁵

¹ - ابن عبد البر، التمهيد: ۵/ ۳۱۸

² - ايضا: ۵/ ۳۰۶

³ - الكاساني، بدائع الصنائع: ۲/ ۲۷۰،

⁴ - ابن المناصف، الانجاد في أبواب الحجاج: ۲/ ۶۰۵،

⁵ - مجموع الفتاوى: ۲۰/ ۱۰۰

اختلاف کے وقت اللہ اور رسول کی جانب رجوع کا اعتبار ہو گا اور کتاب و سنت اس بات پر دال ہیں کہ مرتد قتل کیا جائے گا، اس پر اتفاق ہے، خواہ وہ اہل حرب میں سے نہ بھی ہو مثلاً اندھا ہو یا راہب ہو۔"

شیخ بہاؤ الدین مقدسی کا قول ہے کہ:

لَوْ اجْتَمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلَى وَجُوبِ قَتْلِ الْمُرْتَدِّينَ¹ -
اہل علم کا مرتدین کے وجوب قتل پر اجماع ہے۔

قاضی ابویوسف رقمطراز ہیں کہ:

"وَأَحْسَنُ مَا سَمِعْنَا فِي ذَلِكَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ: أَنَّ يَسْتَتَابُوا، فَإِنْ تَابُوا وَإِلَّا ضُرِبَتْ أَعْنَاقُهُمْ، عَلَى مَا جَاءَ مِنَ الْأَحَادِيثِ الْمَشْهُورَةِ، وَمَا كَانَ عَلَيْهِ مِنْ أَدْرَكَاهُ مِنَ الْفُقَهَاءِ."²

اس باب میں ہم نے بہترین یہی سنا ہے کہ مرتدین سے توبہ طلب کی جائے گی، وہ توبہ کرتے ہیں بہتر ورنہ ان کی گردان مار دی جائے گی۔ اس پر مشہور احادیث آئی ہیں اور ہم نے فقہائے کرام کو اس کا قائل پایا ہے۔

مختلف فقہی مذاہب کے مطابق، سزائے ارتداد پر امت اسلامیہ کا اجماع ہے اور صحابہ کرام سے لیکر تابعین عظام تک، اہل سنت کے فقہی مذاہب سے لیکر اہل بدعت کے مکاتب فکر تک تمام مذہبی ادب کے کسی ایک گوشہ میں بھی اور تاریخ اسلامی کے کسی ایک موقع پر بھی یہ موقف موجود نہیں تھا کہ ارتداد پر موت کی سزا نہیں ہوگی۔

شرائط ارتداد

اگر کوئی شخص کوئی ایسی بات کرے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ اب وہ جس دین میں تھا اسکی حرمت کا قائل نہیں رہا یا کوئی ایسا کام کرے جس سے ظاہر ہو کہ اسکا اب اس دین سے کوئی تعلق نہیں رہا اور یہ دین کو ماننا ہی نہیں ہے یہ دونوں چیزیں ثبوت ارتداد کے لئے کافی ہیں یعنی یا تو زبان سے کوئی ایسی بات کہے جو دین اسلام سے نکل جانے کو ظاہر کرے جیسے اللہ، پیغمبر ﷺ کی نبوت یا اسلام کی حقانیت کا انکار کرے۔ ضروریات دین کا انکار بھی اسی زمرے میں آتا ہے اور ضروریات دین اس چیز کو کہا جاتا ہے جسے تمام مسلمان قبول کرتے ہوں اور اس کے ثبوت کے لئے دلیل کی ضرورت نہ ہو جیسے نماز کا واجب ہونا و روزہ اور حج کا فرض ہونا وغیرہ۔ اسی طرح اگر کوئی کفریہ کام جانتے بوجھ کر کرے، مثلاً بت کی پوجا کرے، یا اللہ کے علاوہ کسی اور ذات کی عبادت کرے یا اسلامی مقدسات جیسے قرآن مجید و بیت اللہ شریف، رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کی کھلم کھلا ہانت کرے۔

¹ - بہاء المقدسی، العدة شرح العدة: ۶۱۶،

² - ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، ص 353۔

"There are three different ways where one can be considered as an apostate and that is either by believing, or uttering of word or an action".⁽¹⁾

تین مختلف طریقے ہیں جس سے کسی کو مرتد سمجھا جاسکتا ہے اور وہ یا تو یقین سے، یا قول و فعل یا عمل

سے۔

اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو دینی شعائر کا مذاق اڑاتے ہیں۔ کیونکہ اس سے مذہب کی توہین ہوتی ہے۔ لہذا، کسی بھی قسم کی توہین خود بخود ارتداد کے درجہ میں آجائے گی۔

ارتداد کے لئے شریعت نے عقل، بلوغ، قصد و اختیار کو ارتداد کے تحقق کی شرائط میں ضروری جانا ہے یعنی اگر کوئی نابالغ کسی ایسی چیز کو زبان پر لائے جو ارتداد کا سبب ہے یا کوئی دیوانہ شخص قول و عمل سے کچھ ایسا کرے جس سے ارتداد لازم آئے تو وہ مرتد نہیں کہلائے گا اسی طرح اگر کسی کا اختیار وارادہ نہ ہو اور وہ بغیر قصد و اختیار کے مجبوراً ایسی باتیں کریں جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ یہ اپنے دین سے پھر رہا ہے تو یہاں پر بھی اسے مرتد نہیں کہا جائے گا چنانچہ کسی مجبوری کی وجہ سے اگر کوئی کفریہ کلمات کہہ رہا ہے تو وہ بھی مرتد نہیں کہلائے گا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے مطابق بھی ارتداد کا جرم واقع ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا مرتکب بالغ ہو، عاقل ہو اور اس نے ارتداد کا ارتکاب رضا کارانہ کیا ہو۔⁽²⁾ گویا کسی بھی شخص پر جو اسلام کا دعویٰ کرتا تھا بعد ازاں منکر ہو جاتا ہے تو تب تک اس پر سزا کا اطلاق نہ ہو گا جب تک مذکورہ شرائط نہ پائی جائیں۔

1۔ بلوغت

فقہائے کرام کے نزدیک صحت ارتداد کی شرائط میں سے پہلی شرط بالغ ہونا ہے۔ اب بلوغت کے ذیل میں چند اشکالات پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ کسی نابالغ کے ارتداد کا کیا حکم ہو گا؟ بچے کا اسلام معتبر ہے یا نہیں؟ اور بالغ ہونے سے قبل اسلام کا کیا حکم ہے؟

اس مسئلے میں امام زفر کے علاوہ دیگر فقہائے احناف کا خیال ہے کہ عقل مند بچے کا اسلام معتبر ہو گا۔⁽³⁾ (حنابلہ بھی احناف کے موافق ہیں کہ عقل مند بچے کا اسلام معتبر ہو گا)⁽⁴⁾۔

احناف کی دلیل یہ فرمان الہی ہے:

¹. Nik Rahim, Muhammad Norfarihin, REVISITING LAW OF APOSTASY IN ISLAMIC LAW, (Malaysian Journal of Syariah and law, NOVEMBER, 2018)

²۔ سالانہ رپورٹ، ص: 103

³۔ دمشق، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین، رد المختار علی الدر المختار، (بیروت، دار احیاء التراث العربی 1379ھ) 4/257

⁴۔ ابن قدامہ، المغنی مع شرح الکبیر، 8/549

﴿وَأَتَيْنَاهُ الْاَحْكَمَ صَيِّبًا﴾⁽¹⁾

اور ہم نے اسے (یچی کو) بچپن ہی میں حکم عطا کیا۔"

احناف کا استدلال ہے کہ اس آیت کی رو سے بچپن کے باوجود نبوت کا اہل قرار دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک نابالغ بچہ اسلام کا بھی اہل ہے گویا اس کا اسلام بھی معتبر ہوگا۔ حضرت علی نے بچپن میں اسلام قبول کیا تھا اور ان کا اسلام لانا قبول بھی ہوا تھا⁽²⁾۔

فقہائے احناف سورۃ مریم کی آیت 12 سے یہ استدلال کرتے ہیں جس طرح حضرت یحییٰ کے متعلق آتا ہے کہ انہیں بچپن میں ہی منصب نبوت مل گیا تھا، تو اگر نبوت بچپن میں مل سکتی ہے تو اسلام تو بدرجہ اتم معتبر ہوگا۔ اور بالکل اسی طرح حضرت علی کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے بچپن میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کا اسلام قبول کر لیا تھا۔ امام زفر اور امام شافعی کے مطابق دنیا کے احکام میں بچے کا اسلام معتبر نہیں ہوگا۔³ امام شافعی نبی کریم ﷺ کے اس فرمان گرامی سے استدلال کرتے ہیں:

(رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنْ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الصَّغِيرِ حَتَّى يَحْتَلِمَ، وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يَعْقِلَ)⁽⁴⁾

”تین آدمیوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے، سوئے ہوئے شخص سے، یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے، بچے سے، یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے اور دیوانے سے، یہاں تک کہ اسے عقل آجائے۔“

امام شافعی اور امام زفر اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ چونکہ حدیث کے مطابق بچہ مرفوع القلم ہے، اس کے قول پر دنیا میں کوئی حکم عائد نہیں کیا جائے گا اور جب تک وہ بالغ نہیں ہو جاتا، وہ اسلام کا بھی مخاطب نہیں ہے چنانچہ اس کے اسلام کو معتبر نہیں سمجھا جائے گا⁽⁵⁾۔

احناف کے برخلاف امام شافعی اور امام زفر کے ہاں بچے کے اسلام کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ وہ حدیث نبوی ﷺ سے جس میں ہے کہ سوئے ہوئے، نابالغ اور دیوانے سے قلم اٹھالیا گیا ہے سے استدلال کرتے ہیں کہ نابالغ مرفوع القلم ہے اور بلوغت سے قبل اس پر کوئی حکم شرعی عائد نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کا اسلام معتبر ہوگا۔ دونوں اطراف کے موقف اور استدلال کو سامنے رکھتے ہوئے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ کسی نابالغ بچے کے اسلام

¹ - مریم: 12/19

² - سرخسی، المبسوط، 10/121

³ - دمشق، رحمۃ الامۃ فی اختلاف الامۃ، ص: 269

⁴ - ابن خزیمہ، صحیح ابن خزیمہ، کتاب المناسک، باب ذکر اسقاط فرض الحج عن الصبی قبل البلوغ، وعن المجنون حتی یفیک، قال الالبانی حدیث

صحیح رجالہ ثقات ولہ طرق اخری وشواہد فی الأرواء۔ (دار التامیل، 1435)، 3048

⁵ - سرخسی، المبسوط، 10/120

کا شرعی لحاظ سے معتبر ہونا اور قانونی طور پر اس کا معتبر نہ ہونا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اب یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ نابالغ کے اسلام کی طرح، کیا نابالغ بچے کا ارتداد بھی معتبر ہو گا یا نہیں؟ اور کیا اسے بچپن ہی میں سزا دی جائے گی یا اس کی بلوغت کا انتظار کیا جائے گا؟

اس مسئلہ کے متعلق بھی فقہائے کرام کی مختلف آراء ہیں۔ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا خیال ہے کہ استحسان کی رو سے نابالغ بچے کا ارتداد معتبر ہو گا^(۱)۔

امام مالک کا ظاہر مذہب اور امام محمد کا مشہور قول بھی یہی ہے کہ نابالغ بچے کا ارتداد معتبر ہو گا^(۲)۔ علامہ ابن عابدین حنفی اس مسئلہ پر فرماتے ہیں:

"ردتہ صحیحۃ إذا کان اسلامہ بنفسہ او تبعاً لابیہ، واردتہ قبل البلوغ، ولكن لا يقتل لانه ليس من اهل العقوبات، لكنه يضرب ويحبس"۔^(۳)

"بچے کا ارتداد معتبر ہو گا، جب وہ بذات خود اسلام لایا ہو یا اس کا اسلام والدین کے تابع ہو اور وہ بلوغت سے قبل مرتد ہو جائے مگر بچے کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ سزا کے قابل نہیں ہے تاہم اسے مار پیٹا جائے گا اور قیدی بنایا جائے گا۔"

امام ابو حنیفہ، امام محمد اور امام مالک کے نزدیک بچے کے ارتداد کا اعتبار کیا تو جائے گا لیکن بلوغت سے قبل قتل نہیں کیا جائے گا، کیونکہ ابھی وہ سزا کے قابل نہیں ہے، ہاں البتہ اسے بطور سزا مارنا پیٹنا اور قیدی ضرور بنایا جاسکتا ہے۔

امام شافعی اور امام محمد اس مسئلے میں اختلاف کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں بچے کا ارتداد معتبر نہیں ہو گا۔^(۴) علمائے زیدیہ کا بھی یہی موقف ہے۔^(۵) امام سرخسی فرماتے ہیں:

"فاما اذا رتد هذا الصبي العاقل فابو يوسف يقول لا تصح ردتہ، وهو القياس لان الردۃ تضرہ، وانما يعتبر معرفتہ وعقلہ فیما ینفعہ لا فیما یضرہ۔" ^(۶)

"جب کوئی عقل مند بچہ مرتد ہو گا، ابو یوسف کے نزدیک اس کا ارتداد قابل اعتبار نہیں ہے۔ اس کی بنیاد قیاس پر ہے کیونکہ ارتداد بچے کے حق میں نقصان دہ ہے اور بچے کا عقل و شعور اس کیلئے مفید امور میں

^۱۔ الکاسانی، بدائع الصنائع، 7/135

^۲۔ امر داوی، علاء الدین علی بن سلیمان، الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1986)، 10/329

^۳۔ دمشقی، رد المحتار علی الدر المختار، 4/257

^۴۔ شامی، عمر برکات، فیض الالہ الممالک فی حل الفاظ عمدة السالک وعودۃ الناسک، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1358)، 2/305

^۵۔ عبد اللہ بن مقنن، شرح الازہار المستترع من الغیث المدللار لمفتح کما تحکم الازہار فی فقہ ائمۃ الاطہار، (مصر: مطبعۃ مجازی، س ط، ندارد)، 4/557

^۶۔ المبسوط 10\122

معتبر ہوتا ہے مضر امور میں معتبر نہیں ہوتا۔"

امام شافعی، امام ابو یوسف، علمائے زیدیہ کے مطابق بچے کا ارتداد قابل اعتبار نہیں ہے۔ جو فقہائے کرام نابالغ بچے کے ارتداد کا اعتبار کرتے بھی ہیں تو کم از کم انکا اس بات پر ضرور اتفاق ہے کہ اسے بالغ ہونے سے قبل سزا نہیں دی جائے گی۔ کیونکہ قتل کی سزا ایک حد ہے اور حد کا نفاذ بالغ شخص پر ہوتا ہے۔
ابن قدامہ حنبلی کے مطابق:

"ولا يقتل حتى يبلغ ويجاوز بعد بلوغه ثلاثة ايام يستتاب فيها، فان ثبت على كفر قتل" (1)

"مرتد بچے کو بالغ ہونے اور بلوغت کے بعد تین یوم گزرنے تک قتل نہیں کیا جائے گا۔ اس عرصہ

میں توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور اس کے کفر پر قائم رہنے کی صورت میں اسے قتل کر دیا جائے گا۔"

اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بالغ ہونا ارتداد کی شرط ہے چنانچہ کسی نابالغ بچے کا مرتد ہو جانا، سزا میں رکاوٹ ہو گا اور جب تک مرتد میں بلوغت کی شرط نہ ہوگی، اس وقت تک بچے کو ارتداد کی سزا میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ امام زفر کے علاوہ باقی دیگر احناف اور حنابلہ قائل ہیں کہ بچے کا اسلام معتبر ہے۔ جبکہ اس کے برعکس امام زفر اور امام شافعی کے مطابق بچے کا اسلام معتبر نہیں ہے

2۔ عقل

فقہائے کرام کے نزدیک شرائط ارتداد میں سے ایک شرط عقل بھی ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ مکمل ہوش و حواس میں کیا جانے والا ارتداد کا عمل ہی قانون کی نگاہ میں قابل گرفت جرم ہو گا اور اس پر فقہائے کرام متفق ہیں۔ اس میں اشکال یہ ہے کہ کسی پاگل یا مدہوش کے ارتداد کا کیا حکم ہے؟ اس کا جواب یہ ہے پاگل شخص کا اسلام معتبر ہو گا اور نہ ارتداد ہی۔ اور جو شخص بھی پاگل کے مشابہ ہو گا، یہی حکم اس کا بھی ہے (2)۔

امام شافعی فرماتے ہیں:

"ولو ارتد مغلوبا على عقله بغير سكر لم يحبسہ الوالي، ولومات بتلك الحال لم يمنع ورثته

المسلمون ميراثه لان رده كانت في حال لا يجزى فيها عليه القلم" (3)

"جس نے نشہ نہیں کیا تھا مگر بے ہوش ہو گیا اور بے ہوشی میں مرتد ہو گیا۔ اگر وہ اسی حال میں مر

گیا تو اس کے مسلم ورثاترک سے محروم نہ ہوں گے کیونکہ وہ اس حال میں مرتد ہوا تھا کہ اس پر قلم جاری نہیں

ہوتا۔"

¹۔ المغنی، 551/8

²۔ بدائع الصنائع، 135/8، شافعی، الام، 148/6، المہذب، 222/2، الاقناع، 301/4

³۔ شافعی، الام، 148/6

جو شخص اپنے ہوش و حواس میں مرتد ہوتا ہے اور بعد میں وہ بے ہوش ہو جاتا ہے، اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کیا جائے گا۔ "اور اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور ہوش میں بھی توبہ نہ کرنے کی صورت میں اسے قتل کیا جائے گا۔ اگر وہ بے ہوشی میں ہی مر جاتا ہے اور توبہ نہیں کرتا تو اس کا ترکہ مال فے متصور ہو گا ہے"۔⁽¹⁾

یعنی ایک ایسا شخص جو بے ہوش ہو گیا ہو اس بے ہوشی کی حالت میں مرتد ہو گیا ہو، یاد رہے کہ وہ بے ہوشی نشہ کی وجہ سے نہ تھی، اور وہ اسی حالت میں مر گیا تو وہ بھی حدیث مبارکہ کے مصداق مرفوع القلم ہے اور اس پر ارتداد کا حکم جاری نہیں ہو گا، اور اس کا مال اسکے وارثوں کو ملے گا۔ جبکہ ایک شخص بے ہوش ہونے سے قبل ارتداد کا ارتکاب کرتا ہے تو اب اسکے واپس ہوش میں آنے کا انتظار کیا جائے گا تاکہ اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جاسکے، اگر توبہ نہیں کرتا تو اس کو جرم ارتداد کی پاداش میں قتل کیا جائے گا۔ اور اگر واپس ہوش میں آنے کی بجائے فوت ہو جاتا ہے تو اسکی چھوڑا ہوا مال مال فے متصور کیا جائے گا۔

جرم ارتداد کے بعد توبہ کے معاملے میں ڈاکٹر طہ جابر علوانی کے مطابق توبہ انسان اور اسکے رب کا ذاتی معاملہ

ہے۔

"To repentance following apostasy and whether or not such repentance will be accepted or not, all these are matters of divine prerogative. As long as one's apostasy has not been accompanied by anything else that would be deemed a criminal act, it remains strictly between God and the individual, and is not the province of earthly rulers or anyone else".⁽²⁾

ارتداد کے بعد توبہ کرنا اور پھر اسکے بعد وہ توبہ قبول ہوگی یا نہیں، یہ سب امور الہی کے اختیار میں ہیں۔ جب تک کسی کے ارتداد کے ساتھ کوئی اور چیز نہ ہو جسے مجرمانہ فعل سمجھا جائے، یہ خدا اور فرد کے درمیان سختی سے قائم رہتا ہے، اور یہ زمینی حکمرانوں یا کسی اور کا اختیار نہیں ہے۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

"ولو كان الرجل ممن يمين و يفيق، فان ارتد في حال جنونه لم يصح، وان ارتد في حال افاقته صحت بوجود دليل الرجوع في احدى الحالتين دون اخرى"۔⁽³⁾

"جو شخص کبھی دیوانہ ہوتا ہے اور کبھی تندرست ہو جاتا ہے، اس کا دیوانگی کا ارتداد معتبر نہیں ہو گا مگر تندرستی کا ارتداد معتبر ہو گا۔"

¹۔ المعنی، 564/8

² - ALALWANI, TAHA JABIR, Dr, Apostasy in Islam: A Historical and Scriptural Analysis (London: The International Institute of Islamic Thought, 2011)41.

³۔ بدائع الصنائع، 134/7

ایک ایسا شخص جو کبھی بے ہوش ہوتا ہے اور کبھی ٹھیک ہو جاتا ہے، اس نے اگر دیوانگی میں جرم ارتداد کیا ہے تو قبول نہیں کیا جائے گا لیکن اگر درست حالت میں جرم ارتداد کا ارتکاب کیا ہے تو اسکے ارتداد کا اعتبار کیا جائے گا۔

جو شخص جنون کی حالت میں مرتد ہو گیا ہو اور اسکو کسی نے اس حال میں قتل کر دیا، اس پر قصاص واجب ہو گا کیونکہ جنون کی حالت کا ارتداد معتبر نہیں ہے اور جب اس پر جنون طاری ہوا تھا، وہ اسلام پر قائم تھا گویا قاتل نے ایک مسلم کا ناحق قتل کیا جس پر قصاص لازم ہو گا^(۱)۔

ایک شخص جس نے حالت جنون میں جرم ارتداد کیا تو اس کو کسی نے قتل کر دیا تو قاتل پر ایک مسلمان کو ناحق قتل کرنے کی پاداش میں حد قصاص لگے گی، کیونکہ حالت جنون میں کیا گیا ارتداد قابل قبول نہیں۔

جنون کے متعلق امامیہ نے دو افراد کے مابین فرق روا رکھا ہے، صاحب روضہ لکھتے ہیں کہ:

"اذا ارتد عن ملة ثم جن لم يقتل ما دام مجنوناً، اما اذا ارتداداً عن فطرة، فهو يقتل مطلقاً،

جن ام لا، اذا ارتدا۔"²

"ملت سے مرتد ہونے والا بعد میں دیوانہ ہو جاتا ہے، وہ جب تک دیوانگی میں رہے گا قتل نہیں کیا

جائے گا مگر فطرت سے مرتد ہونے والا دیوانہ ہو یا نہ ہو اسے مطلقاً قتل کیا جائے گا۔"

اس موقف پر امامیہ کی رائے باقی تمام سے مختلف ہے۔ جسکی وجہ شاید یہ ہے کہ ان کے نزدیک کسی پیدائشی مسلمان کے مرتد ہونے پر اسے توبہ کا موقع دینا غیر ضروری ہے۔

ایک ایسا شخص جو کبھی بے ہوش ہوتا ہے اور کبھی ٹھیک ہو جاتا ہے، اس نے اگر دیوانگی میں ارتداد کیا ہے تو قبول نہیں کیا جائے گا لیکن اگر درست حالت میں جرم ارتداد کا ارتکاب کیا ہے تو اسکے ارتداد کا اعتبار کیا جائے گا۔

فقہائے احناف کا مطابق مخمور شخص کے ارتداد کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ ارتداد اصل میں عقیدہ اور قصد سے تعلق رکھتا ہے جبکہ مخمور کا عقد اور ارادہ نہیں ہوتا چنانچہ وہ مجبور سے مشابہ ہوتا ہے۔ مخمور شخص اپنی عقل کھودیتا ہے چنانچہ اس کا ارتداد معتبر نہیں ہو گا کیونکہ وہ نائم (سونے والا) کی مانند ہو جاتا ہے۔ مخمور شخص غیر مکلف ہو جاتا ہے چنانچہ اس کے ارتداد کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ مجنون جیسا بن جاتا ہے۔ مخمور کے غیر مکلف ہونے کی دلیل یہ ہے کہ تکلیف کی ایک شرط عقل بھی ہے اور مخمور شخص میں وہ معدوم ہے یہی باعث ہے کہ اس سے توبہ کا مطالبہ کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔^(۳)

¹ - الاقناع، 4/301

² - نووی، یحییٰ بن شرف، روضۃ الطالین والتلمذ للمجد نجیب المطعی، تحقیق، محمود مطرچی، (بیروت: دار الفکر، 1417) 2/393

³ - بدائع الصنائع، 7/134

احناف کے نزدیک اگر کوئی مخمور شخص جرم ارتداد کا مرتکب قرار پاتا ہے تو اس کا ارتداد معتبر نہیں ہے کیونکہ ارتداد کا تعلق ارادہ سے ہوتا ہے اور مخمور شخص کا ارادہ نہیں ہوتا بلکہ وہ تو ایک مجبور شخص کی طرح ہوتا ہے اور اس کا حکم ایک سوئے ہوئے شخص کی مانند ہے اور سویا ہوا شخص غیر مکلف ہوتا ہے تو اس وجہ سے اس کا ارتداد معتبر نہیں ہے اور نہ اس سے توبہ کا مطالبہ کرنا درست ہے۔

"This punishment however will only be being carried after a grace of period of three days of consultation and counselling to confirm the intention of the doer and to be asked for repentance."⁽¹⁾

تاہم یہ سزا صرف تین دن کے مشورے اور ترغیب کے بعد عمل میں لائی جائے گی تاکہ عمل کرنے والے کی نیت کی تصدیق کی جائے اور اس سے توبہ کی درخواست کی جائے۔

اسلام میں ہر عمل کے ساتھ نیت کا ہونا ضروری ہے۔ قانونی حوالے سے کسی کی نیت اس کے نتائج پر بہت اثر انداز ہوتی ہے خواہ وہ طلاق ہو یا قتل یا کوئی اور معاملہ۔ نیت کی اہمیت کا اندازہ اس مشہور ترین روایت سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى))²

"عملوں کا دار و مدار نیت پر ہی ہے۔ اور ہر آدمی کے لیے وہی کچھ ہے جس کی وہ نیت رکھتا ہے۔"

ابن قدامہ حنبلی کے نزدیک مخمور شخص کے ارتداد کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ صحابہ کرام نے مخمور شخص کے اتہام پر مبنی قول کو معتبر سمجھا اور اس پر حد قذف کا فیصلہ کیا تھا حالانکہ بہتان کا قول بھی بحالت نشہ صادر ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مخمور شخص کا ارتداد معتبر تسلیم کیا جائے گا۔

ابن قدامہ کے مطابق:

"وقولهم ليس بمكلف ممنوع، فان الصلاة واجبة عليه وكذا سائر اركان الاسلام وياثم يفعل المحرمات، وهذا معنى التكليف، لان السكران لا يزول عقله بالكلية ولهذا يتقى المحذورات ويفرح بما يسره، ويساء بما يضره، ويزول سكره عن قرب من الزمان، فأصبح الناعس بخلاف النائم والمجنون."⁽³⁾

"ان کا مخمور غیر مکلف کہنا درست نہیں ہے کیونکہ اس پر نماز اور دیگر ارکان اسلام فرض ہیں اور محرمات کے ارتکاب پر وہ گناہگار ہوتا ہے اور مکلف ہونے کا یہی مطلب ہے کیونکہ مخمور کی عقل کلی طور پر زائل نہیں ہوتی، اسی باعث وہ خطرناک امور سے اجتناب کرتا ہے، فرحت بخش چیز سے خوش اور نقصان دہ چیز سے پریشان ہو جاتا ہے۔ اس کا نشہ بھی جلد ہی ختم ہو جاتا ہے چنانچہ وہ مجنون یا نائم کی بجائے ناعس (او نگھنے والا) ہوتا ہے۔"

¹ - المعنى، 8/563

² آ الترمذی، أبواب البر والصلة عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في صنائع المعروف، رقم الحديث: 1956

³ - Nik Rahim, Muhammad Norfarihin, REVISITING LAW OF APOSTASY IN ISLAMIC LAW, (Malaysian Journal of Syariah and law, NOVEMBER, 2018)4.

مخمر کے ارتداد کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں اس میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں تاہم اس امر میں بہر حال وہ متفق ہیں کہ عقل صحت ارتداد کی ایک لازمی شرط ہے اور کسی مجنون یا مخمر شخص کا جرم ارتداد کا مرتکب ہونا، سزا میں رکاوٹ ہو گا، چنانچہ اس کے صحت مند ہونے پر اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا، جس کے نتیجے میں یہ شبہ زائل ہو جائے گا کہ اس نے جنون یا نشہ میں جو کچھ کہا تھا، وہ اس کا اعتقاد اور ارادہ بھی رکھتا ہے یا نہیں اور حتمی فیصلہ بہر صورت اس کا روبہ صحت ہونے والا قول ہی کرے گا۔

علامہ ابن قدامہ کے نزدیک:

"واما استتابة فتوخرالى حين صحوه، ليكمل عقله ويفهم ما يقال له، وتزال شبهته ان كان قد قال الكفر معتقدا له"۔⁽¹⁾

"اس سے توبہ کا مطالبہ اس کے رو بصحت ہونے تک موخر کیا جائے گا تا کہ اس کی عقل پوری ہو جائے اور وہ سمجھ سکے کہ اسے کیا کہا جا رہا ہے اور اس کے متعلق شبہ زائل ہو جائے کہ اس نے کفر یہ عقیدہ کے ساتھ کلمہ کفر کہا تھا۔

شرائط ارتداد میں عقل ایک لازمی شرط ہے، یعنی عمل ارتداد جو مکمل ہوش و حواس میں کیا جائے گا وہی عمل قانون کی نگاہ میں قابل گرفت جرم ہو گا اور اس پر فقہاء متفق ہیں۔ ایک پاگل شخص کا نہ اسلام معتبر ہو گا اور نہ ارتداد، اور جو شخص بھی پاگل کے مشابہ ہو گا اس کا بھی ہے یہی حکم ہے۔ ایک شخص جو بے ہوشی کی حالت میں مرتد ہو گیا ہو اس پر ارتداد کا حکم جاری نہیں ہو گا، اور اس کا ترکہ اسکے وارثوں کو ملے گا۔ جو کبھی بے ہوش ہو جاتا ہے اور کبھی ٹھیک ہو جاتا ہے، اس نے اگر دیوانگی میں جرم ارتداد کا ارتکاب کیا ہے تو قبول نہیں کیا جائے گا لیکن اگر ٹھیک حالت میں ارتداد کیا ہے تو اسکے ارتداد کا اعتبار کیا جائے گا۔

3. اختیار

فقہاء کے نزدیک شرائط ارتداد میں سے ایک شرط اختیار بھی ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ کسی مسلمان کے ارتداد کا اسی وقت اعتبار کیا جائے گا، جب وہ اپنے طور پر آزادی اور خود مختاری سے مرتد ہوا ہو، اس پر فقہاء متفق ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس کو ارتداد پر مجبور کر دیا گیا ہو، اس کے ارتداد کا کیا حکم ہے؟ اور دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی شخص کو جبراً مسلمان بنایا گیا تھا، بعد میں وہ دوبارہ کافر بن گیا۔ کیا اسے بھی مرتد قرار دیا جائے گا یا وہ پہلی حالت کے مطابق کافر ہی تصور کیا جائے گا؟

فقہائے کرام اس مسئلہ پر متفق ہیں کہ جسے کفر پر مجبور کیا گیا اور اس نے جبر کی بنا پر کلمہ کفر کہ دیا، اس سے وہ مرتد نہیں ہوگا۔ محمد بن حسن شیبانی کا شاذ قول یہ ہے کہ مجبور شخص کو بھی کافر ہی قرار دیا جائے گا کیونکہ اس نے کلمہ کفر بولا ہے اور اس سے وہ باختیار شخص کی مانند ہو گیا۔^(۱)

امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام مالک کے مطابق مجبوری میں کلمہ کفر کہنے والا مرتد نہ ہوگا۔ اس حوالے سے امام محمد کا ایک قول ملتا ہے جو کہ شاذ ہے کہ جس نے مجبوری میں کلمہ کفر کہا وہ بھی بظاہر کافر قرار پائے گا کیونکہ اس سے وہ باختیار شخص کی طرح ہو گیا۔ اسکی بیوی کو طلاق ہو جائے گی اور اس کے ترکہ کے وارث اہل اسلام ہوں گے اور اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھا جائے گا۔

ابن قدامہ بیان کرتے ہیں:

"ومن أكره على الكفر فاتی بكلمة الكفر، لم يصبر كافراً، بهذا قال مالك وابو حنيفة والشافعي، وقال محمد بن الحسن، هو كافر في الظاهر، تبين منه امراته ولا يرتد المسلمون ان مات ولا يصلى عليه وهو مسلم فيما بينه وبين الله، لأنه نطق بكلمة الكفر، فاشبه المختار^(۲)۔

"جسے مجبور کیا گیا اور اس نے کلمہ کفر کہہ دیا اس سے وہ کافر نہیں ہو جائے گا۔ امام مالک شافعی اور ابو حنیفہ کا یہی خیال ہے محمد بن حسن کا موقف ہے کہ وہ بظاہر کافر بن جائے گا۔ بیوی سے طلاق ہو جائے گی، اہل اسلام اس کے وارث ہوں گے اور نہ اس کا جنازہ پڑھا جائے گا کیونکہ اپنی زبان سے کلمہ کفر کہہ کر وہ باختیار شخص جیسا ہو گیا ہے اپنے رب کے نزدیک وہ مسلمان شمار ہوگا۔"

جمہور علمائے کرام کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أَكْرَهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ﴾^(۳)

جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے، سوائے اس کے جس پر جبر کیا گیا اور اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا۔"

یہ آیت حضرت عمار بن یاسر کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت عمار بن یاسر کو مشرکین نے بہت مار پیٹا اور ان سے کلمہ کفر کا مطالبہ کیا اور جب تک انہوں نے کلمہ کفر کہہ نہیں دیا انہیں برابر مارا گیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام صورت حال سے آگاہ کیا۔ جس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ان عاد و فعد"^(۴)

"اگر پھر ایسا اتفاق ہو تو یہی کرنا چاہیے۔"

^۱۔ المبسوط، 133\10

^۲۔ المغنی، 566\8

^۳۔ النحل: 106/16

^۴۔ نیساوری، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، کتاب التفسیر، تفسیر سورة النحل، 3362

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حالتِ اکراہ میں اگر دل ایمان پر جما ہوا ہو تو کلمہ کفر کا زبان پر جاری کرنا جائز ہے۔ یعنی اگر بہت ہی مجبور کر دیا جائے، دل ایمان سے لبریز ہو تو تو یہ کے طور پر کلمہ کفر بول سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے:

((إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ لَأُمَّتِي عَنْ ثَلَاثَ عَنِ الْخَطَاءِ، وَالنَّسْيَانِ، وَمَا اسْتَكْرَهُوا عَلَيْهِ.)) (1)

”اللہ تعالیٰ نے میرے لیے میری امت سے غلطی، بھول چوک اور جس کام کے کرنے

پر انھیں مجبور کر دیا جائے، اسے معاف کر دیا ہے۔“

اس امت محمدی ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہے کہ اس نے اسے بھول چوک اور غلطی کے گناہ کو معاف کر دیا ہے۔ اس سے مراد وہ گناہ ہیں جو انہوں نے جان بوجھ کر نہ کیے ہوں۔ اسی طرح بھول چوک سے چھوٹ جانے والے واجبات یا حرام کاموں کے ارتکاب کو بھی معاف کر دیا ہے۔ تاہم جب بعد میں واجب یاد آ جائے تو وہ اسے ادا کر لے گا۔ اسی طرح جن گناہوں اور جرائم کے ارتکاب پر انہیں مجبور کر دیا جائے وہ بھی انہیں معاف ہیں۔ اگر کسی شخص سے جبر اکفریہ کلمہ کہلایا گیا ہے اور وہ اس پر راضی نہ تھا، یہ کیسے معلوم ہو گا کہ اس میں اسکی رضامندی شامل نہ تھی؟ اس کا حل فقہاء نے یہ بتایا ہے کہ جب جبر و اکراہ کا وقت ختم ہو جائے گا، اسے دونوں میں اختیار دے دیا جائے گا ان میں سے جسے وہ اختیار کرے گا۔ اس کے حق میں اسی کا حکم ثابت ہو جائے گا چنانچہ ارتداد پر مجبور شخص کو جبر و اکراہ کے بعد اسلام کے اعلان کا حکم دیا جائے گا اگر وہ اسلام کا اعلان کرے گا تو اس کا پہلے ہی سے اسلام پر قائم رہنا تسلیم کیا جائے گا اور اگر وہ کفر کا اظہار کرے گا تو اس کے کافر ہونے کا حکم سنایا جائے گا۔ اس پر کفر کا حکم اس کے اعلانیہ کفر سے عائد ہو گا کیونکہ اس کا اختیار اس کے تکلم ہی سے معلوم ہو گا کہ وہ دل سے کفر پر راضی ہو گیا ہے۔ اور کسی کے بارہ میں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے کفار کی قید میں خوف سے کلمہ کفر بول دیا تھا، اس کے خلاف ارتداد کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا کیونکہ اس کا حال ہی اس کے مجبور ہونے کا پتہ دے رہا ہے۔ (2)

اسی طرح ایک ایسا شخص جس نے بامر مجبوری اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا مگر حالتِ اکراہ کے اختتام پر اس نے کہا کہ وہ اسلام نہیں لایا تھا۔ کیا اس کا یہ دعویٰ قبول کیا جائے گا یا اسے مرتد تصور کیا جائے گا؟ اور کیا اس باب میں معاہدہ، ذمی اور دیگر تمام غیر مسلم برابر ہوں گے؟

امام سرخسی کی رائے کے مطابق:

¹۔ ابن حبان، صحیح ابن حبان، کتاب أخبارہ عن مناقب الصحابة، باب ذکر الاخبار عما وضع اللہ بعضہ عن هذه الآية، 7219

²۔ سامرائی، احکام المرتد فی الشریعة الاسلامیة، ص: 97

"المَكْرَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ إِذَا ارْتَدَّ، فَإِنَّهُ لَا يُقْتَلُ اسْتِحْسَانًا، لِأَنَّا حَكَمْنَا بِإِسْلَامِهِ بِاعْتِبَارِ الظَّاهِرِ، وَهُوَ أَنَّ الْإِسْلَامَ فِيمَا يَجِبُ اعْتِقَادُهُ، وَلَكِنْ قِيَامُ السَّيْفِ عَلَى رَأْسِهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ غَيْرُ مُعْتَقَدٍ." (1)

"استحسان پر مبنی رائے یہ ہے کہ اسلام لانے پر مجبور شخص کو مرتد ہونے کی صورت میں قتل نہ کیا جائے گا کیونکہ ہمارے نزدیک ظاہر کے اعتبار سے اس پر اسلام کا حکم عائد ہو گا اور اس کے سر پر تلوار اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اسلام کا اعتقاد نہیں رکھتا حالانکہ اسلام عقیدے کو واجب کرتا ہے۔"

مجبور اسلام قبول کرنے والے شخص کا صرف اسلام ہی غیر معتبر نہیں ہوتا بلکہ اسے دوبارہ کافر بن جانے کی صورت میں ارتداد کے جرم میں سزائے قتل بھی نہیں دی جائے گی اور نہ اسے قبول اسلام پر مجبور کیا جائے گا۔

ابن قدامہ لکھتے ہیں:

"وَإِذَا أُكْرِهَ عَلَى الْإِسْلَامِ مَنْ لَا يَجُوزُ إِكْرَاهُهُ كَالَّذِي وَالْمُسْتَأْمِنُ فَأَسْلَمَ، لَمْ يَثْبُتْ لَهُ حُكْمُ الْإِسْلَامِ حَتَّى يُوْجَدَ مِنْهُ مَا يَدُلُّ عَلَى إِسْلَامِهِ طَوْعًا، مِثْلُ أَنْ يَثْبُتَ عَلَى الْإِسْلَامِ بَعْدَ زَوَالِ الْإِكْرَاهِ عَنْهُ، فَإِنْ مَاتَ قَبْلَ ذَلِكَ فَحُكْمُهُ حُكْمُ الْكُفَّارِ، وَإِنْ رَجَعَ إِلَى دِينِ الْكُفْرِ لَمْ يَجْزِ قَتْلُهُ وَلَا إِكْرَاهُهُ عَلَى الْإِسْلَامِ." (2)

"ذمی اور معاہد کی مانند کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا اور وہ مسلمان ہو گیا، اس کے حق میں اسلام کا حکم ثابت نہیں ہو گا جب تک یہ ثبوت حاصل نہ ہو کہ وہ خوشی سے مسلمان ہوا ہے مثلاً زوال جبر کے بعد بھی وہ اسلام پر ثابت قدم رہے۔ اگر وہ زوال جبر سے قبل فوت ہو گیا تو وہ کفار کے حکم میں ہو گا اور اگر وہ زوال جبر کے بعد کفر میں واپس چلا گیا تو اسے قتل کرنا یا اسلام پر مجبور کرنا جائز نہیں ہو گا۔"

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معاہد اور ذمی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا ناجائز ہے لہذا مجبور کے حق میں اسلام کا حکم بھی ثابت نہیں ہو گا جیسے کسی مجبور مسلمان کے حق میں حکم کفر ثابت نہیں ہوتا۔ مراد یہ نہیں ہے کہ لوگوں کو زبردستی دین میں داخل کیا جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام آسان اور واضح ہے اور اس میں داخل ہونے کے لئے کوئی جبر نہیں ہے۔ جو اس میں داخل ہوتا ہے وہ اس کے لوگوں میں سے ہے اور جو اس میں داخل نہیں ہوتا ہے وہ یا تو اہل ذمہ میں سے ہے یا معاہد ہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دال ہے:

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ (3)

"دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے، یقیناً ہدایت، مگر ایسی سے واضح ہو چکی ہے۔"

1- المبسوط، 123\10

2- الإقناع، 304\4

3- البقرة، 256

یعنی دین اسلام میں اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ جو شخص اپنی مرضی سے اسلام میں داخل ہو جائے اور عملاً اسلام قبول کر لے، اسے مرتد ہونے کی بھی اجازت عطا کر دی جائے۔ اسلام میں کسی شخص کو جبراً مسلمان بنانا قطعاً حرام ہے۔ چنانچہ جمہور اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ذمی اور معاہد جب تک اپنے معاہدے پر قائم رہیں۔ ان سے نقض عہد کرنا جائز ہو گا اور نہ انہیں معاہدہ کے علاوہ کسی چیز پر مجبور کرنا جائز ہو گا اور اگر انہیں کسی معاملہ میں مجبور کیا جائے گا تو ان کے حق میں اس کا حکم بھی ثابت نہیں ہو گا۔ سورۃ البقرہ آیت 256 کے ضمن میں ڈاکٹر طہ جابر علوانی رقمطراز ہیں کہ:

"Religious freedom is hedged about by all the Qur'anic guarantees needed to render it an absolute, unbounded freedom to choose one's beliefs, and that the right to pass judgment on such matters belongs to God alone."⁽¹⁾

مذہبی آزادی کا تحفظ ان تمام قرآنی ضمانتوں سے کیا جاتا ہے جن کی ضرورت اسے اپنے عقائد کے انتخاب کی مکمل اور بے حد آزادی فراہم کرنے کے لیے ہوتی ہے، اور یہ کہ اس طرح کے معاملات پر فیصلہ کرنے کا حق صرف خدا کا ہے۔

ابن عابدین نے حاشیہ میں رقم کیا ہے:

"إِنَّ الْقِيَاسَ أَنَّهُ لَا يَصِحُّ إِسْلَامُ الذِّمِّيِّ بِالْإِكْرَاهِ وَلَا الرِّدَّةُ، وَفِي الْإِسْتِحْسَانِ يَصِحُّ، وَلَكِنْ إِنْ ارْتَدَّ فَلَا يَقْتُلُ."⁽²⁾

"قیاس یہ ہے کہ اکراہ کی بنیاد پر ذمی کا اسلام اور ارتداد معتبر نہیں ہو گا مگر استحسان کی رو سے اس کا اسلام درست ہو گا تاہم ارتداد کی صورت میں اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔"

محمد بن حسن شیبانی کے مطابق معاہد اور ذمی کو جبراً مسلمان بنانا جائز ہے، اسلام سے رجوع کی صورت میں اسے مرتد ہی تصور کیا جائے گا اور اس کا قتل کرنا جائز ہو گا۔⁽³⁾

زیدیہ کے نزدیک مرتد اور حربی کافر کو اسلام لانے پر مجبور کرنا جائز ہے مگر ذمی اور معاہد کو جبراً دائرہ اسلام میں داخل کرنا جائز نہیں ہے۔ مرتد اور حربی کافر کا جبری اسلام معتبر ہو گا اور اسلام سے ارتداد کی صورت میں اسے قتل کر دیا جائے گا۔⁽⁴⁾

¹ Alalwani, Taha Jabir, Dr, Apostasy in Islam: A Historical and Scriptural Analysis (London: The International Institute of Islamic Thought, 2011)39

² -حاشیہ، 246/4

³ -المبسوط، 144

⁴ -شرح الازہار، 578/4

مالکیہ کے مطابق مرتد کے جبری اسلام کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بعض کا خیال ہے کہ اسلام سے رجوع کی صورت میں اسے قتل کی بجائے قید میں رکھا جائے گا اور مسلسل اسلام قبول کرنے کا حکم دیا جائے گا جبکہ بعض مالکیہ کے خیال میں اسے چھوڑ دیا جائے گا اور اس سے کچھ بھی تعرض نہ کیا جائے گا۔^(۱)

مرتد اور حربی کا فرق جبراً اسلام ظاہری طور پر قبول ہو گا اور جبر کے دوران وفات ہونے کی صورت اسے قانونی طور پر مسلمان ہی تصور کیا جائیگا کیونکہ اس پر برحق کام کے لئے جبر کیا گیا تھا اور اس سختی کے نتیجے میں وقوع پذیر ہونے والا عمل بھی معتبر تصور کیا جائے گا جیسے ایک کلمہ گو مسلمان کو نماز پر مجبور کرنا اور اس کا نماز ادا کرنا۔ تاہم باطن کا معاملہ اس کے اور رب کے درمیان ہو گا چنانچہ اسلام پر مجبور کیا گیا جو مرتد یا حربی کا فراسپنے دل میں بھی اسلام کا اعتقاد رکھے گا اور باطن سے بارگاہ الہی میں سرنگوں ہو جائے گا، وہ اللہ کے نزدیک بھی مسلم تصور ہو گا اور اس سے بھی مخلص اہل اسلام جیسے انعام کا وعدہ ہے اور جو اپنے دل میں نہ اسلام نہ اعتقاد رکھے گا، وہ دراصل کفر پر باقی ہے۔ اس کے حق میں آخرت کا کوئی وعدہ نہیں ہے۔ اس باب میں مجبور اور مختار کا حکم برابر ہے کیونکہ کسی عقل مند کا اسلام بلا اعتقاد ثابت نہیں ہوتا۔ یہی باعث ہے کہ منافقین بھی اسلام ظاہر کرتے اور اس کے فرائض سرانجام دیتے تھے مگر اللہ کی بارگاہ میں وہ مسلمان نہ تھے۔^(۲)

ڈاکٹر نعمان سامرائی کے مطابق:

"إِكْرَاهُ الْمُرْتَدِّ عَلَى الْعَوْدَةِ لِلْإِسْلَامِ يَجُوزُ؛ لِأَنَّهُ ثَبِتَ بِالنَّصِّ أَوَّلًا، وَلَئِنَّهُ رَضِيَ الْإِسْلَامَ أَوَّلًا وَعَرَفَهُ، ثُمَّ عَادَ فَرَفَضَهُ. كَذَا فَإِنْ كَانَ لَهُ شَبَهَةٌ فَيَجِبُ إِزَالَتُهَا قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ، وَمَتَى أَزِيلَتْ فَلَا يَبْقَى إِلَّا التَّعَصُّبُ وَالتَّعَنُّتُ"^(۳)

"مرتد کو رجوع الی الاسلام پر مجبور کرنا جائز اور نص سے ثابت ہے کیونکہ پہلے وہ اسلام کو پہچان کر برضا و رغبت قبول کر چکا تھا پھر اس نے مرتد ہو کر اسے چھوڑ دیا چنانچہ اسے اگر کوئی شبہ ہے تو سب سے قبل شبہ کا ازالہ واجب ہے اور شبہ رفع ہونے کے بعد تعصب کے سوا کچھ باقی نہیں رہ جاتا۔"

یعنی اگر کوئی شخص ارتداد کا ارتکاب کرتا ہے تو اسکو واپس اسلام لانے پر مجبور کرنا جائز ہے کیونکہ پہلے وہ جب مسلمان تھا تو اپنی مرضی و خوشی سے تھا، اب جبکہ وہ مرتد ہو رہا ہے تو ظاہر ہے کسی وجہ سے ہو رہا ہے یا اس کے دل و دماغ میں کوئی شکوک و شبہات نے جنم لیا ہے جنکی وجہ سے وہ انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور ہوا ہے، تو بجائے سیدھا سیدھا مرتد ہونے کے ضروری ہے کہ اس کے شکوک و شبہات دور کئے جائیں۔ اگر اس سب عمل کے بعد اس کے شبہ کا ازالہ ہو جاتا ہے، لیکن وہ پھر بھی ضد پر اڑا ہوا ہے تو یہ تعصب و نفرت کے سوا کچھ نہیں۔

^۱ - علیش، محمد بن احمد، مخ الجلیل علی مختصر الشیخ الخلیل، (قاہرہ: المطبعة الامیریة، 1294ھ) 4/47

^۲ - المغنی، 560/8

^۳ - سامرائی، احکام المرتد فی الشریعۃ الاسلامیہ، ص: 60

اس کے علاوہ عقل و شعور کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جو شخص اپنی مرضی سے اسلام میں داخل ہو جائے اسے اسلام سے مرتد ہونے کی اجازت نہیں دی جانی چاہئے، کیونکہ بالفرض اگر کسی کو اسلامی تعلیمات میں کوئی شک و شبہ تھا تو اس نے اسلام قبول ہی کیوں کیا تھا؟۔

اس حوالے سے مولانا سعید احمد جلال پوری کی رائے کے مطابق:

"لہذا ایسا شخص جو اپنی مرضی اور رضا و رغبت سے اسلام میں داخل ہو چکا ہے، اب اسے مرتد ہونے کی اس لئے اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ اسلام چھوڑ کر نہ صرف اپنے دین و مذہب کو بدلتا ہے بلکہ اس قبیح اور بدترین فعل کے ذریعہ وہ دین و شریعت اسلامی تعلیمات، اسلامی معاشرہ کو داغ دار کرنے اسلامی تعلیمات کو مطعون و بدنام کرنے اور نئے مسلمان ہونے والوں کی راہ روکنے کی بدترین سازش کا مرتکب ہوا ہے۔ اس لئے اسلام قبول کرنے سے پہلے اس کی مثال کھلے کافر کی تھی لیکن اب اس کی حیثیت اسلام کے باغی کی ہے اور دنیا کا مسلمہ اصول ہے کہ جو شخص کسی ملک کا شہری نہ ہو اور وہ اس ملک کے قوانین کو تسلیم نہ کرے تو اسے اس پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، لیکن جب کوئی شخص کسی ملک کی شہریت اپنالے تو اسے اس ملک کے شہری قوانین کا پابند کیا جائے گا۔ چنانچہ اگر کوئی خود سر کسی ملک کی شہریت کا دعویٰ بھی ہو اور اس کے احکام و قوانین اور اصول و ضوابط کے خلاف اعلان بغاوت بھی کرے تو اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں، لہذا اگر کوئی شخص کسی ملک اس کے قوانین و ضوابط یا کسی ملک کے سربراہ سے بغاوت کی پاداش میں سزائے موت کا مستحق ہے تو کیا وجہ ہے کہ اسلام، اسلامی قوانین اور پیغمبر اسلام سے بغاوت کا مرتکب سزائے موت کا مستحق نہ ہو"۔¹

ارتداد کی شرط اختیار سے مراد ہے کہ کسی مجبور شخص کا ارتداد سزا میں رکارت ہو گا یا جبر واکرہ کے خاتمے پر اسے مکمل اختیار دیا جائے گا اور اس اختیار کا جو بھی نتیجہ ہو گا اسی کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کیا جائے گا۔ جبر واکرہ کے نتیجے میں کیا جانے والا ارتداد کا اقدام فقہاء کے متفق علیہ موقف کے مطابق معتبر تسلیم نہیں کیا جائے گا اور نہ اس پر سزا عائد ہوگی۔

ارتداد کا جرم واقع ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا مرتکب بالغ ہو، عاقل ہو اور اس نے ارتداد کا کتاب رضا کارانہ کیا ہو۔ امام زفر کے علاوہ باقی دیگر احناف اور حنابلہ قائل ہیں کہ بچے کا اسلام معتبر ہے۔ جبکہ اس کے

¹ جلال پوری، مولانا سعید احمد، مرتد کی سزا قرآن، سنت، اجماع اور عقل کی روشنی میں، ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ 12، جلد: 90، ذیقعدہ 1427 ہجری مطابق

برعکس امام زفر اور اماشافعی کے مطابق بچے کا اسلام معتبر نہیں ہے۔ بچے کے اسلام کی طرح بچے کے ارتداد پر بھی فقہاء کا موقف مختلف ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام محمد، امام مالک قائل ہیں کہ بچے کا ارتداد معتبر ہے۔ جبکہ اس کے برعکس امام شافعی، امام یوسف اور علمائے زیدیہ کے نزدیک بچے کا ارتداد قابل اعتبار نہیں ہے۔

فقہائے کرام متفق ہیں کہ مکمل ہوش و حواس میں کیا جانے والا ارتداد کا عمل ہی قانون کی نگاہ میں قابل گرفت جرم ہو گا۔ پاگل شخص کا نہ اسلام معتبر ہو گا اور نہ ارتداد۔ اور جو شخص بھی پاگل کے مشابہ ہو گا، اس کا بھی اسلام وار ارتداد معتبر نہیں ہو گا۔

احناف کا مطابق مخمور شخص کے ارتداد کا اعتبار نہیں کیا جائے گا جبکہ امام شافعی، امام احمد اور زیدیہ کا موقف یہ ہے کہ مخمور شخص کا ارتداد معتبر ہو گا۔ مخمور کے ارتداد کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں اس میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں تاہم اس امر میں وہ متفق ہیں کہ عقل صحت ارتداد کی ایک شرط ہے اور کسی مجنون یا مخمور شخص کا ارتداد، اجزائے سزا میں رکاوٹ ہو گا چنانچہ اس کے صحت مند ہونے پر اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا، جس کے نتیجے میں یہ شبہ زائل ہو جائے گا کہ اس نے جنون یا نشہ میں جو کچھ کہا تھا، وہ اس کا اعتقاد بھی رکھتا ہے یا نہیں اور حتمی فیصلہ بہر صورت اس کا روبہ صحت ہونے والا قول ہی کرے گا۔

مرتد کی ذات سے متعلق احکام میں سب سے پہلا مسئلہ اس کی سزا کا ہے۔ ارتداد اور اس کی سزا کے بارے میں قاضی عبدالقادر عودہ نے اپنی کتاب ”التشریع الجنائی“¹ میں لکھا ہے کہ: ”رد کی دو سزائیں ہیں:

۱۔ سزائے اصلی جو قتل ہے،

۲۔ سزائے طبعی جو جرمانہ یا تادان ہے۔“

اسلام میں ارتداد کو جرم قرار دینے کی متعدد وجوہات ہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ اسے ایمان کے ساتھ خیانت کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا ہے تو وہ اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے اور اسلامی قوانین کے مطابق اپنی زندگی بسر کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔ اگر وہ پھر ایمان چھوڑ دیتے ہیں تو اسے اس وعدے کی خیانت کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

اسلام میں ارتداد کو جرم تصور کرنے کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ اسے معاشرتی نظام کے لیے خطرہ سمجھا جاتا ہے۔ اسلامی معاشروں میں، عقیدہ لوگوں کی زندگیوں میں مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔ جب کوئی عقیدہ ترک کرتا ہے تو اس سے سماجی تانے بانے میں خلل پڑ سکتا ہے اور معاشرتی بد امنی کا باعث بن سکتا ہے۔

¹۔ قاضی عبدالقادر عودہ، ”التشریع الجنائی“، ص 16-19، الطبعة المصرية، 1958

قتل

شریعت اسلام میں ارتداد کے جرم کی جو سزا مقرر کی گئی ہے وہ قتل ہے جس کی اصل یہ آیت ہے:

﴿وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ - فَيُفْتِنِمْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَلُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾¹

”جو شخص تم (مسلمانوں) میں سے اپنے دین سے پلٹ جائے گا تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور

آخرت میں ضائع ہو جائیں گے اور یہی لوگ اہل دوزخ ہوں گے جو ہمیشہ اس میں رہیں گے“

مرتد کے قتل کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد (من بدل دینہ فاقتلوه)

”جس نے اپنا دین تبدیل کیا پس تم اس کو قتل کر دو“ مرتد کے قتل کر دینے پر صریح نص ہے۔

اسلامی شریعت کا ارتداد کے جرم کے بعد اس کی سزا قتل مقرر کرنا اس بناء پر ہے کہ یہ جرم دین اسلام کی ضد ہے اور اسی دین اسلام پر جماعت کا اجتماعی نظام قائم رہ سکتا ہے۔ لہذا اس جرم کی سزا میں سستی اختیار کرنا اس اجتماعی نظام کے درہم برہم کرنے کا سبب ہو گا۔ اسی وجہ سے اس جرم پر سخت ترین سزا مقرر کی گئی ہے تاکہ معاشرہ سے مجرم کا استیصال ہو جائے اور نظام اجتماعی کی نگہداشت ایک طرح سے قائم رہے اور دوسری طرح اس جرم کے لئے مانع موجود ہو۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قتل کی سزا سے زیادہ مہتمم بالشان لوگوں کو ان کے جرم سے روکنے کے لئے کوئی سزا نہیں ہو سکتی۔ اور جب کبھی ایسے عوامل پیدا ہوں گے جو جرم کے دفعیہ کا ثبوت بنیں تو قتل کی سزا نفس انسانی میں غالباً ایسے عوامل کو پیدا کرنے والی ہوگی جو جرم کے ارتکاب سے روکنے والے ہوں اور اکثر حکومتیں، عصر حاضر ہیں، ایسے اجتماعی نظام کو سخت ترین سزائوں سے قائم رکھنے کی کوشش کرتی ہیں۔

جرمانہ یا تاوان

جرمانہ یا تاوان کی سزا طبعی ہے جو قتل کے ذیل میں ہے جس کا تعلق مرتد کے مال سے ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام مالک اور شافعی نیز امام احمد بن حنبل کے مذہب کے مطابق یہ تاوان اس کے تمام مال پر عائد ہو گا۔ امام ابو حنیفہ کا مذہب جس کو بعض حنبلی فقہاء نے بھی اختیار کیا ہے، یہ ہے کہ مرتد کا وہ مال جو اس نے ارتداد کے بعد کمایا اس پر یہ تاوان عائد کیا جائے گا، لیکن اس اک وہ مال جو اس نے ردت سے پہلے حاصل کیا وہ اس کے مسلمان ورثاء کا حق ہو گا۔ امام احمد بن حنبل کا ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ اگر وہ مال ردت

¹ - البقرة: ۲۱۷

کے بعد کا حاصل کردہ ہو اور مرتد کا کوئی وراثت موجود ہو تو وہ مال مرتد کے وراثت کا ہوگا، لیکن یہ روایت غیر مشہور ہے۔

مرتد کے لئے قتل کی سزا بہت سے صحابہ سے مروی ہے جن میں حضرت ابو بکر، عمر، عثمان، علی، معاذ بن جبل اور ابن عباس (رضوان اللہ علیہم اجمعین) شامل ہیں اور ان میں سے کسی نے بھی مرتد کی اس سزا کا انکار نہیں کیا، اس لئے اس پر اجماع ہو گیا۔ چنانچہ کہا جاسکتا ہے کہ ارتداد کا جرم ہونا قرآن پاک اور سنت سے نصاً ثابت ہے اور اس پر اجماع ہے اور مرتد کی سزا (قتل) سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔

عورت کا ارتداد

حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اگر عورت مرتد ہو جائے تو اسے اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا اور قتل نہ کیا جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اپنے ایک اور قول میں فرمایا کہ جو عورت اسلام سے پلٹ جائے وہ قید کی جائے گی اور قتل نہ کی جائے گی۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک عورت احد کے دن مرتد ہو گئی۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس سے توبہ طلب کی جائے، اگر توبہ کر لے فیہا، ورنہ قتل کر دی جائے۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت جس کو ام مروانؓ کہا جاتا تھا، مرتد ہو گئی۔ نبی ﷺ نے حکم دیا کہ اس عورت کے سامنے اسلام پیش کیا جائے، اگر وہ اسلام کی طرف رجوع کر لے فیہا ورنہ قتل کر دی جائے۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت اسلام سے پھر گئی تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اسے اسلام کی دعوت دی جائے، اگر وہ اسلام لے آئے تو فیہا ورنہ قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس عورت کو اسلام کی طرف لوٹ آنے کی دعوت دی گئی، اس عورت نے اسلام لانے سے انکار کر دیا پس وہ عورت قتل کر دی گئی۔

حضرت زہری اور ابراہیم نخعی کا یہ اثر (قول) منقول ہے کہ جو عورت مرتد ہو جائے اس سے توبہ طلب کی جائے گی، اگر توبہ کر لی فیہا ورنہ قتل کر دی جائے گی۔¹

حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ جو کوئی شخص اسلام سے پھر جائے، پھر توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی۔ لیکن اگر توبہ نہ کرے تو اس کی گردن ماری جائے یعنی اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور جو کوئی عورت اسلام سے پھر جائے تو اسے اسلام کی طرف لوٹ آنے کی دعوت دی جائے گی، اگر وہ عورت توبہ کر کے اسلام کی طرف لوٹ آئی تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور اگر اس نے انکار کیا تب بھی توبہ طلب کی جائے گی۔

¹۔ المتقی الہندی، علاء الدین، کنز العمال، (مطبوعہ دکن)، 1/80۔

عورت کی سزا کے بارے میں مختلف فقہی نقطہ ہائے نظر

احناف کے نزدیک عورت کے ارتداد کی صورت میں اس کے لئے قتل کا حکم نہ دیا جائے گا بلکہ اس کو قید کر دیا جائے گا اور پھر ہر دن قید خانہ سے باہر نکال کر اس کو اسلام کی طرف لوٹ آنے کی دعوت دی جائے گی۔ اسی طرح مسلسل عمل کیا جاتا رہے تاکہ وہ اسلام لے آئے ورنہ مرتدہ کے لئے جس دوام کی سزا ہے۔ امام کرخی کے نزدیک مرتدہ عورت کے ہر دن قید خانہ سے نکال کر چند کوڑے بطور تعزیز لگانا منقول ہے۔ عورت کو قتل نہ کرنے کے سلسلہ میں احناف آنحضرت ﷺ کے اس فرمان پر عمل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: (لا تقتلوا امرأة ولا وليدا) یعنی عورت اور بچے کو قتل نہ کرو۔

احناف کے برخلاف اشافعیؒ کے نزدیک ارتداد کے جرم میں عورت کے لئے بھی وہی سزا ہے جو مرد کے لئے مقرر ہے۔ امام شافعیؒ اپنے نظریہ کے لئے حضور ﷺ کی حدیث (من بدل دینہ فاقتلوه) سے استدلال کرتے ہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے حکم میں عام ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ قتل کا حکم ارتداد کی بناء پر ہے۔ گویا ارتداد قتل کی علت ہے۔ اور چونکہ یہ علت مرد اور عورت دونوں میں پائی جاتی ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ اس علت کے یکساں طور پر مرد و عورت میں پائے جانے کے باوجود مرد کے لئے قتل اور عورت کے لئے قید کی سزا دی جائے اور دونوں کی سزائوں میں فرق کر دیا جائے۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ ان کی پیش کردہ حدیث (لا تقتلوا امرأة ولا وليدا) عورت کے سلسلہ میں خاص ہے اس لئے (من بدل دینہ فاقتلوه) والی حدیث سے مخصوص طور پر مردوں کی ذات مراد ہے۔ اس طرح دونوں احادیث پر عمل ہو جاتا ہے اور آپس میں کوئی تضاد پیدا نہیں ہوتا۔ احناف کا مسلک قرین صواب ہے۔

مالکیہ کے نزدیک خواہ مرد ہو یا عورت دونوں بسبب ارتداد سزاوار قتل ہیں۔ یہی صورت حنابلہ کے نزدیک ہے۔ البتہ اگر مرتدہ عورت حاملہ ہو تو وضع حمل سے قبل قتل نہ کی جائے گی، عورت کے وضع حمل کے بعد تین یوم تک توبہ کا مطالبہ کیا جاتا رہے گا، اگر توبہ کر لی فبہا، ورنہ قتل کر دی جائے گی۔¹

شیعی فقہ میں عورت کو کسی صورت میں قتل نہ کیا جائے گا خواہ وہ مسلمان پیدا ہوئی ہو یا بعد میں اسلام قبول کیا ہو، بلکہ اس کو قید کی سزا دی جائے گی اور نماز کے اوقات میں بیٹھا جاتا رہے گا۔²

¹ - شرائع الاسلام، 2/ 514-523

² - بدائع الصنائع، 7/ 134-140

بچے کا ارتداد اور سزا

اسی طرح بلوغت سے پہلے کوئی سمجھ دار بچہ اگر ارتداد اختیار کر لے تو اس کا یہ عمل قتل کا موجب نہ ہو گا۔ اگرچہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اس کا ارتداد قابل اعتبار ہو گا۔ اس کی بنیاد استحسان کے قاعدہ پر ہے۔ اس کو قید میں رکھا جائے گا اور سمجھایا جائے گا تاکہ وہ بالغ ہو جائے۔ بعد بلوغ بھی اگر اس نے توبہ نہ کی اور اسلام کی طرف لوٹ آنے سے انکار کیا تو پھر اس کو قتل کر دیا جائے گا۔¹

ارتداد اور معاصر فقہاء:

ارتداد ان مسائل میں سے ایک ہے جس پر جدید علماء نے بھی بحث کی ہے اور یہ آج بھی ایک حساس اور متنازعہ عصری مسئلہ ہے۔ یقیناً اس بارے میں اہل علم اور دانشور متفقہ رائے پر نہیں آئے۔ ارتداد کی سزا موت کو 1844ء میں خلیفہ عبد المجید اول کی طرف سے خلافت عثمانیہ کے دور حکومت میں ختم کر دیا گیا تھا، اس کے علاوہ اکثر اسلامی ممالک نے بھی اسے مزید نافذ نہیں کیا۔ تاہم، جدید علماء کی اکثریت کا خیال ہے کہ نتائج اور حالات سے قطع نظر اس پر عمل کیا جانا چاہیے۔ اس طرح، جن جدید علماء نے اس معاملے پر بحث کی ہے انہیں دو گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

درج ذیل علماء نے ارتداد کی صورت میں جمہور کی رائے یعنی سزائے موت کی تائید کی ہے:

ابوالاعلیٰ مودودی (1903-1979)

محمد الطاہر ابن عاشور (1879-1973)

محمد متولی الشعراوی (1911-1998)

محمد الغزالی (1917-1996)

محمد حسین طباطبائی (1904-1981)

محمد باقر الصدر (1935-1980)

روح اللہ الحمنینی (1902-1989)

ابوالحسن علی الندوی (1914-1999)

محمد حمید اللہ (1908-2002)

شبیر احمد عثمانی (1887-1949)

¹ بدائع الصنائع، 7/133

محمد بن صالح عثیمین (1929-2001)

مفتی تقی عثمانی (1943)

وفاقی شرعی عدالت پاکستان

مجلس تحقیق مسائل شرعیہ (کراچی)

جبکہ ذیل کے علماء نے اس مسئلہ پر جمہور فقہاء کی رائے اختلاف کرتے ہوئے سزائے موت کی مخالفت کی ہے:

محمد رشید رضا (1865-1935)

طہ جابر العلوانی (1935-2006)

محمود شلتوت (1893-1963)

احمد الطیب (1946)

یوسف القرضاوی (1926-2022)

علی جمعہ (1952)

عبدالمطعل الساعدی (1894-1966)

محمد سلیم الاوا (1942)

راشد الغنوشی (1941)

جاوید احمد غامدی (1951)

وحید الدین خان (1925-2021)

طارق رمضان (1962)

جسٹس ایس اے رحمن (1903-1979)

ڈاکٹر خالد مسعود (1935-2003)

خلافت عثمانیہ کے تحت قانون (1844)

یورپین کونسل برائے فتویٰ اور تحقیق (31 جنوری 2014)

ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان

کونسل آن امریکن اسلام ریلیشنز (2006)

ابتداء میں اور اب بھی، علماء کی اکثریت ارتداد کی سزا کے حق میں ہے۔ ذیل میں چند مشہور جدید علماء کا ذکر

کیا گیا ہے جنہوں نے اس مسئلے کو اجاگر کیا ہے۔ ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

سید ابوالاعلیٰ مودودی (1903-1979)

ابو الاعلیٰ مودودی ممتاز مسلم شخصیات میں سے ایک تھے۔ انہوں نے بیشتر اسلامی شعبوں میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ انہوں نے اسلام پر بہت سی کتابیں اور مضامین لکھے۔ ان کی تقاریر اور کام نے پوری دنیا کے مسلمانوں کو بالعموم اور پاکستان اور ہندوستان میں بالخصوص متاثر کیا۔ وہ جماعت اسلامی کے بانی تھے۔ مسئلہ ارتداد میں ابو الاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں کہ مرتد کو قتل کر دیا جائے۔ اسکو انہوں نے قرآن و سنت سے ان کی کتاب "مرتد کی سزا اسلامی قانون میں" میں ثابت کیا ہے۔^(۱)

مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں سورہ توبہ کی آیات 11 اور 12 میں فرماتا ہے۔
﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوْا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا فِي الدِّينِ وَنُفِصِلْ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ. وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعْنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَتِلُوا أُنْمَةَ الْكَفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ﴾^(۲)

اگر یہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں، اور ہم سمجھ داروں کے لیے کھول کھول کر احکام بیان کرتے ہیں۔ اور اگر وہ عہد کرنے کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں عیب نکالیں تو کفر کے سرداروں سے لڑو، ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں تاکہ وہ باز آئیں۔

ابو الاعلیٰ مودودی کے نزدیک آیت نمبر 12 کا مطلب ہے کہ جس نے قسم کھائی اور پھر اسے توڑ دیا تو اس سے لڑنا واجب ہے۔ اسی طرح مرتد ایمان اور اتباع کی قسم کھاتا ہے، لیکن اگر وہ مرتد ہو کر اس کو توڑ دے تو اس سے لڑنا ہی واحد راستہ رہ جاتا ہے۔^(۳)

مزید یہ کہ ابو الاعلیٰ مودودی اس مسئلے کو مختلف انداز میں بیان کرتے ہیں۔ اس کے نزدیک اسلام پر ایمان صرف ذاتی ایمان کا معاملہ نہیں ہے۔ ایک شخص ریاست کی طرف سے نافذ کردہ سماجی نظام کا ایک حصہ ہے، اور عقیدے میں کسی بھی قسم کی تبدیلی کو ریاست سے غداری سمجھا جاتا ہے۔^(۴)

در حقیقت ابو الاعلیٰ مودودی نے اپنی کتاب الجہاد فی الاسلام میں اسلام کی جو تعریف کی ہے، وہ اسلام کو ایک مذہب نہیں مانتے بلکہ دین مانتے ہیں اور وہ اسلام اور ایک ریاست کے درمیان ضم ہو جاتا ہے، اس لیے ان میں

¹ - مودودی، سید ابوالاعلیٰ۔ مرتد کی سزا اسلامی قانون میں۔ لاہور: اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، اپریل 1970ء۔

² - التوبہ 12، 11

³ - ابراہیم، عدنان۔ حریت الاعتقاد فی الاسلام و معترضاتھا: القتال، الذمۃ والجزیۃ، و قتل المرتد۔ جامعۃ فہینا، ص 860۔

⁴ - Saeed, Abdullah, and Hassan Saeed. Freedom of Religion, Apostasy and Islam. USA: Ashgate Publishing Company, 2011, p. 90.

فرق نہیں کیا جاسکتا۔ اگر کوئی ریاست کے خلاف جاتا ہے تو وہ خود بخود اسلام کے خلاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ ایسا کرتا ہے تو وہ غداری کہلانے والے بڑے جرم کا ارتکاب کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں اسے سزائے موت دی جاتی ہے۔ ابو الاعلیٰ مودودی نے کہا:

اسلام کسی 'مذہب' کا نام نہیں اور نہ ہی 'مسلم' کسی 'قوم' کا عنوان ہے۔ درحقیقت اسلام ایک انقلابی نظریہ ہے۔ پروگرام جو پورے سماجی نظام کو تبدیل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ دنیا اور اسے اس کے اپنے اصولوں اور نظریات کے مطابق دوبارہ تعمیر کریں۔ 'مسلم' اس بین الاقوامی انقلابی جماعت کا عنوان ہے جسے اسلام نے اپنے انقلابی پروگرام کو نافذ کرنے کے لیے منظم کیا ہے۔^(۱)

ابو الاعلیٰ مودودی کی فکر کے مطابق، اسلام محض ایک عقیدہ نہیں بلکہ ایک مکمل نظام حیات ہے، جو فرد اور معاشرے کے درمیان ایک مضبوط ربط قائم کرتا ہے۔ ان کے نقطہ نظر میں، ایک مسلمان کا اسلام سے منحرف ہونا صرف ایک ذاتی مذہبی فیصلہ نہیں بلکہ یہ ایک سماجی و سیاسی مسئلہ بھی بن جاتا ہے، خاص طور پر اگر یہ ایک اسلامی ریاست میں ہو۔ مودودی کے مطابق، اگر کوئی فرد اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے مرتد ہوتا ہے اور اس کے ارتداد کو ایک اجتماعی فتنہ یا اسلامی ریاست کے خلاف بغاوت کے طور پر دیکھا جائے، تو ایسی صورت میں ریاستی قوانین کے مطابق سزا دی جاسکتی ہے۔^(۲)

ارتداد کی سزا کے بارے میں ابو الاعلیٰ مودودی کا نظریہ یہ ہے کہ وہ اسے سماجی و سیاسی ترتیب کے پہلو سے دیکھتے ہیں کیونکہ وہ مرتد کو غدار اور ارتداد کو سنگین غداری سمجھتے ہیں۔

محمد الطاہر ابن عاشور (1879-1973)

محمد الطاہر ابن عاشور دور جدید میں بہت مقبول عالم دین تھے، ان کا لقب شیخ الاسلام تھا۔ انہوں نے مختلف اسلامی پہلوؤں پر بہت سی کتابیں لکھیں۔ ان کی قابل ذکر تصنیف تفسیر التحرير و التنوير تھی، یہ قرآن کی پندرہ جلدوں پر مشتمل تفسیر ہے۔^(۳) انہوں نے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 217 سے ارتداد کی سزا کا سراغ نکالنے کی کوشش کی۔^(۴)

ان کے نزدیک اسلام میں داخل ہونا اس سے پلٹنے جیسا نہیں ہے۔ ان کی ایک اور کتاب جس کا عنوان ہے اصول النظام الاجتماعی فی الاسلام میں ہے کہ مرتد کو قتل کرنے کی حکمت اس لیے ہے کہ وہ اسلام میں داخل ہوا

¹ - مودودی، سید ابو الاعلیٰ۔ الجہاد فی الاسلام۔ لاہور: اسلامی کتب خانہ، ۱۹۳۰ء۔

² - Saeed, Freedom of Religion. Apostasy and Islam, p. 90.

³ ابن عاشور، الطاہر۔ مقاصد الشریعة الاسلامیة۔ القاہرہ: دار السلام، 2006ء۔

⁴ - ابن عاشور، محمد الطاہر۔ تفسیر التحرير والتنوير۔ الجزء الثاني۔ تونس: الدار التونسية للنشر، 1984ء، ص 335۔

اور امت مسلمہ کا حصہ بن گیا اور مرتد ہو کر وہ ایک بری مثال پیش کر رہا ہے جس سے مسلمان جماعت پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے اتحاد کی حفاظت کے لیے اس سے چھٹکارا حاصل کر لیں اور دوسروں کے لیے رکاوٹ بنیں جو صرف اپنے اسلام قبول کرنے سے اس کا تجربہ کرنا چاہتے ہیں اور اگر یہ ان کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے تو وہ جاری رکھتے ہیں لیکن اگر ایسا نہیں ہوتا ہے، وہ اسے چھوڑ دیتے ہیں اور ایسا کر کے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جس مذہب کو وہ پہلے ہی قبول کر چکے ہیں وہ خوشنما مذہب نہیں ہے اور اس سے کمزور دماغ والے لوگ ان کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ لہذا اسلام کے اس قبول و رد کو روکنے کے لیے اور اسلام میں داخل ہونے کو امت مسلمہ کی جاسوسی کے لیے استعمال کرنے کی اجازت نہ دی جائے، ان کو سزائے موت دی جائے۔⁽¹⁾

محمد متولی الشعر اوی (1911-1998)

الشعر اوی مصر کے ایک عظیم عالم اور مبلغ تھے، انہیں امام الدعاء کہا جاتا تھا۔ اسلام کے میدان میں انکی گرفت قدر خدمات ہیں۔ وہ تفسیر القرآن کے حوالے سے اپنے کام کے لیے جانے جاتے ہیں۔ ان کے قرآن کی تشریح کا طریقہ مصر اور بیرون ملک لوگوں کی ایک بڑی تعداد پر بہت بڑا اثر ڈالتا ہے وہ ارتداد کے معاملے میں بالکل صاف گو تھے۔ وہ ان لوگوں کی رائے سے اتفاق رکھتے تھے جو موت کو مرتد کی سزا کے طور پر دیکھتے ہیں۔ ان کے بقول جب کسی شخص سے ارتداد اور عقیدہ کی آزادی کے بارے میں پوچھا گیا تو اس کے اسلام قبول کرنے کے بعد کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی؟ ان کا جواب یہ تھا کہ ایک شخص ماننے یا نہ ماننے میں آزاد ہے لیکن ایک بار جب وہ اسلام میں داخل ہو جائے تو اسے اس کے تمام ضوابط بشمول ارتداد کی سزا کے تابع ہونا چاہیے۔⁽²⁾

محمد الغزالی (1917-1996)

الغزالی ایک عظیم عالم تھے جنہوں نے 90 سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں۔ انہوں نے جدید دور کی روشنی میں اسلامی علوم کو زندہ کرنے کی کوشش کی۔⁽³⁾ انہوں نے اپنی کتاب حقوق الانسان بین تعالیم الاسلام و اعلان الامم المتحدة میں مسئلہ ارتداد پر بحث کی ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ ارتداد ایک ایسی چیز ہے جو چھپ نہیں سکتی، یہ اوپر تک جاتی ہے۔ نتیجے کے طور پر اس سے معاشرے اور خود ریاست کو بھی نقصان پہنچتا ہے اسی لیے اسے سنگین غداری

¹ - الطاهر ابن عاشور، أصول النظام الاجتماعي في الإسلام، الطبعة الثانية (بيروت: دار السلام، 1990)، 172.

² - Fathy. 1949. "Flv. Al-Shaykh al-Sharawi wa Hadd al-Riddah fi Islam." Online video clip. YouTube. YouTube, 30 Dec. 2011. Web. (Accessed on May 10, 2024).

³ - Douglas Jehi, "Mohammed al-Ghazali, 78, An Egyptian Cleric and Scholar", The New York Times Web, 03/14/1996, <https://www.nytimes.com>. (Accessed on May 16, 2024).

قرار دیا گیا ہے۔ ان کے مطابق مرتد کو قتل کر دینا چاہیے۔ اسی کتاب میں وہ ارتداد کو ایک ایسا عمل سمجھتے ہیں جو اسلام کے خلاف ہے۔^(۱)

محمد حسین طباطبائی (1904-1981)

محمد حسین طباطبائی ایک فلسفی، مفسر اور عالم تھے۔^(۲) انہوں نے بہت سی کتابیں لکھیں اور سب سے مشہور کتاب ان کی قرآن کی تفسیر، تفسیر المیزان ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت نمبر 217 میں جو چیز انہیں دوسرے علماء اور مفسرین سے ممتاز کرتی ہے وہ ان کی لفظ حبطت اعمال ہم فی الدنيا والآخرة (ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں بے کار ہو گئے) کی وضاحت ہے۔ ان کے مطابق، یہ صرف ان اعمال پر مرکوز نہیں ہے جن کا تعلق عقیدہ یا عبادت سے ہے، بلکہ یہ اس کے تمام اعمال کو باطل کر دیتا ہے۔ یہ کسی مجرم کی خوشی یا بد حالی کو بھی چھین لیتا ہے جیسے کہ اگر کوئی اسلام سے پھر جائے تو اس کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ لیکن اگر وہ اسلام قبول کر لیتا ہے تو اس کی زندگی خوشگوار ہو جائے گی اور اس کے برعکس۔ مزید برآں، اعمال کی بربادی کا تعلق صرف ارتداد کے مرتکب مومنوں کا نہیں ہے، بلکہ یہ کافروں کا بھی ہے، مثال کے طور پر، اللہ تعالیٰ نے سورہ محمد کی آیت نمبر 8، 9 اور سورہ آل عمران کی 21، 22 میں ذکر کیا ہے۔^(۳)

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعَسَا لَهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَلُهُمْ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أُنْزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَلُهُمْ﴾^(۴)

اور جو منکر ہیں سو ان کے لیے تباہی ہے اور وہ ان کے اعمال اکارت کر دے گا۔ یہ اس لیے کہ انہیں نے ناپسند کیا جو اللہ نے اتارا ہے، سو اس نے ان کے اعمال ضائع کر دیے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيَّاتِ بَعِيرَ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَلُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَّاصِرِينَ﴾^(۵)

بے شک جو لوگ اللہ کے حکموں کا انکار کرتے ہیں اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور لوگوں میں سے انصاف کا حکم کرنے والوں کو قتل کرتے ہیں سو انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی دنیا اور آخرت میں محنت ضائع ہو گئی اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔

¹ - محمد الغزالی، حقائق الإنسان بين تعليم الإسلام وإعلان الأمم المتحدة، الطبعة الرابعة، (مصر: شركة النهضة، 2003)، 79-48۔

² - Hamid Algar, Allama Sayyid Muhammad Husayn Tabataba'i: Philosopher, Exegete, and Gnostic, Journal of Islamic Studies, 17, no. 3 (2006): 326-351, <https://doi.org/10.1093/jis/et1002>.

³ - محمد طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، الطبعة الثانیة، (طهران، ایران: دار الکتب الإسلامية)، 175-76۔

⁴ - محمد-8-9

⁵ - آل عمران 21-22

محمد باقر الصدر (1935-1980)

محمد باقر الصدر ایک عظیم فلسفی اور عالم تھے۔ وہ عراق میں اسلامی دعوت پارٹی کے بانی ہیں۔ امامیہ مکتب کے مطابق مرتد دو طرح کا ہوتا ہے۔ پیدائشی طور پر مرتد اور تبدیلی سے مرتد۔ پیدائشی طور پر مرتد کو بغیر توبہ کے پوچھے براہ راست موت کے گھاٹ اتار دیا جائے اور چاہے وہ توبہ کر بھی لے۔ اور مذہب بدلنے پر مرتد کو قتل نہ کیا جائے اگر وہ توبہ کرے۔ الصدر کے مطابق وقت کو دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے:

عام وقت

مشتبہ امور کا وقت

عام وقت کا مطلب ہے کہ ایک اسلامی ریاست قائم ہو اور اس کے احکام نافذ ہو رہے ہوں۔ اور مشتبہ امور کا زمانہ سے مراد وہ دور ہے جہاں اسلام کے خلاف مشتبہ امور بڑھ رہے ہیں اور مسلمانوں میں مشتبہ چیزیں پھیل رہی ہیں۔ کیونکہ اسلام کے دشمن اقتدار پر قابض ہیں جبکہ مسلمانوں کے پاس کچھ نہیں ہے اس لیے وہ ان کے خلاف کھڑے نہیں ہو سکتے۔ البتہ اگر کوئی مرتد خواہ پیدائشی ہو یا تبدیلی سے، مشتبہ امور کے وقت ارتداد کا ارتکاب کرے اور پھر توبہ کرے تو الصدر کے نزدیک اس کی توبہ قابل قبول ہے۔⁽¹⁾

روح اللہ الخمنینی (1902 - 1989)

روح اللہ الخمنینی ایک فلسفی، عالم اور ممتاز شخصیت تھے۔ وہ 1979 میں ایران کے انقلاب کے روحانی اور حقیقی رہنما تھے۔ وہ اسلامی جمہوریہ ایران کے بانی تھے اور ایران کے پہلے سپریم لیڈر بنے۔ انہوں نے بہت سی کتابیں لکھیں اور ان کی مشہور تصنیف کتاب حکومت اسلامی ہے۔ 1989 میں، خمینی نے فتویٰ جاری کیا جس میں سلمان رشدی (ایک ہندوستانی نژاد برطانوی مصنف) کو اور اس کے پبلشرز کو اس کی کتاب The Satanic Verses کی وجہ سے قتل کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ خمینی کے مطابق سلمان رشدی کو مرتد سمجھا جائے۔ اس فتوے نے بین الاقوامی سطح پر ہلچل مچادی۔⁽²⁾

ابوالحسن ندوی (1914 - 1999)

ابوالحسن ندوی ایک مسلمان عالم، مفکر، مقرر اور مبلغ تھے۔ ان کے مطابق "اسلام کو بڑھاپا اور زوال نہیں آتا۔ سورج کی طرح، یہ ہمیشہ جوان اور نیا ہوتا ہے۔ یہ مسلمان ہی تھے جو بڑھاپے اور تنزلی کا شکار ہو گئے

¹ - الخشن، حسین، الفقہ الجنائی فی الإسلام، بیروت، لبنان: شركة الانتشار العربي، بدون تاریخ، ص 137-138۔

² - Khamenei, Ayatollah. "Ayatollah Khamenei's Fatwa on Salman Rushdie's Apostasy from Islam." Khamenei.ir. Accessed May 14, 2024. <https://english.khamenei.ir/news/4634/Ayatollah-Khamenei-s-fatwa-on-Salman-Rushdie-s-apostasy-from>.

تھے۔" (1) تحقیقی مطالعہ سے متعلق ان کی تصانیف میں سے ایک کتابچہ ہے جس کا عنوان ہے: عربی میں "ردۃ ولا ابا بکر لھا"۔ (2) یہ انگریزی میں The new menace and its Answer کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ (3)

ابوالحسن ندوی نے اس کام میں ارتداد کے ایک نئے تصور کی نشاندہی کی ہے جو مغربی فلسفہ اور مادیت پسند دنیا پر مرکوز ہے۔ ان کے مطابق ارتداد کا معاملہ اسلامی تاریخ میں کئی بار ہوا ہے۔ سب سے مضبوط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہوا۔ تاہم، اس بڑے ارتداد کو پہلے مسلمان خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق کی ذہانت اور جرأت نے ٹھکرادیا۔ اسلام کے اندر دوسرا شدید ارتداد کا حملہ تھا جب ہسپانوی مسلمان جو اسلام سے عیسائیت اختیار کر گئے تھے اپنی مرضی یا ناچاہتے ہوئے۔ اب، ارتداد ایک نئے لباس میں آگیا ہے جسے 'دین مادیت پرستی' جس نے دنیا کو زیر کر رکھا ہے۔ ان کے نزدیک مادیت کا یہ مذہب یا مغربی فلسفے نے مسلمانوں کے ذہنوں میں ان کے تمام طبقوں، گھروں، خاندانوں، اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں حتیٰ کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور مسلمانوں کے حکمرانوں کے ذہنوں میں زہر گھول دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں،

آج ہر جگہ مسلم ریاستوں کے حکمران طبقے عام طور پر نئے مذہب کے پیروکار ہیں، حالانکہ جہاں تک روحانی بیعت کی جوش اور طاقت کا تعلق ہے وہ سب ایک ہی زمرے سے تعلق نہیں رکھتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان طبقوں میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور اسلام کے ماننے والے ہیں لیکن ان سب کی غالب خصوصیت افسوس ہے! مادیت اور زندگی کا مغربی فلسفہ جس کی جڑیں الحاد میں پیوست ہیں۔ (4)

ان کے مطابق یہ نیا ارتداد تین وجوہات کی وجہ سے مسلمانوں کے لیے بہت خطرناک ہے، پہلا، اس نے بغیر خطرے کے اور مسلمانوں کی توجہ کے بغیر اپنا راستہ تلاش کر لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں،

یہ مسلمانوں کی توجہ سے بچنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس کا شکار نہ تو چرچ یا عبادت گاہ میں جاتا ہے اور نہ ہی اپنے مذہب کی تبدیلی کا اعلان کرتا ہے۔ نتیجتاً معاشرہ اس سے بے نیاز رہتا ہے۔ اس میں مرتد کی رعایت نہیں ہے۔ یہ نہ تو اس پر تنقید کرتا ہے نہ اسے سزا دیتا ہے اور نہ ہی دیگر سماجی پابندیوں کو نافذ کرتا ہے۔ مرتد معاشرے میں اپنا مقام اور حقوق برقرار رکھتا ہے اور اسے غلبہ حاصل کرنے کا موقع بھی ملتا ہے۔ (5)

یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ مسلمان اس پر کیا رد عمل ظاہر کرتے ہیں؟ اور یہاں دوسری وجہ ہے، اس کا جواب سیدھا سادا ہے، ان کے نزدیک بد قسمتی سے علماء کی بھی کوئی پروا نہیں کرتا۔ ماضی میں جب کوئی مسئلہ پیش

1 - Ali Abul Hasan al-Nadawi, The New Menace and its Answer, (Lucknow, India: Academy of Islamic Research and Publication, 1970), 7.

2 - Ibid., p. 6.

3 - Ibid., p. 1.

4 - Ibid., p. 5.

5 - Ibid., p. 6.

آجاتا تو علمائے کرام فرماتے تھے "مسئلہ ہے اور کوئی ابوالحسن نہیں" (1) جب ان کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا یا اسے حل نہ کر پاتا یا جب اس کا جواب دینا مشکل ہوتا۔ اس لیے ندوی کہتے ہیں، "ایک مسئلہ اور کوئی ابوبکر نہیں! ارتداد امت مسلمہ کو جنگ کی آگ کی طرح بھسم کر رہا ہے اور اس کو گرانے کے لیے حضرت ابوبکر صدیق کے ایمان اور استقامت والا کوئی نہیں ہے"۔ (2)

آخری وجہ یہ ہے کہ کوئی بھی انقلاب اسلام کے بنیادی نظریے اور بنیاد کے خلاف یہ سوچ کر برپا کیا جاتا ہے کہ مغرب کا فلسفہ حق پر ہے اور معاشرہ میں وہ ترقی و پیشرفت جو صرف مادی نظریات کی روشنی سے منظم نہیں ہو سکتی۔ اور اس کے مطابق مستقبل کی کوئی امید نہیں رکھی جاسکتی۔ آج کل مسلم دنیا میں اسلام اور مغربی مادیت پرستی کے درمیان جنگ جاری ہے۔ سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس نئے ارتداد کے چیلنج کا سامنا کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ ندوی کے مطابق جنگ کوئی حل نہیں ہے اور اس کا حل حکمت، ایمان، اخلاقیات اور روحانی اقدار سے ہو سکتا ہے لیکن غصہ یا طاقت کے استعمال سے نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اس کا علاج ایسے مخلص کارکنان پیدا کرنے میں مضمر ہے جن میں کوئی لفظی خواہشات نہ ہوں، موثر مذہبی لٹریچر ہو اور ان کی اپنی تقویٰ، سنجیدگی، خلوص اور بے لوث اصلاح کی جائے۔ (3)

محمد حمید اللہ (1908-2002)

محمد حمید اللہ ہندوستان کے ان ممتاز علماء میں سے ایک تھے جنہوں نے اسلام کے بنیادی علوم میں اپنی خدمات اور معاشرے کے لیے عظیم خدمات کے ذریعے مسلم دنیا میں ایک عظیم اثر چھوڑا ہے۔ (4) وہ اپنی کتاب مسلم کنڈکٹ آف اسٹیٹ میں ارتداد کے مسئلے پر بحث کرتے ہیں۔ ان کے مطابق مرتد کو سزائے موت دی جانی چاہیے۔ تاہم، وہ کہتے ہیں کہ مرتد کے پاس صرف دو ہی راستے ہوتے ہیں، یا تو اسلام یا تلوار۔ (5)

وہ سورۃ الاحزاب کی آیت 57 کی طرف اشارہ کرتے ہیں اللہ فرماتا ہے،

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا﴾ (6)

¹ -Ibid

² -Ibid

³ -Ibid., p. 6,7,8,17,18,20,21.

⁴ -Sajid Ali, "A Study of Mohammad Hamidullah's Works on Islamic Law" Doctoral Dissertation. (Aligarh Muslim University, India, 2009). p. 1.

⁵ -Mohammad Hamidullah, Muslim Conduct of State, (Lahore, India, Sh., Muhammad Ashraf, 1945), pp. 161-64.

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کیا ہے۔

حمید اللہ کے نزدیک کوئی نقصان اتنا بڑا نہیں جتنا کہ اللہ کے دین کو چھوڑنا اور اسے برا بھلا کہنا۔ یہ بتانا کہ ذلت آمیز سزا کا معنی آخرت کے عذاب میں زیادہ شامل ہے، اس لیے یہ مرتد کے قتل کی طرف اشارہ کرتا ہے۔⁽¹⁾
شبیر احمد عثمانی (1887-1949)

شبیر احمد عثمانی ایک ہندوستانی مسلمان عالم دین، فقیہ اور محدث تھے۔ وہ تفسیر اور حدیث کے ماہر تھے۔ انہوں نے تفسیر عثمانی اور فتح الملہم شرح صحیح مسلم لکھی۔ ارتداد کے بارے میں، عثمانی نے سورہ البقرہ کی آیت 54 کو مرتد کے قتل کی دلیل کے طور پر لیا ہے۔ اللہ فرماتا ہے

﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ ۖ يَقَوْمِ إِنَّا ظَلَمْنَا أَنفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجَلَ فَنُتُوبُوا إِلَىٰ بَارِنِكُمْ فَأَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِنِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾⁽²⁾

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم بے شک تم نے بھڑانا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا، سو اپنے پید کرنے والے کے آگے توبہ کرو پھر اپنے آپ کو قتل کرو، تمہارے لیے تمہارے خالق کے نزدیک یہی بہتر ہے، پھر اس نے تمہاری توبہ قبول کر لی، بے شک وہی بڑا توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم والا ہے۔

ان کے مطابق، وہ لفظ "فاقتلو انفسکم" کا ترجمہ "ایک دوسرے کو مار ڈالو" کے طور پر کرتے ہیں۔ اپنے رسالے "الشہاب لرجم الخاطف المرتاب" میں وہ لکھتے ہیں، "فاقتلو انفسکم میں لفظ انفسکم کا مفہوم وہی ہے جیسا کہ جملہ شتم انتم ھولا تقتلوا انفسکم میں ہے۔"⁽³⁾

اس کے علاوہ، وہ فرماتے ہیں، "اس طرح، لفظ قتال کے لغوی اور حقیقی معنی سے ہٹنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، مزید برآں، عثمانی کے مطابق، ارتداد کے جرم کی وجہ سے ہزاروں لوگ حضرت موسیٰ کے سامنے مارے گئے۔"⁽⁴⁾
محمد بن صالح عثیمین (1929-2001)

وہ ابن عثیمین کے نام سے مشہور تھے۔ وہ سعودی عالم اور فقیہ، عالم دین اور تفسیر قرآن کے ماہر تھے۔ انہوں نے اسلامی علوم میں بہت سی کتابیں لکھیں۔ ان کی مشہور تصنیف "الشرح الممتع علی زاد المستقنع" ہے، یہ فقہ حنبلی کی ایک کتاب ہے۔ ان کے مطابق مذکورہ کتاب کی جلد 14 میں مرتد کو سزائے موت دی جانی چاہیے۔⁽⁵⁾

¹ -Ibrahim, p. 862.

² -البقرة 54

³ -Ahmad, p. 36.

⁴ -Ibid

⁵ محمد العثیمین، الشرح علی زاد المستقنع، الطبعة الأولى، (السعودية: دار ابن الجوزي، 2007)، المجلد 14، ص 407۔

تاہم کیا ابن عثمان ارتداد کی سزا کو حد سمجھتے ہیں یا نہیں؟ ان کے بقول، اپنی کتاب مجموع فتاویٰ و رسائل محمد ابن صالح العثیمین جلد 9 میں کہتے ہیں کہ مرتد کو قتل کرنا اللہ کی طرف سے مقرر کردہ سزا (حد) نہیں ہے کیونکہ مرتد سے توبہ کی جائے چاہے اس کا معاملہ امام تک پہنچتا ہے جبکہ حدود میں امام تک پہنچ جانے کی صورت میں توبہ کی درخواست کیے بغیر اسے فوراً قتل کر دینا چاہیے۔ مزید برآں، حدود اس کے مرتکب کے گناہوں کا کفارہ ہے اور وہ کافر نہیں ہے، جب کہ ارتداد کی سزا اس کے مرتکب کے لیے کفارہ نہیں ہے اور وہ کافر بھی ہے۔^(۱)

مفتی تقی عثمانی (1943)

مفتی محمد تقی عثمانی نے ارتداد کے موضوع پر اپنے موقف کو اسلامی فقہ کی روایات اور اصولوں کی روشنی میں واضح انداز میں بیان فرمایا ہے۔ ان کے مطابق، اسلام سے علانیہ انحراف کرنے والے شخص (مرتد) پر شرعی سزاؤں کا اطلاق بعض مخصوص شرائط کے ساتھ ہوتا ہے، اور اس عمل میں انتہائی احتیاط اور عدالتی کارروائی کی ضرورت ہے۔ مفتی صاحب کے نزدیک ارتداد کی سزا (قتل) اس وقت لاگو ہوتی ہے جب مرتد اپنے ارتداد کا علانیہ اظہار کرے اور اسلام سے کھلم کھلا انکار کرے۔ اسے مناسب مہلت دی جائے کہ وہ توبہ کر کے اسلام کی طرف رجوع کر لے۔ اگر توبہ کے بعد بھی وہ اپنے کفر پر اصرار کرے تو شرعی سزا نافذ کی جاسکتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

مرتد کی سزا اس وقت تک نافذ نہیں ہوتی جب تک اسے توبہ کا موقع نہ دیا جائے۔ اگر وہ توبہ کر لے تو اسے معاف کر دیا جاتا ہے۔²

مفتی تقی عثمانی زور دیتے ہیں کہ ارتداد کے کسی دعوے کا فیصلہ انفرادی فتوے یا سماجی دباؤ پر نہیں بلکہ ایک مجاز شرعی عدالت کے ذریعے ہونا چاہیے۔ اس عدالت میں معتبر شہادتیں اور ٹھوس ثبوت فراہم ہونا ضروری ہے، اور ملزم کو مکمل صفائی کا موقع دیا جانا چاہیے۔ مفتی صاحب عصر حاضر کے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ارتداد کے فہم میں فقہی توازن کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔ ان کے مطابق اگر کوئی شخص محض دل سے ایمان نہ رکھے، مگر اسلام کے خلاف علانیہ کوئی اقدام یا اظہار نہ کرے، تو اس پر شرعی حد (قتل) لاگو نہیں ہوگی۔ محض نفاق یا دل کی کیفیت پر

¹ - العثیمین، محمد بن صالح، مجموع فتاویٰ و رسائل محمد بن صالح العثیمین، الطبعة الأولى، الرياض، السعودية: دار الشریاء، 1998، المجلد 9، ص 511۔

² محمد تقی عثمانی، اسلام اور عصر حاضر، باب: "حدود اور تعزیرات"، ص: ۲۳۴۔

دنیوی سزا کا نفاذ نہیں کیا جاسکتا، جب تک کہ علانیہ بغاوت نہ ہو۔¹ انہوں نے ارتداد کے احکام کو نہایت علمی انداز میں عصری تقاضوں کے ساتھ مربوط کر کے پیش کیا ہے۔

وفاقی شرعی عدالت پاکستان

پاکستان میں وفاقی شرعی عدالت کا کردار یہ ہے کہ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق قوانین کا جائزہ لے۔ عدالت نے ارتداد کے بارے میں اپنے فیصلوں میں قرآن و سنت، فقہی مذاہب اور دستور پاکستان کو مد نظر رکھا ہے۔ وفاقی شرعی عدالت نے ارتداد کو ایک ایسا عمل قرار دیا ہے جو انفرادی ضمیر کے دائرہ کار سے آگے بڑھ کر اجتماعی اسلامی نظم اور ریاستی سلامتی سے جڑ جاتا ہے۔ عدالت کے مطابق ارتداد کو صرف ایک عقیدے کی تبدیلی نہ سمجھا جائے، بلکہ اسے معاشرتی استحکام اور دینی اجتماعیت پر حملہ تصور کیا جائے۔ اسلام قبول کرنے میں آزادی ہے، مگر قبولیت کے بعد اس سے انکار کرنے کی صورت میں شرعی حدود لاگو ہوتی ہیں۔

پاکستان میں شریعت کورٹ نے ارتداد کے حوالے سے کئی اہم فیصلے کیے ہیں، لیکن اس سلسلے میں قانون سازی کی صورت حال کچھ پیچیدہ ہے۔ فیڈرل شرعی عدالت کا کام یہ ہے کہ وہ موجودہ قوانین کا جائزہ لے کر دیکھے کہ کیا وہ اسلامی اصولوں کے مطابق ہیں۔ اگر کوئی قانون اسلامی تعلیمات کے خلاف ہو، تو عدالت اسے کالعدم قرار دے سکتی ہے یا حکومت کو نئے قانون بنانے کی ہدایت کر سکتی ہے۔ 1980 کی دہائی میں فیڈرل شرعی عدالت نے ارتداد کے بارے میں ایک اہم فیصلہ دیا، جس میں کہا گیا کہ اسلام میں ارتداد کی سزا موت ہے۔ موجودہ پاکستانی قوانین میں ارتداد کے لیے واضح سزا نہیں دی گئی، اس لیے حکومت کو چاہیے کہ وہ اس سلسلے میں قانون بنائے۔ تاہم، اس فیصلے کے بعد بھی پاکستان میں ارتداد کے لیے علیحدہ سے کوئی عام فوجداری قانون نہیں بنایا گیا۔ کچھ مذہبی جماعتوں اور علماء نے مطالبہ کیا ہے کہ ارتداد کے لیے الگ سے قانون بنایا جائے، لیکن اب تک ایسا کوئی جامع قانون نہیں بنا۔

2020-2023 کے دوران کچھ کیسز میں شرعی عدالت نے ارتداد کے معاملات پر توجہ دی، لیکن اب تک کوئی بڑا فیصلہ یا نیا قانون نہیں آیا۔ پاکستان میں شریعت کورٹ نے ارتداد کے حوالے سے اسلامی اصولوں کی

¹ محمد تقی عثمانی، تکرار فتح الملہم، جلد ۳، ص: ۴۵۶ (شرح حدیث ارتداد)۔ محمد تقی عثمانی، انوار القرآن (تفسیر)، سورۃ البقرہ، آیت ۲۱۷ کے تحت بحث۔

تائید کی ہے، لیکن اب تک الگ سے کوئی واضح قانون نہیں بنایا گیا۔ تاہم، دیگر قوانین (جیسے توہین رسالت) کے تحت ارتداد سے متعلقہ مقدمات چلائے جاسکتے ہیں۔

مجلس تحقیق مسائل شرعیہ (کراچی)

مجلس تحقیق مسائل شرعیہ کراچی میں علماء کی ایک جماعت نے قیام پاکستان کے بعد اسلامی قوانین کے نفاذ اور پیچیدہ شرعی مسائل کے حل کے لیے قائم کی۔ اس مجلس نے جدید حالات میں شریعت کے اصولوں کی روشنی میں فتاویٰ اور تحقیقی بیانات جاری کیے۔ خصوصاً معاشرتی جرائم اور اسلامی حدود پر مجلس کا کام نہایت نمایاں رہا ہے۔ ارتداد کا موضوع بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

مجلس کے نزدیک، ارتداد ایک اجتماعی جرم کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کے نزدیک مرتد صرف اپنے ایمان سے انحراف نہیں کرتا بلکہ اسلامی معاشرتی ڈھانچے کو نقصان پہنچانے والا بن جاتا ہے۔ مجلس نے جمہور فقہاء کے اجماعی موقف کی تائید کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے، بشرطیکہ تمام شرائط پوری ہوں، جیسے ارتداد شعوری اور اختیاری ہو۔ مرتد کو توبہ کا موقع دیا جائے۔ عدالت کے ذریعے جرم ثابت ہو۔

مجلس تحقیق مسائل شرعیہ نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ ارتداد پر سزا دینے کا مطلب آزادی مذہب کی نفی نہیں، بلکہ اسلامی ریاست کی نظریاتی حفاظت ہے۔ اسلام میں دین میں داخل ہونے پر جبر نہیں ہے، لیکن دین قبول کرنے کے بعد اسے خیانت اور دھوکہ دہی کے ساتھ ترک کرنا ریاستی بغاوت کے مترادف ہے۔ مغرب کے فلسفہ آزادی اور سیکولر تصور ریاست کے تحت ارتداد کو محض نجی معاملہ سمجھا جاتا ہے، جبکہ اسلامی نقطہ نظر میں ریاست اور دین جداگانہ نہیں ہیں۔

مجلس تحقیق مسائل شرعیہ (کراچی) کے مطابق، ارتداد ایک فکری اور عملی بغاوت ہے جس کی سزا اسلامی قانون کے مطابق قتل ہے، مشروط بہ شرائط و ضوابط۔ ان کا موقف قرآن، سنت، تعامل صحابہ، اور اجماع امت کی بنیاد پر انتہائی مستند اور فقہی اصولوں کے عین مطابق ہے۔¹

¹ دیکھئے مجلس تحقیق مسائل شرعیہ، کراچی۔ تحقیقی مقالات: حدود و تعزیرات، جلد دوم، کراچی: مجلس تحقیق مسائل شرعیہ، 1985۔

مخالف نقطہ نظر

حقیقت یہ ہے کہ اس زمرے میں دو سو کے قریب جدید علماء ہیں۔ جن میں چند ایک کا تذکرہ کیا جائے گا۔

محمد رشید رضا (1865-1935)

محمد رشید رضا 19 ویں صدی کی عظیم مسلم شخصیات، مصلحین اور مفکرین میں سے ایک تھے۔ ان کے کاموں نے مسلمانوں کو بالعموم اور خاص طور پر دنیا کے مصلحین اور مفکرین کو متاثر کیا ہے۔ وہ تفسیر اور تاریخ کے بھی ماہر تھے۔⁽¹⁾

رشید رضا کی رائے اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ فقہاء نے ارتداد کے مسئلے پر اپنی آراء میں بعض اوقات سختی سے کام لیا اور اسے ایسے اصولوں کے تحت بیان کیا جو دور دراز تاویلات پر مبنی تھے۔ ان کا موقف تھا کہ کچھ علماء نے ارتداد کے مسئلے پر غیر ضروری شدت اختیار کی، اور اس معاملے کو ضرورت سے زیادہ پیچیدہ بنا دیا۔ سورۃ التوبہ میں منافقین کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے رشید رضا اس نکتے پر روشنی ڈالتے ہیں کہ ان کی پہچان اور ان کے خلاف کارروائی کے دلائل قرآن میں واضح طور پر موجود ہیں، تاہم بعض علماء نے ماضی اور حال کے منافقین کے درمیان تفریق پیدا کرنے کی جو کوشش کی ہے، وہ غیر ضروری اور غیر حقیقی معلوم ہوتی ہے۔⁽²⁾

ان کے بقول پورے قرآن میں کہیں بھی مرتد کو قتل کرنے کا حکم نہیں ہے، لیکن اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ جو لوگ پر امن طریقے سے مرتد ہو جائیں اور مسلمانوں اور حکومت کے خلاف جنگ نہ کریں انہیں قتل نہ کریں۔ تاہم جب ان سے حدیث کے بارے میں پوچھا گیا کہ ”جس نے اپنا مذہب بدل لیا اسے قتل کر دو“۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن واضح ہے اور دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔ سنت قرآن کو منسوخ کرتی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں اور امام شافعی اور اس کے ماننے والوں کے نزدیک سنت سے قرآن کو منسوخ نہیں کیا جاسکتا۔ اس زمانے میں جو لوگ مرتد ہوتے تھے وہ براہ راست مسلمانوں کے دشمنوں میں شامل ہو جاتے تھے اور ان کے ساتھ مل کر جنگ کرتے تھے یا مسلمانوں سے جنگ کرتے تھے اور کچھ یہودی دن کے وقت اسلام قبول کر لیتے تھے اور اس کے آخر میں اس سے پلٹ جاتے تھے۔ اسلام کے بارے میں غلط بات کرنے اور مسلمانوں کے عقیدے کو متزلزل کرنے کے لیے ایسا کرنا، چنانچہ نبی ﷺ نے اس سازش کو روکنے کے لیے یہ حدیث ارشاد فرمائی جسے آج روایتی عسکریت پسندی کے نام سے جانا جاتا ہے۔⁽³⁾

¹ - الزركلي، خير الدين. الأعلام. الطبعة التاسعة. لبنان، بيروت: دار العلم للملايين، 1990، جلد 6، ص 126.

² - Ibrahim, 942.

³ - رضا، محمد. تفسير القرآن الحكيم. الطبعة الأولى. مصر: دار المنار، 1910، جلد 5، ص 327، محمد رضا، وآخرون، "حريات الدين و قتل المرتد". المنار، 23.

عبداللہ سعید اور حسن سعید اپنی کتاب آزادی مذہب، ارتداد اور اسلام میں رشید رضا کے ارتداد کے بارے میں نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہیں۔ ان کے مطابق، رشید رضا نے ماقبل جدید اسلامی فقہ کے اس سخت نظریے کو ترک کر دیا تھا، جس کے تحت ہر مرتد کو موت کی سزا دی جاتی تھی۔ رشید رضا نے ارتداد کی دو اقسام میں فرق کیا: باغی مرتد جو نہ صرف اسلام چھوڑتا ہے بلکہ امت مسلمہ کے خلاف بغاوت اور دشمنی میں سرگرم بھی ہوتا ہے۔ رشید رضا کے مطابق، ایسا شخص ایک سیاسی خطرہ بن جاتا ہے، اور اگر اسے گرفتار کیا جائے تو اس پر سخت سزا (بشمول سزائے موت) لاگو کی جاسکتی ہے۔ خاموش مرتد جو اسلام چھوڑ دیتا ہے لیکن اس کے خلاف کسی قسم کی بغاوت یا تخریب کاری میں ملوث نہیں ہوتا۔ رشید رضا کے مطابق، ایسے شخص کے خلاف کوئی قانونی سزا لاگو نہیں ہونی چاہیے۔^(۱)

طہ جابر العلوانی (1935-2006)

طہ جابر العلوانی جامعہ الازہر سے فارغ التحصیل، ایک بین الاقوامی سطح پر معروف سکالر، اور فقہ اور اصول فقہ کے ماہر تھے۔ وہ ریاستہائے متحدہ میں قرطبہ یونیورسٹی کے صدر رہے۔ وہ متعدد کتابوں کے مصنف اور او آئی سی (اسلامی تعاون تنظیم) فقہ اکیڈمی کے رکن بھی تھے۔^(۲) ان کے مطابق، "انسانی آزادی اسلامی قانون کی اعلیٰ ترین اقدار میں سے ایک ہے، اور اس کے اہم ترین مقاصد میں سے ایک ہے۔"^(۳)

ارتداد کی سزا کے بارے میں، انہوں نے آج تک قرآن، سنت اور اسلامی تاریخ کی روشنی میں اس کی جڑوں کی کھوج اور تحقیق میں کئی سال صرف کیے ہیں۔ انہوں نے عربی میں ایک کتاب لکھی جس کا نام لا اکراہ فی الدین: اشکال الردة والمرتدين من صدر الاسلام الى اليوم ہے، اور اس کا خلاصہ اور انگریزی میں ترجمہ کیا گیا، جس کا عنوان ہے، Apostasy in Islam A Historical and Scriptural Analysis۔ ان کے مطابق ارتداد کی سزا پورے قرآن میں کہیں نہیں ملتی۔ اس کے برعکس، قرآن کی دو سو سے زائد آیات ہیں جو عقیدہ اور انتخاب کی آزادی پر زور دیتی ہیں۔^(۴)

سنت میں، وہ ارتداد کو دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال اور زبانی سنت جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کے اقوال ہیں۔ پہلی قسم کے بارے میں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں کسی کو بھی قتل نہیں کیا جو ارتداد کا مرتکب ہوا ہو۔ اس کے علاوہ بہت سے لوگ ایسے تھے جو مرتد ہوئے

¹ -Saeed, Abdullah. Freedom of Religion, Apostasy and Islam. p. 90.

² -Al-Alwani, Taha. Apostasy in Islam: A Historical and Scriptural Analysis. Translated by Nancy Roberts, abridged by Alison Lake. USA: International Institute of Islamic Thought, 2012, p. 21.

³ -Ibid, p. 8.

⁴ -Ibid, p. 12.

اور ان کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا۔ دوسری کے بارے میں، اس زمرے کے تحت تمام احادیث خبر واحد ہیں اور ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے خواہ اس کے متن میں ہو یا سند، جن پر علوانی نے ایک ایک کر کے بحث کی ہے۔^(۱)

طہ جابر العلوانی کے نزدیک ایسا کوئی اجماع ہے نہ ماضی میں اور نہ حال میں۔ مثال کے طور پر، پیغمبر کے صحابی عمر بن الخطاب (متوفی 644 عیسوی)، ابراہیم الخثعمی (متوفی 811 عیسوی)، سفیان الثوری (متوفی 777 عیسوی) اور دیگر علماء نے ارتداد کی سزا کے طور پر سزائے موت سے اختلاف کیا۔^(۲)

یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ العلوانی کا خیال ہے کہ ہماری تاریخ کے بعض ادوار میں بعض حکمرانوں نے اپنے مفادات کی تکمیل کے لیے علماء کا استحصال کیا جو 'سزا' کے خلاف دوبارہ کھڑے ہوئے اور ان حکمرانوں میں سے بہت سے ظالموں پر ارتداد کا الزام لگایا گیا۔ پھر قتل کر دیے گئے۔^(۳)

العلوانی کہتے ہیں، "جب تک کسی کے ارتداد کے ساتھ کوئی اور چیز نہ ہو جسے مجرمانہ فعل سمجھا جاتا ہو، یہ خدا اور فرد کے درمیان سختی سے رہتا ہے، اور یہ زمینی حکمرانوں یا کسی اور کا علاقہ نہیں ہے۔"^(۴)

محمود شلتوت (1893-1963)

محمود شلتوت ایک ممتاز عالم اور باصلاحیت مقرر، عالم دین، فقیہ، مصلح اور تفسیر کے ماہر تھے۔ وہ 1958 سے لے کر 1963 میں اپنی وفات تک الازہر کے عظیم امام کے طور پر جانے جاتے تھے۔^(۵)

ان کی کتاب الاسلام عقائد و شریعت میں ارتداد کی دنیاوی سزا کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ اسی مناسبت سے فقہاء کا انحصار واحد حدیث پر ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ 'جو اپنا مذہب بدلتا ہے، اسے قتل کر دو'۔ شلتوت نے ان کے اختلافات پر مختصر بحث کی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ لہذا اس مسئلہ کے بارے میں نقطہ نظر کو تبدیل کیا جاسکتا ہے اور یہ بات بہت سے علماء نے دیکھی ہے کہ حدیث واحد یا واحد سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ مزید برآں، کفر خون بہانا جائز نہیں ہے، لیکن جس چیز کو خون بہانا جائز ہے وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنا، ان کے درمیان دشمنی پیدا کرنا اور انہیں ان کے دین میں الجھانا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی آیات میں قرآن کی صراحت دین میں جبر کی تردید کرتی ہے^(۶)۔ "مثال کے طور پر،

^۱ - العلوانی، طہ. لا إكراه في الدين: إشكالية الردة والمرتين من صدر الإسلام إلى اليوم. الطبعة الثانية. القاهرة، مصر: مكتبة الشروق الدولية، 2006، الصفحات 10، 97-144۔

^۲ - ایضاً 10، 147-148۔

^۳ - ایضاً 17-19۔

^۴ - ایضاً 8۔

^۵ - خیر الدین الزرکلی، الأعلام، (لبنان، بیروت: دار العلم للملايين، 1990)، جلد 7، طبع 9، صفحہ 173۔

^۶ - محمود شلتوت، الإسلام عقيدة وشرعية، (القاهرة، مصر: دار الشروق، 2001)، الطبعة الثامنة عشرة، الصفحات 280-81۔

﴿لَا إِجْرَاءَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾⁽¹⁾

دین کے معاملے میں زبردستی نہیں ہے، بے شک ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔

اور

﴿أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾⁽²⁾

پھر کیا تو لوگوں پر زبردستی کرے گا کہ وہ ایمان لے آئیں۔

احمد الطیب (پیدائش 1946)

احمد الطیب الازہر کے فارغ التحصیل ہیں اور بعد میں یونیورسٹی کے صدر بن گئے اور پھر 2010 سے اب تک الازہر کے گرینڈ امام بن گئے۔ ان کے مطابق صرف اسی مرتد کو قتل کیا جائے جو برادری کے لیے خطرناک ہو۔ اس طرح اس کی سزا اس کے خطرے کے برابر ہونی چاہیے۔ چنانچہ اس سزا کی صوابدید سربراہ مملکت پر منحصر ہے، الطیب مندرجہ ذیل حدیث سے اپنے استدلال کی تائید کرتے ہیں۔

((وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، عَنِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَا يَحِلُّ قَتْلُ مُسْلِمٍ إِلَّا فِي إِحْدَى ثَلَاثٍ خِصَالٍ: زَانٍ مُحْصَنٍ فِرَجَمَ، وَرَجُلٌ يَقْتُلُ مُسْلِمًا مُتَعَمِّدًا فَيُقْتَلُ، وَرَجُلٌ يُخْرِجُ مِنَ الْإِسْلَامِ فَيُحَارِبُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، فَيُقْتَلُ، أَوْ يُصَلَّبُ، أَوْ يُنْفَى مِنَ الْأَرْضِ)).⁽³⁾

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کا خون بہانا جائز نہیں سوائے تین صورتوں کے: ایک زانی جس کا نکاح ہو چکا ہو، جن کو سنگسار کیا جائے ایک آدمی جس نے دوسرے آدمی کو جان بوجھ کر قتل کیا، جسے قتل کیا جانا چاہئے؛ اور وہ شخص جس نے اسلام کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کی جسے قتل کیا جائے یا سولی پر چڑھایا جائے یا ملک سے نکال دیا جائے۔

اس کے ثبوت کے طور پر جو اوپر کہا گیا ہے۔ الطیب اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مرتد جس کو قتل کیا جائے ایک آدمی جو اس کا کردار ہے جیسا کہ حدیث میں آخری درجہ بندی میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے اسلام کو چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کی جسے قتل کیا جائے یا سولی پر چڑھایا جائے یا ملک سے نکال دیا جائے۔ الطیب کے مطابق، ابو بکر کے دور میں ارتداد کی جنگوں میں جو کچھ ہوا، مرتدوں کے خلاف پہلے مسلمان خلیفہ نے صرف ایک سیاسی عمل تھا۔⁽⁴⁾

¹ - البقرہ 256

² - یونس 99

³ - أحمد النسائی، سنن النسائی، (الرياض، السعودية: دار السلام، 2007)، ج 5، ص 57.

⁴ - Ibrahim, p. 770.

یوسف القرضاوی (1926-2022)

یوسف القرضاوی جامعہ الازہر سے فارغ التحصیل اور وہ ایک فقیہ، عالم، مفکر اور اسلام کے مختلف پہلوؤں پر متعدد کتابوں اور مضامین کے مصنف تھے۔ انہوں نے اپنے کتابچے میں ارتداد کی سزا کے بارے میں بحث کی ہے بعنوان جرمہ الردا و عقبہ المرتد فی دعوة القرآن و السنة۔

ان کے نزدیک اسلامی نظریہ پہلی بنیاد ہے جس پر معاشرہ کھڑا ہے۔ اس طرح معاشرے کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ اس نظریے کو قائم کرے، اس کی حفاظت کرے، اس کی دیکھ بھال کرے اور اس کی روشنی کو افق پر پھیلائے۔^(۱)

مزید یہ کہ وہ اسلام کے نظریے کی وضاحت کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی کمیونٹی کیسی ہونی چاہیے۔ وہ اپنے نکات کو واضح کرنے کے لیے قرآن سے بہت سی مثالیں دیتے ہیں۔ مزید برآں، القرضاوی نے کہا کہ مسلمانوں کی کمیونٹی کو اسلامی نظریے پر قائم رکھنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ غیر مسلموں کو ان کے عقائد کو چھوڑ کر مسلمان ہونے پر مجبور کیا جائے۔ یہ بات مسلمانوں کے ذہن میں نہ ماضی میں آئی تھی اور نہ آئندہ آئے گی، کیونکہ قرآن نے ابتدائے اسلام سے ہی اس معاملے میں اپنا آخری لفظ کہہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں واضح الفاظ میں اعلان فرمایا ہے کہ

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾^(۲)

دین کے معاملے میں زبردستی نہیں ہے، بے شک ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔

خود غیروں کی گواہی سے تاریخ نے ثابت کیا ہے کہ مسلمانوں کی جماعت ان لوگوں کے ساتھ سب سے زیادہ برداشت کرنے والی جماعت تھی جو اس کے تہذیبی دور میں عقیدہ کے اعتبار سے اس سے متفق نہیں تھے۔ اسلامی نظریے پر کمیونٹی کی بنیاد رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ کوئی آسان جماعت نہیں ہے بلکہ یہ اس عقیدے کی اطاعت کرنے والی جماعت ہے جس پر اس نے عمل کیا ہے یا اسے قبول کیا ہے یہ مادی برادری یا سیکولر ریاست پرست کمیونٹی نہیں ہے، نہ یہودی، نہ عیسائی برادری، یہاں تک کہ لبرل سرمایہ دار یا سوشلسٹ مارکسی برادری بھی نہیں۔ لیکن یہ ایک ایسی جماعت ہے جو اللہ کی وحدانیت کا عقیدہ رکھتی ہے، اسلامی عقیدہ رکھتی ہے اور وہ بلندی پر جاتی ہے اور اس پر کوئی چیز نہیں آسکتی۔^(۳) قرآن ہدایت، قانون سازی اور حکمرانی کا سرچشمہ ہے، لہذا کوئی بھی جماعت قرآن کو چھوڑ دیتی ہے جو اللہ کی کتاب ہے وہ اسلامی جماعت نہیں ہے۔^(۴)

^۱ - القرضاوی، یوسف، جرمہ الردۃ و عقوبۃ المرتد، طبع الرسالۃ، بدون تاریخ، ص 3۔

^۲ - البقرہ 256

^۳ - Ibid., p. 20.

^۴ - Ibid., p. 21-22

القرضاوی نے اس مسئلہ میں ارتداد کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے: عربی میں ردہ غلیظہ (سنگین ارتداد) اور دیگر ردہ خفیفہ (ہلکا ارتداد) اور وہ اسی طرح مرتد کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں، وہ فرق کرتے ہیں کہ کون مبلغ ہے اور کون مبلغ نہیں ہے۔ لہذا جو شخص بھی ردہ غلیظہ کرے گا اس کے خلاف سزا ہونی چاہیے۔ نسبتاً جمہور فقہاء کا قول ہے کہ اسے موت کے گھاٹ اتار دینا چاہیے۔

ردہ غلیظہ کے معاملے میں وہ سلمان رشدی کی مثال دیتے ہیں۔ پہلے القرضاوی ایک مرتد کو سمجھتے ہیں جو دوسروں کو اپنے نظریات کی طرف بلائے اور اپنے نظریات سے ان کے ذہنوں کو زہر آلود کرنے کی کوشش کرتا ہے، محارب (جو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کرتا ہے اور زمین میں فساد پھیلاتا ہے)۔ مزید برآں، القرضاوی نے مزید کہا کہ "عمر کی اس حدیث کے بارے میں ایک اور امکان ہے کہ "جس نے اپنا دین بدل لیا، اسے قتل کر دو" کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک سربراہ مملکت کی حیثیت سے نہ کہ قانون ساز یا اللہ کی طرف سے قانونی فتویٰ جاری کرنا جو لوگوں پر ہر وقت اور جگہوں پر اس پر عمل کرنے کو واجب بناتا ہے، اس لیے مرتد کو قتل کرنا اور جو شخص اپنا مذہب بدلتا ہے۔ اس کا معاملہ سربراہ کا استحقاق ہے، خواہ اسے قتل کیا جائے یا نہ ہو۔^(۱)

دوسری طرف، اگر معاملہ ردہ خفیفہ ہے، تو اس کے مطابق، سزائے موت نہیں دی جانی چاہیے۔ ان کا خیال ہے کہ عمر، ابراہیم النخعی اور الثوری کی رائے لی جائے۔^(۲)

علی جمعہ (پیدائش 1952)

علی جمعہ ایک مصری مشہور عالم، فقیہ، ماہر الہیات اور قرآن کی تفسیر میں ماہر ہیں۔ جمعہ جامعہ الازہر سے فارغ التحصیل ہیں۔ وہ 2003 سے 2013 تک مصر کے مفتی اعظم کے عہدے پر فائز تھے۔ فی الحال، وہ جامعہ الازہر میں اصول الفقہ کے استاد، الازہر کے اسلامک ریسرچ کمپلیکس کے رکن اور مصر میں سینئر علماء کی کونسل کے رکن کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے اسلامی علوم کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں بہت سی کتابیں اور مضامین لکھے ہیں۔^(۳)

انکی رائے ہے کہ مرتد کو قتل نہ کیا جائے۔ اس کے لیے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 256 میں واضح اشارہ ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ کسی مذہب کے انتخاب میں یا اسے ترک کرنے میں کوئی جبر نہیں ہے۔ اس صورت میں آیت عام ہے اور اس میں مرتد بھی شامل ہے۔ ان کے نزدیک عبادت دین میں ایک ایسا عمل ہے جو

¹ - یوسف القرضاوی، جریدۃ الردۃ و عقوبۃ المرتد، (طبع الرسالۃ، بدون تاریخ)، ص 3۔

² - ایضاً ص 30

³ - Ibrahim, p. 771.

عبادت کرنے والے اور اس کے رب کے درمیان محدود ہے اور کسی دوسرے کو اس میں مداخلت یا جانچ پڑتال کا حق نہیں ہے۔^(۱)

مزید برآں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں عقیدہ کی آزادی پر بحث کرتے ہیں اور یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ انفرادی طور پر یا گروہی طور پر ارتداد کے بہت سے واقعات ہوئے، لیکن اس کے باوجود انہوں نے کسی کو قتل نہیں کیا تھا۔^(۲)

قرآن نے کئی مقامات پر منافقین کی اسلام کی حقیقت کو ان پر کفر کا الزام لگاتے ہوئے ظاہر کیا ہے۔ اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان منافقوں کو جانتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی کو قتل نہیں کیا تھا حتیٰ کہ جنگ تبوک میں ان کے مرتد ہونے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ جمعہ کے لیے آج کل ایک مرتد اس زمانے میں منافق کی طرح ہے۔^(۳)

عبدالمطل السعیدی (1894-1966)

عبدالمطل السعیدی ایک نامور اور ممتاز عالم تھے۔ وہ جامعہ الازہر سے فارغ التحصیل اور عربی ادب اور علوم اسلامیہ کی بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔ اپنی مشہور کتاب الحرية الدينية في الاسلام (اسلام میں مذہبی آزادی) میں ارتداد کی سزا کے حوالے سے اس مسئلہ میں ان کی آواز ان آوازوں میں سب سے زیادہ مضبوط اور فصیح تھی جس نے اسے دوبارہ جانچنے کی ضرورت پر زور دیا۔^(۴)

ان کے مطابق، انفرادی مرتد جو اپنے مرتد ہونے کے ساتھ کسی جرم کا ساتھ نہیں دیتا، ان پر کوئی سزا نہیں ہونی چاہیے۔ اس کے علاوہ انہیں قتل یا قید میں ڈال کر یا اسلام قبول کرنے پر توبہ کرنے پر مجبور نہ کیا جائے بلکہ انہیں حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اسلام لائیے کی دعوت دی جائے۔ اور اگر وہ اسے قبول کر لیں تو آخرت میں اللہ کے عذاب سے بچ جائیں گے۔ اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو وہ اس سے نہیں بچ سکیں گے۔^(۵)

¹ - جمعة، علي، في ظلال الإسلام، العدد 32، الإنسانية في الإسلام بين النظرية والتطبيق. الطبعة الأولى. القاهرة، مصر: دار المعارف، 2014، الصفحات 75، 79،

80-

² - أيضا 102-07

³ - أيضا 97-105

⁴ - Ibrahim, p. 765.

⁵ - السعیدی، عبدالمطل، الحرية الدينية في الإسلام. القاهرة، مصر: دار الكتب المصري، 2012، ص 109-

بلاشبہ اس کے لیے یہ بات اسلام میں مذہب کی آزادی کے حوالے سے آئی ہے کیونکہ قرآن نے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 256 میں اور دوسری آیات میں دین کے معاملے میں جبر کی صریح تردید کی ہے۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے یا اس کے بعد اور مرتد بھی اس میں شامل ہے۔⁽¹⁾

محمد سلیم الادوا (پیدائش 1942)

محمد سلیم الادوا ایک مصری اسلامی مفکر ہیں۔ انہوں نے اسلام کی راہ میں بہت سے کام کیے ہیں، ان میں سے ایک کام فی اصول النظام الجنائی الاسلامی (اسلام میں فوجداری قانون کی بنیادیں) ہے۔⁽²⁾ وہ ارتداد کو دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں۔ اجتماعی اور انفرادی ارتداد۔ ان کے نزدیک اجتماعی ارتداد کو محربین (باغی) سمجھا جاتا ہے، جب کہ انفرادیت دو قسم کی ہوتی ہے۔ اول، ایک مرتد جو دوسروں کو اپنے نظریے کی طرف نہ بلائے، اس کے لیے اسے قتل نہ کیا جائے۔ جبکہ دوسری قسم وہ مرتد ہے جو دوسروں کو اپنے نظریات کی طرف بلاتا ہے اور اپنے نظریات سے ان کے ذہنوں کو زہر آلود کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس کے لیے سربراہ مملکت کو چاہیے کہ وہ ان سے مکالمہ کرے اور اگر وہ انکار کریں تو ان کے خلاف صوابدیدی سزا دی جائے۔⁽³⁾ آخر میں، سلیم الادوا اس نتیجے پر پہنچے کہ مرتد کی سزا خدا کی طرف سے مقرر کردہ سزا نہیں ہے، بلکہ یہ ایک صوابدیدی سزا ہے، تاہم، یہ ضروری نہیں کہ سزائے موت ہو اور یہ قتل یا اس سے کم بھی ہو سکتی ہے۔ اس لیے اس کی صوابدید سربراہ مملکت یا کسی سرکاری جج یا اسلامی ریاست میں مقررہ اتھارٹی پر منحصر ہے۔⁽⁴⁾

راشد الغنوشی (پیدائش 1941)

الغنوشی تیونس کے ایک سیاست دان اور اسلامی مفکر ہیں۔ وہ النہضہ پارٹی (اسلامی تحریک اور سیاسی جماعت) کے رہنما ہیں۔ انہوں نے اسلامی میدان میں بہت سی کتابیں لکھیں، ان میں سے ایک کتاب الحرية الامۃ فی الدولہ الاسلامیہ (اسلامی ریاست کی عوامی آزادی) ہے۔⁽⁵⁾

اس کتاب میں، وہ اس رائے کو ترجیح دیتے ہیں جو ارتداد کو سیاسی جرم کے طور پر دیکھتی ہے یہ دوسری حکومتوں میں ریاست کے خلاف طاقت کے استعمال کے ساتھ بغاوت کے جرم کے مترادف ہے۔ اس کا اسلامی عقیدہ کی آزادی سے کوئی تعلق نہیں جس کی اسلام نے تصدیق کی ہے۔ تاہم، سزا کی صوابدید جرم کے برابر ہونا چاہئے۔ وہ ایک مسیحی شخص کی مثال دیتا ہے جو ایک مسلمان عورت سے شادی کرنے کے لیے اسلام قبول کرتا ہے جو اس طرح

¹ - ایضاً 107، 45، 106

² - Ibrahim, p. 769.

³ - ایضاً 96، 195

⁴ - ایضاً 190-92

⁵ - Ibrahim, p. 821.

نہیں ہے جو عوامی پالیسی کے خلاف سازش کو پورا کرنے کے لیے مرتد ہو جائے۔ اس کے لیے سزا تعزیر ہے نہ کہ حد، اس کا مقصد مسلمانوں اور اسلامی تنظیموں کو ان کے دشمنوں سے بچانا ہے۔⁽¹⁾ خصوصیت کے ساتھ وہ اپنے ایک لیکچر میں فرماتے ہیں کہ ”لوگوں کو زبردستی مسلمان کرنے کا کوئی مطلب نہیں، مسلم قوم کو ایسے منافقوں کی کوئی ضرورت نہیں جو عقیدہ ظاہر کریں اور کفر کو چھپائیں۔“⁽²⁾

جاوید احمد غامدی (پیدائش 1951)

جاوید احمد غامدی ایک پاکستانی عوامی مقرر، قرآن کے اسکالر اور مفسر ہیں۔ وہ جماعت اسلامی کے رکن تھے۔ اس کے علاوہ وہ المودر انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سائنسز کے بانی اور اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن تھے۔⁽³⁾ جاوید احمد غامدی کا موقف ہے کہ فقہاء کا یہ تصور کہ ”جس نے اپنا مذہب تبدیل کیا، اسے قتل کر دو“ ایک عمومی اصول کے طور پر تمام زمانوں اور مقامات پر لاگو نہیں ہوتا۔ ان کے مطابق، یہ تصور حدیث کے غلط فہمی پر مبنی ہے۔ غامدی صاحب اس بات پر زور دیتے ہیں کہ یہ حدیث درحقیقت ایک خاص تاریخی سیاق و سباق سے تعلق رکھتی ہے اور اس کا تعلق خاص طور پر ان لوگوں سے تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے دوران ارتداد کا ارتکاب کرتے تھے۔ یہ حکم اُمیین (وہ لوگ جنہیں براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دی گئی) اور مشرکین کے لیے مخصوص تھا، نہ کہ بعد کے ادوار میں آنے والے تمام افراد یا اقوام کے لیے۔

غامدی صاحب کے نزدیک، یہ قانون صرف اُن لوگوں پر لاگو ہوتا تھا جو براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے مخاطب تھے اور جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد ارتداد کا راستہ اختیار کیا۔ ان کے علاوہ دیگر افراد یا اقوام پر یہ حکم لاگو نہیں ہوتا۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اس حدیث کو عمومی اصول کے طور پر پیش کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ یہ ایک خاص تاریخی اور مخصوص تناظر میں دیا گیا تھا۔⁽⁴⁾

¹ - الفنوٹھی، راشد. الحرية العامة في الدولة الإسلامية. بيروت: مركز دراسات الوحدة العربية، 1995، ص 50۔

² - Al-Ghannūshi, Rashid. "Full Transcript of Rached Ghannuchi's lecture on Secularism." Lecture, the Center for the Study of Islam and Democracy, Tunisia, March 2, 2012.

³ - Ibrahim, p. 799.

⁴ - Javed Ghamidi, "Islamic Punishment: Some Misconceptions," Al-Mawrid, Sept 01, 2002, <http://www.al-mawrid.org/index.php/articles/view/islamic-punishments-some-misconceptions>. (Accessed on May 17, 2024).

جسٹس ایس اے رحمن (1903-1979)

جسٹس شیخ عبدالرحمن (S.A. Rahman) پاکستان کے سابق چیف جسٹس اور ممتاز قانونی اسکالر تھے۔ انہوں نے 1960 کی دہائی میں "پاکستان کمیشن آن اسلامک لا" کی رپورٹ¹ میں ارتداد کے مسئلے پر اہم رائے دی، جو بعد میں پاکستان کے قانونی و مذہبی حلقوں میں بحث کا موضوع بنی۔

جسٹس رحمان نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ قرآن و سنت میں ارتداد کی سزا کی واضح تعریف نہیں ان کا کہنا تھا کہ قرآن میں ارتداد کی سزا صرف "تدار کی" (تعزیری) ہے، نہ کہ "حد" (یعنی لازمی سزا)۔ انہوں نے سورۃ البقرہ (2:256) ("لا اکراہ فی الدین") کو بنیاد بناتے ہوئے کہا کہ اسلام میں جبری عقیدہ نہیں۔ اسی طرح حدیث کی تشریح میں اختلاف کیا کہ "جو شخص اپنا مذہب بدل لے، اسے قتل کر دو" والی احادیث کو سیاق و سباق کے ساتھ دیکھنا چاہیے۔ ان کے مطابق، یہ سزا صرف اس صورت میں لاگو ہوتی تھی جب مرتد ریاست کے خلاف بغاوت کرے، نہ کہ محض عقیدہ تبدیل کرنے پر۔ اپنی رپورٹ میں انہوں نے فقہی اختلافات کا حوالہ دیتے ہوئے امام ابو حنیفہ کے موقف کو ترجیح دی، جس کے مطابق خواتین پر ارتداد کی سزا موت لاگو نہیں ہوتی۔ نیز، انہوں نے کہا کہ بہت سے ابتدائی فقہاء (جیسے امام ابراہیم نخعی) ارتداد پر موت کی سزا کے قائل نہیں تھے۔

جسٹس رحمان نے استدلال کیا کہ آج کے دور میں ارتداد کی سزا کا اطلاق انتہائی پیچیدہ ہے، کیونکہ مذہبی آزادی کے بین الاقوامی معاہدے (جیسے ICCPR) اس کی اجازت نہیں دیتے اور پاکستان ایک کثیر المذہبی معاشرہ ہے، لہذا ایسے قوانین سے فرقہ وارانہ تشدد بڑھ سکتا ہے۔

وحید الدین خان (1925-2021)

وحید الدین خان ایک اسلامی اسکالر، مفکر اور مشہور کارکن تھے۔ وہ اسلام کی سیاسی تشریح سے انکار کرتے اور امن اور دعوت (مشنری سرگرمی) کو لوگوں تک اسلام کو واضح کرنے کے طریقے کے طور پر مانتے تھے۔ انہوں نے اسلام کے لیے بہت سے کام کیے۔ وہ ارتداد اور منافقت کو ایک حقیقت کے دو چہرے سمجھتے تھے۔ مزید یہ کہ

¹ Rahman, Sheikh Abdur. *Report of the Commission on Islamic Laws*. Karachi: Government of Pakistan Press, 1965.

S.A. Rahman, *Punishment of Apostasy in Islam* (Lahore: Sheikh Muhammad Ashraf Publishers, 1972), 15.

منافقین کو اسی منزل کا سامنا کرنا پڑے گا جو اللہ تعالیٰ نے مرتدین کے لیے مقرر کر دیا ہے۔ ان کے نزدیک منافقوں کے لیے کوئی دنیاوی سزا نہیں ہے۔⁽¹⁾

یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ وحید الدین خان توہین رسالت کے معاملے میں نشانہ ہی کرتے کہ اس میں شک نہیں ہے کہ تمام انبیاء کو ان کی اقوام کی طرف سے طعن و تشنیع، توہین اور گالی دی گئی ہے۔ لیکن قرآن نے دوسو سے زیادہ آیات میں کبھی کسی جملے میں ان جرائم کی سزا کی طرف اشارہ نہیں کیا۔ لہذا گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سزا کا موضوع نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک موقع ہے کہ ان کو مارنے کی بجائے ان کو اسلام کی طرف پر امن طریقہ سے دعوت دے کر ان سے بحث و مباحثہ کریں۔ جو انہیں اسلام کے بارے میں بہتر طور پر سمجھنے میں مدد دے سکتا ہے۔ اس کے علاوہ انبیاء کا کام صرف اللہ کا پیغام پہنچانا ہے اور جزا و سزا اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ لہذا مسلمان جو کچھ پیغمبر کو گالی دینے والوں کے خلاف کرتے ہیں وہ بالکل غلط ہے اور یہ قرآن کی تعلیم کے خلاف ہے۔ مزید برآں، وہ اسلام کے بارے میں اس منفی تصویر کو ظاہر کرنے اور اسلام کی اس طرح غلط تشریح کی پوری ذمہ داری اٹھاتے ہیں جو کہ ان کے نزدیک تمام جرائم سے بڑا جرم ہے۔"⁽²⁾

ڈاکٹر خالد مسعود (1935-2003)

ڈاکٹر خالد مسعود پاکستان کے ممتاز اسلامی اسکالر، قانون دان اور اسلامی نظریاتی کونسل کے سابق چیئرمین تھے۔ انہوں نے اسلامی قانون، آئین پاکستان اور انسانی حقوق کے تناظر میں ارتداد کے موضوع پر اہم تحقیقی اور علمی کام کیا۔⁽³⁾ ڈاکٹر خالد مسعود کے مطابق ارتداد کی سزا کا اطلاق صرف اسی صورت میں ہونا چاہیے جب کوئی شخص نہ صرف اسلام چھوڑے بلکہ مسلمانوں کے خلاف کھلم کھلا بغاوت یا تشدد پر اتر آئے۔ ان کا کہنا تھا کہ "محض عقیدے کی تبدیلی پر موت کی سزا اسلامی اصولوں کے مطابق نہیں ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ "پاکستان کے موجودہ قوانین میں ارتداد کی کوئی واضح سزا نہیں دی گئی ہے۔ ڈاکٹر خالد مسعود لکھتے ہیں:

¹ Ibrahim, p. 800.

² Wahiduddin Khan, "Blasphemy," Blasphemy Laws. Sept 22, 2012, <http://blasphemylaws.blogspot.com/2012/09/blasphemy-article-by-maulana-wahiduddin.html>. (Accessed on May 20, 2024).

³ Masud, Khalid. "Apostasy and Religious Freedom in Islam." *Islamic Studies* 42, no. 2 (2003): 303–322. Islamic Ideological Council of Pakistan. *Report on Hudood Ordinances and Apostasy Laws*. Islamabad: Government of Pakistan, 1984.

"قرآنی احکامات میں ارتداد کے لیے کوئی دنیاوی سزا مقرر نہیں کی گئی۔ روایتی فقہ میں قتل کی سزا مخصوص تاریخی اور سیاسی حالات کے تحت متعین کی گئی تھی، جو کہ اجتہاد کا نتیجہ تھا نہ کہ نص قطعی کا۔^(۱)

اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین کی حیثیت سے ان کا موقف تھا کہ "ارتداد کے معاملات کو عدالتی نظام کے تحت ہی حل کیا جانا چاہیے، نہ کہ عوامی یا غیر قانونی طریقوں سے۔ ڈاکٹر خالد مسعود نے زور دیا کہ آئین پاکستان (آرٹیکل 20) شہریوں کو مذہبی آزادی کا حق دیتا ہے، لہذا محض مذہب تبدیل کرنے پر سزا نہیں ہونی چاہیے۔ ان کا کہنا تھا کہ قرآن میں ارتداد کی سزا کا ذکر صرف جنگ اور بغاوت کے تناظر میں ہے، نہ کہ محض عقیدے کی تبدیلی پر۔

طارق رمضان (پیدائش 1962)

رمضان ایک سوئس ماہر تعلیم، مسلم مفکر، ایک عالمی شہرت یافتہ پروفیسر ہیں۔ جو آکسفورڈ یونیورسٹی اور سوئٹزرلینڈ کی یونیورسٹی آف فریبرگ میں اسلامی علوم پڑھاتے ہیں اور یورپ اور امریکہ میں سب سے اہم اور معروف اسلامی سیاسی نظریہ نگاروں میں سے ایک ہیں۔^(۲)

انہوں نے اسلام کے میدان میں بہت سے کام کیے ہیں۔ ان کے مطابق ارتداد کی دنیاوی سزا کا قرآن میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔ مزید برآں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہت سے ارتداد کے واقعات پیش آئے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مرتدوں میں سے کسی کو کبھی قتل نہیں کیا۔ البتہ دو احادیث نبوی ہیں: ایک یہ کہ "جس نے اپنا مذہب تبدیل کیا، اسے قتل کرو" اور دوسری یہ کہ کسی شخص کا خون بہانا تین صورتوں میں حلال ہے۔ ان میں سے ایک 'وہ ہے جو اسلام کو چھوڑ دیتا ہے'۔ علماء کی اکثریت کا خیال ہے کہ اسلام میں مذہب تبدیل کرنا حرام ہے اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جانا چاہیے۔ تاہم، بہت ابتدائی مطالعہ میں بہت سے علماء ایک مختلف نقطہ نظر رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر آٹھویں صدی میں سفیان الثوری اور ابراہیم النخعی اور گیارہویں صدی میں حنفی فقیہ شمس الدین السرخسی۔ طارق رمضان کہتے ہیں کہ:

نصوص کی روشنی میں اور پیغمبر اسلام کو چھوڑنے والے لوگوں (جیسے ہشام اور عیاش) یا جنہوں نے عیسائیت اختیار کی (جیسے عبید اللہ ابن جحش) کے ساتھ سلوک کیا، یہ بیان کیا جائے کہ جو اپنا مذہب تبدیل کرے اسے قتل نہ کیا جائے۔ اسلام میں ایمان کے معاملات میں کوئی جبر یا جبر نہیں ہو سکتا نہ صرف اس لیے کہ یہ قرآن میں واضح طور پر حرام ہے۔ لیکن اس لیے بھی کہ آزاد ہوش اور انتخاب اور رضامندی سے تسلیم کرنا پہلے ستون کی بنیاد ہے اور

¹ خالد مسعود، اسلامی قوانین کی تشکیل جدید (لاہور: ویگنارڈ بکس، 1998)، 144۔

² Ibrahim, p. 851.

"اسلام" کی تعریف کے لیے ضروری ہے۔ اس لیے اسلام چھوڑنے یا دوسرے مذہب میں تبدیل ہونے والے کو ایسا کرنے کے لیے آزاد ہونا چاہیے اور اس کی پسند کا احترام کیا جانا چاہیے۔^(۱)

خلافت عثمانیہ کے تحت قانون (1844)

جہاں تک ارتداد کے قانون کا تعلق ہے تو اسے 1844 عیسوی میں خلافت عثمانیہ میں ختم کر دیا گیا تھا۔ 1843ء میں ایک آرمینیائی نوجوان جس نے اسلام قبول کیا لیکن بعد میں وہ اسلام سے پھر گیا اور عیسائی ہو گیا تو اسے عثمانی ریاست کے قانون کے مطابق موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ لہذا، 1844 عیسوی میں خلافت عثمانیہ پر برطانیہ کے بیرونی دباؤ نے اس کا ثمر دیا ہے۔ اس کی وجہ سے، ایک عہدیدوں لکھا گیا ہے: "Sublime Porte، اس سے آگے پھانسی کو روکنے اور کسی بھی عیسائی، جو اسلام سے مرتد ہو، کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے موثر اقدامات کرتا ہے۔"^(۲)

18 فروری 1856ء کو خلافت عثمانیہ نے سلطان عبدالحمید اول (1839-1861) کے دور حکومت میں

ارتداد کی سزا کو ختم کرنے کے لیے قدم اٹھایا۔"^(۳)

یورپی کونسل برائے فتویٰ اور تحقیق (31 جنوری 2014)

کونسل نے 31 جنوری 2014 کو مرتد کی سزا کے بارے میں ایک فتویٰ جاری کیا۔ یہ فتویٰ اس طرح ہے: یہ ارتداد کے معاملے کو سیاسی معاملہ سمجھتا ہے۔ اس طرح وہ مرتد کو قتل کرنے کے معاملے کو ریاست کے معاملات میں سے ایک سمجھتا ہے اور سزا کی صوابدید اسلامی اداروں، تنظیموں اور مراکز کو نہیں بلکہ اسلامی حکومت پر منحصر ہے۔ اس کے علاوہ پیشرو اور علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ ہر مرتد کو قتل نہیں کیا جانا چاہیے۔ ایک مرتد کے برعکس جو اس کا اعلان کرتا ہے یا فساد کی دعوت دیتا ہے یا اللہ اور اس کے رسول کو سرعام گالی دیتا ہے یا مومنوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ یقینی طور پر، مذہب اور برادری کو ان کی بدعنوانی سے بچانے کے حق میں اسے قتل کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ ان کی جارحیت کی وجہ سے ان کی آزادی کو غصب کرتا ہے جس میں دوسروں کے حق پر ظلم بھی شامل ہے۔ بلاشبہ ریاست اور برادری کا مفاد ذاتی مفاد پر مقدم ہے۔ درحقیقت یہ معاملہ 'غداری' کے مترادف ہے کیونکہ اس سے امن عامہ کو کیا نقصان پہنچتا ہے۔"^(۴)

¹ -Tariq Ramadan, "On Jihad, Apostasy and Women," Muslim Scholars Speak Out, July 28, 2007, <https://tariqramadan.com/english/muslim-scholars-speak-out/> (Accessed on May 22, 2024).

² -Stanley Lane-Poole, The Life of the Rt. Hon. Startford Canning. (London: Longmans, Green and Co., 1888), Vol. 2, pp. 89-98. And see also; Rudolph Peters and Gert J. J. De Vries. "Apostasy in Islam, Brill 17, 1/4 (1976-1977): pp. 1-25,

³ -Ibrahim, pp. 836-837.

⁴ -Punishment of an Apostate, Fatawa, January 31, 2014, www.e-cfr.org. (Accessed on May 13, 2024)

ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان

ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (HRCP) پاکستان میں انسانی حقوق کی سب سے نمایاں غیر سرکاری تنظیموں میں سے ایک ہے، جو 1987ء میں قائم ہوئی۔ یہ ادارہ مذہبی آزادی، اقلیتوں کے حقوق اور انصاف کے مسائل پر کام کرتا ہے۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان نے ارتداد کی سزائے موت کے حوالے سے متعدد مواقع پر اپنی تشویش کا اظہار کیا ہے۔ HRCP کے مطابق، پاکستان میں توہین مذہب اور ارتداد کے قوانین کا استعمال اکثر اقلیتوں کے خلاف ہوتا ہے، جو انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ یہ قوانین نہ صرف مذہبی آزادی کے حق کو محدود کرتے ہیں بلکہ معاشرے میں عدم برداشت اور تشدد کو بھی فروغ دیتے ہیں۔ اپنی رپورٹس¹ میں HRCP نے واضح کیا ہے کہ توہین مذہب اور ارتداد کے قوانین کا غلط استعمال انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی ہے، اور ان قوانین کی موجودگی معاشرے میں مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کے لیے خطرہ ہے۔

HRCP کا کہنا ہے کہ آئین پاکستان کا آرٹیکل 20 شہریوں کو مذہب کی آزادی کا حق دیتا ہے، جس میں مذہب تبدیل کرنے کا حق بھی شامل ہے۔ تنظیم کے مطابق، ارتداد کے خلاف سزائیں اس آئینی حق کی خلاف ورزی ہیں۔ HRCP نے اپنی رپورٹس میں واضح کیا ہے کہ ارتداد کے قوانین کا غلط استعمال ہوتا ہے، خاص طور پر مذہبی اقلیتوں اور کمزور طبقات کے خلاف۔ HRCP کا موقف ہے کہ بین الاقوامی انسانی حقوق کے معاہدوں (جیسے ICCPR) کے تحت، کسی شخص کو محض عقیدہ تبدیل کرنے پر سزا نہیں دی جاسکتی۔

کونسل آن امریکن اسلام (2006)

کونسل آن امریکن اسلام مذہب پر یقین کو ذاتی انتخاب کے طور پر دیکھتی ہے، اور یہ صرف انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے اور کوئی نہیں۔ یقیناً اسلام مذہب اور ضمیر کی آزادی کے اثبات پر زور دیتا ہے۔ اس کے علاوہ اس دلیل کی تائید قرآن سے بھی ہوتی ہے۔ لہذا، 2006 میں، کونسل نے ایک بیان جاری کیا جس میں حکومت افغانستان سے عبدالرحمن کورہا کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ ایک شخص جسے اسلام سے عیسائیت اختیار کرنے پر سزائے موت کا سامنا کرنا پڑا۔ سی اے آئی آر کے مطابق عبدالرحمن کا معاملہ ذاتی معاملہ ہے اور حکومت کا اس سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ مزید برآں، زبردستی کا ایمان حقیقی ایمان نہیں ہے۔⁽²⁾

¹ Human Rights Commission of Pakistan. *State of Human Rights in 2019*. Lahore: HRCP, 2020, 21, 22, 23

² -CAIR. "CAIR Calls for Release of Afghan Christian." CAIR: Faith by Force Not True Belief, March 29, 2006. [Accessed May 13, 2024]. https://www.cair.com/cair_faith_by_force_not_true_belief.

حقیقت یہ ہے کہ ارتداد اور اس کی سزا کی قانونی حیثیت کے بارے میں جدید علماء کی بحث کا اندازہ اس طرح لگایا جاسکتا ہے کہ ان میں سے بعض علماء اپنی وضاحتوں میں کافی واضح نہیں تھے۔ انہوں نے صرف ارد گرد جا کر اس سے نمٹنے کی کوشش کی۔ دوسری طرف، ان میں سے کچھ اس مسئلے پر اپنی رائے دینے میں بالکل واضح تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ دونوں گروہ ارتداد کو جرم قرار دینے پر متفق ہیں، لیکن فکری طور پر وہ اسے مختلف انداز سے دیکھتے ہیں۔ ایک گروہ اسے مسلم معاشرے کے لیے خطرہ اور اسلامی ریاست کے خلاف جنگ کے طور پر دیکھتا ہے، جبکہ دوسرا گروہ اسے غداری سمجھتا ہے۔

ارتداد کا مسئلہ نہ صرف تاریخی بلکہ موجودہ دور میں بھی ایک حساس اور متنازعہ موضوع ہے۔ علماء کے درمیان اس پر اختلافات ہیں، جس کی وجہ سے یہ بحث آج بھی زندہ ہے۔ ارتداد کی سزا کے حامی علماء میں سے ابو الاعلیٰ مودودی کا کہنا ہے کہ ارتداد صرف مذہبی معاملہ نہیں بلکہ ریاست کے خلاف غداری کے مترادف ہے۔ ان کے نزدیک، اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے، اور اسے چھوڑنا ریاستی نظام کے خلاف بغاوت ہے۔ لہذا، ارتداد کی سزا موت ہونی چاہیے۔ ابن عاشور کا خیال ہے کہ ارتداد معاشرے کے اتحاد اور استحکام کے لیے خطرہ ہے۔ ان کے مطابق، ارتداد کی سزا موت ہونی چاہیے تاکہ معاشرے میں انتشار نہ پھیلے۔ محمد متولی الشعرای کا ماننا ہے کہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص ارتداد اختیار نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی ایسا کرے تو اسے سزا دی جانی چاہیے، کیونکہ یہ اسلام کے قوانین کی خلاف ورزی ہے۔ روح اللہ خمینی نے سلمان رشدی کے خلاف فتویٰ جاری کیا تھا، جس میں انہیں مرتد قرار دیا گیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ اسلام کے خلاف گستاخی کرنے والوں کو سزا دی جانی چاہیے۔

دوسری طرف، ارتداد کی سزا کے مخالف علماء میں سے محمد رشید رضا کا کہنا ہے کہ قرآن میں ارتداد کی سزا موت کا کوئی واضح حکم نہیں ہے۔ ان کے مطابق، ارتداد کی سزا صرف ان لوگوں پر لاگو ہونی چاہیے جو اسلام کے خلاف مسلح بغاوت کرتے ہیں۔ طہ جابر العلوانی کا ماننا ہے کہ ارتداد کی سزا موت کا کوئی ثبوت قرآن یا سنت میں نہیں ہے۔ ان کے نزدیک، ایمان کا معاملہ فرد کی آزادی سے متعلق ہے، اور اس میں جبر نہیں ہونا چاہیے۔ علی جمہ کا کہنا ہے کہ ارتداد کا معاملہ فرد اور خدا کے درمیان ہے۔ ان کے مطابق، قرآن میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ "دین میں کوئی جبر نہیں ہے" (سورہ البقرہ، آیت 256)۔ لہذا، ریاست کو اس معاملے میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ طارق رمضان کا خیال ہے کہ ارتداد کی سزا موت کا کوئی ثبوت قرآن یا سنت میں نہیں ہے۔ ان کے مطابق، اسلام میں ایمان کا معاملہ فرد کی آزادی سے متعلق ہے، اور اس میں جبر نہیں ہونا چاہیے۔

حامی علماء ارتداد کو اسلام اور ریاست کے خلاف غداری سمجھتے ہیں اور اس کی سزا موت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک، ارتداد معاشرے کے اتحاد اور استحکام کے لیے خطرہ ہے۔ جبکہ مخالف علماء ارتداد کو فرد کی

آزادی سے جوڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کی سزاموت قرآن یاسنت میں نہیں ملتی۔ ان کے مطابق، ایمان کا معاملہ فرد اور خدا کے درمیان ہے، اور ریاست کو اس میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔

فصل سوم: مسلم معاشرہ میں غیر مسلموں کی مذہبی آزادی کا دائرہ کار

اسلام ایک عالمگیر، فطری اور دعوتی دین ہے جو نہ صرف اپنے پیروکاروں کو اخلاق، عدل اور رواداری کی تعلیم دیتا ہے، بلکہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ حسن سلوک اور پر امن بقائے باہمی کی بھی ترغیب دیتا ہے۔ تاریخ اسلام اس بات کی شاہد ہے کہ مسلم معاشروں نے مختلف ادیان و مذاہب کے پیروکاروں کو معاشرتی و قانونی سطح پر مختلف نوعیت کی آزادیاں فراہم کی ہیں۔ تاہم ایک حساس اور فکر انگیز پہلو جس پر دورِ جدید میں بحث بڑھتی جا رہی ہے، وہ غیر مسلموں کی جانب سے اپنے مذہب کی تبلیغ اور اشاعت کی آزادی ہے، خصوصاً ان معاشروں میں جہاں مسلمان غالب اکثریت میں ہوں یا وہاں اسلامی شریعت جزوی یا کلی طور پر نافذ ہو۔

یہ موضوع اس وقت مزید اہم ہو جاتا ہے جب مذہبی تبلیغ کے نام پر بعض غیر مسلم گروہ یا تنظیمیں مسلم معاشروں میں نظریاتی تصادم، فکری انتشار یا دینی کمزوری پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اس صورت میں سوال یہ ہے کہ کیا اسلام اس نوع کی مذہبی سرگرمیوں کو بلا قید و شرط قبول کرتا ہے؟ یا اس کی کچھ واضح حدود و قیود مقرر ہیں؟ یہ فصل اسی اہم مسئلے کا تجزیاتی و تحقیقی جائزہ پیش کرتی ہے، اور اسلامی فقہ، سیرت، تاریخ اور معاصر قانونی تناظر میں اس کے دائرہ کار کو متعین کرنے کی سعی کرتی ہے۔

اسلامی معاشرے کے بنیادی خدوخال

اسلامی معاشرہ ثقافتی، سماجی اور مذہبی خصوصیات سے متصف ہے جو اس کے ارکان کی زندگیوں اور تعاملات کو تشکیل دیتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں تنوع پایا جاتا ہے، کیونکہ مسلم آبادی مختلف ممالک اور خطوں میں پھیلی ہوئی ہے، ہر ایک کی اپنی منفرد روایات اور طرز عمل ہیں۔ اسلامی معاشرے کی ثقافت، سماجی، اور مذہبی خصوصیات کا تنوع ان معاشرتی جماعت کی جیوگرافیائی، تاریخی، اور ثقافتی مواقع پر مبنی ہوتا ہے۔ ہر ایک مسلم ممالک، عوامل مختلف کی موجودگی میں اپنی زندگیوں اور تعاملات کو تشکیل دیتا ہے، جیسے مذہبی معماری، فنون، ادب، اور روایات۔ یہ تنوع اسلامی معاشرے کو مضبوط اور بہترین طریقے سے منظم کرتا ہے، جبکہ ان میں اختلافات کا موازنہ اور ان کا ساتھ دینے والے اصولوں کا احترام ان کی مشترکہ بنیادوں کو مضبوط بناتا ہے۔ تاہم، کچھ عام خصوصیات کی نشاندہی کی جا سکتی ہے:

1- مذہب کی مرکزیت:

اسلامی معاشرے میں مذہب انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ پہلی بات، اسلامی مذہبی اعتقادات اور عقائد معاشرتی سلسلے کو مضبوط بناتے ہیں۔ قرآن اور حدیث کی روشنی میں مسلمانوں کو ایمانی اصولوں، عبادات، اور دینی تعلیمات کی سمجھ اور اطلاق کے لیے راہنمائی فراہم کی جاتی ہے۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے:

"یہ کتاب (قرآن) جس میں کوئی شک نہیں، پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے" ¹
حدیث نبویؐ کے مطابق:

"تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے" ²۔

دوسری بات، مذہبی رسومات اور عملی اقدار اسلامی معاشرت کی تعلیمات کو عملی شکل دیتے ہیں۔ مسلمانوں کو نماز، روزہ، زکوہ، حج، اور دیگر عبادات کی اہمیت سمجھائی جاتی ہے جو ان کی زندگیوں کا حصہ بنتی ہیں۔ تیسری بات، اسلامی مذہبی اخلاقیات اور اصول معاشرتی معیارات کو مضبوط کرتے ہیں۔ قرآن اور حدیث میں اخلاقی اصولوں، امانت، صداقت، امن، انصاف، اور محبت کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے جو مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ احترام، محبت، اور امن میں رہنے کی سکھاتے ہیں۔ چوتھی بات، قرآن اور حدیث مسلمانوں کو قانونی رہنمائی بھی فراہم کرتے ہیں۔ ان کتابوں میں عدل و انصاف، حقوق انسان، اور دیگر معاشرتی قوانین کے بارے میں بھی ہدایات فراہم کی گئی ہیں جو اسلامی معاشرت کی بنیاد بناتے ہیں۔

2- توحید:

اسلامی معاشرہ توحید پر یقین، ایک خدا، اللہ کی عبادت سے متصف ہے۔ مسلمان عبادت نماز، صوم اور حج جیسی عبادتوں کے ذریعے اللہ کے ساتھ قریبی تعلق برقرار رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ توحید، یعنی اللہ کی واحدانیت، اسلامی معاشرے کا بنیادی ستون ہے، جو مسلمانوں کی زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کرتا ہے۔ قرآن میں واضح ہے:

"تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں" ³۔

یہ اصول ان کی عقائد، عبادات، اخلاقیات، اور معاشرتی ترتیبات کو متاثر کرتا ہے۔ مسلمانوں کا مرکزی اعتقاد ہے کہ اللہ واحد ہے اور کوئی اور معبود نہیں۔ یہ عقیدہ مسلمانوں کی زندگی کے ہر شے کو متاثر کرتا ہے اور ان کی سوچ، عمل اور اخلاق پر بھی اثر ڈالتا ہے۔

3- اقدار اور اخلاقیات:

اسلامی معاشرہ اخلاقی رویے اور اخلاقی اقدار پر بہت زیادہ زور دیتا ہے۔ ایمان داری، انصاف، ہمدردی، اور دوسروں کے لیے احترام جیسے تصورات کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ مسلمانوں کو ان اصولوں کو اپنے ذاتی اور

¹ البقرہ 2:2-

² صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، حدیث 5027

³ البقرہ 2:163

سماجی میل جول میں برقرار رکھنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ اور مسلمانوں کو ان اقدار کو اپنی زندگی کا حصہ بنانے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں ایمانداری، انصاف، ہمدردی، اور دوسروں کی احترام کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا:

"مومن اپنی اخلاقی خوبی سے رات دن عبادت کرنے والے کی بلندی کو پالیتا ہے" ¹۔

اسلام میں ایمانداری کو ایک بنیادی اصول تصور کیا جاتا ہے۔ ایمانداری کی عملی اہمیت ہے کہ انسان دوسروں کے ساتھ اپنے وعدوں اور معاہدوں کو پورا کرے اور دوسروں کے حقوق کی حفاظت کرے۔ انصاف کو اسلامی اخلاقیات کا اہم حصہ تصور کیا جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں انصاف کا اہمیت کے ساتھ ساتھ ہر شخص کو برابری اور انصاف کے ساتھ معاملہ کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ اسلام میں ہمدردی کو دوسروں کے دکھ اور مصیبت میں شریک ہونے کی اہمیت دی جاتی ہے۔

4۔ خاندان اور برادری:

خاندان کو اسلامی معاشرے کی بنیادی اکائی سمجھا جاتا ہے۔ خاندان کے افراد کے درمیان مضبوط بندھن کے ساتھ۔ شادی کو بہت اہمیت دی جاتی ہے، اور جوہر خاندان کو اکثر رشتہ داروں کو شامل کرنے کے لیے بڑھایا جاتا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے:

"اور اپنے والدین کے ساتھ احسان کرو" ²

اجتماعی ہم آہنگی بھی ضروری ہے، مسلمان اجتماعی دعاؤں، مذہبی تقریبات اور سماجی سرگرمیوں کے لیے کثرت سے جمع ہوتے ہیں۔ شادی کو اہمیت دینے کا اصول اس لئے ہے کہ یہ خاندان کی بنیاد کو مضبوط کرتا ہے اور رشتہ داروں کو ایک ساتھ ملنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ اس سے خاندان کی افراد میں محبت، احترام، اور تعاون بڑھتا ہے۔ اجتماعی ہم آہنگی بھی اسلامی معاشرے میں اہمیت کا حامل ہے۔

5۔ تعلیم:

اسلامی معاشروں کی ایک بھرپور فکری روایت اور علمی وظائف کی ایک طویل تاریخ ہے۔ تعلیم بالخصوص

مذہبی تعلیم کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ رسول اللہؐ کا فرمان ہے:

¹ سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، حدیث 4799

² (البقرہ 83:2)۔

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے" ¹۔

اسلامی تعلیمی اداروں جیسے کہ مدارس نے اسلامی علم اور تعلیمات کے تحفظ اور ترسیل میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اسلامی معاشروں میں تعلیم کی اہمیت کو بہت بڑی قدرتی سمجھا جاتا ہے۔ تعلیمی ادارے، خصوصاً اسلامی مدارس، مسجد مدارس، اور مذہبی اداروں نے اسلامی علم و تعلیمات کے ترقی اور تحفظ میں بہت بڑا کردار ادا کیا ہے۔ مذہبی تعلیم کی بہترین مثال قرآنی تعلیم ہے، جو اسلامی معاشرت کی روشنی اور رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ اسلامی تعلیمی اداروں میں اس قدر اتنی کتاب کی تعلیم، تجوید، تفسیر، اور دیگر علوم کی تعلیم اور ترسیل کی جاتی ہے۔ اسلامی معاشروں میں تعلیم کی دوسری اہم روایت علمی تعلیم ہے۔ علم کی فہرست عربی، فارسی، علوم، فلسفہ، طب، ریاضیات، اور دیگر شعبوں میں شامل ہے۔ اسلامی علماء نے ان شعبوں میں بہترین کامیابی حاصل کی ہے اور انہوں نے علمی اور فکری ترقی کے لیے مسلمانوں میں شوق پیدا کیا۔

6۔ ثقافتی تنوع:

اسلامی معاشرے ثقافتی تنوع کی خصوصیت رکھتے ہیں، کیونکہ مسلمان دنیا کے مختلف خطوں میں رہتے ہیں۔ یہ تنوع زبانوں، فنون، فن تعمیر، اور پاک روایات میں جھلکتا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے:

"اور ہم نے تمہیں قبیلوں اور خاندانوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو" ²۔

اسلامی معاشروں نے تاریخی طور پر دوسری ثقافتوں کے ساتھ تعامل کیا ہے اور ان کو متاثر کیا ہے، جس کے نتیجے میں مقامی اور اسلامی ثقافتی عناصر کا امتزاج ہے۔ اسلامی معاشروں میں زبانوں، فنون، فن تعمیر، اور پاک روایات میں بھی بہترین تجلیات نظر آتی ہیں۔ مختلف زبانوں کی موجودگی اسلامی تاریخ کا ایک اہم جزو رہی ہے، جیسا کہ عربی، فارسی، اردو، اور دیگر زبانیں شامل ہیں۔ اسلامی معاشرتی فنون اور فن تعمیر میں بھی مختلف مواد کا استعمال نمایاں ہے۔

7۔ سماجی انصاف اور بہبود:

اسلام سماجی انصاف اور معاشرے کے تمام افراد کی فلاح و بہبود کو فروغ دیتا ہے۔ زکوٰۃ اور دیگر قسم کے خیراتی کاموں کی ترغیب دی جاتی ہے تاکہ غریبوں اور ضرورت مندوں کی مدد کی جاسکے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

¹ محمد بن یزید ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، حدیث 224 (بیروت: دار احیاء الکتب العربیۃ، ب.ن.)۔

² الحجرات 13:49

"تمہارے مالوں میں سائل اور محروم کا حق ہے" ¹۔

اسلامی معاشروں میں اکثر ایسے میکانزم ہوتے ہیں جو غریب لوگوں کی مدد کرتے ہیں، جیسے کہ سماجی بہبود کے پروگرام اور ادارے۔ اسلامی تعلیمات میں سماجی انصاف اور بہبود کی اہمیت کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ اسلامی معاشرتی نظام میں زکوٰۃ کا اہم کردار ہے جو اموال کی طرح غریبوں اور ضرورت مندوں کے حق میں خرچ کی جاتی ہے۔ زکوٰۃ اور دیگر خیراتی کاموں کی ترغیب اور فراہمی کی جاتی ہے تاکہ معاشرے کے کمزور افراد کو مدد فراہم کی جاسکے۔ اسلامی معاشرتی نظام میں اکثر ایسے میکانزم موجود ہیں جو غریب لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

غیر مسلموں کی تبلیغ کا دائرہ کار

اسلام ایک آفاقی دین ہے جس کی تعلیمات میں تمام انسانیت کے حقوق و مراعات موجود ہیں۔ اسلام نے جہاں مسلمانوں کو مذہبی حقوق عطا کیے ہیں وہیں غیر مسلموں کو بھی مذہبی تحفظات فراہم کیے ہیں۔ یہ اسلامی ریاست کا اہم ترین فریضہ ہے کہ وہ تمام شہریوں کو ان کی مذہبی رسوم، عقیدہ اور اظہار رائے کی آزادی سے نوازے۔ اسلام نے عقیدے کی آزادی کو پوری طرح تسلیم کیا ہے۔ ہر فرد کو مکمل آزادی عطا فرمائی ہے کہ وہ اپنی عقل و نظر اور فکر و فہم کو بنیاد بنا کر جو عقیدہ چاہے، اختیار کرے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے ایمان کی بنیاد فکری آزادی، فطری پسندیدگی اور بحث و نظر پر رکھی ہے نہ کہ نفسانی خواہشات اور جبر و اکراہ پر۔

قرآن کریم کی بیشتر آیات میں لوگوں کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں پر غور و فکر کریں اور اس کے خالق حقیقی کو پہچانیں اس کے بعد صراطِ مستقیم کی طرف رجوع کریں۔ قرآن میں ارشاد ہے:

﴿أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ﴾ ⁽²⁾

"کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت میں اور (علاوہ ان کے) جو کوئی چیز بھی اللہ نے پیدا

فرمائی ہے (اس میں) نگاہ نہیں ڈالی؟"

قرآن کریم کی اس آیت میں لوگوں کو کائنات کی تدبر کی دعوت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ چیزوں پر غور و فکر کرنے کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ یہ آیت انسانوں کو کائنات کی تدبر کی دعوت دیتی ہے، یعنی آسمانوں، زمین، اور ان میں موجود مخلوقات کی غور و فکر کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ انسان کو اللہ کی بڑائی، قدرت، اور حکمت کو سمجھنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ اس آیت میں اسلامی فکری تربیت کا اہم اصول وضاحت پذیر ہوتا ہے، جو انسان کو اللہ

¹ الذاریات 19:51

² - الاعراف: 185

کی مخلوقات میں ان کی بڑائی، قدرت، اور حکمت کی تعظیم کرنے کی سمجھ دیتا ہے۔ اسی طرح، اس آیت میں انسان کو سیدھے صراط کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ یعنی انسان کو اپنے خالق کی حقیقت کو پہچان کر، اس کے حکموں کو ماننے اور ان پر عمل کرنے کی سمجھ دی جاتی ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَآخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفَلَاحِ اللَّيْلِ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾⁽¹⁾

"بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی تبدیلی میں اور کشتی میں جو دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا پھر اس کے ساتھ مردہ زمین کو زندگی بخشی اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلانے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل جو آسمان اور زمین کے درمیان حکم کے پابند ہیں ان سب میں یقیناً عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔"

یہ آیت انسانوں کو کائنات کی تدبیر کی دعوت دیتی ہے۔ آسمانوں اور زمین کی پیدائش، رات اور دن کی تبدیلی، دریا میں کشتی کی حرکت، بارش سے زمین کی زندگی، اور مخلوقات کی فراوانیت، سب کچھ اللہ کی بڑائی کا اظہار ہیں

اسی طرح ایک مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾⁽²⁾

"اے لوگو! بندگی کرو اپنے رب کی جس نے پیدا کیا تم کو اور ان کو جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پر ہیز گار بن جاؤ۔ جس نے بنایا واسطے تمہارے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت اور اتارا آسمان سے پانی پھر نکالے اس سے میوے تمہارے کھانے کے واسطے سونہ ٹھہراؤ کسی کو اللہ کے مقابل اور تم تو جانتے ہو۔"

کائنات کی ہر چیز کو پیدا کیا اور اس کے مطابق اس کی روزی کا بھی نظم و نسق کیا اب اگر کوئی اسکے علاوہ کسی کی عبادت کو جائز سمجھے تو یہ سراسر ظلم ہے، جب کہ اصل حقیقت سے آگاہ ہو۔ مذکورہ آیات کے اندر کائنات کے لوگوں کو توحید کے ساتھ غور و فکر کی آزادی دی گئی ہے۔

¹ - البقرہ: 164

² - البقرہ: 21-22

﴿قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ أَنْظِرُوا كَيْفَ كَانَ عِقَابُ الْمُكَذِّبِينَ ۝ ۱۱ قُلْ لِمَنْ مَّا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ﴾ (۱)

"اے نبی ﷺ کہہ دیجیے کہ سیر کرو ملک میں پھر دیکھو کیا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا پوچھو کہ کس کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں۔"

یہ آیت انسانوں کو عبرتی مثالیں دینے کی دعوت دیتی ہے۔ انسانوں کو کہا گیا ہے کہ وہ مخلوقات کی تعداد اور ان کی مختلف اقسام کو دیکھ کر اور ان کے انجامات کو سمجھ کر اللہ کی طاقت اور حکمت کو پہچانیں۔

﴿مَّا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِن تَفَوتٍ فَأَرْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَىٰ مِن فُطُورٍ﴾ (۲)

"کیا دیکھتا ہے تو رحمن کے بنانے میں کچھ فرق پھر دوبارہ نگاہ کر کہیں نظر آتی ہے تجھے کو دراڑ پھر لوٹا کر نگاہ کو دو دوبار لوٹ آئے گی تیرے پاس تیری نگاہ تھک کر۔"

یہ آیت انسان کو انتہائی موجب فکر بناتی ہے اور اس کو اللہ کی بڑائی کو سمجھنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ اس آیت میں انسان کو کائنات کی تدبیر کی دعوت دی گئی ہے تاکہ وہ اپنی غرور کو دور کریں اور اپنے رب کی بڑائی کو سمجھیں۔

سورہ مومنین کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کس قدر کائنات کے لوگوں کو غور و فکر کی دعوت دی ہے۔

﴿قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (۳)

"تو کہہ کس کی ہے زمین اور جو کوئی اس میں ہے بتاؤ اگر تم جانتے ہو۔"

یہاں اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے زمین اور اس میں موجود مخلوقات پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے۔ قرآن میں بیشتر آیات موجود ہیں جن میں نوع انسانیت کو غور و فکر کی مکمل آزادی عطا کی گئی ہے۔ تمام آیات کا احاطہ کرنا طوالت کا باعث ہو گا اس لیے چند آیتوں کو پیش کر کے فکر و نظر کی آزادی کا ثبوت پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسلام دراصل نوع انسانیت کی فلاح و بہبود کا ضامن ہے اس لیے اس نے کسی پر زور زبردستی نہیں کی کہ وہ اسلام کو ہی اختیار کریں بلکہ اس نے نوع انسانی کو اس مسئلہ میں آزاد رکھا ہے۔

مذہب کا تحفظ:

عصر حاضر کا یہ اہم ترین مسئلہ ہے۔ بعض حضرات اسلام کے نظام پر اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام مذہبی آزادی کا قائل نہیں ہے، بلکہ نوع انسانی کو وہ اپنے رنگ میں رنگنے ہی میں دلچسپی رکھتا ہے۔ جب کہ اسلام نے تمام اقوام و ملل کو مکمل آزادی سے نوازا ہے۔ کیوں کہ یہ ایک فطری دین ہے اور اس کی اساس رواداری، عدل بین

¹ - الانعام: 11-12

² - الملک: 43

³ - المؤمنون: 84

الناس، مساوات جیسے اہم اصولوں پر قائم ہے۔ دراصل یہ اسلام کی تعلیمات ہیں جن کو فروغ دینے کی بات کرتا ہے۔ ساتھ ہی اس بات کی بھی تعلیم دیتا ہے کہ غیر مسلموں کو سچائی کی رہنمائی کرتے رہیں۔ یہی ذمہ داری انبیاء کرام پر ڈالی جاتی تھی کہ لوگوں کو حق و باطل کے بارے میں صاف صاف سمجھائیں۔ اس کے بعد ان کو اختیار ہے کہ وہ کون سا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ حق واضح ہو جانے کے بعد وہ آزاد ہیں کہ وہ اس پر چلیں یا ضلالت و گمراہی کا راستہ اختیار کریں۔ زور و زبردستی کر کے اسلام میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ قرآن کا اس سلسلے میں واضح اعلان ہے:

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾^(۱)

"دین کے معاملہ میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ گمراہی کے مقابلے میں ہدایت کا راستہ بالکل واضح ہو چکا ہے۔" متذکرہ بالا آیت میں 'لا' کے ذریعہ نفی کی گئی ہے۔ جو نہیں کے معنی میں ہے۔ یعنی دین کے سلسلے میں کسی پر جبر و اکراہ نہیں کیا جائے گا۔

ابن قیم آیت کے ذیل میں ذکر کرتے ہیں کہ:

"وَهَذَا نَفْيٌ مَعْنَى النَّهْيِ، أَي: لَمْ لَا تُكْرَهُوا أَحَدًا عَلَى الدِّينِ" -^(۲)

یہ نفی نہیں کے معنی میں ہے اور اس کا مطلب ہے کہ دین (مذہب اور عقیدے) کے معاملے میں کسی کے ساتھ زور و زبردستی نہ کی جائے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ:

"يَقُولُ تَعَالَى: "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ"، أَي: لَمْ لَا تُكْرَهُوا أَحَدًا عَلَى الدُّخُولِ فِي دِينِ الْإِسْلَامِ، فَإِنَّهُ بَيْنَ وَاضِحٍ عَلَى دَلَالَتِهِ وَبَرَاهِينِهِ، لَا يَحْتَاجُ أَنْ يَكْرَهُ أَحَدٌ عَلَى الدُّخُولِ فِيهِ" -^(۳)

"اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ دین کے معاملہ میں کوئی زور و زبردستی نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ (اے مسلمانوں) تم کسی شخص کو زبردستی اسلام میں لانے کی کوشش نہ کرو اس لیے کہ یہ دین بالکل صاف اور واضح اور اس کے دلائل و براہین دن کے اجالے کی طرح روشن ہیں۔ چنانچہ اس کو اس کی قطعی ضرورت نہیں کہ کسی کو زبردستی اسلام میں داخل کیا جائے۔"

زمخشری رقمطراز ہیں کہ:

"لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ، أَي: لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ أَمْرَ الْإِيمَانِ عَلَى الْإِجْبَارِ وَالْقَسْرِ، وَلَكِنْ عَلَى التَّمَكُّنِ وَالْإِخْتِيَارِ" -^(۴)

"دین کے معاملہ میں کوئی زور و زبردستی نہیں ہے، اس کے معنی ہیں کہ اللہ نے دین کے معاملہ میں زبردستی اور

^۱ - البقرہ: ۲۵۶

^۲ - ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر، ہدایۃ الحیاوی فی آجوبۃ الیہود والنصارى، جدہ: دار القلم، ۱۹۹۶، ۱/۱۲۔

^۳ - ابن کثیر، عماد الدین ابوالفداء، تفسیر القرآن العظیم، (مصر: مکتبہ تجاریہ کبریٰ، ۱۹۳۷)، ۱/۳۰۱۔

^۴ - زمخشری، محمود بن عمر بن محمد، تفسیر الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التأویل، (بیروت: دار المعرفہ، ۲۰۰۹)، ۱/۳۸۷۔

مجبوری کی بنیاد پر نہیں رکھا ہے اس کے بجائے اس نے اسے انتخاب اور اختیار کی بنیاد پر رکھا ہے۔“

تفسیر بیان القرآن میں لکھا ہے کہ:

”اسلام فی نفسہ محل اکراہ نہیں ہو سکتا جب اسلام ایسی چیز ہے جس کی خوبی یقیناً ثابت ہے سو جو شخص شیطان سے بد اعتقاد ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعتقاد کو (یعنی اسلام قبول کر لے) تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا جس کو کسی طرح شکستگی نہیں ہو سکتی نیز آیت کا مقصود اسلام کی خوبی کا واضح اور ثابت بالدلیل ہوتا ہے جس کو اس عنوان خاص سے بیان کیا گیا ہے۔“ (۱)

اس طرح آیت کے اس ٹکڑے میں جس جبر و اکراہ کی نفی کی گئی ہے اس سے مقصود جبر فطری کی نفی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہدایت و ضلالت کے معنی میں یہ طریقہ اختیار نہیں فرمایا ہے کہ وہ اپنی مشیت و قدرت کے زور سے لوگوں کو ہدایت پر چلاوے یا گمراہی کی طرف ہانک دے۔ اگر وہ ایسا کرنا چاہتا تو کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں ہے لیکن یہ بات اس کی حکمت اور عدل کے خلاف ہے۔ (۲)

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے لکھا ہے کہ:

اسلام نے ’لا اکراہ فی الدین‘ کا اصول انسانیت کو دیا اور اس کے تحت ہر شخص کو آزادی عطاء کی کہ وہ کفر و ایمان میں سے جو راہ چاہے اختیار کرے قوت کا استعمال اسلام میں اگر ہے تو دوسری بات کے لیے ہے ایک یہ کہ اسلامی ریاست کے وجود اور اس کے استقلال کی سلامتی کے لیے میدان جہاد میں دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے اور دوسرے یہ کہ نظم و نسق اور امن و امان کے تحفظ کے لیے جرائم اور فتنوں کا سد باب کرنے کے لیے عدالتی اور انتظامی اقدامات کیے جائیں۔ آگے تحریر فرماتے ہیں کہ اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے مسلمانوں نے کبھی اپنی غیر مسلم رعایا کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا اور نہ کسی قوم کو مار مار کر کلمہ پڑھوایا ہے۔ (۳)

زیر بحث آیت کریمہ کا شان نزول بیان کیا ہے جسے پڑھ کر آیت کو سمجھنے میں مزید آسانی ہو جاتی ہے۔ انصار کے یہاں رواج تھا کہ اسلام سے قبل ان کے یہاں جس عورت کے بچہ نہیں جنتا تھا وہ اس کی نذر مانتی اور اس کی پابندی کو اپنے لیے لازم خیال کرتی تھی کہ اگر اس کا بچہ جی گیا تو اپنے آبائی دین کو چھوڑ کر وہ اسے یہودی مذہب اختیار کرنے دیگی نیز یہ کہ اس کا رہنا سہنا انھیں اہل کتاب لوگوں کے ساتھ ہو گا آمد اسلام کے بعد جب یہود کا جزیرۃ العرب سے نکلنا ہوا تو مسلمانوں کے ایسے بہت سے بچے ان کے ساتھ تھے جو ان کے مذہب پر عمل پیرا تھے۔ اس پر مسلمانوں کی فطری خواہش ہوتی کہ پہلے جو ہو اسوہ ان کی اولاد کو یہودیت چھوڑ کر ان کے لیے اپنے پسندیدہ مذہب

¹ - تھانوی، مولانا شرف علی، بیان القرآن، (لاہور، مکتبہ رحمانیہ)، 1/152

² - اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، 2009)، 1/592

³ - مودودی، سید ابوالاعلیٰ، اسلامی ریاست، (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز)، ص: 567

میں آجانا چاہیے اور یہود کے ساتھ جانے کے بجائے اپنے اصل ماں باپ کے ساتھ انھیں عرب کی سر زمین میں رہنا چاہیے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ لا اکراہ فی الدین۔

جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ لوگ جو سن شعور کو پہنچے ہوئے ہیں اور انھوں نے اپنی مرضی سے یہودی مذہب اختیار کر رکھا ہے ان کے قدیم مشرک آباء واجداد کو جواب مسلمان ہو گئے ہیں انھیں زبردستی اپنے ساتھ اسلام میں لانے کا اختیار نہیں ہے۔^(۱)

اس مضمون کی دوسری آیت بھی

﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ مَن فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾^(۲)

"اور اگر اللہ چاہتا تو روئے زمین پر بسنے والے سب کے سب ایمان لے آتے۔ تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرو گے تاکہ وہ سب مومن بن جائیں؟"۔
اس کی تفسیر میں علامہ زرخشری نے لکھا ہے:

"إِنْ يَشَاءُ يُفَسِّرُهُم عَلَى الْإِيمَانِ، وَلَكِنَّهُ لَمْ يَفْعَلْ، وَبِنَى الْأَمْرَ عَلَى الْإِخْتِيَارِ"^(۳)
"یعنی اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگوں کو ایمان کے لیے مجبور کر دیتا، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اور ایمان کے معاملہ کو اختیار اور آزاد پسندی کی بنیاد پر رکھا۔"

شبیر احمد عثمانی نے آیت کے ذیل میں لکھا ہے یعنی آپ کو یہ قدرت نہیں ہے کہ زبردستی کسی کے دل میں ایمان اتار دیں۔ خدا نے چاہا تو بیشک سب آدمیوں کے دلوں میں ایمان ڈال سکتا تھا مگر جیسا کہ پہلے متعدد مواقع میں بتایا جا چکا ہے۔ ایسا کرنا اس کی تکذیبی حکمت و مصلحت کے خلاف تھا اس لیے نہیں کیا۔^(۴)

مولانا مودودی نے لکھا ہے کہ یعنی اللہ کی خواہش یہ ہوتی کہ اس کی زمین میں صرف اطاعت گزار فرمانبردار ہی بسیں اور کفر اور نافرمانی کا سرے سے کوئی وجود ہی نہ ہو تو اس کے لیے نہ یہ مشکل ہے کہ وہ تمام اہل زمین کو مومن و مطیع پیدا کرنا اور نہ یہ مشکل ہے کہ سب کے دل اپنے ایک ہی تکوینی اشارہ سے ایمان و اطاعت کی طرف پھیر دیتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ نبی لوگوں کو زبردستی مومن بنانا چاہتے تھے اور اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا کرنے سے روک رہا تھا۔

^۱ - طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل آیہ القرآن، (مصر: مطبع مبینہ) 3/9-10۔

^۲ - یونس: 99۔

^۳ - الزرخشری، جار اللہ محمود بن عمر، الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل فی وجہ التأویل، 1/387۔

^۴ - عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، (لاہور: عالمین پبلیکیشنز پریس)، ص: 284-85۔

در اصل اس فقرے میں وہی انداز بیان اختیار کیا گیا ہے جو قرآن میں ہمیں بکثرت ملتا ہے کہ خطاب بظاہر نبی سے ہوتا ہے مگر اصل میں لوگوں کو وہ بات سنانی مقصود ہوتی ہے جو نبی کو خطاب کر کے فرمائی جاتی ہے۔^(۱)

"وَإِنَّهُ مِنْ أَسْلَمَ مِنْ يَهُودِيٍّ أَوْ نَصْرَانِيٍّ فَإِنَّهُ مِنْ الْمُؤْمِنِينَ، لَهُ مَا لَهُمْ وَعَلَيْهِ مَا عَلَيْهِمْ. وَمَنْ كَانَ عَلَى يَهُودِيَّةٍ أَوْ نَصْرَانِيَّةٍ فَإِنَّهُ لَا يَفْتَنُ عَنْهَا" - (۲)

"جو کوئی یہودی یا نصرانی (اپنی خوشی سے) مسلمان ہو گا تو وہ مسلمان جماعت میں شامل ہو گا اور حقوق و فرائض میں اس کے ساتھ برابر کا شریک ہو گا۔ البتہ جو کوئی یہودیت اور نصرانیت پر قائم رہنا چاہے گا تو اس کو زبردستی اپنا مذہب چھوڑنے کے لیے نہیں کہا جائے گا۔"

اس مضمون کی مزید وضاحت حضور کے تحریری فرمان سے ہوتی ہے جو آپ نے اہل یمن کو لکھ کر دیا تھا۔ اسلام میں غیر مسلموں کو عقیدے اور مذہب کی بھرپور آزادی عطا کی گئی ہے۔ نیز یہ کسی مصلحت و حکمت کا تقاضا نہیں

ہے بلکہ اسلام کی بنیادی تعلیمات میں شامل ہے اس کی وضاحت درج ذیل آیات سے مزید ہو جاتی ہے۔
﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ إِلَّا مَنْ رَجِمَ رَبُّكَ وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾ (۳)

"اور اگر چاہتا تیرا رب کرڈالتا لوگوں کو ایک راستہ پر اور ہمیشہ رہتے اختلاف میں مگر جن پر رحم کیا تیرے رب نے اور اسی واسطے ان کو پیدا کیا اور پوری ہوئی بات تیرے رب کی کہ البتہ بھر دوں گا دوزخ جنوں سے اور آدمیوں سے اکٹھے۔"

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ﴾ (۴)

"اور اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے، اور ہم نے آپ کو ان کا نگہبان نہیں بنایا، اور نہ آپ ان کے ذمہ دار ہیں۔"

صاحب تدبر قرآن نے آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ آیت کا سیاق و سباق بتا رہا ہے کہ پیغمبر کی طرف التفات ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم وحی الہی پر جے رہو اور اپنے موقف حق پر ڈٹے رہو۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور ان مشرکین کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہ کرو ان سے اعراض کرو اور یہ بات یاد رکھو کہ اللہ اپنے دین کے معاملہ میں جبر کو پسند کرتا ہوتا تو ان میں سے کوئی بھی شرک پر قائم نہ رہ سکتا وہ سب کو توحید اور اسلام کی صراط مستقیم

^۱ - مودودی، ابو الاعلیٰ، تفسیر القرآن، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن)، 1/313

^۲ - ابن سلام، ابو عبید القاسم، کتاب الاموال، (القاهرة: مطبع کلیات الازہریہ، 1981)، ص: 35

^۳ - ہود: 118-119

^۴ - الانعام: 107

پر چلا دیتا لیکن اس کی حکمت کا تقاضا یہی ہوا کہ وہ لوگوں کو اس معاملہ میں اختیار دے کر آزمائے کہ کون توحید کی راہ اختیار کرتا ہے اور کون شرک کی۔^(۱)

قرآن میں ایک جگہ اور ارشاد ہے:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾^(۲)

"تو راہ پر نہیں لاتا جس کو چاہے اللہ راہ پر لائے جس کو چاہے اور وہ بھی خوب جانتا ہے جو راہ پر آئیں گے۔"

شاہ صاحب نے آیت کا شان نزول یہ بیان کیا ہے کہ محمد ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب کے واسطے بہت سعی کی کہ مرتے وقت کلمہ پڑھ لے۔ اس نے قبول نہ کیا۔ اس پر یہ آیت اتری۔ یعنی جس سے تم کو طبعی محبت ہو یا دل چاہتا ہو کہ فلاں کو ہدایت ہو جائے تو لازم نہیں کہ ایسا ضرور ہو کر رہے۔ آپ کا کام صرف راستہ بتانا ہے۔^(۳)

مذکورہ بالا شواہد کی روشنی میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اسلام میں حریت اعتقاد، غور و فکر اپنے اختیار پر موقوف ہے کسی کو زبردستی ایمان میں شامل نہیں کیا جاسکتا، اسی وجہ سے مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے دین کے معاملہ میں کسی طرح کا جبر و استکراہ جائز نہیں ہے۔ دین کی راہ دل کے اعتقاد و یقین کی راہ ہے۔ اور اعتقاد دعوت و موعظت سے پیدا ہو سکتا ہے نہ کہ جبر و استکراہ سے۔^(۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾^(۵)

"کفار و مشرکین کی راہ یا بی تمہارے ذمہ نہیں ہے۔ یہ اللہ کا کام ہے جسے چاہے ہدایت عطا فرمائے۔"

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿مَنْ أَهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّٰ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾^(۶)

جو کوئی راہ پر آیا تو آیا اپنے ہی بھلے کو اور جو کوئی بہکا رہا تو بہکا رہا اپنے ہی برے کو اور کسی پر نہیں پڑتا بوجھ دوسرے کا۔

^۱ - اصلاحی، تدبر قرآن، 3/ 134

^۲ - القصص: 56

^۳ - عثمانی، تفسیر عثمانی، ص: 521

^۴ - آزاد، مولانا ابوالکلام، ترجمان القرآن، (لاہور: اسلامی اکادمی) 2/ 232

^۵ - البقرہ: 272

^۶ - بنی اسرائیل: 15

یعنی کہ سیدھی راہ خدا نے سب کو بتلادی ہے اب کوئی اس پر چلے یا نہ چلے، اپنا بھلا برا خود سوچ لے، کیوں کہ اپنے طریق عمل کا نفع یا نقصان اسی کو پہنچے گا۔ ایک کے گناہوں کی گٹھری دوسرے کے سر پر نہیں رکھی جائے گی۔ ہر انسان کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اسلام کو اپنائے یا نہ اپنائے، اس کے ساتھ کسی طرح کی زبردستی نہ کی جائے گی۔

مذہبی آزادی:

اسلام کو اگر کوئی شخص تسلیم نہیں کرتا تو اسے اجازت ہے۔ قرآن اس سلسلے میں صاف اعلان کرتا ہے۔

﴿فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ﴾^(۱)

"اور کہ سچی بات ہے تمہارے رب کی طرف پھر جو کوئی چاہے مانے اور جو کوئی چاہے نہ مانے۔"

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلِ اللَّهُ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي ۚ ۱۴ فَأَعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ﴾^(۲)

"کہہ دو میں خالص اللہ ہی کی اطاعت کرتے ہوئے اس کی عبادت کرتا ہوں، پھر تم اس کے سوا جس

کی چاہو عبادت کرو۔"

ان آیات میں نبی کی زبان سے نہایت واضح الفاظ میں اعلان برات و بے تعلقی ہے کہ میں اس حکم کے مطابق جو مجھے میرے رب کی طرف سے ملا ہے اپنے رب کی بندگی اور اس کی بلا شرکت غیرے اطاعت کرتا ہوں اور اس کی دعوت تم کو بھی دے رہا ہوں اگر تم میری بات نہیں مانتے تو تم خدا کے سوا جس کی چاہو بندگی کرو میں تمہارے اس فعل سے بری ہوں۔"^(۳)

﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾^(۴)

"تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین ہے۔"

مولانا مودودی لکھتے ہیں:

میرا دین الگ اور تمہارا دین الگ میں تمہارے معبودوں کا پرستار نہیں اور تم میرے معبود کے پرستار نہیں میں تمہارے معبودوں کی بندگی نہیں کر سکتا اور تم میرے رب کی بندگی کے لیے تیار نہیں اس لیے میرا تمہارا راستہ کبھی ایک نہیں ہو سکتا یہ کفار کو رواداری کا پیغام نہیں ہے بلکہ جب وہ کافر ہیں ان سے ہمیشہ کے لیے برات بیراز اور

¹ - الکھف: 29

² - الزمر: 14-15

³ - اصلاحی، تدریس قرآن، 6/134

⁴ - الکافرون: 6

لا تعلقی کا اعلان ہے۔ اور اس سے مقصود ان کو اس امر قطعی اور آخری طور پر مایوس کر دینا ہے کہ دین کے معاملہ میں اللہ کا رسول اور ایمان لانے والوں کا گروہ کبھی ان سے مصالحت نہ کرے گا۔

﴿وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ لِي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ أَنْتُمْ بَرِيئُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ﴾⁽¹⁾

"اور اگر تجھ کو جھٹلائیں تو کہ میرے لیے میرا کام اور تمہارے لیے تمہارا کام تم پر ذمہ نہیں میرے کام کا اور مجھ پر ذمہ نہیں جو تم کرتے ہو۔"

ان آیات کے ذیل میں یہ بات یقینی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ اسلام نے مذہب اختیار کرنے کے سلسلے میں آزاد رکھا ہے۔ چاہیں تو ایمان قبول کر کے دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کریں اور اگر ایمان قبول نہ کرنا چاہیں تو انھیں اس بات کا بھی پورا اختیار ہے۔

اسی طرح ایک دوسری آیت کے اندر ارشاد ہے۔

﴿فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ لَّسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ﴾⁽²⁾

"پس آپ نصیحت کیجیے بے شک آپ تو نصیحت کرنے والے ہیں، آپ ان پر کوئی داروغہ نہیں ہیں۔"

ایک اور جگہ ارشاد باری ہے:

﴿قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِظٍ﴾⁽³⁾

"تحقیق کہ تمہارے رب کی طرف سے دل کی آنکھیں تو تمہارے پاس آپکی ہیں پھر (اب) جو دیکھتا ہے تو (اس کا نفع) اس کی ذات کے لیے ہے اور جو اندھا ہو جاتا ہے تو اس کا وبال اس کی جان پر ہے (ان سے کہو) کہ میں تم لوگوں کا محافظ نہیں ہوں۔"

اس آیت کے ذیل میں مفسرین نے لکھا ہے:

"رَقِيبٌ لِّأَعْمَالِكُمْ إِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ"⁽⁴⁾ یعنی اے لوگو! میں تمہارے اعمال کا نگہبان بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں میں تو صرف نذیر ہوں۔" (خدا کے غضب سے تمہیں ڈراتا رہتا ہوں خواہ ڈرو یا نہ ڈرو۔ یہی وجہ ہے کہ محمد ﷺ کو بارہا اس طرف متوجہ کیا گیا۔ کہ کون ایمان کی دولت سے سرفراز ہوتا ہے اور کون گمراہی پر قائم رہتا ہے۔ یہ کام تمہارا نہیں ہے۔ بلکہ اس معاملہ میں باری تعالیٰ نے انسانوں کو آزاد رکھا ہے۔ انھیں دونوں اختیارات سے نوازا ہے۔

¹ یونس: 41

² الغاشیہ: 21-22

³ الانعام: 104

⁴ سیوطی، جلال الدین، تفسیر الجلالین، (مصر: مطبع دار الکتب، بدون سن) 2/455

اس کو دوسرے مقام پر بیان کیا گیا ہے۔ "وہدینہ النجدین" اور دکھلا دیں اس کو دو گھائیاں یعنی خیر اور شر دونوں راستوں کی تعلیم دے دی۔

اپنے ذاتی مذہبی قانون پر عمل کرنے کی آزادی:

اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہری اپنے پر سنل لاء پر عمل کرنے میں آزاد ہوں گے۔ اس سلسلے میں ان پر کسی طرح کی پابندی عائد نہ کی جائے گی۔ عہد رسالت میں اس طرح کی بہت ساری مثالیں تاریخ کی کتابوں میں درج ہیں۔ جن میں سے چند ایک کا یہاں ذکر کیا جائے گا۔ اس کی مثال محرمات سے نکاح کی ہے اگر کوئی شخص محرمات میں سے کسی عورت سے نکاح کرتا ہے تو وہ اسلامی قوانین کے مطابق سزا کا مستوجب قرار پائے گا اور اسلامی ریاست میں غیر مسلم کو ایسا کرنے سے روکے گی۔ علاوہ ازیں دوسرے مذاہب کے لوگ ایسا کریں ان کے مذہب میں ایسا کرنے کی اجازت ہو تو اسلامی ریاست میں ان پر کسی طرح کی پابندی عائد نہ ہوگی۔ حضور کے زمانہ میں مجوس سگی بہنوں سے شادی کے علاوہ ایک ساتھ دو بہنوں نیز خالہ بھانجی اور پھوپھی بھتیجی کو بیک وقت نکاح میں جمع کرتے تھے، لیکن اللہ کے رسول نے بحرین کے مجوسیوں سے اس معاملہ میں کوئی تعرض نہیں کیا۔^(۱)

اسی طرح اسلامی شریعت کے خلاف مہر، گواہ اور عدت کی پابندی کے بغیر اپنے یہاں شادی کو جائز قرار دیتے ہوں تو اسلامی ریاست انہیں پوری اجازت فراہم کرے گی۔ اور اس معاملہ میں اسلامی ریاست کو دخل اندازی کا قطعی حق نہ ہو گا۔^(۲)

اسی لیے فقہانے لکھا ہے کہ:

"ان نتركهم وما يدینون" - ^(۳)

"ہم غیر مسلموں کو آزاد چھوڑ دیں گے کہ وہ اپنے دین مذہب پر عمل کریں۔"

اگر کوئی کتابیہ یہودی یا عیسائی عورت اگر مسلمان کے نکاح میں آجاتی ہے جس کو اسلام نے جائز قرار دیا ہے تو مسلمان شوہر کی بیوی ہوتے ہوئے بھی وہ اپنے مذہب پر عمل کرے گی۔ مسلمان شوہر اس پر اسلامی شریعت لاگو کرنے کا حقدار نہیں ہے۔^(۴)

حتیٰ کہ فقہاء نے یہ مسئلہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم جوڑا مسلمان ہو جائے تو مخصوص استثنائی

^۱ - ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، (مطبع قاہرہ، ۱۳۵۲ھ)، ص: 130

^۲ - سرخسی، ابو بکر محمد بن ابی سہل، المبسوط، (القاہرہ: مطبعۃ السادات، 1324ھ)، 9/56

^۳ - صابونی، محمد علی، روائع البیان تفسیر آیات الأحکام، (بیروت: مطبع منابیل العرفان، 1980)، 2/380

^۴ - ابن قیم، محمد بن ابی بکر، أحکام أهل الذمة، (الدمام: رمادی للنشر، 1997)، 2/442-435

صورتوں کے علاوہ ان کا پچھلا نکاح فسخ نہیں ہو گا اور رشتہ بھی جوں کا توں باقی رہے گا۔^(۱)

فقہاء نے یہاں تک صراحت کی ہے کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو اپنے مذہب پر عمل کی آزادی یہاں تک حاصل ہوگی کہ ان پر شراب اور سور کے استعمال کی کسی طرح کی پابندی نہیں عائد کی جائے گی جب کہ اسلام میں مذکورہ دونوں چیزیں حرام ہیں اور ان کی ممانعت کی سخت تاکید آئی ہے۔ نیز دونوں چیزوں کا استعمال کرنا بھی جرم عظیم ہے۔ اس کے باوجود بھی اسلامی ریاست غیر مسلموں کو اپنے مذہب و شعائر پر عمل کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ جب اسلام انھیں غیر اللہ کی پرستش کی اجازت دیتا ہے تو ان کو سود اور شراب کے استعمال سے کس طرح روکا جاسکتا ہے۔^(۲)

صاحب ہدایہ نے ایک اصول یہ بیان کیا:

"وَلَمْ نَأْمُرْنَا أَنْ نَنْتَكُمُومًا وَمَا يَعْتَقِدُونَ" -^(۳)

"ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم غیر مسلموں کو آزاد چھوڑ دیں کہ وہ اپنے عقیدے اور مذہب پر جس طرح چاہیں عمل کریں۔"

صاحب طبری نے بھی اپنی مشہور و معروف کتاب تاریخ الرسل والملوک میں بھی مذکورہ اصول سے ملتی جلتی بات کہی گئی ہے۔

"لَا يُغَيَّرُونَ عَنْ مِلَّةٍ، وَلَا يُخَالُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ شَرَائِعِهِمْ" -^(۴)

"انھیں ان کے مذہب کے کسی طریقے کو بدلنے کو نہیں کہا جائے گا، نہ اپنی شریعت پر عمل کے معاملہ میں ان کے سامنے کسی طرح کی رکاوٹ کھڑی کی جائے گی۔"

مذکورہ شواہد کی روشنی میں یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اسلام نے غیر مسلموں کو عقیدے و اعتقاد کی آزادی کے ساتھ ساتھ مذہب پر عمل کرنے کی پوری چھوٹ دی ہے۔ ایک مثالی اور فلاحی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں کو حقوق کا تحفظ کرے اور انھیں یقینی بنانے میں بھرپور تعاون پیش کرے۔ یقیناً آج کی مثالی جمہوریت میں بھی اس طرح کی نظیر ملنی ناممکن نہیں بلکہ محال ہے۔ بدائع الصنائع میں مذکور ہے۔

"ذَلِكَ سِوَاءٌ، لَا يَمْنَعُونَ مِنْ إِظْهَارِ شَيْءٍ مِمَّا ذَكَرْنَا مِنْ بَيْعِ الْخَمْرِ وَالْخَنْزِيرِ وَالصَّلَيبِ، وَضَرْبِ النَّاقُوسِ فِي قَرْيَةٍ أَوْ مَوْضِعٍ لَيْسَ مِنْ أَمْصَارِ الْمُسْلِمِينَ، وَلَوْ كَانَ فِيهِ عِدَّةٌ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ. وَإِنَّمَا يَكْرَهُ

^۱ - ابن قدامہ، ابو حمد عبد اللہ بن محمد، المغنی مع شرح الکبیر، (مصر: مطبعة المنار، 1348ھ)، 6/ 613

^۲ - السرخسی، محمد بن احمد، شرح کتاب السیر الکبیر الامام محمد بن حسن الشیبانی، (بیروت: الکتب العلمیة، 1997)، 1/ 25

^۳ - مرغینانی، علی بن ابی بکر، برهان الدین، الھدایہ شرح ہدایہ المبتدی، (مصر: مکتبۃ البابانی الحلبي، 1936)، 3/ 86

^۴ - طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، تاریخ الرسل والملوک، (لاہور: دار المعارف)

ذَلِكَ فِي أُمُصَارِ الْمُسْلِمِينَ، وَهِيَ الَّتِي تَقَامُ فِيهَا الْجُمُعُ وَالْأَعْيَادُ وَالْحُدُودُ. وَأَمَّا إِظْهَارُ فَسْقٍ يَعْتَقِدُونَ حَرَمَتَهُ، كَالزَّيْنِ وَسَائِرِ الْفَوَاحِشِ الَّتِي هِيَ حَرَامٌ فِي دِينِهِمْ، فَإِنَّهُمْ يَمْنَعُونَ مِنْهُ سَوَاءَ كَانُوا فِي أُمُصَارِ الْمُسْلِمِينَ أَوْ فِي أُمُصَارِهِمْ" (1)

"جو بستیاں امصار المسلمین میں سے نہیں ہیں ان میں ذمیوں کو شراب و خنزیر بیچنے اور صلیب نکالنے اور ناقوس بجانے سے نہیں روکا جائے گا خواہ وہاں مسلمانوں کی کتنی ہی کثیر آبادی ہو، البتہ یہ افعال امصار المسلمین میں نا پسندیدہ ہیں یعنی ان شہروں میں جنہیں جمعہ و عیدین اور اقامت حدود کے لیے مخصوص کیا گیا ہو۔ رہا وہ فسق جس کی حرمت کے خود وہ بھی قائل ہیں۔ مثلاً زنا اور دوسرے تمام فواحش جو ان کے دین میں بھی حرام ہیں تو اس کے علانیہ ارتکاب سے ان کو ہر حال میں روکا جائے گا خواہ وہ امصار المسلمین میں ہوں یا خود اپنے امصار میں۔"

اس کے ساتھ یہ مسئلہ بھی بیان کرنا ضروری ہے کہ مسلم بستیوں میں بھی صلیبوں اور مورتیوں کے جلوس نکالنے اور اعلانیہ ناقوس بجاتے ہوئے بازاروں میں نکلنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ البتہ اپنے معاہدہ کے اندر رہ کر وہ اپنے تمام شعائر پر عمل کر سکتے ہیں۔ اسلامی ریاست اس میں دخل اندازی نہ کر سکے گی۔ (2)

خالص اسلامی آبادیوں سے مراد وہ مقامات ہیں جو اصطلاح شرع میں امصار المسلمین کہلاتے ہیں اس لفظ کا إطلاق صرف ان مقامات پر ہوتا ہے جن کی زمین مسلمانوں کی ملکیت ہو، اور جن کو مسلمانوں نے اظہار شعائر اسلام کے لیے مخصوص کر لیا ہو۔ (3)

غیر مسلموں کو برداشت کرنا:

یہ نکتہ بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ غیر مسلم جن معبودوں کی عبادت کرتے ہیں ان کے ساتھ اسلام کا کیا رویہ ہے۔ اس سلسلہ میں اسلام کی واضح تعلیمات موجود ہیں ان کو بُرا کہنا، سب و شتم کرنا ناجائز ہے کیوں کہ مسلمانوں پر صرف اسلام کے پیغام کو پہنچانا مقصود ہے۔ ان کے معبودوں کی تذلیل و توہین کرنا نہیں۔ قرآن میں ارشاد ہے۔

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾⁴

"تم بہترین امت ہو لوگوں کے نفع کے لیے نکالے گئے ہو، اچھائی کا حکم کرتے ہو، اور برائی سے روکتے ہو اور ایک اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

¹ - الکاسانی، بدائع الصنائع، 7/113

² - السرخسی، شرح السیر الکبیر، 3/251

³ مودودی، اسلامی ریاست، ص: 588

⁴ آل عمران: 110

داعی کی یہ خصوصیت ہونی چاہیے کہ اسلامی تعلیمات کو احسن طریقے سے غیر مسلموں تک پہنچائے نیز اس کے اندر تحمل و برداشت کا بھی مادہ ہونا چاہیے کہ اس راستے میں جو بھی پریشانیاں آئیں ان کو جھیلنے کا عادی ہو۔ نیز اپنے دعوتی پیغام میں غیر مسلموں کے معبودوں کی برائی پر انحصار نہ کرے بلکہ اخلاص کے ساتھ خدا کے پیغام پہنچانے کی سعی جمیل کرے۔ جس کو قرآن میں بیان کیا گیا ہے:

﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجِدْ لَهُمُ الْبَالِغَةَ هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾ (۱)

"دعوت دواپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ذریعہ اور مباحثہ کروان سے اس طریقے سے جو بہترین ہے۔ بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں بھٹک گیا ہے اور ان لوگوں کو بھی اچھی طرح جانتا ہے جو ہدایت یافتہ ہیں۔"

کتب تفسیر میں حکمت و موعظت کی اہمیت پر بہت زیادہ زور دیا ہے چنانچہ ز مخشری نے لکھا ہے:

"وہی الدلیل الموضح الحق، المزيل للشبهة" - (۲)

"یعنی حکمت اس چیز کا نام ہے جو شبہ کے مقابلے میں حق کو واضح کر دیتی ہوں۔"

اسی طرح موعظہ حسنہ کی تفسیر مفسرین نے القول الرفیق سے کی ہے:

"ای الذی فیہ الرفق" - (۳)

"یعنی وہ بات جس میں رفق و مدارات کا پہلو غالب ہو۔"

اسی طرح صاحب جلالین نے مجادلہ حسنہ کی تفسیر اس طرح کی ہے:

"وَجَادَلْهُمْ بِأَلْفِي هِيَ أَحْسَنُ، كَالدُّعَاءِ إِلَى اللَّهِ بِآيَاتِهِ، وَالِدُّعَاءِ إِلَى حُجَّجِهِ" - (۴)

"کفار و مشرکین سے احسن طریقے سے مجادلہ کرو مثلاً انھیں اللہ کی آیتوں نشانوں اور حجتوں اور دلیلوں کی طرف دعوت دو۔"

امام رازی نے بھی بڑی عمدہ بات لکھی ہے اس کا ذکر کرنا یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے۔

مجادلہ اس منازعہ (جھگڑے) کا نام ہے جس کا مقصد اظہار صواب نہیں ہوتا بلکہ یہ ہوتا ہے کہ مقابل کو الزامی جواب دے کر خاموش کر دیا جائے لیکن اس جگہ مناظرہ اور جدل احسن سے مراد ایسی دلیل ہے جو ان

۱۔ النحل: 125

۲۔ ز مخشری، الکشاف، 3/ 414

۳۔ صابونی، روائع البیان تفسیر آیات الأحکام، 2/ 148

۴۔ السیوطی، جلالین، 1/ 228

مقدمات سے مرکب ہو جو جمہور (عوام) کے نزدیک طے شدہ ہے نیز ان مقدمات سے مرکب ہو جو خود قائل کے لیے بھی تسلیم شدہ ہیں۔^(۱)

اسی طرح ایک جگہ قرآن میں ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا إِلَّا بَلَاغًا مِنَ اللَّهِ وَرِسَالَةً وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَبَدًا﴾^(۲)

"(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہہ دو کہ میں نہ صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں کرتا ان سے کہو کہ تمہارا نقصان یا فائدہ میرے اختیار میں نہیں (ان سے) کہو کہ خدا کے (غضب) سے کوئی بھی پناہ نہیں دے سکتا اور نہ اس کے سوا مجھ کو ٹھکانہ مل سکتا ہے۔ میرا بچاؤ تو اس میں ہے کہ خدا کا حکم اور اس کا پیغام پہنچا دوں۔ جو شخص خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔"

ایک اور مقام پر ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾^(۳)

"اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر اس طریقے سے جو بہتر ہے۔"

ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے غیر مسلموں کے معبودوں پر کیچڑ اچھالنے ان کی توہین و تذلیل کا کہیں حکم نہیں دیا ہے بلکہ اپنی بات کو احسن طریقے سے کہنے پر زور دیا ہے۔ اس سے زیادہ کسی بھی مذہب میں افہام و تفہیم اور مساوات نہیں مل سکتی ہے۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ جو مذہب دلیل و برہان اور افہام و تفہیم کا قائل ہو اس کے سلسلہ میں یہ کہنا کہ اسلام جبر و اکراہ کے ساتھ دین میں داخل کرنے کا نام ہے یقیناً مخالفین و معاندین کا یہ سوال صرف ایک مضحکہ ہے حالانکہ اسلام تو مخالفین کے معبودوں کو سب و شتم کرنے تک سے روکتا ہے۔

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَلِكَ زَيْنًا لِكُلِّ

أُمَّةٍ عَمَلُهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾^(۴)

"یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں تم انہیں برا بھلا نہ کہو کہ وہ حد سے آگے بڑھ کر جہالت کی بناء پر اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہنے لگیں۔ اسی طرح ہم نے ہر گروہ کا خوشنام عمل بنادیا ہے۔ پھر انہیں اپنے رب کے پاس لوٹنا ہے اور انہیں بتائے گا وہ کیا کر رہے تھے۔"

^۱ - الرازی، محمد بن عمر بن الحسن، مفاتیح الغیب، (میرت: دار الفکر، 1981) 10/139

^۲ - جن: 20-23

^۳ - العنکبوت: 46

^۴ - الانعام: 108

صابونی نے آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

"ای فیسبوا اللہ جہلاً واعتداء لعدم معرفتهم بعظمة الله" - (1)

ابن عربی نے آیت کی تفسیر اس طرح بیان کی ہے:

"اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّ مَعْنَى الْآيَةِ (لَا تَسْبُوا آلِهَةَ الْكُفَّارِ فَيَسْبُوا اللَّهَ عَدُوًّا) فَمَنْعَ اللَّهِ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ أَحَدًا أَنْ يَفْعَلَ فِعْلًا جَائِزًا يُوْدِي إِلَى مُحْظُورٍ، وَلِأَجْلِ هَذَا تَعَلَّقَ عُلَمَاؤُنَا بِهَذِهِ الْآيَةِ فِي سَدِّ الدَّرَائِعِ" - (2)

"علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ کفار کے معبودوں کو سب و شتم نہ کرو کیوں کہ وہ تمہارے خدا کو گالم گلوچ کریں گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں منع کیا ہے۔ ہر ایسا کرنے سے کہ وہ بذات خود جائز ہو مگر کسی گناہ کی طرف لے جاتا ہو، اسی وجہ سے علماء نے اس آیت کو سد ذرائع میں شامل کیا ہے۔"

بیان القرآن میں لکھا ہے کہ بتوں کو بُرا کہنا فی نفسہ امر مباح ہے مگر جب وہ ذریعہ بن جاوے ایک امر حرام یعنی گستاخی بجناب باری تعالیٰ کا تو وہ بھی منہی عنہ اور فتنج ہو جاوے گا۔ (3)

اس مناسبت سے سید مودودی نے لکھا ہے کہ یہ نصیحت نبی کے پیروؤں کو کی گئی ہے کہ وہ اپنی تبلیغ کے جوش میں اتنے بے قابو نہ ہو جائیں کہ مناظرے اور بحث و تکرار سے معاملہ بڑھتے بڑھتے غیر مسلموں کے عقائد پر حملہ کرنے اور ان کے پیشواؤں اور معبودوں کو گالیاں دینے تک نوبت پہنچ جائے کیوں کہ یہ چیز ان کو حق سے قریب لانے کے بجائے اور زیادہ دور پھینک دے گی۔ (4)

اتنی روداری اور نرمی کے باوجود اگر غیر مسلموں کی طرف سے لعن طعن اور تضحیک و تمسخر کا رویہ اختیار کیا جائے تو اس کا جواب اس زبان و لہجہ میں نہ دیا جائے۔ بلکہ احسن طریقہ سے دیا جائے کسی کے مشتعل کرنے کی وجہ سے تہذیب شائستگی کا دامن نہ چھوٹے پائے اور اخلاق حسنہ کی تلوار سے دل جیتنے کی کوشش کی جائے۔ جس کو قرآن میں بیان کیا ہے:

﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدُوٌّ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾ (5)

1 - صابونی، روائع البیان تفسیر آیات الأحکام، 1/410

2 - ابن عربی، ابو بکر محمد بن عبد اللہ، احکام القرآن، (مصر: مطبع البانی الخلیسی، 1967) 2/35

3 - تھانوی، بیان القرآن، 2/119

4 - مودودی، تفہیم القرآن، 1/571

5 - فصلت: 34

"نیکی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی لہذا تم برائی کا جواب بہترین طریقہ سے دو کہ اس طرح جس کے اور تمہارے درمیان عداوت ہے وہ بھی ایسا ہو جائے گا جیسے گہرا دوست ہوتا ہے۔"

امت مسلمہ کو اللہ تعالیٰ ان آیات میں یہ درس دیتا ہے کہ جوش عقیدت یا غلو میں کوئی شخص مذاہب باطلہ کے معبودوں کے لیے کوئی نازیبا اور غیر مہذب الفاظ کا استعمال نہ کرے کیوں کہ اسلام افہام و تفہیم کا قائل ہے وہ دلوں پر راجح کرتا ہے۔ سر اور زبان پر نہیں جب کہ ہر مذہب والا یہ چاہتا ہے کہ دوسرے مذاہب ختم ہو جائیں اس طرح ہر داعی مذہب کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس کی دعوت پھیلے اور کرہ ارض پر چھا جائے مگر اس خواہش اور عقیدت کے احترام میں بہت جلد غلو اور جبر و جور کے عناصر شامل ہو جائیں گے۔ مگر اسلام اور داعی اسلام کا دامن ان چیزوں سے پاک ہے اسلام کا فلسفہ دعوت یہ ہے کہ دوسرے مذاہب والے اس دعوت حق کو سنیں۔ سمجھیں، مانیں اور گردن جھکا دیں لیکن وہ اسے قطعی پسند نہیں کرتا کہ جبر و اکراہ کا رویہ اپنایا جائے یا معبودان باطل کو سب و شتم کا نشانہ بنایا جائے۔^(۱)

غیر مسلموں کو دین سکھانے کی گنجائش:

دنیا کا یہ اصول ہے کہ دوران جنگ اگر کوئی مخالف مذہب کا شخص کسی قوم کے ہاتھوں لگ جائے، تو اسے کسی طرح کی امان حاصل نہیں ہوتی مگر اسلام نے اس سلسلہ میں جس رواداری اور حسن سلوک کا معاملہ کیا ہے۔ وہ انتہائی اہم اور مبنی بر عدل ہے۔ جب کہ اس کے برعکس اسلام کے علاوہ مذاہب والے ایسے شخص کو معاف نہیں کر سکتے، نہ اس کے ساتھ ہمدردانہ برتاؤ کیا جاسکتا ہے نہ اسے کسی طرح کی پناہ حاصل ہو سکتی ہے۔ مگر اسلام تمام مذاہب و ادیان سے منفرد ہے کہ کوئی شخص مجبور ہو کر تم سے امان کا خواست گار ہو تو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اسے پناہ دو، اس کے کانوں تک اپنی دعوت پہنچا دو، اور پھر بحفاظت اسے کسی امن اور عافیت کی جگہ پہنچا دو، اس سے بڑھ کر اسلام کا عادلانہ رویہ غیر مسلموں کے ساتھ اور کیا ہو سکتا ہے۔

﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلِمَ اللَّهِ ثُمَّ ابْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ﴾^(۲)

"اگر کوئی مشرک تجھ سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دے دے یہاں تک کہ وہ سن لے کلام اللہ کا پھر پہنچا دے اس کو اس کی امن کی جگہ، یہ اس واسطے کہ وہ لوگ علم نہیں رکھتے۔"

اس آیت کے ذیل میں جصاص گویا ہیں:

"قَدْ اقْتَضَتْ هَذِهِ الْآيَةُ جَوَازَ أَمَانِ الْحَرَبِيِّ إِذَا طَلَبَ ذَلِكَ مَنًّا، دَلَالَةً عَلَى صِحَّةِ الْإِسْلَامِ؛ لِأَنَّ قَوْلَهُ تَعَالَى: «اسْتَجَارَكَ»، مَعْنَاهُ: اسْتَأْمَنَكَ، وَقَوْلُهُ تَعَالَى: «فَأَجِرْهُ»، مَعْنَاهُ: فَأَمْنَهُ حَتَّى يَسْمَعَ

^۱ - دربابادی، عبد الماجد، تفسیر ماجدی، (لکھنؤ: پبلشنگ ہاؤس، 2000) 83/2

^۲ - التوبہ: 6

كَلَامَ اللَّهِ الَّذِي فِيهِ الدَّلَالَةُ عَلَى صِحَّةِ التَّوْحِيدِ، وَعَلَى صِحَّةِ نُبُوَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. هَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْكَافِرَ إِذَا طَلَبَ مِنَّا إِقَامَةَ الْحُجَّةِ وَبَيَانَ تَوْحِيدَ اللَّهِ وَصِحَّةَ نُبُوَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّهُ غَيْرُ جَائِزٍ لَنَا قَتْلَهُ إِذَا طَلَبَ ذِمَّةً مِنَّا، إِلَّا بَعْدَ بَيَانِ الدَّلَالَةِ وَإِقَامَةِ الْحُجَّةِ؛ لِأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَمَرَ بِإِعْطَائِهِ الْأَمَانَ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ. وَفِيهِ الدَّلَالَةُ أَيْضًا عَلَى أَنَّ عَلَيْنَا تَعْلِيمَ كُلِّ مَنْ التَّمَسَّ مِنَّا تَعْرِيفَهُ شَيْئًا مِنْ أُمُورِ الدِّينِ؛ لِأَنَّ الْكَافِرَ الَّذِي اسْتَجَارَنَا لِيَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ، إِنَّمَا قَصَدَ الْمَعْرِفَةَ بِصِحَّةِ الدِّينِ - (1)

"اس آیت کا تقاضہ یہ ہے کہ حربی جب ہم سے امان طلب کرے تو اسے امان دینا جائز ہے تاکہ وہ اسلام کی صحت اور صداقت کے دلائل سن سکے۔ کیوں کہ اللہ کا قول (استجارک) اگر تم سے پناہ کا خواستگار ہو کے یہ معنی ہیں کہ اگر وہ تم سے طالب امن ہو اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول پس اسے پناہ دو یہ معنی ہیں کہ اسے امن دو۔ تاکہ وہ اللہ کا کلام سن لے جس میں صحت توحید کے دلائل ہیں اور نبی کے صحت نبوت کی دلیلیں ہیں اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر کوئی کافر اللہ کے بیان توحید اور نبی کی صحت نبوت کے بارے میں اقامت دلیل و برہان کا مطالبہ کرے تو ہمارے لیے اس کا قتل کر دینا ناجائز ہے۔ جب کہ اس سلسلے میں وہ ہم سے طالب امن ہو۔ سوا اس صورت کے کہ ہم دلیلیں بیان کر چکیں۔ اور حجت قائم کر لیں، کیوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ امان دیں یہاں تک کہ وہ کلام الہی سن لے اور اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اگر کوئی ہم سے امور دین کی تعریف و تمجید چاہے تو ہم اسے تعلیم دیں، اس لیے کہ وہ کافر ہمارے پاس اس لیے پناہ گزین ہوا ہے کہ دین کی صحت معرفت حاصل کرے۔"

علامہ صابونی نے بھی لکھا ہے کہ

کافر کو اس کے مقام تک پہنچا دو یعنی اگر دعوت اسلام سننے کے بعد وہ واپس جانا چاہے تو اسے اس کی قوم تک

حفاظت سے پہنچا دو تاکہ (بعد میں) وہ (اطمینان کے ساتھ) معاملہ پر غور کر سکے۔ (2)

قرطبی نے آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

"ظَاهِرُ الْآيَةِ إِنَّمَا هُوَ فِيمَنْ يُرِيدُ سَمَاعَ الْقُرْآنِ وَالنَّظَرَ فِي الْإِسْلَامِ، فَأَمَّا الْإِجَارَةُ لِغَيْرِ ذَلِكَ فَإِنَّمَا هِيَ لِمَصْلَحَةِ الْمُسْلِمِينَ وَالنَّظَرُ فِيمَا يَتَعَدَّدُ عَلَيْهِمْ بِهِ مِنْ مَنَفَعَةٍ" - (3)

"آیت کا تعلق بظاہر اس شخص سے ہے جو قرآن مجید کو سننا اور اسلام پر غور و فکر کرنا چاہے اس کے علاوہ جہاں تک کسی اور مقصد سے امان فراہم کرنے کا تعلق ہے تو اس میں مسلمانوں کو سامنے رکھا جائے گا۔"

اس سلسلہ میں فقہاء نے بھی کچھ معلومات فراہم کی ہیں ذیل میں انہیں درج کیا جا رہا ہے۔

¹ - جصاص، احمد بن علی الرازی، احکام القرآن، (مصر: دار احیاء الکتب العربیة، 1992) 3/ 103-104

² - صابونی، روائع البیان تفسیر آیات الاحکام، 1/ 522

³ - قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، 8/ 76

اگر کوئی شخص دین سیکھنے اور اسلامی شریعت کو جاننے کی غرض سے امان طلب کرے تو اسے امان دی جائے گی بلکہ ایسے موقع پر امان دینا واجب ہے۔ پھر اسے اس کی منزل تک پہنچا دیا جائے گا یہی بات قتادہ، مکحول، امام اوزاعی اور امام شافعی وغیرہ سے منقول ہے۔ امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ یہ حکم قیامت تک کے لیے ہے سفیر، قاصد، اور مستامن کے لیے عقد امان جائز ہے۔ رسول مشرکین کے سفراء کو امان دیا کرتے تھے یہاں تک کہ مسیلمہ کذاب سفیر بن کر آپ کی خدمت میں آیا تو آپ نے فرمایا سفیروں اور قاصدوں کے قتل کا دستور نہیں ہے ورنہ میں تم دونوں کو قتل کر دیتا۔ یہ ایک ضرورت بھی ہے۔ اگر ہم ان کے قاصدوں کو قتل کریں گے تو وہ بھی ہمارے قاصدوں کے ساتھ یہی معاملہ کریں گے۔ پھر سفارت کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔^(۱)

اس لیے فقہاء نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ جب مسلمان کسی شہر یا قلعہ کا محاصرہ کریں تو انھیں مندرجہ ذیل باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ پہلے ان غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دیں اگر وہ قبول کریں تو قتال نہیں کیا جائے گا۔^(۲)

۲۔ جس کو اسلام کی دعوت نہیں دی گئی ہے اسے قتال کرنا جائز نہیں۔^(۳)

۳۔ اگر بغیر دعوت اسلام کے ان سے قتال کیا تو سب گناہ گار ہوں گے۔^(۴)

نسفی فرماتے ہیں کہ:

اگر کافروں نے امان کی درخواست کی کہ ہمیں اس شرط پر امان دی جائے کہ پہلے ہم پر ایمان پیش کیا جائے اگر یہ قبول کر لیں تو خیر ورنہ ہم اپنی پناہ گاہ پر واپس کر دیئے جائیں تو امام المسلمین پر اس شرط کا قبول کرنا واجب ہے۔ پس اگر قلعہ میں چلے جائیں مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ انھیں قتل کریں یا ان کی عورتوں اور بال بچوں کو گرفتار کر لیں۔^(۵)

اسی طرح حدیث میں بھی اس کا ثبوت ملتا ہے حضور کا ارشاد ہے۔ ((خیرکم من تعلم القرآن وعلمه))۔^(۶)

اس حدیث میں قرآن کی تعلیم اور اس کو سکھانے کی بات مطلق کہی گئی ہے۔ اور اس کے سلسلے میں مسلمان

اور کافر کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا گیا ہے۔ مذکورہ حدیث کے ذیل میں علامہ سرخسی نے لکھا ہے:

^۱ - ابن قدامہ، المغنی، 13/79

^۲ - مرغینانی، الہدایہ شرح بدایہ المبتدی، 2/539

^۳ - ایضاً: 540

^۴ - ایضاً

^۵ - نسفی، عبد اللہ بن احمد ابن نجیم، النہر الفائق شرح کنز الدقائق، (بیروت: الکتب العلمیہ، 2002) 5/138

^۶ - البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ، حدیث رقم 5027۔

"وَإِذَا كَانَ يَنْدُبُ إِلَى تَعْلِيمِ غَيْرِ الْمُخَاطَبِينَ، وَجَاءَ أَنْ يَعْمَلُوا بِهِ إِذَا خُوطِبُوا، فَلَاَنْ يَنْدُبَ إِلَى تَعْلِيمِ الْمُخَاطَبِينَ لِلرَّجَاءِ أَنْ يَهْتَدُوا بِهِ وَيَعْمَلُوا كَمَا أُولَى" - (1)

”جب یہ بات پسندیدہ ہے کہ جو لوگ قرآن کے مخاطب نہیں ان کو اس کی تعلیم دی جائے اس امید پر کہ جب ان کے سامنے بات رکھی جائے گی تو وہ اس پر عمل کریں گے تو یہ بات کہ جو لوگ اس کے اصل مخاطب ہیں (مسلمان) ان کو اس کی تعلیم دی جائے اس امید پر کہ وہ راہ یاب ہوں اور اس کے مطابق عمل کریں یہ اس سے بڑھ کر پسندیدہ اور مطلوب ہوگی۔“

شرح السیر سے اس بات کی بھی صراحت ہوتی ہے:

"إِذَا قَالَ الْحَرَبِيُّ: "أُرِيدُ أَنْ أَتَعَلَّمَ الْقُرْآنَ"، فَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَعْلَمَهُ الْمُسْلِمُ وَيَفْقَهُهُ فِي الدِّينِ؛ لَعَلَّ اللَّهَ يَقْلِبَ قَلْبَهُ" - (2)

”اگر حربی یا ذمی مسلمان سے کہے کہ مجھ کو قرآن کی تعلیم دو تو کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس کو اس کی تعلیم دے اور اس کے اندر دین کی سمجھ پیدا کرے ممکن ہے کہ اس طرح اللہ اس کے دل کو پلیٹ دے۔“
(یعنی مسلمان ہو جائے)

فقہ حنفی میں بھی اس سے وابستہ بات کہی گئی ہے:-

"قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: «أَعْلَمُ النَّصْرَانِيَّ الْفَقْهَ وَالْقُرْآنَ؛ لَعَلَّهُ يَهْتَدِي، وَلَا يَمَسُّ الْمُصْحَفَ، وَإِنْ اغْتَسَلَ ثُمَّ مَسَّ فَلَا بَأْسَ»" - (3)

”امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ عیسائی کو فقہ اور قرآن کی تعلیم دوں گا کیا معلوم کہ وہ اسلام کے سیدھے راستہ پر آجائے، البتہ اس کو مصحف چھونے کی اجازت نہیں ہوگی۔ ہاں وہ غسل کرے پھر اس کو چھوئے تو کوئی جرح نہیں ہے۔“

عبادت گاہوں کا تحفظ:

یہ نکتہ بھی انتہائی اہم ہے کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے معبد محفوظ رہیں گے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں اسلامی تعلیمات یہ کہتی ہیں کہ ان کی عبادت کے مقامات کو محفوظ رکھا جائے گا کسی طرح کا ان سے تعرض نہ کیا جائے گا بلکہ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ غیر مسلموں کے عبادت خانوں کو تحفظ فراہم کریں اگر کوئی ظالم و جابر ایسا کرتا ہے تو وہ خدا کے فرمان کے خلاف کرتا ہے اور اس کی حفاظت کے لیے بسا اوقات اسلام کو تلوار اٹھانے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے:

﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِمَتْ صَوْمُعُ وَبِيعَ وَصَلَوْتُ وَمَسْجِدُ يُذَكَّرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾

¹ - السرخسی، شرح السیر الکبیر، 1/38-39

² - ایضاً

³ - ابن نجیم، زین الدین الشہیر، الاشباہ والنظائر، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1999) ص 91

(۱)

"اگر اللہ لوگوں میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ دفع نہ کرتا تو خانقاہیں گر جے، عبادت گاہیں، اور مساجد جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم کر دیئے جاتے اور اللہ ضرور مدد کرے گا ان لوگوں کی جو اس کی مدد کرتے ہیں، بے شک اللہ طاقت ور اور غالب ہے۔"

آیت کے ذیل میں طبری بیان کرتے ہیں صومعہ کی جمع صوامع ہے مراد عام راہبوں اور سنیاسیوں کی خانقاہیں۔ "بیعہ کی جمع بیع سے مراد عیسائیوں کے گر جے، صلوة کی صلوات" سے مراد یہود کے عبادت خانے اور ان کے کیسے اور مسجد کی جمع مساجد کا مطلب اہل اسلام کی مسجدیں ہیں۔ (۲)

مطلب یہ ہے کہ جہاد کا حکم صرف مسلمانوں ہی کو نہیں دیا گیا بلکہ ظلم و بربریت کو مٹانے کے لیے دوسرے انبیاء اور ان کی امتوں کو بھی دیا جاتا رہا ہے اگر یہ حکم نہ ہوتا تو دنیا میں ظلم و ستم عام ہو جاتا اور عبادت گاہیں تک محفوظ نہ رہتیں۔ اللہ کے دشمن اور اس کے ساتھی انہیں بھی مسمار کر کے رکھ دیتے اس لیے جب بھی ظلم نے حد سے تجاوز کیا اور ظالموں نے دین و مذاہب کی نشانیوں کو بھی ملیا میٹ کر دینا چاہا ہے تو باری تعالیٰ نے اہل حق کو ان کی سرکوبی کے لیے کھڑا کیا ہے اور ان کے ذریعہ اس طرح ظلم کے پرھتے قدم روک دیئے ہیں۔ (۳)

اس سے ملتی جلتی بات ابن قیم نے احکام اہل الذمہ میں لکھی ہے:

اس آیت میں مختلف عبادت گاہوں کا تذکرہ انبیاء کرام کے مختلف زمانوں سے متعلق ہے اگر خدا تعالیٰ کی طرف ظالموں کی سرکوبی کے لیے انسانوں کا گروہ نہ ہوتا تو کسی نبی کے زمانے عبادت و پرستش کے لیے کوئی جگہ باقی نہ رہتی۔ اور بندگی رب کے یہ مقامات خرد برد کر دیئے جاتے حضرت موسیٰ کے زمانہ میں کیسے باقی نہ رہے ان کی شریعت کے مطابق خدا کی عبادت کا فریضہ انجام دیا جاتا ہے حضرت عیسیٰ کے زمانے میں ان کے عبادت خانے، صومع اور "بیع محفوظ نہ ہوتے اور حضرت محمد کے زمانہ میں ان کی قائم کردہ مسجدوں کو ڈھادیا جاتا۔ (۴)

اسی طرح اس آیت کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ظلم و جبر جو مشرکین کی جانب سے مسلمانوں پر ہو رہا ہے اگر اہل ایمان کو اس کے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت نہ ہوتی تو زمین پر کوئی بھی عبادت گاہ باقی نہیں رہتی۔ یہودیوں کے معبد نصاریٰ کے گر جے، اور خانقاہیں اور مسلمانوں کی مساجد سب منہدم کر دی جاتی۔ (۵)

۱۔ حج: 40

۲۔ طبری، 17/114۔

۳۔ قرطبی، احکام القرآن، 13/70

۴۔ ابن قیم، احکام اہل الذمہ، 2/668

۵۔ ماوردی، علی بن محمد، النکت والعیون، 3/84۔

ان میں سے کوئی بھی مفہوم مراد لیا جائے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عبادت گاہوں کو مسمار کرنا، اسلام کے نزویک سراسر ظالمانہ رویہ ہے، اسلام کی تعلیمات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انکی حفاظت بھی اسی طرح ہونی چاہیے جس طرح مساجد کی ہوتی ہے۔ اسی طرح دنیا میں غیر مذہب کی عبادت کی جگہ کو بھی عزت و احترام کا درجہ حاصل ہو گا چاہیں وہ مشرک و بت پرستی کے معبد کیوں نہ ہوں۔ کیوں کہ لہدمت صوامع کی تفسیر ان الفاظ میں کی گئی ہے، ”صوامع وان كان يشرك به“ - (1)

صوامع اگرچہ ان کے اندر اللہ کے ساتھ شرک کیا جاتا ہو، انہی سے دوسرا قول اس طرح مروی ہے:

”ان الله يحب ان يذكر ولو كان من كافر“ - (2)

”اللہ کو یہ پسند ہے کہ اسے یاد کیا جائے چاہے کسی کافر کے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو۔“

مذکورہ آیت میں ان امتوں کی عبادت گاہوں کا ذکر ہے جس کے پاس پرانے زمانے سے آسمانی کتاب رہی ہیں۔ مجوس یا مشرکین کا ذکر نہیں ہے اس لیے کہ یہ ان قوموں میں نہیں ہیں جن کی حمایت واجب ہو اور صرف اہل شریعہ کے یہاں اللہ کو یاد کیا جاتا ہے۔ (3)

ابن قدامہ کے مطابق جن شہروں کو مسلمانوں نے فتح کیا ہے ان میں غیر مسلم نئی عبادت گاہیں تو نہیں بنا سکیں گے البتہ ان کی قدیم عبادت گاہیں باقی رہیں گی۔ درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

”ایما مصر مصرته العجم ففتحہ اللہ علی العرب فنزلوه فان العجم سافى عهدهم“ - (4)

”جس شہر کو عجم نے آباد کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے عربوں کو اس پر فتح نصیب کی اور وہ وہاں پہنچے تو عجم

کی وہ چیزیں باقی رہیں گی جو ان کے عہد میں تھیں۔“

قرطبی نے یہ بھی لکھا ہے کہ ذمیوں کے کلیسا ان کی عبادت گاہیں اور ان کے آتش کدے مسمار نہیں کیے جائیں گے۔ (5)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مشرکوں کے عبادت خانوں کے متعلق اسلام کی کیا تعلیمات ہیں کیوں کہ مذکورہ دلائل کا تعلق اہل کتاب کی عبادت گاہوں سے وابستہ ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک رائے یہ بھی ملتی ہے کہ صلوات سے مراد صائین کی عبادت گاہ ہے۔ (6)

1 - ابن قیم، احکام اہل الذمۃ، 2/ 668

2 - ایضاً

3 - قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، 14/ 17

4 - ابن قدامہ، المغنی، 13/ 240

5 - قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، 12/ 70

6 - طبری، جامع البیان، 9/ 125

اس بناء پر مشرکوں کی عبادت گاہوں سے بھی کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ اگر ان کی عبادت گاہوں کو چھیڑا گیا تو یہ عمل مذہبی دل آزاری میں آجائے گا۔ اور یہ قطعی جائز نہیں ہے۔

غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے تحفظ کے سلسلہ میں عہد رسالت میں بھی مثالیں ملتی ہے۔ حضور نے 9ھ میں عیسائیوں سے معاہدہ کیا تھا اس معاہدے کی رو سے عیسائیوں کو تمام حقوق فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے عبادت خانوں کا تحفظ اور دیگر مذہبی امور کو انجام دینے کی اجازت دی ہے۔

"بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ إِلَى الْحَارِثِ وَالسَّقَافَةِ نَجْرَانَ وَكَفْتِهِمْ وَرَهْبَانِهِمْ وَأَهْلَ بَيْتِهِمْ وَرَفِيقَهُمْ وَمِلَّتِهِمْ وَمَوَاطِنَهُمْ، وَعَلَى كُلِّ مَا تَحْتَ أَيْدِيهِمْ مِنْ قَلِيلٍ أَوْ كَثِيرٍ، جَوَارِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ. لَا يَغِيرُ أَسْقَفُ مِنْ سَقْفِيَّتِهِ، وَلَا رَاهِبٌ مِنْ رَهْبَانِيَّتِهِ، وَلَا كَاهِنٌ مِنْ كَهَانِيَّتِهِ، وَلَا بَغِيرُ حَقٍّ مِنْ حَقِّهِمْ، وَلَا سُلْطَانُهُمْ، وَلَا سَيِّمًا كَانُوا عَلَيْهِ. عَلَى ذَلِكَ جَوَارِ اللَّهِ وَرَسُولُهُ أَبَدًا" (1)

یعنی محمد ﷺ کی طرف سے اسقف ابو حارث اور نجران کے دوسرے پادریوں اور راہبوں ان کے رفیقوں، اہل بیت اور غلاموں کو یہ یقین دلایا جاتا ہے کہ عبادت اور خانقاہوں میں ہر ایک چھوٹی بڑی چیز جیسی تھی ویسی ہی رہے گی خدا اور اس کے رسول نے یہ عہد کیا کہ نہ کوئی بشارت اپنے عہدے سے اور نہ کوئی راہب اپنی خانقاہ سے اور نہ کوئی پادری اپنے منصب سے خارج کیا جائے گا اور نہ ان کے اختیارات حقوق اور معمول میں کسی قسم کا تغیر ہونے پائے اور جب تک وہ امن اور صلح اور سچائی کے ساتھ رہیں نہ ان پر جبر کی جائے اور نہ وہ کسی پر جبر یا زیادتی کریں۔“

ایک اور معاہدہ کا ذکر بھی ملتا ہے۔ یہ معاہدہ محمد ﷺ نے ۶۲۳ء میں سینٹ کیتھرائن سے کیا تھا۔ اس معاہدے میں بھی راہبوں اور تمام عیسائیوں کو مذہبی آزادی عبادت گاہوں کا تحفظ اور تمام حقوق عطا کیے گئے۔

کوئی مسلمان احکام کی خلاف ورزی کرے گا تو خدا کے عہد کو توڑنے والا ہو گا اس کے احکام کے خلاف کرنے والا اور اپنے دین کا ذلیل کرنے والا خیال کیا جائے گا۔ اس حکم کی رو سے خود پیغمبر ان کے ذمہ دار ہوئے۔ اور اپنے ماننے والوں کو تاکید کی کہ وہ عیسائیوں کے گرجاؤں، راہبوں کے مکانوں اور زیارت گاہوں کو ان کے دشمنوں سے بچائیں اور تمام مضر اور تکلیف دہ چیزوں سے ان کی حفاظت کریں نہ ان پر بے جا ٹیکس لگایا جائے نہ کوئی اپنی حدود سے خارج کیا جائے، نہ کوئی عیسائی اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور کیا جائے نہ کوئی راہب اپنی خانقاہ سے نکالا جائے اور نہ کوئی زائر اپنی زیارت سے روکا جائے۔ اور نہ مسلمانوں کے مکان اور مسجد بنانے کی غرض سے عیسائیوں کے گرجے مسمار کیے جائیں جب کہ عیسائیوں سے اس امر کی امید نہیں کی جاتی کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر ان کے دشمنوں سے مقابلہ کریں۔ اس لیے کہ خراج گزاروں کو جنگ و جدال سے کوئی تعلق نہیں۔ مسلمانوں کی عیسائی بیویاں اپنے مذہب پر قائم رہیں۔ اور اس بناء پر ان سے کسی طرح کی ایذا رسانی نہیں کی جاتی تھی محمد ﷺ نے اس معاہدے میں

¹ - حمید اللہ، ڈاکٹر، مجموعہ الوثائق السياسية للعہد النبوی والخلافتہ الراشدہ، (بیروت: دار الارشاد، 1389ھ) ص 145

یہ بھی تحریر فرمایا ہے اگر عیسائیوں کے گرجاؤں، صومعوں کی تعمیر میں یا اپنے کسی مذہبی امر میں مدد کی ضرورت ہو تو مسلمانوں کو ہر طرح ان کی اعانت کرنا چاہیے تم یہ خیال نہ کرو کہ اس سے ان کے مذہب میں شرکت ہوتی ہے بلکہ یہ صرف ان کے احتیاج کو رفع کرتا ہے جو خدا کے حکم سے ان کے حق میں تحریر کیے گئے ہیں۔^(۱)

غیر مسلم عبادت گاہوں کی تعمیر و مرمت:

شرح اکسیر الکبیر میں لکھا ہے:

"لا یجمع فی ارض العرب دینان" - (۲)

"عرب کی سر زمین میں دو دین ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔"

اس طرح یہ بھی مذکور ہے:

"لا یجتمع فی جزيرة العرب دینان" - (۳)

"عرب کے جزیرہ میں دو دین ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔"

ایک اور جگہ مذکور ہے:

"لا خصاء فی الاسلام ولا کنیسة" - (۴)

"اسلام میں نہ بدھیا کی گنجائش ہے (یعنی کوئی شخص مستقل طور پر نامرد ہو جائے) نہ غیر اقوام کے

عبادت خانوں (کنیسیہ) کے لیے اس میں کوئی جگہ ہے۔"

ابن تیمیہ رقمطراز ہیں کہ

"لا تصلح قبلتان فی ارض" - (۵)

"ایک ہی سر زمین میں دو قبلوں کی موجودگی کچھ اچھی نہیں ہے۔"

اسی طرح ابن تیمیہ نے بھی لکھا ہے

"لا یجتمع بیت رحمة و بیت عذاب" - (۶)

"رحمت کا گھر اور عذاب کا گھر ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔"

مذکورہ روایات کی روشنی میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اسلامی ریاست میں ان شہروں میں جنہیں مسلمانوں

نے آباد کیا ہے وہاں غیر مسلم اپنی عبادت گاہیں تعمیر نہیں کر سکتے اسی طرح جن شہروں کو مسلمانوں کے تہذیبی مرکز

^۱۔ رئیس احمد جعفری، اسلام اور رواداری، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۵۵) ص ۲۳۴

^۲۔ السرخسی، شرح السیر الکبیر، ۲۵۸/۳

^۳۔ ماوردی، ابوالحسن علی بن محمد، الاحکام السلطانیة والولايات الدینیة (مصر: مطبع مصطفیٰ، ۱۹۷۳)

^۴۔ السرخسی، شرح السیر الکبیر، ۲۴۹/۳

^۵۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام، فتاویٰ ابن تیمیہ، ۶۳۹/۲۸

^۶۔ ابن تیمیہ، فتاویٰ ابن تیمیہ، ۶۳۹/۲۸

کی حیثیت سے جانا جاتا ہے جیسے بغداد میں روح کا کلیسا البتہ جن دیہاتوں میں خاص کر ذمیوں کی آبادیاں ہیں وہاں وہ اپنی عبادت گاہیں تعمیر کر سکتے ہیں۔^(۱)

نیز فقہاء نے یہ مسئلہ بھی لکھا ہے کہ اگر کسی علاقے کے لوگوں کی اسلامی ریاست سے اس بات پر صلح ہو جائے کہ پورے علاقہ پر یا اس کے ایک حصہ پر قبضہ ان کا رہے گا اور وہ خراج ادا کریں گے تو صلح کے مطابق زمین ان کی ہوگی اور وہ اس میں اپنی عبادت گاہیں اور گربے تعمیر کر سکتے ہیں۔^(۲)

سرخسی کے مطابق امصار المسلمین میں ذمیوں کے جو قدیم معابد ہوں ان سے تعرض نہیں کیا جاسکتا البتہ وہ ٹوٹ جائیں تو انہیں اس جگہ دوبارہ بنالینے کا حق ہے۔ لیکن نئے معابد بنانے کا حق نہیں ہے۔^(۳)

اسی طرح وہ مقامات جو اب مصر میں نہ رہے ہوں یعنی امام نے ان کو ترک کر کے وہاں اقامت جمعہ وعیدین اور اقامت حدود کا سلسلہ بند کر دیا ہو، ان میں بھی ذمیوں کو نئے معبد کی تعمیر اور اپنے شعائر کے اظہار کا حق حاصل ہے۔^(۴)

البتہ جن شہروں کو مسلمانوں نے آباد کیا ہے ان کے بارے میں ابن عباس کا فرمان یہ ہے:

"وَأَمَّا مِصْرُ مِصْرَتِهِ الْعَرَبُ، فَلَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَحْدُثُوا فِيهِ بِنَاءَ بَيْعَةٍ وَلَا كَنِيسَةٍ، وَلَا يَقْرَبُوا فِيهِ بِنَاقُوسٍ، وَلَا يَظْهَرُوا فِيهِ خُمْرًا، وَلَا يَتَّخِذُوا فِيهِ خَنْزِيرًا. وَكُلُّ مِصْرٍ كَانَتْ الْعِجْمُ مِصْرَ، فَفَتْحَهُ اللَّهُ عَلَى الْعَرَبِ، فَزَلُّوا عَلَى حُكْمِهِمْ، فَلِلْعِجْمِ مَا فِي عَهْدِهِمْ، وَعَلَى الْعَرَبِ أَنْ يُوَفُّوا لَهُمْ بِذَلِكَ."^(۵)

"جن شہروں کو مسلمانوں نے آباد کیا ہے ان میں ذمیوں کو یہ حق نہیں ہے کہ نئے معابد اور کنائس تعمیر کریں یا ناقوس بجائیں یا علانیہ شراب اور سور کا گوشت پیئیں۔ باقی رہے وہ شہر جو عجمیوں کے آباد کیے ہوئے ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح کیا ہے اور انھوں نے مسلمانوں کے حکم کی اطاعت قبول کر لی تو عجم کے لیے وہی حقوق ہیں جو ان کے معابدوں میں طے ہو جائیں اور مسلمانوں پر ان کا ادا کرنا لازم ہے۔"

ان آثار و شواہد کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے معابد باقی رہیں گے ان سے کسی طرح کا تعرض نہ کیا جائے گا اگر ان کو مرمت کرنے کی ضرورت ہے تو وہ اپنے معابد کو نقش و نگار کر سکتے ہیں کیوں کہ یہ ان کا آئینی حق ہے اور اسلام اس معاملہ میں کسی طرح کی رکاوٹ پیدا نہیں کرتا ہے، غیر مسلم اسلامی ریاست میں نئے معابد تعمیر کر سکتے ہیں یا نہیں۔ دراصل اس سلسلے میں قدر اختلاف ہے مگر

^۱ - ابن قدامہ، ابو محمد عبد اللہ احمد بن محمد المقدسی، المغنی علی مختصر الحزنی، (مطبع مصر، ۱۹۹۲ء)، ۱۳/ ۳۹-۴۰

^۲ - ایضاً، ص ۲۴۰

^۳ - السرخسی، شرح السیر الکبیر، ۳/ ۲۵۱

^۴ - ایضاً، ۳/ ۲۵۱

^۵ - ابو یوسف، کتاب الخراج، ص ۸۸

وہ بستیاں جن پر قبضہ غیر مسلموں کا ہے ان میں ان کی آبادی زیادہ ہے تو وہ ان میں نئے معاہدہ تعمیر کر سکتے ہیں البتہ جن بستیوں کو امصار المسلمین کہا جاتا ہے یا ان کو مسلمانوں نے فتح کیا ہے ان میں معاہدہ تعمیر نہیں ہوں گے، ہاں لیکن یہ ضرور ہے کہ ان کے پرانے معاہدہ کسی وجہ سے مسمار ہو گئے یا وہ قابل مرمت ہیں تو ان کو اسی جگہ پر بنایا بھی جائے گا اور ان کو زیب و آرائش بھی کیا جائے گا۔

غیر مسلم کا مذہبی مقامات میں داخلہ:

یہ ایک اہم اور بنیادی مسئلہ ہے جس کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں ایک بات تو یہ ہے کہ غیر مسلم یا مشرک حدود حرم میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں دوسرا مسئلہ یہ بیان کرتا ہے کہ غیر مسلم یا مشرک کا مسجد میں داخل ہونا از روئے شرع کیسا ہے۔ البتہ بغرض ضرورت اس کی اجازت ہوگی یا نہیں؟ ساتھ ہی یہ بھی بتانا ضروری ہے کہ اگر کوئی مسلمان غیر مسلم کے معاہدہ میں نماز پڑھتا ہے تو کیسا ہے۔ مذکورہ باتوں کو ذکر کرنے سے قبل ضروری سمجھتا ہوں کہ پہلے مشرک کا مفہوم بیان کر دیا جائے تاکہ مسئلہ کی نوعیت کو سمجھنا آسان ہو۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ

هَذَا وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنْ شَاءَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾^(۱)

"اے ایمان والو بے شک مشرک نجس ہیں لہذا اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ آنے پائیں اگر تم

تنگ دستی سے ڈرتے ہو تو اللہ تعالیٰ جلد ہی تمہیں اپنے فضل سے غنی کرے گا بے شک اللہ علم اور حکمت والا ہے۔"

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسجد اہل اسلام کا مقدس ترین مقام ہے اور قرآن میں صاف آیا ہے کہ مشرک نجس یعنی ناپاک ہوتے ہیں۔ اس لیے مشرکوں یا غیر مسلموں کو مسلمانوں کے مذہبی مقامات مسجد کے علاوہ بھی داخل نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے نجس ہونے کا معنی و مفہوم احکام القرآن میں اس طرح مذکور ہے:

"إطلاق اسم النجس على المشرك من جهة ان الشرك الذي سب اجتنابه كما يجب اجتناب

النجاسات والاقدار يعتق فلذلك سماهم نجساً" - (۲)

"مشرک پر اسم نجس کا اطلاق اس پہلو سے ہے کہ شرک سے جس پر کہ اس کا عقیدہ ہے اسی طرح اجتناب

ضروری ہے جس طرح نجاسات اور گندگیوں سے پرہیز کرنا لازمی ہے اس لیے انہیں نجس کہا گیا ہے اس کے

علاوہ جمہور کی رائے مذکورہ رائے سے الگ ہے ان کے یہاں مشرک نجس نہیں ہوتا ہے۔"

اس بات کو علامہ شوکانی نے فتح القدیر میں تحریر فرمایا ہے:

^۱ - التوبہ: 28

^۲ - جصاص، احکام القرآن، 3/108

"وذهب الجمهور من السلف والخلف ومنهم اهل المذاهب الاربعة الى ان الكافر ليس بنجس الذات لان الله سبحانه أحل طعامهم وثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم في ذلك من فعله وقوله سايفيد عدم نجاسة ذواتهم فاكل في آنيتهم وشرب منها توضأ فيها وأنزلهم في مسجده" - (1)

"جمہور سلف و خلف اور ائمہ اربعہ کا مسلک یہ ہے کہ کافر اپنی ذات میں نجس نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کھانے حلال کیے ہیں اور حضور کے قول و عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذات میں نجس نہیں ہیں آپ نے ان کے برتنوں میں کھایا ہے ان میں پیا ہے ان سے قصد فرمایا ہے اور انھیں اپنی مسجد میں قیام کرایا ہے۔"

مشرک کے نجس ہونے یا نہ ہونے کے سلسلہ میں ہمارے سامنے دو رائے آئیں۔ یقیناً اس سلسلہ میں جمہور کا مسلک اختیار کیا جائے کہ مشرک اپنی ذات کے اعتبار سے نجس نہیں ہے جب مشرک نجس نہیں ہے تو اس کا داخلہ بھی مسجد میں ممنوع نہیں ہوگا۔

نووی بیان کرتے ہیں:

"اما الكافر محكمة في الطهارة والنجاسة حكم المسلم هذا مذهبنا ومذهب الجماهير السلف والخلف واما قول الله من عز وجل انما المشركون نجس فالمراد نجاسة الاعتقاد والاستقذار وليس المراد ان اعضائهم نجسة كنجاسة البول والغائط ونحوهما فاذا ثبت طهارة الآدمي مسلماً كان او كافراً فعرفه ولعابه ودسعه طاهرات سواء كان محدثاً او جنباً او حائضاً او نفساء وهذا كله باجماع المسلمين" - (2)

"کافر کا حکم بھی پاکی اور ناپاکی کے معاملہ میں مسلم ہی کا حکم ہے۔ یہی ہمارا (شوافع) اور جمہور سلف و خلف کا مذہب ہے۔ اللہ کے ارشاد انما المشركون نجس سے اعتقاد کی نجاست اور گندگی مراد ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے اعضاء جسم پیشاب پاخانے کی طرح ناپاک ہیں۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ آدمی پاک ہے چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر تو اس کا پسینہ، لعاب اور آنسو بھی پاک ہیں خواہ وہ بے وضو ہو یا جنابت کی حالت میں عورت حیض اور نفاس کی حالت میں ہو تو بھی پاک ہے، ان باتوں پر مسلمانوں کا اجتماع ہے۔"

اب یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ کافر پاک ہے حتیٰ کہ اس کا پسینہ لعاب اور آنسو بھی پاک ہیں پتہ یہ چلا کہ مشرک کا مسجد میں داخل ہونا ممنوع نہیں ہے۔ اس کی تائید جصاص بھی کرتے ہیں:

"ولم يكن أهل الذمة ممنوعين من هذه المواضع" - (3)

"ان مواضع (مسلمانوں کی عبادت گاہوں) میں اہل ذمہ کا داخلہ ممنوع نہیں ہے۔"

کیوں کہ اس کی تائید ذیل کی دو روایتوں سے ہوتی ہے:

¹ - شوکانی، محمد بن علی، فتح القدير الجامع بين فن الرواية والدراية من علم التفسير، (بيروت: دار المعرفه 2013) 2/446

² - نووی، أبو زكريا محيي الدين يحيى، المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، (بيروت: دار إحياء التراث العربی 1987) 2/66

³ - جصاص، احكام القرآن، 3/109

((ان وفد ثقیف لما قدموا علی رسول الله ضرب لهم فيه في المسجد فقالوا یا رسول الله قوم انجاس قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انه ليس علی الارض من انجاس الناس شي انما انجاس علی أنفسهم))⁽¹⁾

"وفد ثقیف جب رسول کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے ان کے لیے مسجد میں ایک خیمہ نصب کر لیا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو نجس لوگ ہیں۔ رسول نے فرمایا زمین پر لوگوں کی نجاست اثر انداز نہیں ہوتی۔ لوگ اپنے تقدس اور قلوب کے اعتبار سے گندے ہوتے ہیں۔"

ابو بکر جصاص نے اس کے بعد درج ذیل روایت کو پیش کر کے اس بات کا حتمی ثبوت فراہم کیا ہے کہ غیر مسلموں کو مسجد میں آنے کی پوری اجازت ہے۔

"عن سعید بن المسیب أن أبا سفیان كان يدخل مسجد النبي وهو كافر" -⁽²⁾

"یونس زہری سے اور وہ سعید ابن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ ابوسفیان مسجد نبوی میں داخل ہوا کرتا تھا حالاں کہ وہ کافر تھا۔"

مذکورہ دونوں حدیثوں کے ذیل میں ابو بکر جصاص نے لکھا ہے:

"فاما وفد ثقیف فانهم جاؤا بعد فتح مكة الى النبي الآية نزلت في السنة التي حج فيها ابو بكر وهي سنة تسع فانزلهم النبي في المسجد واخبر ان كونهم انجاساً لا يمنع وقولهم المسجد وفي ذلك دلالة على ان نجاسة الكفر لا يمنع الكافر من دخول المسجد" -⁽³⁾

"جہاں تک وفد ثقیف کا تعلق ہے یہ لوگ فتح مکہ کے بعد محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جس سال ابو بکر نے حج کیا تھا یعنی نویں ہجری سال کا واقعہ ہے پھر بھی رسول نے ان لوگوں کو مسجد میں اتارا اور بتایا کہ ان کا ناپاک ہونا ان کے مسجد میں داخلہ کے لیے مانع نہیں ہے۔ اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کافر کا ناپاک ہونا مسجد کے داخلہ میں حائل نہیں ہوگا۔"

قرآن وحدیث کے علاوہ تاریخ وفقہ کی کتابوں میں بھی اس موضوع سے متعلق مواد ملتا ہے ذیل میں اس کو بھی پیش کیا جا رہا ہے۔

"وقدم عمير بن وهب فدخل المسجد والنبي فيه ليقتلك به" -⁽⁴⁾

"عمیر بن وہب مکہ مدینہ پہنچے اس وقت نبی مسجد میں تھے وہ مسجد میں داخل ہوئے تاکہ آپ کو قتل کر دیں۔"

¹ - جصاص، احکام القرآن، 3/532

² - ایضاً، 3/159

³ - ایضاً، 3/110

⁴ - ابن قدامہ، المغنی، 13/246

لیکن اللہ نے انھیں اسلام کی دولت سے نوازا، ضمناً یہ مسئلہ بھی قابل وضاحت ہے کہ مساجد میں عدالت کا قیام ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر اسلام میں اس کی اجازت ہے تو مسجد میں غیر مسلم کی شرکت کا کیا حکم ہے اس سلسلہ میں فقہاء نے درج ذیل نکات فراہم کی ہیں۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ عدالت میں مسلم اور غیر مسلم، پاک اور ناپاک دونوں طرح کے لوگ جاتے ہیں بنا بر این مسجد میں عدالت کا قیام نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ مسجد عبادت کے لیے ہوتی ہے اور عبادت کے لیے ہی مخصوص ہونی چاہیے۔ احناف کا مسلک یہ ہے کہ مسجد میں عدالت لگائی جاسکتی ہے چاہے وہ جامع مسجد میں یا کوئی ایسی جگہ ہو جہاں لوگوں کی آسانی سے آمد و رفت ہو سکے اور اپنے مقدمات لے کر پہنچ سکیں کسی طرح کی رکاوٹ نہ آنے پائے۔ اس سے امام احمد نے بھی اتفاق کیا ہے غالباً یہی رائے امام مالک کی بھی ہے۔ احناف اپنے دعوے کو مضبوط کرنے کے لیے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ کے مطابق معاملات کے فیصلے بذات خود ایک عبادت ہیں۔ اس لیے مسجد میں عدالت کا قیام بھی جائز ہے حتیٰ کہ رسول اور خلفاء راشدین مسجد میں مقدمات کی سماعت فرماتے تھے اور فیصلے کرتے تھے۔

غیر مسلموں کو مساجد میں نماز پڑھنے کا حکم:

جب اس مسئلہ کی وضاحت ہو گئی کہ غیر مسلموں کو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت ہے تو کیا اہل کتاب مسجدوں میں نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں، اس سلسلہ میں وثائق سیاسیہ میں مذکور ہے کہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے مسجد نبوی میں ٹھہرنے کی اجازت دی حتیٰ کہ انھیں اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ اس پر صحابہ کرام کو اعتراض ہوا۔ مگر محمد ﷺ نے قیام کرنے اور مسیحی مذہب کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ جب کہ یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ وہ اسلام قبول کرنے کی غرض سے نہیں آئے تھے ہاں حضور سے سیاسی، تعلقات استوار کرنا ان کا مقصد تھا۔ یعنی نجران کے عیسائیوں کو خدا اور اس کے رسول محمد کا ذمہ حاصل ہو گا۔ ان کی جان مذہب، زمین اور جائیداد کے بارے میں ان تمام لوگوں کو جو یہاں حاضر ہیں یا غائب ہیں قبیلہ والے ہیں یا پیر و کار ان کے کسی حق میں تغیر نہیں کیا جائے گا۔ جو کچھ ان کے قبضہ اور تصرف میں ہے۔ خواہ کم ہو یا زیادہ، اس میں کسی طرح کی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔ گزشتہ دور کے شبہات یا قتل کے معاملات میں وہ ماخوذ نہ کیے جائیں گے نہ وہ بیکار میں پکڑے جائیں گے نہ ان کے علاقہ کی زمین سے اسلامی فوج گزرے گی۔^(۱)

^۱ - حمید اللہ، وثائق سیاسیہ، ص 141

معاهدے کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہ ایک سیاسی معاہدہ تھا اور اس وفد کے آنے کا مقصد بھی یہی تھا اس کے باوجود بھی حضور کا رویہ انتہائی روادار نہ رہا۔

جب نصاریٰ کا وفد آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ مسجد میں تشریف رکھتے تھے یہ لوگ بہت عمدہ لباس سے آراستہ تھے بعض صحابہ جنھوں نے ان کو دیکھا تھا۔ فرماتے ہیں ہم نے ان کے بعد کوئی ایسا گروہ نہیں دیکھا۔ جس وقت یہ لوگ آئے ہیں۔ آپ عصر کی نماز پڑھ کر بیٹھے تھے ان کی نماز کا بھی وقت آیا یہ مسجد ہی میں نماز پڑھنے لگے۔ آپ نے فرمایا ان کو نماز پڑھنے دو کچھ نہ کہو، ان لوگوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔^(۱) پتہ یہ چلا کہ غیر مسلم یا اہل کتاب کو مسجد میں نماز پڑھنے کی شریعت اسلامیہ نے اجازت دی ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی کہ مسلمان بھی کنیسہ یا گرجے وغیرہ میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ کیوں کہ اسلام غیر مذہب کی عبادت گاہوں کو عبادت گاہ کی حیثیت سے تسلیم کرتا ہے۔ اہل کتاب کے معاہدے میں بھی کسی نہ کسی حیثیت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے۔
وتجوز الصلوة في الكنسية - (۲)

عیسائیوں اور یہودیوں کی عبادت گاہ میں مسلمان نماز پڑھ سکتے ہیں۔“

غیر مسلم کا داخلہ حدود حرم میں:

اس بحث کا ایک پہلو یہ بھی قابل ذکر ہے کہ غیر مسلم کا داخلہ حدود حرم میں ہو سکتا ہے یا نہیں؟ زیر بحث مسئلہ میں ہمارے سامنے دو رائے ہیں ایک رائے تو یہ ہے کہ سورہ توبہ آیت نمبر ۲۸ میں مشرکین کے مسجد حرام میں داخلہ کی ممانعت ہے البتہ حدود حرم میں وہ داخل ہو سکتے ہیں۔ دوسرا مسلک یہ ہے کہ حدود حرم میں بھی انھیں داخلہ کی اجازت نہیں ہے۔^(۳)

حنابلہ کہتے ہیں کہ مسجد حرام میں ذمی (غیر مسلم) کبھی داخل نہیں ہو سکتے۔ مسجد حرام ہی کے حکم میں حدود حرم بھی آتے ہیں۔ انھوں نے اپنی دلیل میں سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ایک کا حوالہ پیش کیا ہے جس میں معراج کا ذکر ہے۔ مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ غیر مسلم حدود حرم میں داخل ہونا چاہے تو اسلامی ریاست اسے منع کرے گی۔ تاجروں اور سفیروں کو بھی اس کی اجازت نہ ہوگی۔ اگر کسی غیر مسلم کے ساتھ سامان تجارت اور غلہ ہے تو وہ حرم سے باہر قیام کرے گا جو لوگ خریدنا چاہیں گے وہاں پہنچ کر خرید لیں گے اس طور پر غیر مسلم سفیر اپنا

^۱ - سیرۃ النبی، ج: دوم، ص: ۳۷۵

^۲ - البعلی، محمد بن علی، مختصر الفتاویٰ المصریۃ لابن تیمیۃ، (مصر: السنۃ الحمدیۃ، ۲۰۱۰) ص: ۶۵

^۳ - شوکانی، فتح القدیر، ۲/ ۴۴۶

پیغام مسلمانوں کے ذریعہ پہنچائے گا اور ضرورت پر تو حاکم اس سے باہر ملاقات کرے گا وہ عمد اُحد و حرم میں داخل ہو تو اس کی تعزیر ہوگی اور ناواقفیت سے داخل ہو تو تنبیہ ہوگی۔^(۱)

احناف کا مسلک یہ ہے کہ قرآن کی مذکورہ آیت میں ممانعت کا تعلق حج سے ہے۔ ایام حج میں غیر مسلم کا داخلہ خانہ کعبہ اور مقامات حج میں ممنوع ہے دوسرے ایام میں یہ ممانعت ختم ہو جاتی ہے اور غیر مسلم خانہ کعبہ اور مقامات حج پر جاسکتا ہے البتہ وہ اسے وطن نہیں بنا سکتا ہے جس طرح حجاز کو بنا سکتا ہے۔ وقت ضرورت آمد و رفت کر سکتا ہے نیز دیگر مساجد کے سلسلہ میں اس طرح کی پابندی بھی نہیں ہے۔ ہر زمانہ میں اسے ان میں داخلہ کی اجازت ہے۔^(۲)

غیر مسلموں کے تہوار اور عیدیں:

کسی بھی قوم کے تہوار اور جلسے جلوس اس کی تہذیبی شناخت ہوتی ہے اور ان کو منانا معاشرتی زندگی کا ایک اہم حصہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنے تہوار کی رسم بخوشی ادا کریں ایک فلاحی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی رعایا کے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کا انتظام وانصرام کرے۔ امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں لکھا ہے:

"وعلى ان يضربوا نواقيسهم في اى ساعة شاء وامن ليل او نهار الا في اوقات الصلوات على ان يخرجوا الصلوات في ايام عيدهم" - ^(۳)

"اسلامی ریاست کے غیر مسلموں کو آزادی ہے کہ نماز کے اوقات کے علاوہ رات اور دن کے جس وقت میں چاہیں اپنے سنگھ بجائیں۔ اسی طرح انھیں تہوار کے مواقع پر صلیب اٹھانے کی پوری آزادی ہوگی۔"

البتہ نماز کے اوقات کا خیال کرتے ہوئے اپنی پوجا پاٹ کر سکتے ہیں اور جلسے جلوس نکال سکتے ہیں۔ کیوں کہ فقہاء نے اوقات نماز کی قید اس لیے لگائی ہے تاکہ ملک میں امن و امان کی فضا استوار رہے۔ جب تک اسلامی ریاست میں مودت و محبت قائم نہیں ہوگی یقیناً اس وقت تک غیر مسلم اقلیتیں پر سکون زندگی نہیں گزار سکتی ہیں۔ یہ بات ثابت ہوگئی کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہری اپنے تہوار مناسکتے ہیں۔ جلسے جلوس بھی نکال سکتے ہیں اب اس پہلو پر بھی غور کرتے جیسے کہ غیر مسلموں کی مذہبی تقریبات میں شرکت کی اجازت ہے یا نہیں۔ امام تیمیہ رقمطراز ہیں کہ امام احمد سے شام میں غیر مسلموں کے بعض مذہبی تہوار میں مسلمانوں کی شرکت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ مسلمان وہاں خریداری وغیرہ کے لیے جائیں تو کیا حکم ہے۔ تو امام صاحب نے جواب دیا کہ صرف خریداری مقصد ہو

^۱۔ ابن قدامہ، المغنی، 13/245

^۲۔ زحشری، الکشاف، 2/183

^۳۔ ابو یوسف، کتاب الخراج، ص 146

ان کے عبادت خانوں میں داخل نہ ہو تو حرج نہیں۔ تہوار کے موقع پر غیر مسلموں کے عبادت خانوں میں جانے سے منع فرماتے تھے۔^(۱)

حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"ایاکم وان تدخلوا علی المشرکین یوم عیدہم من کنائسہم" - (۲)

"مشرکین کے تہواروں ان کے عبادت خانوں میں داخل ہونے سے بچو۔"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

"من بنی ببلاد الاعاجم وضع فی زورہم ومہرجانہم تشبہ بہم حتی یموت وهو کذا لک حشرت معہم یوم القيامة" - (۳)

"جو غیر مسلموں کے علاقے میں گھر بنائے اور ان کے تہوار کی نقل اتارے ان میں شریک ہو اور اسی حالت میں مر جائے، تو قیامت کے دن ان کا حشر بھی انہیں کے ساتھ ہو گا۔"

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک ولیمہ کی دعوت ملی میں نے اس میں شرکت کی

مگر وہاں خرافات دیکھ کر واپس آ گیا اس کی وجہ یہ بتائی کہ میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"من کثر سواد قوم فہو منہم ومن رضی عمل قوم کان شریک من عمل بہ" - (۴)

"جو کسی قوم کی تعداد میں اضافہ کرتا ہے اس کا شمار اسی قوم کے ساتھ ہو گا اور جو کسی قوم کے عمل

سے راضی ہو گا وہ اسی کے عمل میں شریک مانا جائے گا۔"

اس نظریہ کی تائید میں ایک روایت بخاری میں موجود ہے۔

"یغزو جيش الکعبة فاذا کانوا ببیداء من الارض یخسف باولہم وآخرہم قالت قلت یا رسول اللہ کیف

یخسف باولہم وآخرہم وفیہم اسواقہم ومن لیس منہم فانخسف باولہم وآخرہم یعتنون علی نیاتہم" (۵)

"ایک لشکر کعبہ کی طرف نکلے گا جب وہ مقام بیداء کے پاس پہنچے گا تو اس کا اول و آخر سب زمین میں پھنس

جائے گا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ سب کیسے زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے جب کہ ان میں بازار بھی

ہوں گے اور لوگ بھی ہوں گے جو اس ارادہ سے ان لوگوں میں شامل نہ ہوں گے حضورؐ نے فرمایا سب دھنسا

دیے جائیں گے البتہ قیامت کے دن اپنی نیتوں اور ارادوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔"

۱۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبد اللہ بن عبد السلام، اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفة اصحاب الجحیم، (لبنان: مطبع الرسالۃ العالمیۃ، ۱۹۹۸) ۱۳۱/۳

۲۔ عثمانی، ظفر احمد، اعلاء السنن، (کراچی: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، ۲۰۰۹) ۱۰۲/۱۲

۳۔ ابن تیمیہ، ماخا، ۹۵/۳

۴۔ زیلعی، جمال الدین ابو محمد عبد اللہ، نصب الرایۃ، (القاہرہ: دار الحدیث القاہرہ) ۳۴۸/۴

۵۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ما ذکر فی الاسواق، حدیث رقم: ۲۱۱۸۔

مذکورہ آثار و شواہد کی روشنی میں یہ عرض کرنا مناسب ہے کہ غیر مسلموں کی مذہبی تقریبات میں از روئے شرع شرکت کرنے کی گنجائش نہیں ہے البتہ ان کی تالیف قلب کے لیے موقع کی مناسبت سے چند ضروری باتیں کہی جاسکتی ہیں۔ یہ بھی بتانا مناسب ہے کہ غیر مسلموں کے تہوار کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ دراصل اس سلسلہ میں سلف صالحین سے دونوں قسم کے اقوال منقول ہیں۔ حضرت علی ابن طالب سے منقول ہے کہ کسی غیر مسلم نے ان کی خدمت میں نیروز کا ہدیہ پیش کیا تو آپ نے قبول کر لیا۔^(۱)

ایک عورت نے حضرت عائشہ سے عرض کیا کہ مجوسیوں سے ہمارے تعلقات ہیں اور اس کی وجہ سے وہ اپنے تہوار کے موقع پر ہمیں ہدیہ دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا اس دن جو ذبیحہ ہوتے ہیں ان میں سے اگر گوشت وغیرہ دیں تو نہ کھا البتہ پھل وغیرہ کھا سکتی ہو۔^(۲)

ایک روایت میں ابو ہریرہ سلمیٰ سے کتب احادیث میں منقول ہے کہ مجوسیوں سے ان کے بعض روابط تھے، ان کے پڑوس میں وہ لوگ آباد تھے نیروز اور مہر جان کے موقع پر وہ لوگ تھے وغیرہ بھیجا کرتے تھے وہ اپنے گھر والوں سے فرماتے تھے کہ پھل وغیرہ تو کھا لو اور باقی چیزیں واپس کر دو۔^(۳)

مذکورہ روایات کو مد نظر رکھتے ہوئے ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ ہدایا اور تحائف کے باب میں تہوار سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور نہ اس سے غیر مسلموں کی اعانت لازم آتی ہے۔ اس لیے غیر حربی کافروں کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے خواہ وہ تہوار کے موقع پر یا کسی اور موقع پر ہو۔^(۴)

البتہ بعض فقہاء کے نزدیک تہوار کے موقع پر غیر مسلموں کے تحائف قبول کرنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔

"لا ینبغی للمؤمن ان یقبل ہدیۃ کافر فی یوم عید ولو قبل لا یعطیہم ولا یرسل إلیہم"۔^(۵)

"مسلمانوں کے لیے مناسب نہیں کہ کافر کا ہدیہ تہوار کے موقع پر قبول کرے اور اگر قبول کرے

تو ان کو ہرگز کوئی تحفہ بدلہ میں نہ دے اور نہ کسی کے ہاتھ بھیجے۔"

ضمنیاً بات کہی جاسکتی ہے کہ مذکورہ روایات سے حکم شرعی یہ منبج ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کے غیر مذہبی تحائف قبول کرنا حالات کے مطابق جائز ہے۔ اور اگر حالات اجازت نہ دیں یا غیر مسلم کی نیت و عمل پر اطمینان نہ ہو

¹ - الاقضاء، 3/315

² - ایضاً

³ - ایضاً

⁴ - ایضاً، 3/317

⁵ - عبد الحیی، مجموعہ فتاویٰ عبد الحیی لکھنوی، اردو، (لکھنؤ: مطبع یوسفی، 1923) 1/403

تو قبول کرنا مناسب نہیں اور مذہبی تحائف بتوں پر چڑھائے ہوئے ہوں تو قبول کرنا جائز نہیں اور اگر بتوں پر چڑھائے ہوئے نہ ہوں تو قبول کرنا جائز ہیں۔

غیر مسلموں کو تحفہ دینے کا حکم:

غیر مسلموں کو ان کے تہوار میں تحفہ دینا جائز ہے یا نہیں۔ ابن تیمیہ اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ:

"ابن قاسم نھی عن إرسال هدية لنصارى في أعيادهم ولو ببدل، والبدل أولى من البلاء بل إن البلاء أشد، لأن في ذلك تعظيم دينهم ونفع مصالح كفرهم، فلا بأس أن ينهي المسلمون السلاطين عن المشاركة مع الكفار في هذه الصور من المشاركة، وقد اتفق الفقهاء على ذلك".

ابن قاسم نے نصرانی کو اس کے تہوار کے موقع پر ہدیہ بھیجنے کو مکروہ کہا ہے چاہے بدلے کے طور پر ہی ہو۔ بلا بدلہ دینا تو اور زیادہ مکروہ ہے۔ اس لیے کہ اس میں ان کے تہوار کی تعظیم اور مصالح کفر میں ان کی یک گونہ مدد ہے۔ مسلم بادشاہوں کو چاہیے کہ غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کی اس قسم کی شرکت پر پابندی لگائیں۔

فقہاء کا اس بارے میں اتفاق بھی ہے۔^(۱)

اہل کتاب کی حیثیت:

اسلام نے اہل کتاب کی حیثیت تسلیم کی ہے۔ ان مقدس کتب اور انبیاء کے متعلق آیا ہے کہ کتابوں کو آسمانی کتاب اور انبیاء کو اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا پیغمبر تسلیم کریں۔

﴿ءَامَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ ۚ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ ءَامَنَ بِاللّٰهِ وَمَلَكَاتِهِ ۚ وَكُتُبِهِ ۚ وَرُسُلِهِ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ ۚ﴾^(۲)

"رسول اس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اس پر اس کے رب کی طرف سے نازل ہوئی اور اس کے سامنے والے بھی اس پر ایمان لائے ہیں۔ یہ سب ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے۔"

قرآن میں ایسی بہت سی آیات ہیں جو انسانوں کے طرز زندگی اور دینی اعتقادات میں تفاوت کی حقیقت بلکہ اس کی ضرورت کی تائید کرتی ہے۔

﴿لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ ۖ فَلَا يُنْزِعُ عَنْكَ فِي الْأَمْرِ ۖ وَأَدْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ ۚ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ ۚ وَإِنْ جَدُلُوكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ۚ ٦٨ ۚ اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ﴾^(۳)

^۱۔ الاقتصاء ص ۱۱۱

^۲۔ البقرہ: ۲۸۵

^۳۔ حج: ۶۷-۶۹

"اور ہر قوم کے لیے ہم نے عبادت کا طریقہ مقرر کیا جس پر وہ چلیں پس تجھ سے اس امر میں جھگڑانہ کریں اور تو اپنے رب کی طرف بلا یقینا سیدھے راستے پر ہے اور اگر تجھ سے جھگڑا کریں تو یہ اللہ خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو اللہ تمہارے درمیان قیامت کے دن ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں تم اختلاف کرتے ہو۔"

ایک جگہ اور ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ ءَامَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَى وَالصَّبِيَّانَ مَنْ ءَامَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾⁽¹⁾

"جو ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور عیسائی اور صابی جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے اور اچھے کام کرتا ہے تو ان کے لیے ان کا بدلہ اپنے رب کے ہاں ہے اور ان کو کوئی ڈر نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

اسلام تمام انبیاء کی عزت کرتا ہے اور صاف طور پر کہا گیا ہے کہ انسانی تاریخ میں جتنے بھی انبیاء آئے ہیں ان کی عزت

واحترام اور ان پر ایمان لانا لازمی اور ضروری ہے۔ چنانچہ عیسائیت اور یہودیت کے متعلق ارشاد ہے:

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾⁽²⁾

"اے نبی کہہ دیجیے اہل کتاب سے کہ وہ اس بات کی طرف آئیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت کریں اور نہ اس کے ساتھ شریک بنائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب مانے اور اگر وہ پھر جائیں تو تم گواہ رہو کہ ہم فرمانبردار ہیں۔"

اسی طرح اسلام ان تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے جو مختلف ادوار میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی رہی

ہیں۔ ان پر ایمان اور یقین کو عقیدہ کا جزو قرار دیا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا ءَامِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾⁽³⁾

"اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو ایمان لاؤ اللہ پر، اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی اور ہر اس کتاب پر جو اس نے اس سے پہلے نازل کی، جو شخص انکار کرتا ہے اللہ کا اس کے فرشتوں کا اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور آخرت کے دن کا تو وہ گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔"

دین یہود کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

¹ - البقرہ: 62

² - آل عمران: 64

³ - النساء: 136

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا
وَالرَّبُّنِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ فَلَا تَخْشَوُ
الْأَنَاسَ وَآخِشُونَ وَلَا تَتَشَتَّرُوا بِأَيِّئِي تَمَنَّا قَلِيلًا وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ
الْكَافِرُونَ﴾⁽¹⁾

"ہمیں نے توریت اتاری اس میں ہدایت اور روشنی ہے نبی جو فرمانبردار تھے اسی کے مطابق یہودیوں کے لیے فیصلہ کرتے تھے اور علماء اور مشائخ بھی اس لیے کہ اللہ کی کتاب کی حفاظت کرنے کو کہا گیا تھا اور وہ اس پر گواہ تھے۔ سولوگوں سے مت ڈرو اور مجھ سے ہی ڈرو اور میری آیتوں کے بدلہ تھوڑی قیمت نہ لو اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے اتاری ہے تو وہی کافر ہیں۔"

ایک جگہ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ أَجَلَ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَءِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي
الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ
رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ﴾⁽²⁾

"اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے لیے یہ مقرر کر دیا کہ جو کوئی کسی جان کو بغیر جان کے بدلہ یا زمین میں فساد کرے تو گویا اس نے سب انسانوں کو مار ڈالا اور جو کوئی اس کو زندہ رکھے تو گویا اس نے سب انسانوں کو زندہ رکھا۔"

مسئلہ ارتداد اور غیر مسلموں کی تبلیغ مسلم معاشرے میں اہم موضوعات ہیں جن پر مختلف فقہاء اور اجتہادی ادارے مختلف آراء رکھتے ہیں۔ ارتداد کے حوالے سے، اسلامی تعلیمات میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کسی شخص کے دین سے انکار کرنے کی صورت میں اُس کی سزا مختلف فقہائی مذاہب میں مختلف ہوتی ہے۔ اسلامی فقہاء کی آراء بھی مختلف ہیں، کچھ انہیں ارتداد کی سزا کو موت تسلیم کرتے ہیں جبکہ کچھ انہیں ارتداد کو انسانی حقوق اور آزادیوں کا حصہ سمجھتے ہیں۔ مسلم معاشرے میں غیر مسلموں کی تبلیغ کا دائرہ کار بھی اہم مسئلہ ہے۔ اس میں مختلف آراء ہیں، کچھ لوگ تبلیغ کو انسانی حقوق کی حیثیت سمجھتے ہیں جبکہ کچھ اس کو مذہبی آزادی کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ اس سوال کا جائزہ لینے کے لئے مختلف اجتہادی ادارے اور علماء کی آراء کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔

¹ - المائدہ: 44

² - ایضا: 34

باب چہارم: تبدیلی مذہب: اسلامی و عصری قوانین کا جائزہ

فصل اول: تبدیلی مذہب اور اسلامی ممالک کے قوانین کا جائزہ

فصل دوم: تبدیلی مذہب اور عالمی و عصری قوانین کا جائزہ

باب چہارم: تبدیلی مذہب: اسلامی و عصری قوانین کا جائزہ

تبدیلی مذہب کے حوالے سے اسلامی قوانین کا بنیادی ماخذ قرآن وحدیث ہے، جس میں ارتداد کو سنگین جرم قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، “وَمَنْ يَتَدَدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي السُّنَيَا وَالْآخِرَةِ”۔ نیز متعدد احادیث میں مرتد کی سزا موت بیان ہوئی ہے، جیسے حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: “مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ”۔ فقہی مکاتب فکر کے نزدیک، اگر کوئی شخص اعلانیہ اسلام ترک کرے اور اس پر اصرار کرے تو اسے توبہ کا موقع دیا جاتا ہے، ورنہ سزائے موت کا اطلاق ہوتا ہے۔ تاہم، یہ حکم صرف اسلامی ریاست کے تحت ہی نافذ ہوتا ہے، جہاں شرعی عدالت اس کا فیصلہ کرتی ہے۔

قرآن کہتا ہے، ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾ (1)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ افراد کو اپنے مذہب کا انتخاب کرنے اور آزادی سے اس پر عمل کرنے کا حق ہے۔ اسلام سکھاتا ہے کہ ہر فرد کو اپنے مذہب کا انتخاب کرنے اور جبر اور امتیاز کے خوف کے بغیر آزادی سے اس پر عمل کرنے کا حق ہے۔ اسلامی تعلیمات دوسروں کے عقائد اور طریقوں کا احترام کرنے کی اہمیت پر بھی زور دیتی ہیں، قطع نظر اس کے کہ وہ ایک ہی عقیدے میں شریک ہیں یا نہیں۔ قرآن کہتا ہے، ﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾ تمہارے لیے تمہارا مذہب ہو اور میرے لیے میرا دین (2)، ہر فرد کے اپنے مذہب پر عمل کرنے اور دوسروں کے عقائد کا احترام کرنے کے حق کی تصدیق کرتا ہے۔

دوسری طرف، عصری بین الاقوامی قوانین مذہبی آزادی کو انسانی حقوق کا بنیادی تقاضا سمجھتے ہیں۔ اقوام متحدہ کے "یونیورسل ڈیکلیریشن آف ہیومن رائٹس (1948)" کے آرٹیکل 18 کے مطابق، ہر فرد کو مذہب تبدیل کرنے، عمل کرنے اور تبلیغ کا حق حاصل ہے۔ اسی طرح پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 20 میں غیر مسلموں کے لیے مذہبی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے، لیکن عملاً ارتداد کے معاملات پر شدید تنازعات موجود ہیں، اسکی ایک بڑی وجہ اس حوالے سے قانون سازی نہ ہونا ہے۔ جدید قانونی نظاموں میں مذہبی انتخاب کو فرد کا ذاتی حق سمجھا جاتا ہے، جبکہ اسلامی تعزیرات میں اسے ریاستی مداخلت کا دائرہ کار قرار دیا گیا ہے۔

¹۔ البقرة: 256

²۔ الکافرون: 6

فصل اول: تبدیلی مذہب اور اسلامی ممالک کے قوانین کا جائزہ

اسلامی ممالک میں مذہب کی تبدیلی کے حوالے سے مختلف قوانین ہیں۔ اسلام سے دوسرے مذہب میں تبدیلی کو ارتداد کہا جاتا ہے، جو اسلام میں ایک سنگین گناہ ہے اور بعض اسلامی ممالک میں اس کی سزا موت ہے۔ تاہم، کچھ اسلامی ممالک میں ارتداد کے لیے مختلف قوانین اور سزائیں رائج ہیں۔ ارتداد کو ایران کے اسلامی تشخص کے لیے ایک خطرہ کے طور پر دیکھا جاتا ہے اور اس لیے اسے قومی سلامتی کے خلاف جرم سمجھا جاتا ہے۔ پاکستان میں ملک کے توہین رسالت کے قوانین، اسلام کی توہین کرنے والی تقریر یا افعال کو جرم قرار دیتے ہیں، جس میں اسلام سے دوسرے مذہب میں تبدیلی بھی شامل ہو سکتی ہے۔ پاکستان میں توہین مذہب کی سزا میں قید اور سزائے موت بھی شامل ہو سکتی ہے۔^(۱) ملائیشیا میں، ملکی آئین مذہبی آزادی کی ضمانت دیتا ہے، لیکن اسلام سے دوسرے مذہب میں تبدیلی کی اجازت نہیں ہے۔ ملک کی شرعی عدالتوں کو دوسرے مذہب میں تبدیل ہونے والے مسلمانوں کو سزا دینے کا اختیار حاصل ہے، اور سزا میں قید، جرمانے اور کوڑے بھی شامل ہو سکتے ہیں۔^(۲)

تبدیلی مذہب کے حوالے سے پاکستانی قوانین:

پاکستان ایک مسلم اکثریتی ملک ہے، اسلام پاکستان کا ریاستی مذہب ہے۔ تاہم، پاکستان میں مذہبی اقلیتیں بھی ہیں جن میں ہندو، عیسائی، سکھ اور دیگر شامل ہیں۔ پاکستان ایک اسلامی جمہوریہ ہے جہاں آئین امن عامہ، اخلاقیات اور صحت سے مشروط کسی بھی مذہب کو قبول کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کے حق کی ضمانت دیتا ہے۔ حکومت پاکستان نے اپنے شہریوں کی مذہبی آزادی کے تحفظ کے لیے متعدد قوانین اور ضوابط نافذ کیے ہیں۔ پاکستان کے آئین میں کئی دفعات شامل ہیں جو اپنے شہریوں کی مذہبی آزادی کا تحفظ کرتی ہیں۔ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 20 کے مطابق:

"قانون، امن عامہ اور اخلاق کے تابع: (۱) ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کا حق حاصل ہو گا۔ اور (ب) ہر مذہبی گروہ اور اس کے ہر فرقے کو اپنے مذہبی اداروں کے قیام، دیکھ بھال اور انتظام کا حق حاصل ہو گا۔" (۳) یہ آرٹیکل پاکستان کے تمام شہریوں کے لیے مذہبی آزادی کے حق کے ساتھ ساتھ مذہبی گروہوں کے لیے اپنے مذہبی اداروں کے قیام اور انتظام کے حق کی ضمانت دیتا ہے۔

¹ "Pakistan: Death Penalty for Blasphemy." Amnesty International, 2022. [Online]. Available: <https://www.amnesty.org/en/countries/asia-and-the-pacific/pakistan/report-pakistan/>.

² "Malaysia." United States Department of State, 2021, <https://www.state.gov/reports/2021-report-on-international-religious-freedom/malaysia/>.

³ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور 1973 (ترمیم شدہ لغایت 28 فروری 2012) قومی اسمبلی پاکستان، آرٹیکل نمبر 20۔

یہ آرٹیکل پاکستان کے تمام شہریوں کے لیے مذہبی آزادی کے حق کو یقینی بناتا ہے، اور اس سے مذہبی گروہوں کو اپنے اداروں کے معاشرتی اور عبادتی معاملات کو بہتر انداز میں سرانجام دینے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح، آرٹیکل 21 کسی بھی مذہبی ٹیکس کے نفاذ سے منع کرتا ہے،^(۱) پاکستان کے آئین کا آرٹیکل 22 قانون کی طرف سے عائد کردہ کچھ حدود کے ساتھ تمام شہریوں کو تجارت، کاروبار اور پیشے کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے:

(۱) کسی تعلیمی ادارے میں تعلیم پانے والے کسی شخص کو مذہبی تعلیم حاصل کرنے یا کسی مذہبی تقریب میں حصہ لینے یا مذہبی عبادات میں شرکت کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، اگر ایسی تعلیم، تقریب یا عبادت کا تعلق اس کے اپنے مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب سے ہو۔ (ب) کسی مذہبی ادارے کے سلسلے میں محصول لگانے کی بابت استثناء یا رعایت منظور کرنے میں کسی فرقے کے خلاف کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا۔ (ج) قانون کے تابع کسی مذہبی فرقے یا گروہ کو کسی تعلیمی ادارے میں جو کھلی طور پر اس فرقے یا گروہ کے زیر اہتمام چلایا جاتا ہو، اس فرقے یا گروہ کے طلباء کو مذہبی تعلیم دینے کی ممانعت نہ ہوگی اور کسی شہری کو محض نسل، مذہب، ذات یا مقام پیدائش کی بناء پر کسی ایسے تعلیمی ادارے میں داخل ہونے سے محروم نہیں کیا جائے گا جسے سرکاری محاصل سے امداد ملتی ہو۔ اس آرٹیکل میں مذکور کوئی امر معاشی یا تعلیمی اعتبار سے پسماندہ شہریوں کی ترقی کے لئے کسی سرکاری ہیئت مجاز کی طرف سے اہتمام کرنے میں مانع نہ ہوگا۔

آرٹیکل 36 اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ مذہب کی بنیاد پر کسی شہری کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا۔^(۲) یعنی مملکت اقلیتوں کے جائز حقوق اور مفادات کا جن میں وفاقی اور صوبائی ملازمتوں میں ان کی مناسب نمائندگی شامل ہے تحفظ کرے گی۔ آرٹیکل 36 مملکت کو اقلیتوں کے جائز حقوق اور مفادات کی حفاظت کا ذمہ دار بناتا ہے۔ ان مفادات میں وفاقی اور صوبائی سطح پر ان کی مناسب نمائندگی شامل ہوتی ہے، جس سے ان کی حقوق اور مفادات کی تحفظ اور فراہمی کی گئی ہے۔ یہ آرٹیکل مذہبی اقلیتوں اور دیگر اقلیتوں کی حقوق کی حفاظت کو یقینی بناتا ہے، اور مختلف مذہبی، ذاتی، اور قومی گروہات کو برابری کے حقوق فراہم کرتا ہے۔

پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کو مزید تحفظ دینے کے لیے حکومت نے متعدد قوانین اور ضوابط نافذ کیے ہیں۔ ان قوانین میں سب سے زیادہ قابل ذکر اقلیتوں کا تحفظ ایکٹ 2019 ہے، جس کا مقصد مذہبی اقلیتوں کے خلاف امتیازی سلوک کو روکنا ہے۔^(۳) یہ ایکٹ نفرت انگیز تقریر، تشدد اور اقلیتوں کے خلاف امتیازی سلوک پر پابندی

¹ - ایضاً۔ آرٹیکل نمبر 21۔

² - ایضاً، آرٹیکل نمبر 36۔

³ - اقلیتوں کا تحفظ ایکٹ، 2019۔

لگاتا ہے اور مجرموں کو سزا دینے کا بندوبست کرتا ہے۔ مزید برآں، یہ ایک اقلیتوں کے لیے ایک قومی کمیشن قائم کرتا ہے، جو ایکٹ کی دفعات کی نگرانی اور نفاذ کے لیے ذمہ دار ہے۔

اقلیتوں کا تحفظ ایکٹ، 2019 ایک قانون سازی ایکٹ ہے جسے حکومت پاکستان نے منظور کیا ہے جس کا مقصد ملک میں مذہبی اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کا تحفظ کرنا ہے۔ یہ ایکٹ پاکستان میں اقلیتوں بالخصوص عیسائیوں، ہندوؤں اور سکھوں کو درپیش ظلم و ستم اور امتیازی سلوک پر بڑھتے ہوئے خدشات کے جواب میں منظور کیا گیا۔ اس ایکٹ میں اقلیتوں کی عبادت گاہوں کے تحفظ، نفرت انگیز تقاریر کی روک تھام اور اقلیتوں کے خلاف تشدد پر اکسانے اور اقلیتوں کے تحفظ کے لیے خصوصی کمیشن کے قیام کی دفعات شامل ہیں۔ کمیشن کو ایکٹ کے نفاذ کی نگرانی اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بنانے کا کام سونپا گیا ہے۔ اس ایکٹ میں بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ اور جبری تبدیلی کی روک تھام کے لیے بھی دفعات شامل ہیں۔ یہ قانون پاکستان کی قومی اسمبلی نے 5 اگست 2019 کو منظور کیا تھا اور 11 اگست 2019 کو صدر پاکستان نے اس پر دستخط کیے تھے۔ اس قانون میں اقلیتوں سے متعلق ایک قومی کمیشن کے قیام کا بندوبست کیا گیا ہے تاکہ قانون کے نفاذ کی نگرانی کی جاسکے اور ملک میں اقلیتوں کی فلاح و بہبود کو فروغ دیا جاسکے۔ یہ قانون اقلیتوں کے خلاف مذہب، نسل، نسل یا جنس کی بنیاد پر امتیازی سلوک کو بھی منع کرتا ہے۔

قومی اقلیتی کمیشن ایکٹ پر اسلامی نظریاتی کونسل (Islamic Ideological Council) کے تحفظات ہیں جن کا تعلق بنیادی طور پر اس بات سے ہے کہ یہ ایکٹ اسلامی تعلیمات اور دستور پاکستان کے بعض اصولوں کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے مطابق، اس ایکٹ میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے نام پر ایسے اقدامات تجویز کیے گئے ہیں جو شریعت اور پاکستان کے آئین کے خلاف ہیں۔ کونسل کا کہنا ہے کہ اس ایکٹ میں اقلیتوں کو دیے جانے والے حقوق اسلامی قوانین کے منافی ہو سکتے ہیں، خاص طور پر جہاں تک مذہبی آزادی اور شخصی قوانین کا تعلق ہے۔ کونسل کے مطابق، یہ ایکٹ آئین پاکستان کے آرٹیکل 2 A (اسلام کو ریاست کا مذہب قرار دینا) اور آرٹیکل 227 (تمام قوانین کا قرآن و سنت کے مطابق ہونا) کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا۔ کونسل کا خیال ہے کہ اس ایکٹ میں اقلیتوں کے حقوق کی تشریح اتنی وسیع کی گئی ہے کہ اس سے اسلامی اقدار اور قومی یکجہتی کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ کونسل کا ماننا ہے کہ اس ایکٹ میں مذہبی اقلیتوں کی تعریف واضح نہیں ہے، جس سے قانونی پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ کونسل کو خدشہ ہے کہ یہ ایکٹ اقلیتوں کے شخصی قوانین میں غیر ضروری مداخلت کا باعث بن سکتا ہے، جو کہ اسلامی اصولوں کے خلاف ہے۔

اسی طرح، قومی کمیشن برائے انسانی حقوق ایکٹ 2012 کمیشن کو انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں بشمول مذہبی آزادی سے متعلق خلاف ورزیوں کی تحقیقات اور کارروائی کا حکم دیتا ہے۔⁽¹⁾ نیشنل کمیشن فار ہیومن رائٹس ایکٹ، 2012 ایک ایکٹ ہے جسے پاکستان کی پارلیمنٹ نے نیشنل کمیشن فار ہیومن رائٹس (NCHR) کے قیام کے لیے منظور کیا ہے۔ NCHR ایک آزاد کمیشن ہے جسے پاکستان میں انسانی حقوق کے تحفظ، فروغ اور نفاذ کا کام سونپا گیا ہے۔ ایکٹ کمیشن کی تشکیل کا خاکہ پیش کرتا ہے، جس میں ایک چیئر پرسن، پاکستان کے ہر صوبے سے چار اراکین اور اسلام آباد کیپٹل ٹیریٹری سے چار اراکین شامل ہیں۔ کمیشن کو یہ بھی لازمی قرار دیا گیا ہے کہ کم از کم ایک رکن ہو جو ایک خاتون ہو اور ایک جو اقلیتی برادری سے ہو۔

پاکستان کا آئین:

پاکستان میں مذہبی تبدیلی سے متعلق قوانین بنیادی طور پر آئین پاکستان اور پاکستان تعزیری ضابطہ کے ساتھ ساتھ کئی دیگر قوانین اور ضوابط کے زیر انتظام ہیں۔ پاکستان میں، مذہبی تبدیلی کے قانونی ڈھانچے پر کئی قوانین اور آرڈیننس شامل ہیں، جن میں پاکستان کا آئین، 1973، پاکستان پینل کوڈ، 1860، اور مسلم فیملی لاز آرڈیننس، 1961 شامل ہیں۔ پاکستان کے آئین، 1973 کے آرٹیکل 20 میں مذہب کی آزادی کا حق فراہم کیا گیا ہے، جس میں مذہب کو قبول کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کی آزادی شامل ہے۔ تاہم، یہ حق "قانون، امن عامہ اور اخلاق کے تابع ہے۔"⁽²⁾

پاکستان کے آئین، 1973 کے آرٹیکل 20 میں مذہب کی آزادی کا حق فراہم کیا گیا ہے، جس میں مذہب کو قبول کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کی آزادی شامل ہے۔ اس حق کی سرخیوں میں، مذہبی اعتقادات کی احترام، مذہبی معاملات میں شفافیت، اور ذہنی تبادلہ خیال کی مروجہ آزادی شامل ہے۔ مذہبی تبدیلی سے متعلق قوانین اور آرڈیننسز کے ذکر میں، پاکستان کا آئین، 1973، پاکستان پینل کوڈ، 1860،⁽³⁾ اور مسلم فیملی لاز آرڈیننس، 1961 شامل ہیں۔ ان قوانین میں مذہبی تبدیلی اور اس کے اثرات کو مختلف زاویوں سے دیکھا گیا ہے، اور مذہبی اقدار اور رسومات کو تشدد سے روکنے کیلئے اقدامات بھی شامل کیے گئے ہیں۔

پاکستان تعزیری ضابطہ:

پاکستان تعزیری ضابطہ مذہبی تبدیلی سے متعلق کچھ کاموں کو جرم بناتا ہے، جس میں جبری تبدیلی مذہب اور توہین رسالت شامل ہیں۔

¹ - قومی کمیشن برائے انسانی حقوق ایکٹ، 2012

² - اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور 1973، آرٹیکل نمبر 20۔

³ - پاکستان پینل کوڈ، 1860۔

جبری تبدیلی:

"سندھ کریمینل لاء (اقلیتوں کے تحفظ) ایکٹ، 2015" کی دفعہ 3 جبری مذہبی تبدیلی کے لئے سزا فراہم کرتا ہے۔⁽¹⁾ سندھ فوجداری قانون (اقلیتوں کا تحفظ) ایکٹ، 2015، سیکشن 3 ایک قانون سازی ہے جو صوبہ سندھ، میں منظور کیا گیا ہے، جس کا مقصد مذہبی اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کرنا ہے۔ یہ ایکٹ پاکستان میں عیسائیوں اور ہندوؤں سمیت مذہبی اقلیتوں کے خلاف تشدد کے بڑھتے ہوئے واقعات کے جواب میں منظور کیا گیا تھا۔ ایکٹ کا سیکشن 3 نفرت انگیز تقریر، مذہبی منافرت پر اکسانے اور مذہبی اقلیتوں کے خلاف تشدد کی کارروائیوں کی سزاؤں کا خاکہ پیش کرتا ہے۔ اس قانون کے تحت، کوئی بھی شخص جو کسی بھی شخص کو کسی دوسرے مذہب میں تبدیل کرنے یا اس مقصد کے لئے جبر کا استعمال کرنے پر مجبور کرتا ہے، اسے پانچ سال تک قید اور دس لاکھ روپے تک جرمانے کی سزا دی جاسکتی ہے۔ سیکشن 3 کے مطابق:

"جو کوئی بھی، دانستہ اور بد نیتی کے ساتھ، اقلیتی برادری کے کسی رکن کے حوالے سے کوئی ایسا کام کرتا ہے جس سے اس رکن کے مذہبی جذبات مجروح ہوں، یا ایسی اقلیتی برادری کی عبادت گاہ کی توہین، نقصان، ناپاک یا تباہ ہو، یا کوئی توہین آمیز تبصرہ استعمال کرتا ہے یا ایسے ممبر کی طرف توہین آمیز اشارے کرتا ہے، اسے قید کی سزا دی جائے گی جو کہ پانچ سال تک ہو سکتی ہے، اور جرمانے کا بھی ذمہ دار ہو گا۔"

یہ سیکشن مذہبی اقلیتوں کے ارکان کے خلاف نفرت انگیز تقریر یا اشتعال انگیزی کی دیگر اقسام کے ساتھ ساتھ ان کی عبادت گاہوں کے خلاف تشدد یا توڑ پھوڑ کی کارروائیوں میں ملوث ہونے کو مجرمانہ جرم قرار دیتا ہے۔ ان جرائم کی سزاؤں میں پانچ سال تک قید اور جرمانے شامل ہیں۔ سندھ فوجداری قانون (اقلیتوں کا تحفظ) ایکٹ، 2015، پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی جانب ایک اہم قدم ہے۔

تحفظ برائے جبری تبدیلی مذہب بل 2012:

پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے پیش کیا گیا ایک اہم قانونی اقدام تھا۔ اس بل کا مقصد مذہبی اقلیتوں، خاص طور پر ہندو اور عیسائی برادریوں، کو جبری تبدیلی مذہب سے بچانا تھا۔ تاہم، اس بل پر مختلف حلقوں کی طرف سے تحفظات اور تنقید بھی سامنے آئی، جن میں اسلامی نظریاتی کونسل (Islamic Ideological Council) کے تحفظات بھی شامل ہیں۔ بل کے اہم نکات:

¹ - سندھ کریمینل لاء (اقلیتوں کے تحفظ) ایکٹ، 2015 کی دفعہ 3

1- جبری تبدیلی مذہب کی تعریف:

اس بل میں جبری تبدیلی مذہب کی واضح تعریف کی گئی ہے۔ اس کے مطابق، اگر کسی شخص کو دھمکیوں، دباؤ، یا فریب کے ذریعے مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا جائے، تو یہ جبری تبدیلی مذہب تصور ہوگی۔

2- سزا کا تعین: بل میں جبری تبدیلی مذہب کے مرتکب افراد کے لیے سخت سزائیں تجویز کی گئی ہیں، جن میں قید اور جرمانہ شامل ہیں۔

3- عمر کی حد: بل میں یہ شرط رکھی گئی ہے کہ 18 سال سے کم عمر کے افراد کو کسی بھی صورت میں مذہب تبدیل کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، چاہے وہ اپنی رضامندی سے ہی کیوں نہ کریں۔

4- عدالتی عمل: بل کے تحت، اگر کسی شخص کا مذہب تبدیل کیا جاتا ہے، تو اس معاملے کی عدالت میں تصدیق ضروری ہوگی۔ عدالت کو یہ یقینی بنانا ہوگا کہ مذہب تبدیل کرنے کا عمل رضامندی سے ہوا ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کے تحفظات:

اسلامی نظریاتی کونسل نے اس بل پر کئی تحفظات کا اظہار کیا ہے، جو درج ذیل ہیں:

1- عمر کی حد پر اعتراض: کونسل کا کہنا ہے کہ 18 سال کی عمر کی حد اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اسلام میں بلوغت کی عمر کو بنیاد مانا جاتا ہے، نہ کہ 18 سال کی عمر کو۔ اگر کوئی شخص بالغ ہو چکا ہے اور وہ اپنی رضامندی سے مذہب تبدیل کرنا چاہتا ہے، تو اسے ایسا کرنے سے روکنا اسلامی اصولوں کے منافی ہے۔

2- رضامندی کی تصدیق کا عمل: کونسل کا خیال ہے کہ اگر کسی شخص کا مذہب تبدیل ہوتا ہے، تو اس کی رضامندی کی عدالتی تصدیق کا عمل غیر ضروری ہے۔ یہ عمل مذہبی آزادی کے حق میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے اور اسلام میں تبدیلی مذہب کے عمل کو مشکوک بنادیتا ہے۔

3- اسلامی تعلیمات کے ساتھ تصادم: کونسل کا موقف ہے کہ یہ بل اسلامی تعلیمات کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا۔ اسلام میں ہر شخص کو اپنے مذہب کا انتخاب کرنے کا حق حاصل ہے، اور اگر کوئی شخص اسلام قبول کرنا چاہتا ہے، تو اسے ایسا کرنے سے روکنا درست نہیں ہے۔

4- بل کے ممکنہ غلط استعمال کا خدشہ: کونسل کو خدشہ ہے کہ یہ بل غیر مسلموں کے ہاتھوں میں ایک ہتھیار بن سکتا ہے، جس کے ذریعے وہ مسلمانوں کو مذہب تبدیل کرنے سے روکنے کے لیے اسے استعمال کر سکتے ہیں۔

5- اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ: اسلامی نقطہ نظر: کونسل کا کہنا ہے کہ اسلام خود ہی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے۔ قرآن و سنت میں واضح ہدایات موجود ہیں کہ غیر مسلموں کے ساتھ انصاف اور احسان کا سلوک کیا

جائے۔ کونسل کا موقف ہے کہ جبری تبدیلی مذہب کے خلاف اقدامات اسلامی اصولوں کے مطابق ہونے چاہئیں، نہ کہ غیر اسلامی قوانین کے تحت۔

تحفظ برائے جبری تبدیلی مذہب بل 2012 ایک اہم قانونی اقدام تھا، جس کا مقصد مذہبی اقلیتوں کو جبری تبدیلی مذہب سے بچانا تھا۔ تاہم، اس بل پر اسلامی نظریاتی کونسل کے تحفظات ہیں۔ کونسل کا موقف ہے کہ یہ بل اسلامی تعلیمات اور آئین پاکستان کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا، اور اس میں کچھ ایسی شقوق شامل ہیں جو مذہبی آزادی کے حق میں رکاوٹ پیدا کر سکتی ہیں۔ پارلیمانی کمیٹی نے بھی جبری تبدیلی مذہب کے معاملے پر سنجیدگی سے غور کیا ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ جبری اور رضاکارانہ تبدیلی مذہب کے درمیان واضح فرق کیا جائے۔ اسلامی نظریاتی کونسل اس معاملے پر تحقیق کر رہی ہے، جبکہ وزارت انسانی حقوق اور وزارت قانون سے بھی رائے طلب کی گئی ہے۔ جبری تبدیلی مذہب کے خلاف قانون سازی کے لیے ایک ذیلی کمیٹی بھی تشکیل دی گئی ہے، جو اس معاملے کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرے گی۔

پاکستان میں ارتداد کو فوجداری جرم نہیں سمجھا جاتا، لیکن عملی طور پر ایسے معاملات میں اکثر توہین رسالت کے قوانین کا استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض علماء اور مذہبی گروہوں کا موقف ہے کہ ارتداد کی سزا موت ہونی چاہیے، لیکن یہ بات پاکستانی قانون میں واضح طور پر درج نہیں ہے۔ پاکستان میں جبری تبدیلی مذہب کے خلاف کوئی مخصوص قانون نہیں ہے، لیکن دیگر قوانین کے تحت اسے جرم قرار دیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر پینل کوڈ سیکشن 365-B کے تحت کسی شخص کو اغوا کرنا اور اسے جبراً مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کرنا جرم ہے۔ سیکشن 366-A میں کسی لڑکی کو اغوا کرنے اور اسے جبراً شادی یا مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کرنے کی سزا کا ذکر ہے۔ سیکشن 295-C (توہین رسالت) کے تحت کسی شخص کو مذہبی جذبات مجروح کرنے پر سخت سزا دی جاسکتی ہے۔ اینٹی ٹیرازم ایکٹ اگر جبری تبدیلی مذہب کے واقعات کو دہشت گردی سے جوڑا جائے تو اس کے تحت بھی کارروائی کی جاسکتی ہے۔

سعودی عرب میں تبدیلی مذہب کے متعلقہ قوانین:

سعودی عرب مسلمان ملک ہے اور اس کے قوانین اسلامی قانون کے بنیادوں پر مبنی ہیں۔ سعودی عرب کی حکومت اپنی عوام کو اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی آزادی فراہم کرتی ہے، مگر اس کی حدود اصولوں اور اخلاقیات کے تقاضوں پر ہوتی ہے۔ مذہبی تبدیلی یا دیگر مذہبی معاملات کی صورت میں، حکومت اسلامی اصولوں کی پاسداری اور ان کے ترسیل کو فرض سمجھتی ہے۔

سعودی عرب کا بنیادی قانون، جو ملک کے آئین کی حیثیت سے کام کرتا ہے، میں کہا گیا ہے کہ "سعودی عرب کی بادشاہت ایک خود مختار عرب اسلامی ریاست ہے" اور یہ کہ "اسلامی شرعی قانون سازی کا بنیادی ذریعہ ہے۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی قانون سعودی عرب میں قانونی نظام کی بنیاد تشکیل دیتا ہے، اور یہ کہ تمام قوانین اور ضوابط کو اسلامی اصولوں کے مطابق ہونا چاہئے۔ سعودی عرب میں مذہبی تبدیلی کا قانونی ڈھانچہ سعودی عرب کے بنیادی قانون کے تحت چلتا ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ "ملک کا آئین قرآن و سنت ہے اور اسلامی قانون، قانون سازی کا بنیادی ذریعہ ہے" (1) اس قانون کے تحت، ارتداد (اسلام ترک کرنا) ایک سنگین جرم تصور کیا جاتا ہے، جس کی سزا موت ہے۔ (2)

سعودی عرب میں، مذہب کی تبدیلی سے متعلق قانون اسلامی قانون پر مبنی ہے، جو قرآن اور سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا گیا ہے۔ اسلامی قانون کے مطابق، ایک شخص جو اسلام سے دوسرے مذہب میں تبدیل ہوتا ہے اسے ایک مرتد سمجھا جاتا ہے، اور اسے شدید قانونی اور معاشرتی نتائج کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ سعودی عرب کے قوانین کے مطابق کسی مسلمان کے لیے کسی دوسرے مذہب کو قبول کرنا غیر قانونی ہے۔ سعودی عرب کی حکومت نے اس قانون کو نافذ کرنے اور مسلمانوں کو اپنے مذہب کے ساتھ وفادار رہنے کو یقینی بنانے کے لیے کئی اقدامات کیے ہیں۔ مثال کے طور پر، حکومت نے ایک مذہبی پولیس فورس قائم کی ہے، جسے الشرطة الإسلامية المظوّعون (3) کہا جاتا ہے، جس کی بنیادی ذمہ داری اسلامی قوانین کو نافذ کرنا اور اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ لوگ اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں۔

مزید برآں، سعودی حکومت ملک کے اندر مذہبی سرگرمیوں پر کنٹرول رکھتی ہے، بشمول غیر مسلم مذہبی مواد کی تقسیم اور غیر مسلم عبادت گاہوں کی تعمیر وغیرہ۔ غیر مسلموں کو کھلے عام اپنے مذہب پر عمل کرنے یا مسلمانوں کو مذہب تبدیل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ سعودی عرب کا قانونی نظام اسلامی قانون، یا شریعت پر مبنی ہے، اور اس کا انتظام علماء و فقہاء کے ذمہ ہے۔ ارتداد کے معاملات میں، ملزم کو سزا سننے سے پہلے توبہ کرنے اور اسلام واپس جانے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ تاہم، اگر ملزم ارتداد میں برقرار رہتا ہے تو موت کی سزا سنائی جاسکتی ہے۔ سعودی عرب اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کو باضابطہ طور پر تسلیم نہیں کرتا ہے، اور نہ ہی دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو سرعام اپنی مذہبی سرگرمی کی اجازت ہے۔ غیر مسلموں کو عوامی طور پر عبادت گاہوں کی تعمیر یا

1. Al-Shammari, N. (2021, February 1). Saudi Arabia's Basic Law: A Primer. Arab News.

<https://www.arabnews.com/node/1802146/saudi-arabia>

2. Al-Hathloul, L. (2021, February 25). Apostasy in Saudi Arabia: The Capital Crime. The New Arab.

<https://english.alaraby.co.uk/features/apostasy-saudi-arabia-capital-crime>

3. "https://ar.wikipedia.org/wiki/%D8%B4%D8%B1%D8%B7%D8%A9_%D8%A5%D8%B3%D9%84%D8%A7%D9%85%D9%8A%D8%A9"

مذہبی سرگرمیوں کا انعقاد کرنے کی اجازت نہیں ہے، اور غیر مسلم مذہبی مواد، جیسے بائبل یا کراس رکھنے پر سختی سے ممانعت ہے۔ ان قوانین کی خلاف ورزی کرنے والوں کو گرفتاری، قید اور جلا وطنی کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔⁽¹⁾

سعودی عرب کا بنیادی قانون حکومت واضح طور پر قرآن و سنت کو ریاست کا دستور قرار دیتا ہے، اور اس میں مذہبی آزادی یا دین تبدیل کرنے کی آزادی کا کوئی ذکر موجود نہیں۔ عملاً ارتداد کی سزا موت سمجھی جاتی ہے، اور ماضی میں ایسے کئی مقدمات سامنے آچکے ہیں جن میں اسلام ترک کرنے یا مذہب پر تنقید کے الزامات پر سخت سزائیں دی گئیں۔ اگرچہ ان مقدمات میں سزائوں کا اطلاق ہمیشہ یکساں نہیں ہوتا، تاہم عدالتیں ان الزامات کو انتہائی سنجیدگی سے لیتی ہیں۔ 2014 میں ایک معروف کیس سامنے آیا جہاں ایک صومالی مہاجر کو ارتداد کی پاداش میں سزا سنائی گئی تھی، لیکن بعد میں بین الاقوامی دباؤ کی وجہ سے اسے ملک بدر کر دیا گیا۔⁽²⁾ گزشتہ دہائی میں سعودی حکومت نے بعض سماجی اصلاحات کی کوششیں ضرور کی ہیں، جیسے مذہبی پولیس کے اختیارات کم کرنا، مگر ارتداد یا توہین مذہب کے قوانین میں کوئی واضح اصلاح یا نرمی نہیں کی گئی۔ 2022 میں منظر عام پر آنے والے مجوزہ فوجداری قانون کے مسودے میں بھی ارتداد کو سزائے موت کے قابل جرم کے طور پر برقرار رکھا گیا، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ سعودی حکومت نے اس مسئلے پر قانون سازی کی کوشش ضرور کی ہے۔

حالیہ برسوں میں سعودی حکومت نے مذہبی رواداری کو فروغ دینے کے لیے اقدامات کیے ہیں۔ مثال کے طور پر 2018 میں ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان نے دارالحکومت ریاض میں ایک کثیر المذاہب بین المذاہب کمپلیکس بنانے کے منصوبے کا اعلان کیا، جس میں ایک مسجد، چرچ اور عبادت گاہ شامل ہوگی۔⁽³⁾ اس کے علاوہ، 2020 میں، حکومت نے اعلان کیا کہ وہ غیر مسلموں کو مکہ شہر میں داخل ہونے کی اجازت دے گی، جسے اسلام کا مقدس ترین مقام سمجھا جاتا ہے۔ اس سے پہلے غیر مسلموں کو شہر میں داخلے کی اجازت نہیں تھی۔⁽⁴⁾

تبدیلی مذہب سے متعلق ایران کے قوانین

ایران ایک مسلمان ملک ہے جس کا سرکاری مذہب اسلام ہے، شیعہ اسلام، ملک میں رائج اسلام کی سب سے بڑی شاخ ہے۔ دیگر مذہبی اقلیتوں میں عیسائی، یہودی اور زرتشتی شامل ہیں۔ اسلام، ایرانی ثقافت، سیاست اور

¹ International Business Publications, Saudi Arabia Investment and Business Guide Volume 1 Strategic and Practical Information (Washington, DC: International Business Publications, 2015), 36.

² Somali Apostasy Case, "Human Rights Watch, February 2015.

³ "Saudi Arabia's Crown Prince Announces Plans for Multi-Faith Interfaith Complex in Riyadh," The Independent, November 14, 2018, <https://www.independent.co.uk/news/world/middle-east/saudi-arabia-crown-prince-mohammed-bin-salman-multi-faith-interfaith-complex-riyadh-mosque-church-synagogue-a8634841.html>.

⁴ "Saudi Arabia to Allow Non-Muslims to Enter Mecca," BBC News, November 7, 2020, <https://www.bbc.com/news/world-middle-east-54869980>.

معاشرے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ایران میں مذہبی آزادی کے حق کو ملک کے آئین کے ذریعے تحفظ حاصل ہے۔ مذہبی آزادی سے متعلق ایران کے قوانین پیچیدہ ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ اس میں نمایاں تبدیلیاں آئیں ہیں۔ ایران میں مذہبی آزادی سے متعلق کچھ قابل ذکر قانونی دفعات ذیل میں ہیں۔

اسلامی جمہوریہ ایران کا آئین⁽¹⁾ مذہب اور ضمیر کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے، یہ کہتے ہوئے "اسلامی جمہوریہ ایران اور تمام مسلمانوں کی حکومت پر غیر مسلموں کے ساتھ اخلاقی اصولوں اور اسلامی انصاف اور مساوات کے اصولوں کے مطابق، اور ان کے انسانی حقوق کا احترام کرنے کی ذمہ داری عائد ہے۔" (2) آئین میں کہا گیا ہے کہ: "ایرانی قوم مختلف نسلوں، قبائل اور مذہبی گروہوں پر مشتمل ہے اور اسلامی جمہوریہ ایران کی حکومت کو ان سب کے ساتھ یکساں اور انصاف کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہیے۔ تاہم، آئین اسلام کو سرکاری مذہب اور تمام قوانین و ضوابط کی بنیاد کے طور پر بھی نامزد کرتا ہے۔" (3)

ایران کا آئین مذہبی اور ضمیر کی آزادی کو مد نظر رکھتا ہے، اور اس میں غیر مسلموں کے حقوق کو تصریح کیا گیا ہے۔ اسلامی جمہوریہ ایران کے آئین میں مذہبی آزادی اور انصاف کے اصول کی پیروی کی ضمانت دی گئی ہے، جس کے تحت غیر مسلموں کے حقوق کا احترام کیا جاتا ہے۔ ایرانی قوم کی مختلف نسلوں، قبائل اور مذہبی گروہوں پر مشتمل ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے، آئین میں یہ ضروری بیان کیا گیا ہے کہ حکومت کو ان سب کے ساتھ یکساں اور انصاف کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہیے۔ آئین ایران اسلام کو سرکاری مذہب قرار دیتا ہے، جبکہ اس کی بنیاد قرآن و حدیث کی مضبوطی پر ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ سرکاری تدابیر اور قوانین کو اسلامی اصولوں اور قوانین کے مطابق بنایا جاتا ہے۔

آئین کے آرٹیکل 13 کے مطابق، زرتشت، یہودیوں اور عیسائیوں کو مذہبی اقلیتوں کے طور پر پہچانا جاتا ہے اور انہیں اپنی مذہبی رسومات اور تقاریب کو آزادانہ طور پر انجام دینے کا حق دیا جاتا ہے۔ (4)

آئین کے آرٹیکل 13 کے تحت، زرتشتی، یہودی اور عیسائی اقلیتوں کو ان کی مذہبی رسومات اور تقاریب کو آزادانہ طور پر انجام دینے کا حق فراہم کیا جاتا ہے۔ ان کو مذہبی آزادی کی ضمانت دی جاتی ہے، جو ان کے مذہبی عقائد اور عبادات کو اپنی مرضی کے مطابق انجام دینے کی اجازت دیتی ہے۔ اس آرٹیکل کا مطلب ہے کہ ان مذہبی اقلیتوں کے افراد کو ان کی مذہبی تشہیرات، عبادات، اور رسومات کو بلا محدودیت اور بلا رکاوٹ انجام دینے کا حق فراہم کیا جاتا ہے۔ انہیں مذہبی تعلیمات کے فروغ کی اجازت دی جاتی ہے اور ان کو ان کی مذہبی تقاریب اور روایات کو آزادی سے

1. Constitution of the Islamic Republic of Iran, translated by Hamid Algar, Mizan Press, 1980.

2. Constitution of the Islamic Republic of Iran, Article 23.

3. "The Constitution of the Islamic Republic of Iran," Iran Chamber Society, accessed January 13, 2023, <http://www.iranchamber.com/government/laws/constitution.php>.

4. Constitution of the Islamic Republic of Iran, Article 13.

منانے کی اجازت دی جاتی ہے۔ یہ اقدامات ایرانی آئین کی مذہبی آزادی کے اصول کی پیروی کرتے ہیں، اور انہیں اقلیتی مذہبی جماعتوں کی تشہیرات، تعلیم، اور عبادات کی آزادی کی حفاظت فراہم کرنے کا ایک قدم مانا جاتا ہے۔

ایران میں، مذہبی تبدیلی ایک حساس مسئلہ ہے اور اسے مختلف قوانین اور ضوابط کے ذریعہ منظم کیا جاتا ہے، جو ذیل میں بیان کیے گئے ہیں۔ ایران میں، مذہبی تبدیلی کو سول قانون اور اسلامی دونوں قوانین کے ذریعہ کنٹرول کیا جاتا ہے۔ ایرانی آئین کے آرٹیکل 23 کے مطابق، افراد کو اپنے مذہب کا انتخاب کرنے کی آزادی حاصل ہے، لیکن اسلام سے دوسرے مذہب میں تبدیلی کو ارتداد سمجھا جاتا ہے، جو موت کے ذریعہ قابل سزا ہے۔⁽¹⁾

ایران میں مذہبی تبدیلی کو بڑی حساسیت کے ساتھ دیکھا جاتا ہے اور اس پر مختلف قوانین اور ضوابط کے ذریعے نظر رکھا جاتا ہے۔ اسلامی قوانین کے علاوہ، ایران میں سول قانون بھی مذہبی تبدیلی کو نگرانی کرتا ہے۔ ایران کے آئین کے آرٹیکل 23 کے مطابق، افراد کو اپنے مذہب کا انتخاب کرنے کی آزادی فراہم کی جاتی ہے۔ یہ ایک اہم حق ہے جو آئینی بنیادوں پر مشتمل ہے۔ لیکن، اسلام سے دوسرے مذہب میں تبدیلی کو ارتداد سمجھا جاتا ہے، جس کی سزا موت ہے۔ اسلامی جمہوریہ ایران میں اسلام کی قدرتی حکومت کی بنا پر ارتداد کو بہت سنگین جرم تصور کیا جاتا ہے اور اس کی سزا موت ہے۔ اسلامی قوانین کے تحت، اسلام سے منحرف ہونا اور دوسرے مذہب میں داخل ہونا ایک بڑا جرم ہے جس کی سزا بہت سنگین ہوتی ہے۔ اسلامی قوانین کے علاوہ، ایران میں سول قانون بھی مذہبی تبدیلی کو منظم کرتا ہے اور ارتداد کو مجرمانہ فعل قرار دیتا ہے۔ یہاں تک کہ ایسے افراد کو جو ارتداد کی الزام میں پکڑا جاتا ہے، موت کی سزا دی جاتی ہے۔ اس حساب سے، ایرانی قوانین مذہبی تبدیلی کو بہت سنگینی سے دیکھتے ہیں اور اس کی مخالفت پر سخت سزائوں کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

اسلامی تعزیراتی ضابطہ:

اسلامی تعزیراتی ضابطہ کے آرٹیکل 225 کے تحت، کوئی بھی مسلمان جو دوسرے مذہب میں تبدیل ہوتا ہے اسے ایک مرتد سمجھا جاتا ہے اور اسے سزائے موت کا نشانہ بنایا جاتا ہے، جب تک کہ وہ تین دن کے اندر واپس نہ آجائے۔ آئینی فراہمی کے علاوہ، ایران کا تعزیراتی ضابطہ بھی مرتد کو مجرم قرار دیتا ہے۔ تعزیرات ایران کے آرٹیکل 225 کے مطابق ارتداد ایک جرم ہے جس کی سزا موت ہے بشرطیکہ مرتد تین دن کے اندر توبہ نہ کرے۔⁽²⁾

اسلامی تعزیراتی ضابطہ کے آرٹیکل 225 کے مطابق، اگر کوئی بھی مسلمان دوسرے مذہب میں تبدیل ہو جاتا ہے تو اسے ایک مرتد سمجھا جاتا ہے اور اسے سزائے موت کا نشانہ بنایا جاتا ہے، مگر تین دنوں کے اندر واپس اسلام

¹. Constitution of the Islamic Republic of Iran, art. 23.

². Penal Code of the Islamic Republic of Iran, art. 225.

میں نہیں آتا۔ اگر وہ تین دنوں کے اندر توبہ نہیں کرتا تو اُسے موت کی سزا دی جاتی ہے۔ یہ تعزیرات ایران کے اسلامی تعزیراتی نظام کی اہمیت کو ظاہر کرتے ہیں، جہاں اسلامی اصولوں کی پیروی اور دینی حکومت کی اہمیت کو اہمیت دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ، اسلامی تعزیراتی ضابطہ کے ذریعے مذہبی تبدیلی کے امور کو بہت شدت سے نظر انداز نہیں کیا جاتا۔ اس سے آئینی اور دینی اقتباس کی پیروی کی بات کی جاتی ہے اور مرتدوں کو اسلامی اقتباس کی طرف رجوع کرنے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ ایران کے اس تعزیراتی ضابطہ کے ذریعے اسلامی تشدد اور اصولوں کی حفاظت کی جاتی ہے، جس سے مذہبی امن و امان کو بھی محفوظ بنایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ، اسلامی تعزیراتی ضابطہ مذہبی تبدیلی کے خلاف سخت کارروائی کا ذریعہ بنتا ہے جو اسلامی جمہوریہ کی سیاسی، مذہبی، اور ثقافتی اصولوں کی حفاظت کو یقینی بناتا ہے۔

سول کوڈ:

سول کوڈ کے آرٹیکل 965 کے مطابق، اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مذہب میں تبدیل ہو جاتا ہے تو، وہ مسلم کنبہ کے افراد سے وارث ہونے کا حق کھودیتا ہے۔ تاہم، اگر تبدیل شدہ فرد کے بچے ہیں جو ابھی تک مسلمان ہیں، تو وہ اب بھی اپنے مسلمان رشتہ داروں سے وراثت حاصل کر سکتے ہیں۔⁽¹⁾ اسی طرح، آرٹیکل 26 سول کوڈ مسلمان خواتین کو غیر مسلم مردوں سے شادی کرنے سے منع کرتا ہے، جب تک کہ شوہر اسلام قبول نہ کرے۔⁽²⁾ ایران کے سول کوڈ کے آرٹیکل 14 میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اس بچے کا مذہب جس کے والدین دونوں مسلمان ہیں وہ خود بخود اسلام ہے، اور بچے کو کسی دوسرے مذہب میں تبدیل کرنے کی کسی بھی کوشش کو قانون کی خلاف ورزی سمجھا جاتا ہے۔⁽³⁾

خاندانی تحفظ کا قانون: خاندانی تحفظ کے قانون کے آرٹیکل 214 کے مطابق، اگر ایک شریک حیات کسی دوسرے مذہب میں تبدیل ہو جاتا ہے تو، دوسرا شریک حیات تبدیلی کی بنیاد پر طلاق کی درخواست کر سکتا ہے۔⁽⁴⁾ خاندانی تحفظ کے قانون کے آرٹیکل 214 جیسے احکام میں ایک دینی مذہبی تبدیلی کی صورت میں شراکت داروں کے درمیان اختلافات کی سنجیدگی کو ظاہر کرتا ہے۔ اگر ایک شریک حیات کسی دوسرے مذہب میں تبدیل ہو جاتا ہے تو دوسرا شریک حیات اس تبدیلی کے سبب اختلافات کو مراد ہو سکتا ہے اور اس کی بنا پر طلاق کی درخواست کر سکتا ہے۔ یہ احکام خاندانی تحفظ کو قانونی فرمی دیتے ہیں تاکہ خاندانی رشتے مذہبی اختلافات کے باوجود بھی محفوظ رہ سکیں۔ اس طرح کے قوانین سماجی امن و امان کو بڑھاتے ہیں اور خاندانوں کو اختلافات کے حل کے لئے قانونی سہارا فراہم کرتے

¹. Iran Civil Code, art. 965.

². Civil Code of the Islamic Republic of Iran, art. 26

³. Civil Code of the Islamic Republic of Iran, art. 14

⁴. Family Protection Law, art. 214.

ہیں۔ ان مقررات کا اطلاق مختلف مذہبی اجتماعات میں روزمرہ کی زندگی میں مختلف معاملات پر ہوتا ہے، اور یہ خاندانی امور کو قانونی حیثیت فراہم کرتے ہیں۔

شہریت کا قانون:

شہریت کے قانون کے آرٹیکل 976 کے مطابق، غیر مسلم جو اسلام قبول کرتے ہیں اسے ایرانی شہریت دی جاسکتی ہے۔⁽¹⁾ ایرانی آئین کسی بھی مذہب کا انتخاب کرنے کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے، لیکن اسلام سے ہونے والی ارتداد کو ایران میں شہری اور اسلامی دونوں قوانین کے تحت موت کی سزا دی جاسکتی ہے۔ اسی طرح بچوں اور بین المذاہب شادیوں میں تبدیلی پر پابندیاں ہیں۔ حکومت تمام سرکاری اہلکاروں سے اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہونے کا تقاضا کرتی ہے، جو غیر مسلموں کو اعلیٰ سطحی سرکاری عہدوں پر فائز ہونے سے مؤثر طریقے سے روکتا ہے۔ ان پابندیوں کے باوجود ایران میں اب بھی بہت سی مذہبی اقلیتیں ہیں جو آزادی سے اپنے عقائد پر عمل پیرا ہیں۔ مثال کے طور پر، ایران میں آرمینیائی عیسائی برادری کو ایک سرکاری مذہبی اقلیت کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے اور اسے اپنے اسکول اور گرجا گھر قائم رکھنے کی اجازت ہے۔ اسی طرح، ایران میں یہودی برادری عبادت گاہوں اور قبرستانوں کو برقرار رکھنے کے قابل ہے، اور ایرانی پارلیمنٹ میں سپریم لیڈر کی طرف سے مقرر کردہ ایک رکن کی طرف سے نمائندگی کی جاتی ہے۔⁽²⁾

ایران میں تبدیلی مذہب یا ارتداد کے حوالے سے براہ راست کوئی مدوّن قانون موجود نہیں، تاہم اسلامی جمہوریہ ایران کے عدالتی نظام میں شریعت اسلامی، بالخصوص فقہ جعفریہ (شیعہ اثنا عشری) کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ایران کے آئین کی دفعہ 167³ کے مطابق، جب کسی معاملے میں مدوّن قانون موجود نہ ہو تو قاضی شرعی اصولوں کی روشنی میں فیصلہ کر سکتا ہے۔ یہی دفعہ ارتداد جیسے معاملات میں فتوؤں پر مبنی فیصلوں کی بنیاد بنتی ہے۔ اگرچہ ایران کے تعزیری قوانین میں ارتداد کی سزا واضح طور پر درج نہیں، ماضی میں ایرانی پارلیمنٹ (مجلس) نے ایسے قوانین متعارف کرانے کی کوشش کی۔ سنہ 2008 میں مجلس میں ایک "Islamic Penal Bill" پیش کیا گیا تھا جس میں مرتد مرد کے لیے سزائے موت اور عورت کے لیے عمر بھر قید کی سزا تجویز کی گئی تھی، تاہم یہ قانون باضابطہ طور پر منظور نہیں ہوا۔ اس کے باوجود عدالتیں مذہبی بنیادوں پر ارتداد کے کیسز میں سخت سزائیں دے چکی ہیں، جو عموماً فتوؤں یا "فقہی اصولوں" پر مبنی ہوتی ہیں۔

¹ Iran Citizenship Law, art. 976.

² International Religious Freedom Report 2020, Iran.

³ Constitution of the Islamic Republic of Iran, Article 167

تبدیلی مذہب سے متعلق ملائیشیا کے قوانین

ملائیشیا جنوب مشرقی ایشیا کا ایک کثیر النسل اور کثیر المذہبی ملک ہے، جہاں اسلام غالب مذہب ہے۔ ملائیشیا کی تقریباً 60 فیصد آبادی مسلمان ہے، جبکہ باقی آبادی بدھ مت، عیسائی، ہندو اور چینی مذاہب کے پیروکاروں پر مشتمل ہے۔ ملائیشیا میں مذہبی آزادی کو وفاقی آئین کے تحت تحفظ حاصل ہے، جو کسی کے مذہب کا دعویٰ کرنے اور اس پر عمل کرنے کے حق کی ضمانت دیتا ہے۔ آئین کے آرٹیکل 11(1) میں کہا گیا ہے کہ "ہر فرد کو اپنے مذہب کا دعویٰ اور عمل کرنے کا حق ہے"۔ تاہم، اس حق کی حدود ہیں، جیسا کہ آرٹیکل 11 کی شق (4) میں کہا گیا ہے کہ "ریاستی قانون اور کوالا لپور، لابوان اور پٹراجایا کے وفاقی علاقوں کے سلسلے میں، وفاقی قانون اسلام کے مذہب کے دعویٰ اور افراد میں کسی بھی مذہبی نظریہ یا عقیدے کے پھیلاؤ کو محدود کر سکتا ہے"۔⁽¹⁾ اگرچہ آئین میں خاص طور پر ارتداد کا ذکر نہیں کیا گیا ہے، لیکن ریاست کے متعدد شریعت قوانین ایکٹ ارتداد کو جرم قرار دیتے ہیں، اور کچھ معاملات میں، افراد کو اسلام میں "واپسی" کے لئے بحالی کے پروگراموں سے گزرنے پر مجبور بھی کرتے ہیں۔⁽²⁾

ملائیشیا میں مذہبی اقلیتوں کو اپنی عبادت گاہوں اور مذہبی مقامات کی حفاظت فراہم کی جاتی ہے، جو مذہبی آزادی کے اصول کی حمایت کی جاتی ہے۔ یہ اقدامات اقلیتی جماعتوں کو سماجی اور معاشرتی حیثیت فراہم کرتے ہیں، جبکہ ساتھ ہی ملک کو مذہبی تنازعات سے نمٹنے کیلئے مدد فراہم کرتے ہیں۔

سول قانون:

ملائیشیا میں سول قانون کے تحت، مذہبی تبدیلی ریاستی قانون سازی کے دائرے میں آتی ہے، جس کا مطلب ہے کہ جس ریاست میں فرد رہتا ہے اس کے لحاظ سے قوانین مختلف ہو سکتے ہیں۔ تاہم، کچھ قوانین جیسے ملائیشیا کا وفاقی آئین جو مذہبی تبدیلی کے عمل سے متعلقہ ہے۔ وفاقی آئین کا آرٹیکل 11 مذہب کی آزادی کے حق کی ضمانت دیتا ہے، جس میں کسی کے مذہب کا دعویٰ اور عمل کرنے کا حق بھی شامل ہے۔ تاہم، یہ حق مطلق نہیں ہے اور کچھ خاص بنیادوں پر پابندی عائد کی جاسکتی ہے، جیسے عوامی نظم، اخلاقیات، یا صحت۔ مزید برآں، آئین اسلام کو فیڈریشن کے مذہب کے طور پر تسلیم کرتا ہے، جس کا مطلب ہے کہ مسلمانوں کو دوسرے مذاہب میں تبدیل کرنے پر کچھ حدود ہیں۔⁽³⁾

¹. Federal Constitution of Malaysia, art. 11.

². Syariah Criminal Offences (Federal Territories) Act 1997 (Malaysia), <http://www.agc.gov.my/agcportal/uploads/files/Publications/LOM/EN/Act%20557.pdf>.

³. Federal Constitution of Malaysia, art. 11, cl. 1.

شرعی قانون:

ملاییشیا میں، شرعی قانون ذاتی حیثیت سے متعلق معاملات میں مسلمانوں پر لاگو ہوتا ہے، جیسے شادی، طلاق اور وراثت۔ شرعی قانون مسلمانوں کو دوسرے مذاہب میں تبدیل کرنے پر بھی لاگو ہوتا ہے، کیونکہ شرعی عدالتوں کو ایسے معاملات پر دائرہ اختیار حاصل ہے۔⁽¹⁾ شرعی قانون کے تحت، تبدیلی مذہب کے لئے فرد کو عام طور پر گواہوں اور مذہبی اتھارٹی کی موجودگی میں اپنے سابقہ مذہب کو ترک کرنے اور اسلام کو قبول کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک بار جب کسی شخص نے اسلام قبول کر لیا تو اسے عام طور پر ناقابل واپسی سمجھا جاتا ہے۔⁽²⁾ تاہم، ایسے معاملات ہوئے ہیں جہاں مسلمان رضا کارانہ طور پر یا غیر ارادی طور پر دوسرے مذاہب میں تبدیل ہوئے ہیں۔ ایسے معاملات میں، شرعی عدالتوں کو تبدیلی کی صداقت کا تعین کرنے کا اختیار ہے اور آیا اس فرد نے اسلام سے ارتداد کیا ہے۔⁽³⁾

ملاییشیا میں مذہبی اظہار کو کنٹرول کرنے والے سب سے اہم قوانین میں سے ایک Syaria Criminal Offense Act 1997 (Act 559) ہے، جو ملک کے مسلمانوں پر لاگو ہوتا ہے۔ اس ایکٹ کے تحت، ایک مسلمان کے لیے ایسی سرگرمیوں میں ملوث ہونا جرم ہے جو اسلامی قانون کے خلاف سمجھی جاتی ہیں، بشمول ارتداد، توہین مذہب اور مسلمانوں کا مذہب تبدیل کرنا۔ غیر مسلم اس قانون کے تابع نہیں ہیں۔⁽⁴⁾

Syaria Criminal Offense Act 1997 (Act 559) کے ذریعہ مذہبی اظہار کو کنٹرول کیا جاتا ہے، جو ملاییشیا میں مسلمانوں کے لیے اہم قانون ہے۔ اس قانون کے تحت، مسلمانوں کو اپنے دینی فرائض اور احکامات کی پاسداری کی ذمہ داری ہوتی ہے، جبکہ غیر مسلم اس قانون کے تحت تابع نہیں ہوتے۔ اس ایکٹ کے تحت، مسلمانوں کو ارتداد کی صورت میں سخت سزاؤں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ، اگر کوئی مسلمان دوسرے مذہب کے افراد کو اپنے مذہب میں مبدل کرنے کی کوشش کرے، تو اس بھی جرم کی تشدد ہوتی ہے۔ توہین مذہب اور مسلمانوں کے مذہب کو تبدیل کرنے کی کوشش بھی اس قانون کے تحت جرم ہیں۔ یہ قانون مذہبی اظہار اور عقیدت کی آزادی کے معاہدے کے ساتھ ملتا جلتا ہے، جس کی بنا پر مسلمانوں کو اپنے مذہبی مقامات اور فرائض کی پاسداری کی ضرورت ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ، ان کی آزادی ہے کہ وہ اپنے مذہبی عقائد کو بیان کریں اور دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اپنی دینی عقیدت کی طرف مائل کریں۔

¹. Federal Constitution of Malaysia, Ninth Schedule, List II, Item 1.

². Farid Sufian Shuaib, "Religious Freedom in Malaysia: A Critical Analysis of Recent Developments," Oxford Journal of Law and Religion 2, no. 2 (2013): 313-334, doi:10.1093/ojlr/rwt007, 318.

³. Ibid., 324.

⁴. Syaria Criminal Offences Act 1997 (Act 559), 4-10.

ان قوانین کے علاوہ، مذہبی عمارات اور عبادت گاہوں کی تعمیر اور چلانے کے لیے ضوابط بھی موجود ہیں۔ مثال کے طور پر ریاست کیلنٹان میں غیر اسلامی مذہب کی تبلیغ کے قانون 1988 کے کنٹرول اور پابندی کے تحت غیر مسلموں سے کسی بھی غیر اسلامی عبادت گاہ کی تعمیر یا مرمت کرنے سے پہلے ریاستی حکومت سے اجازت نامہ حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔⁽¹⁾

ملائیشیا کی شرعی عدالتیں مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں اختیار رکھتی ہیں، اور ارتداد ان عدالتوں کے دائرہ اختیار میں آتا ہے۔ کئی ریاستوں میں شرعی قوانین ایسے افراد کے لیے سزائیں تجویز کرتے ہیں جو اسلام چھوڑنا چاہتے ہیں، جن میں قید، جرمانہ یا "اصلاحی تربیت" شامل ہو سکتی ہے۔ چند ریاستوں میں باقاعدہ ارتداد کے خلاف قوانین موجود ہیں، جیسے کہ کلائن اور ترنگانو میں، جہاں ارتداد کو سزا کے قابل جرم قرار دیا گیا ہے۔ وقتاً فوقتاً ملکی سطح پر ایسے قوانین کو مزید سخت بنانے یا قومی سطح پر لاگو کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں، مگر یہ اکثر سیاسی، عدالتی اور انسانی حقوق کے حلقوں میں تنازع کا باعث بنتی ہیں۔ ملائیشیا میں تبدیلی مذہب کے قوانین اسلام کو مرکزی حیثیت دیتے ہیں، خاص طور پر مسلمانوں کے لیے۔ غیر مسلموں کے لیے اسلام قبول کرنا نسبتاً آسان ہے، لیکن مسلمانوں کے لیے اسلام چھوڑنا مشکل اور قانونی چیلنجوں سے بھرپور ہے۔ یہ قوانین ملائیشیا کے آئین، شریعت، اور ریاستی قوانین کے تحت نافذ ہوتے ہیں۔

تبدیلی مذہب سے متعلق انڈونیشیا کے قوانین:

انڈونیشیا ایک مسلم اکثریتی ملک ہے۔ درحقیقت، یہ دنیا کا سب سے بڑا مسلم اکثریتی ملک ہے، جس کی تقریباً 87 فیصد آبادی اسلام پر عمل پیرا ہے۔ تاہم، انڈونیشیا بھی ایک متنوع ملک ہے جس میں دوسرے مذاہب جیسے عیسائیت، ہندومت اور بدھ مت کی نمایاں آبادی ہے۔ ملک کا آئین مذہب کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے، اور حکومت چھ سرکاری مذاہب کو تسلیم کرتی ہے: اسلام، پروٹسٹنٹ ازم، کیتھولک ازم، ہندومت، بدھ مت، اور کنفیو شس ازم۔ دنیا کے سب سے بڑے مسلم اکثریتی ملک انڈونیشیا نے اپنے آئین میں مذہبی آزادی کو شامل کیا ہے۔ یہ آئینی ضمانت مختلف قوانین اور ضوابط میں ظاہر ہوتی ہے جو افراد کے اپنے مذہب پر عمل کرنے کے حقوق کا تحفظ کرتے ہیں۔ انڈونیشیا کا 1945 کا آئین تمام شہریوں کے لیے مذہبی آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔ آئین کے آرٹیکل 29(1) میں کہا گیا ہے کہ "ریاست کی بنیاد خدائے واحد پر یقین پر ہوگی اور وہ ہر شہری کو اپنی پسند کے مذہب کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی آزادی کی ضمانت دے گی"۔⁽²⁾

¹ Control and Restriction of the Propagation of Non-Islamic Religions Enactment 1988 (Kelantan), 6.

² The Constitution of the Republic of Indonesia, 1945, art. 29(1).

انڈونیشیا کا آئین مذہبی آزادی کی ضمانت فراہم کرتا ہے اور افراد کو ان کے اپنے مذہب کی آزادی کے حقوق کا تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب جیسے ہندو مت، بدھ مت، اور عیسائیت بھی انڈونیشیا میں معترف اور قانونی طور پر قابل عمل ہیں۔ انڈونیشیا کا آئین ملک بھر کے شہریوں کو مذہبی آزادی کی ضمانت دیتا ہے، جو کہ ایک بنیادی انسانی حق ہے۔ آئین کے آرٹیکل 29(1) میں واضح طور پر اس بات کی ضمانت دی گئی ہے کہ ہر انڈونیشین شہری کو اپنے مذہب کا انتخاب کرنے اور اس پر عمل کرنے کی آزادی ہوگی۔ اس طرح، اسلامی، ہندو، بدھ، عیسائی، اور دیگر مذاہب کے پیروکار انڈونیشیا میں اپنے مذہبی عقائد کے مطابق آزادانہ طور پر عبادت اور عمل کر سکتے ہیں۔ آئین کے علاوہ، انڈونیشیا میں مذہبی آزادی کے تحفظ کے لیے کئی قوانین اور ضوابط ہیں۔ مندرجہ ذیل میں سے کچھ اہم ترین ہیں:

انسانی حقوق پر 1999 کا قانون نمبر 39:

یہ قانون، جو 1999 میں نافذ کیا گیا تھا، ہر فرد کے فکر، ضمیر اور مذہب کی آزادی کے حق کو تسلیم کرتا ہے۔ یہ مذہب کی بنیاد پر امتیازی سلوک سے بھی منع کرتا ہے۔⁽¹⁾

انسانی حقوق پر 1999 کا قانون نمبر 39 انڈونیشیا میں مذہبی آزادی کی تحفظ کے لئے اہم قدم ہے۔ اس قانون نے ہر انڈونیشین شہری کے لئے انسانی حقوق کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے، جس میں ان کی فکر، ضمیر اور مذہبی آزادی شامل ہے۔ اس قانون کا اہم نقطہ یہ ہے کہ وہ مذہبی آزادی کو امتیازی سلوک سے بھی منع کرتا ہے، یعنی کسی بھی فرد یا گروہ کو مذہبی عقائد کے بنیاد پر مختلف طرح کی تشدد یا تعصب کا شکار ہونے سے روکتا ہے۔ یہ قانون مذہبی اقلیتوں کو اندر سے محفوظ رکھنے کے لئے اہم ہے، اور انڈونیشیا کی سوسائٹی میں مذہبی یکتائی کی فراہمی کے لئے بھی اہم ہے۔ اس کے ذریعے، انڈونیشیائی مسلمان اکثریت اور دوسرے مذہبی اقلیتیں اپنی مذہبی عقائد کو آزادانہ طور پر اختیار کر سکتی ہیں، جبکہ کسی بھی قسم کی دینی تشدد یا تعصب کے خلاف قانونی کارروائی کی جاسکتی ہے۔

مذہبی ہم آہنگی سے متعلق قانون، 1985 کا نمبر 8، آرٹیکل 26(1):

مذہبی ہم آہنگی سے متعلق قانون مذہب اور عقیدے کی آزادی کے لئے فراہم کرتا ہے، بلکہ مذہبی تبدیلی پر کچھ حدود بھی عائد کرتا ہے۔ قانون کے آرٹیکل 26(1) میں کہا گیا ہے کہ "ہر فرد کو اپنی پسند کے مذہب کو قبول کرنے کا حق حاصل ہوگا،" لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ تبدیلی رضاکارانہ طور پر اور جبر یا لالچ کے بغیر کی جائے۔⁽²⁾

¹. Law No. 39 of 1999 on Human Rights, art. 18.

². Law on Religious Harmony, No. 8 of 1985, art. 26(1).

عبادت گاہوں کے بارے میں 1966 کا مشترکہ وزارتی فرمان نمبر 1:

یہ حکم نامہ انڈونیشیا میں عبادت گاہوں کی تعمیر اور انتظام کو منظم کرتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ تمام مذہبی گروہ عبادت گاہ بنانے سے پہلے حکومت سے اجازت نامہ حاصل کریں۔⁽¹⁾

1966 کا مشترکہ وزارتی فرمان نمبر 1 انڈونیشیا میں عبادت گاہوں کی تعمیر اور انتظام کو منظم کرنے کا حکم ہے۔ اس فرمان نامے کے تحت، تمام مذہبی گروہوں کو عبادت گاہ بنانے سے پہلے حکومت سے اجازت نامہ حاصل کرنا لازم ہوتا ہے۔ یہ فرمان نامہ مذہبی امور کی منظم کردہ شناخت کیلئے اہم ہے، جو مختلف مذاہب کی آبادی کو ان کی عبادت گاہوں کے تعمیر اور انتظام کے لیے موازنہ کرتا ہے۔ اس کے ذریعے، حکومت انٹرفیئرس کو روکتی ہے اور عبادت گاہوں کی تعمیر اور مدیریت کو منظم کرتی ہے، جس سے مذہبی حریت کی حفاظت ہوتی ہے اور مذہبی امور میں تنازعات کم ہوتے ہیں۔

مذہب یا عقیدے کی آزادی پر 2000 کا صدارتی ضابطہ نمبر 9:

یہ ضابطہ، جو 2000 میں جاری کیا گیا، مذہب یا عقیدے کی آزادی کے حق کے تحفظ کے لیے حکومت کے عزم کی تصدیق کرتا ہے۔ یہ انڈونیشیا میں مذہبی آزادی کے فروغ اور تحفظ کے لیے ایک قومی کمیشن بھی قائم کرتا ہے۔⁽²⁾

2000 کا صدارتی ضابطہ نمبر 9 انڈونیشیا میں مذہب یا عقیدے کی آزادی کے حق کے تحفظ کے لیے حکومت کے عزم کی تصدیق کرتا ہے۔ اس ضابطے کا اہم ترین مقصد مذہبی آزادی کے فروغ اور تحفظ کو یقینی بنانا ہے۔ اس کے علاوہ، انڈونیشیا میں ایک قومی کمیشن بھی قائم کیا جاتا ہے جو مذہبی آزادی کے اصولوں کی حفاظت کرتا ہے۔ انڈونیشیا کے اس قانونی ڈھانچے کے ذریعے، مذہبی اقلیتوں کو ان کے عقیدے کی آزادی کی پوری حفاظت فراہم کی جاتی ہے۔ اس سے سمجھا جاتا ہے کہ حکومت مذہبی امور میں انتہائی زیادہ خود مختاری اور امن فراہم کرنے کیلئے مصروف ہے۔

انڈونیشی وزارت مذہبی امور، سرکلر لیٹر نمبر SE/M/2006 مذہبی تبدیلی کے رہنما اصولوں پر (2006): 2006 میں، انڈونیشیا کی وزارت مذہبی امور نے مذہبی تبدیلیوں پر انتظامی سرکلر جاری کیا، جس میں ایک نئے مذہب میں تبدیل ہونے کے طریقہ کار کی نشاندہی کی گئی ہے۔ سرکلر کا تقاضا ہے کہ کوئی بھی تبدیلی رضاکارانہ طور پر، جبر یا لالچ کے بغیر، اور کنورٹ کے کنبے کی رضامندی کے ساتھ کی جائے۔⁽³⁾

¹. Joint Ministerial Decree No. 1 of 1966 on Houses of Worship.

². Presidential Regulation No. 9 of 2000 on Freedom of Religion or Belief.

³. Indonesian Ministry of Religious Affairs, Circular Letter No. SE/M/2006 on Guidelines for Religious Conversion (2006).

انڈونیشیا کی وزارت مذہبی امور کی 2006 کی سرکلر لیٹر SE/M/2006 مذہبی تبدیلی کے لئے رہنما اصولوں پر مذہبی تبدیلیوں کے انتظامی پہلوؤں کو مختص کرتی ہے۔ اس سرکلر میں مذہبی تبدیلی کے اصولوں کو مختلف معیاروں اور رازداری کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس سرکلر کا مقصد مذہبی تبدیلی کے معیاروں اور طریقہ کار کی تعینات فراہم کرنا ہے۔ اس کے تحت، کسی بھی شخص کی مذہبی تبدیلی کو جبر یا لالچ کے بغیر کیا جانا چاہئے اور وہ خود کو رضامند کرتا ہو۔ اس سرکلر نے مختلف معیاروں اور ضوابط کو بیان کیا ہے جو مذہبی تبدیلی کے معاملات میں اپنائے جانے چاہئے۔ اس کی روشنی میں، انڈونیشیا کی حکومت مذہبی تبدیلی کے معاملات کو مداخلت کے بغیر انسانی حقوق کے مطابق حل کرنے کا عزم ظاہر کرتی ہے۔

انڈونیشیا میں تبدیلی مذہب یا ارتداد کے حوالے سے کوئی مخصوص قومی قانون موجود نہیں ہے جو ارتداد کو بطور جرم تسلیم کرتا ہو۔ صوبہ آچے، میں اسلامی شریعت نافذ ہے، جہاں مرتد ہونے پر سماجی اور قانونی دباؤ زیادہ ہو سکتا ہے، لیکن ان قوانین کا اطلاق مکمل طور پر قومی سطح پر نہیں ہوتا۔ حکومت نے انسانی حقوق سے متعلق ایک قومی کمیشن قائم کیا ہے، جس میں مذہبی آزادی سے متعلق ایک خصوصی ڈویژن بھی شامل ہے، اور اس نے مختلف مذہبی برادریوں کے مابین تفہیم کو فروغ دینے کے لئے قومی بین المذاہب مکالمے بھی رکھے ہیں۔⁽¹⁾

حکومت نے مذہبی رواداری کو فروغ دینے کے لئے عوامی سطح پر برآمد کرنے والے مذہبی سرگرمیوں اور تنظیموں کو معاشرتی حقوق اور حکومتی قوانین کے ضمنی دائرہ کار میں رکھا ہے۔ اس کے علاوہ، حکومت مذہبی تنظیموں کو نگرانی میں رکھتی ہے تاکہ انتہا پسند نظریات کے پھیلاؤ کو روکا جاسکے اور معاشرتی ہم آہنگی برقرار رکھی جاسکے۔ حکومت کے اقدامات نے مذہبی تبدیلی کو کنٹرول کیا ہے، لیکن اس کے باوجود بھی کچھ چیلنجز موجود ہیں، خاص طور پر اقلیتی مذہبی برادریوں کے لیے۔ حکومت کی کوششیں ان چیلنجز سے نمٹنے کی کامیابی کے لئے اہم ہیں، اور مذہبی تنظیموں اور سرگرمیوں کے اضافی جانچ پڑتال اور ضابطے، ایک اہم اقدام ہیں۔ انڈونیشیا کی حکومت نے مذہبی تبدیلی کے ساتھ ساتھ انتہا پسندی اور غیر مطلوب نظریات کے خلاف بھی کارروائیاں کی ہیں، جو کہ مذہبی ہم آہنگی اور امن و امان کو برقرار رکھنے میں اہمیت رکھتی ہیں۔ انڈونیشیا میں تبدیلی مذہب کے حوالے سے قوانین موجود ہیں، جو مذہبی آزادی کے ساتھ ساتھ کچھ پابندیوں کو بھی یقینی بناتے ہیں۔ ملک کا آئین مذہبی آزادی کی ضمانت دیتا ہے، لیکن تبدیلی مذہب کے عمل کو سرکاری طور پر رجسٹرڈ کروانا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ، خاندانی قانون اور مقامی ضوابط بھی مذہبی تبدیلی کو متاثر کر سکتے ہیں۔ انڈونیشیا میں مذہبی رواداری کو فروغ دیا جاتا ہے۔

¹ U.S. Department of State, "Indonesia: International Religious Freedom Report," 2019, <https://www.state.gov/reports/2019-report-on-international-religious-freedom/indonesia/>.

تبدیلی مذہب سے متعلقہ بنگلہ دیش کے قوانین:

بنگلہ دیش ایک مسلم اکثریتی ملک ہے۔ 2011 کی مردم شماری کے مطابق، بنگلہ دیش کی تقریباً 90% آبادی مسلمان ہے، جو اسے انڈونیشیا، پاکستان اور بھارت کے بعد دنیا کا چوتھا سب سے بڑا مسلم اکثریتی ملک بناتا ہے۔ تاہم، بنگلہ دیش دیگر مذاہب کے علاوہ ہندوؤں، بدھ مت اور عیسائیوں کی نمایاں اقلیتوں کا گھر بھی ہے۔ بنگلہ دیش کا آئین تمام شہریوں کو مذہبی آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔ آرٹیکل 41 میں کہا گیا ہے کہ ہر شہری کو فکر، ضمیر اور اعتقاد کی آزادی اور اپنی پسند کے کسی بھی مذہب پر عمل کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ بنگلہ دیش کا آئین، جو 1972 میں اپنایا گیا تھا، ملک کے تمام شہریوں کو مذہب کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ "ہر شہری کو کسی بھی مذہب کا دعویٰ، عمل کرنے یا پھیلانے کا حق ہے"۔ یہ فراہمی ملک میں مذہبی آزادی کے بنیادی حق کو قائم کرتی ہے۔ بنگلہ دیش میں، 1972 کا آئین مذہب کی آزادی اور کسی بھی مذہب پر عمل کرنے، اس کی تبلیغ کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق فراہم کرتا ہے۔⁽¹⁾

ہندو شادی ایکٹ، 1955⁽²⁾۔ یہ ایکٹ بنگلہ دیش میں ہندوؤں کی شادی اور طلاق سے متعلق ہے۔ اس میں ہندو شادیوں کی رجسٹریشن اور ہندو شادیوں کو تحلیل کرنے کی سہولت فراہم کی گئی ہے۔ اس کے ذریعے شادیوں کی تفصیلی تحلیل اور شادی کی حیثیت کی تصدیق کی جاتی ہے۔

بنگلہ دیش نے مختلف قوانین کے نفاذ اور آئینی حقوق کے تحفظ کے ذریعے اپنے شہریوں کے لئے مذہبی آزادی کو یقینی بنانے میں نمایاں پیشرفت کی ہے۔ بنگلہ دیش میں، مذہبی تبدیلی سے متعلق قوانین بنیادی طور پر بنگلہ دیش کے آئین اور تعزیری ضابطہ کے ساتھ ساتھ کئی دیگر قوانین اور ضوابط کے زیر انتظام ہیں۔ تاہم، بنگلہ دیش کے تعزیری ضابطہ اخلاق کے تحت تبدیلی مذہب پر کچھ پابندیاں ہیں۔ تعزیری ضابطہ کی دفعہ 295 "A" میں لکھا ہے کہ بنگلہ دیش میں، اگر کوئی جان بوجھ کر لوگوں کے کسی گروہ کے مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین کرتا ہے، بول کر، لکھ کر یا کچھ دکھا کر، اسے دو سال تک جیل یا جرمانہ یا دونوں ادا کرنا پڑ سکتے ہیں۔⁽³⁾

بنگلہ دیش نے مختلف قوانین کے ذریعے مذہبی آزادی کو قانونی بنیاد دی ہے، لیکن تعزیری ضابطہ اخلاق کی حوالہ داری میں کچھ پابندیاں بھی ہیں۔ اس ضابطہ کا مقصد مذہبی تنازعات اور دینی انتہا پسندی کی رواں میں موجودہ قیدوں کو روکنا ہے۔ ایسے قوانین کی اہمیت یہ ہے کہ وہ مجتمع میں مذہبی یکجہتی اور تنازعات کو تنظیم دیتے ہیں، لیکن ان کی استعمال میں انصاف کی اہمیت ہوتی ہے تاکہ ان کا استعمال دینی اقلیتوں کے ساتھ ظلم اور تشدد کی زمین نہ بنے۔ یہ

¹ The Constitution of the People's Republic of Bangladesh, 1972, art. 41-43, available at http://bdlaws.minlaw.gov.bd/print_sections_all.php?id=367.

² The Hindu Marriage Act, 1955 (Act No. XXV of 1955).

³ Penal Code of Bangladesh, sec. 295A, <https://www.refworld.org/docid/3ae6b4ee4.html>.

قانونی تدابیر مذہبی تنازعات اور اختلافات کو قانونی راہ میں حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور مذہبی آزادی کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اجتماعی امن و امان کو بھی فراہم کرتے ہیں۔

2016 کے غیر ملکی عطیات (رضاکارانہ سرگرمیاں) ریگولیشن ایکٹ کے لئے غیر ملکی مالی اعانت سے چلنے والی این جی اوز سے "کسی بھی ایسی سرگرمیوں سے پرہیز کرنے کی ضرورت ہے جو ملک کی آبادی کے مذہبی جذبات اور اخلاقی اقدار کو نقصان پہنچا سکتی ہیں"۔⁽¹⁾ مجموعی طور پر، جبکہ بنگلہ دیش کا آئین مذہب کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے، لیکن تعزیری ضابطہ اور دیگر قوانین کے تحت تبدیلی مذہب پر پابندیاں عائد ہیں۔ تاہم، حکومت نے مذہبی طریقوں کو منظم کرنے اور سماجی ہم آہنگی کو یقینی بنانے کے لیے کئی قوانین اور ضابطے بنائے ہیں۔ ایسا ہی ایک قانون 1995 کا مذہبی ٹرسٹ اینڈ وقف ایکٹ ہے۔ جو مذہبی ٹرسٹوں اور اوقاف کے انتظام و انصرام کو منظم کرتا ہے۔ یہ وقف سے متعلق تنازعات کو حل کرنے کے لیے وقف ٹریبونل کے قیام کا بھی انتظام کرتا ہے۔⁽²⁾

جنوبی ایشیائی ممالک میں مذہبی تبدیلیوں سے متعلق قوانین اہم موضوعات ہوتے ہیں، اور بنگلہ دیش کے قوانین میں بھی اس حوالے سے اہم تبدیلیاں آئی ہیں۔ بنگلہ دیش کی آزادی سے پہلے، 1971 میں این سی پر اپریل ایکٹ کا اطلاق ہوتا تھا۔ اس ایکٹ کا مقصد ملک سے مختلف ممالک میں مسلمانوں کی جائیداد کی حفاظت کرنا تھا، جو بنگلہ دیش کی تبدیلی سے متعلق تھا۔ بعد میں، 2013 میں "Vested Property Return Act" کی تشکیل ہوئی، جو کہ قدیم "Vested Property Act of 2001" کی جگہ لی۔ یہ قانون بھی مذہبی تبدیلی کے بعد بنایا گیا، اور اس کا مقصد بھی ممکنہ مذہبی تبدیلیوں سے متاثرہ افراد کی جائیداد کی حفاظت کرنا ہے۔ ان دو قوانین میں مشترکہ ہے کہ دونوں کا مقصد مذہبی تبدیلی کے بعد متاثرہ افراد کی جائیداد کی حفاظت ہے، اور دونوں قوانین کی بنیاد پر حکومت کو ایسے افراد کی جائیداد کو ضبط کرنے کی اجازت حاصل ہوتی ہے جنہیں وہ ریاست کا دشمن سمجھتی ہے۔ بنگلہ دیش میں ان قوانین کے تشکیل اور ان کے استعمال کے حوالے سے مختلف تبادلے رہے ہیں، جیسے کہ حکومت کی پالیسیوں اور عدالتی فیصلوں میں تبدیلیاں۔

اسی طرح 2010 میں، حکومت نے خواتین اور بچوں کے جبر کی روک تھام کا ایکٹ منظور کیا، جو خواتین اور بچوں کے خلاف مختلف جرائم بشمول جبری شادی، تیزاب گردی اور اسمگلنگ کو جرم قرار دیتا ہے۔ اس قانون کو مذہبی

¹ Foreign Donations (Voluntary Activities) Regulation Act, 2016, sec. 6, <https://www.refworld.org/docid/58db2f8a4.html>.

² The Religious Trusts and Waqfs Act, 1995, available at https://www.albd.org/auto_pdf/constitution/The%20Religious%20Trusts%20and%20Waqfs%20Act,%201995.pdf.

اقلیتوں کے خلاف امتیازی سلوک کرنے پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے، کیونکہ اس میں ایسی دفعات شامل ہیں جو "مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے" کے الزام میں افراد کے خلاف مقدمہ چلانے کی اجازت دیتی ہیں۔⁽¹⁾

2010 میں بنگلہ دیش کی حکومت نے خواتین اور بچوں کے جبر کی روک تھام کا ایکٹ منظور کیا۔ اس ایکٹ کا مقصد خواتین اور بچوں کو مختلف جرائم جیسے جبری شادی، تیزاب گردی، اور اسمگلنگ کے خلاف حفاظت فراہم کرنا ہے۔ ایسے قوانین کے استعمال میں مذہبی اقلیتوں کی حقوق کی حفاظت اور ان کی انصافیت کا تحفظ بھی ضروری ہے۔ بعض اوقات، ایسے قوانین کا استعمال مذہبی اقلیتوں کے خلاف بیانات کی شکل میں دیکھا جاتا ہے، جو ان کی خصوصیات پر مبنی ہوتے ہیں۔ یہ بات صحیح ہے کہ ایسے قوانین میں شامل جرائم مذہبی اقلیتوں کو زیادہ زور دیتے ہیں۔ اسی لئے، ان قوانین کی تنظیم اور ان کے استعمال میں مختلف طبقات اور مذہبی اقلیتوں کے مشاورت کا ہونا اہم ہے تاکہ انصافی اور عادلانہ فیصلے ہو سکیں۔ یہ حقیقت بھی ہے کہ ان قوانین کا استعمال مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے کے امکانات کو بڑھا سکتا ہے، لیکن ان کی اصل مقصد بچوں کی حقوق کی حفاظت ہے۔

بنگلہ دیش میں تبدیلی مذہب یا ارتداد کے حوالے سے کوئی مخصوص قانون موجود نہیں ہے جو اس عمل کو جرم قرار دے۔ بنگلہ دیش کا آئین اگرچہ اسلام کو ریاستی مذہب قرار دیتا ہے، لیکن ساتھ ہی شہریوں کو مذہبی آزادی کی ضمانت بھی دیتا ہے۔ آئین کی دفعہ 41 کے تحت ہر شہری کو اپنے مذہب پر عمل کرنے، تبلیغ کرنے اور اسے تبدیل کرنے کا حق حاصل ہے۔ تاہم، عملی طور پر تبدیلی مذہب کے معاملات بعض اوقات سماجی یا سیاسی دباؤ، بالخصوص مسلم سے غیر مسلم مذہب اختیار کرنے کی صورت میں، متنازع بن سکتے ہیں۔ جہاں تک قانون سازی کی بات ہے، ماضی میں کچھ حلقوں کی جانب سے ارتداد کے خلاف قانون متعارف کروانے کی خواہش یا مطالبات سامنے آئے ہیں، لیکن ان پر کوئی باقاعدہ قانون سازی نہیں ہوئی۔ ملکی عدالتی نظام میں بھی ارتداد کو بطور جرم تسلیم نہیں کیا گیا، اور عدالتیں مذہبی آزادی کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتی ہیں۔ تاہم مذہب کی تبدیلی بعض اوقات ذاتی حیثیت کے معاملات جیسے شادی، وراثت اور کفالت پر اثر انداز ہو سکتی ہے، جس کے لیے مذہبی ذاتی قوانین لاگو کیے جاتے ہیں۔

تبدیلی مذہب کے حوالے سے افغانستان کے قوانین:

افغانستان ایک مسلم اکثریتی ملک ہے جس کی 99 فیصد سے زیادہ آبادی اسلام کی پیروی کرتی ہے۔ اسلام افغانستان میں صدیوں سے غالب مذہب رہا ہے، اور اس نے ملک کی ثقافت اور تاریخ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

¹. "Women and Children Repression Prevention Act 2010: A tool of oppression," Dhaka Tribune, May 28, 2015, available at <https://www.dhakatribune.com/opinion/op-ed/2015/05/28/women-and-children-repression-prevention-act-2010-a-tool-of-oppression>.

افغانستان میں مذہبی آزادی سے متعلق کئی قوانین اور ضوابط ہیں۔ افغانستان میں، آئین اسلام کو ریاست کے سرکاری مذہب کے طور پر تسلیم کرتا ہے اور جب تک یہ اسلام کی حدود میں ہے تک مذہب کی آزادی فراہم کرتا ہے۔ اور کوئی بھی قانون اسلام کے مقدس مذہب کے منافی نہیں ہو سکتا ہے۔ افغان قانون کے تحت، مذہب کی آزادی کے حق کو آئین کے ذریعہ محفوظ کیا جاتا ہے، اور افراد ریاست یا دوسروں کی مداخلت کے بغیر اپنے مذہب کا انتخاب کرنے اور ان پر عمل کرنے کے لئے آزاد ہیں۔⁽¹⁾ افغان تعزیریاتی ضابطہ توہین رسالت اور ارتداد کو جرم بناتا ہے، جو سزائے موت کا سبب بن سکتا ہے۔⁽²⁾

افغانستان میں مذہبی آزادی کے حوالے سے مختلف قوانین اور ضوابط موجود ہیں جو کہ ملک کی سیاسی، معاشی اور اجتماعی حیثیت کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ اسلامی قانون کے تحت، اسلامی اقدار اور اصولوں کی پاسداری کی جاتی ہے اور کوئی بھی قانون ان اصولوں کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اسلام کے مقدس مذہب کے منافی کوئی بھی فعل قانونی سزائے موت کا سبب بن سکتا ہے، جیسا کہ افغان تعزیریاتی ضابطہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ مذہبی آزادی کے حق کو آئین کے ذریعہ محفوظ کیا جاتا ہے، جس کے تحت افراد کسی بھی مذہب کو منتخب کرنے اور ان پر عمل کرنے کے لئے آزاد ہیں۔ مذہبی تعلیم بھی اسلامی اقدار اور اصولوں کے مطابق دی جاتی ہے اور اس کی نگرانی کے لئے مخصوص ادارے قائم کیے گئے ہیں۔

افغان حکومت کو تاریخی طور پر اسلامی مذہبی اداروں کے ساتھ قریبی طور پر منسلک کیا گیا ہے، اور بہت سے سرکاری عہدیداروں اور مذہبی رہنماؤں نے تبدیلی مذہب کی مخالفت کا اظہار کیا ہے۔ 2018 میں، ایک تنظیم افغان علما کو نسل نے ایک فتویٰ جاری کرتے ہوئے اعلان کیا کہ اسلام سے تبدیلی ایک "سنگین گناہ" ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اس کی روک تھام کے لئے اقدامات کرے۔⁽³⁾

افغانستان میں حکومت اور اسلامی مذہبی اداروں کے درمیان تاریخی طور پر قریبی تعلقات رہے ہیں۔ افغانستان ایک اسلامی ملک ہے جس میں دین اور سیاست کا تناسب پرانے دوروں سے موجود ہے۔ حکومت کے سرکاری عہدیداروں اور مذہبی رہنماؤں کے درمیان ہم آہنگی کا فاصلہ معمولی طور پر موجود رہا ہے۔ افغانستان میں تنظیمات مثل افغان علما کو نسل اور دیگر مذہبی جماعتیں اپنے فتواؤں اور اعلانات کے ذریعے مختلف موضوعات پر اپنی رائے کا اظہار کرتی ہیں۔ ان تنظیمات نے اکثر اسلامی اصولوں اور قیمتوں کی پاسداری کی ہے اور تبدیلی مذہب کی

¹. "Constitution of Afghanistan," art. 2, accessed January 8, 2023, https://www.constituteproject.org/constitution/Afghanistan_2004.pdf.

². "Penal Code of Afghanistan," arts. 347-350, accessed January 8, 2023, <https://www.refworld.org/docid/51b9a9db4.html>.

³. "Afghanistan: Islamic Scholars Issue Fatwa against Tolerance," Human Rights Watch (Mar. 20, 2018), <https://www.hrw.org/news/2018/03/20/afghanistan-islamic-scholars-issue-fatwa-against-tolerance>.

مخالفت کی ہے۔ 2018 میں افغان علما کو نسل کی جانب سے جاری کردہ فتویٰ جو تبدیلی مذہب کے خلاف تھا، جس میں اسلام سے تبدیلی کو "سکین گناہ" قرار دیا گیا اور حکومت سے اس کی روک تھام کے لئے اقدامات کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔

2004 کا افغان آئین مذہب کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے، جیسا کہ آرٹیکل 2 میں درج ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ "اسلام کا مقدس مذہب اسلامی جمہوریہ افغانستان کا مذہب ہے۔ دوسرے مذاہب کے پیروکار اپنی مذہبی رسومات کی ادائیگی اور انجام دہی میں قانون کی حدود میں آزاد ہوں گے۔" (1)

یہ ایک اہم قدم ہے جو افغانستان کی مذہبی مختلف تہذیبوں اور مذاہب کے لوگوں کے درمیان تعلقات کو مضبوط کرنے میں مدد فراہم کر سکتا ہے۔ یہاں ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ مذہبی آزادی کا مطلب صرف ایک مذہبی جماعت کے حقوق کی تائید نہیں ہے بلکہ ہر انسان کے مذہبی عقائد کی احترام اور ان کی آزادی کو مضبوط کرنا شامل ہے۔ اس طرح کے قوانین افغانستان کی معاشرتی اور سیاسی بنیادوں کو مضبوط بنا سکتے ہیں اور مذہبی تفرقہ اور اختلافات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مختلف مذاہب کے لوگوں کے درمیان تعلقات کو معاشرتی سلامتی اور ترقی کی راہ میں قائم کر سکتے ہیں۔

مزید برآں، افغان پینل کوڈ میں مذہبی آزادی سے متعلق کئی دفعات شامل ہیں۔ مثال کے طور پر، آرٹیکل 347 مذہبی عقائد کی توہین یا بے حرمتی سے منع کرتا ہے، اور آرٹیکل 640 ارتداد کے فروغ کو جرم قرار دیتا ہے۔ (2) افغان حکومت نے ملک میں مذہبی اقلیتوں کے تحفظ کے لیے اقدامات کیے ہیں۔ 2016 میں، مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے ایک کمیشن قائم کرنے کے لیے ایک قانون منظور کیا گیا، جس کا کام اقلیتی برادریوں کے خلاف امتیازی سلوک یا تشدد کے معاملات کی چھان بین اور ان کا ازالہ کرنا ہے۔ (3) افغانستان میں مذہبی آزادی سے متعلق ایک پیچیدہ قانونی ڈھانچہ ہے، جس میں آئینی تحفظات، ذاتی حیثیت اور سیاسی جماعتوں سے متعلق مخصوص قوانین، اور تعزیرات کے ضابطے کے اندر موجود دفعات شامل ہیں۔

افغان حکومت کا مذہبی اقلیتوں کے تحفظ کے لیے اقدامات کرنا انسانی حقوق کی روشنی میں ایک اہم قدم ہے۔ 2016 میں منظور شدہ قانون جو مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے ایک کمیشن قائم کرنے کا امکان

1. Islamic Republic of Afghanistan, Constitution of Afghanistan (2004), art. 2, https://www.constituteproject.org/constitution/Afghanistan_2004.pdf?lang=en.

2. Islamic Republic of Afghanistan, Penal Code (2017), arts. 347, 640, <http://www.legislation.af/ShowDoc.aspx?Type=Laws&DocketYear=1395&DocketNumber=63>.

3. Islamic Republic of Afghanistan, Law on the Establishment of the Commission on the Rights of Religious Minorities (2016), <http://www.legislation.af/ShowDoc.aspx?Type=Laws&DocketYear=1395&DocketNumber=136>.

فراہم کرتا ہے، ایک بہت اہم اور قابل تحسین اقدام ہے۔ اس کمیشن کا مقصد اقلیتی برادریوں کے خلاف امتیازی سلوک یا تشدد کے معاملات کی نگرانی کرنا ہے، اور ان کی حقوق کی حفاظت اور انصاف کی فراہمی کیلئے کام کرنا ہے۔

اسلامی جمہوریہ افغانستان کے 2004 کے آئین کی دفعہ 2 واضح کرتی ہے کہ اسلام ریاست کا سرکاری مذہب ہے اور کوئی ایسا قانون نافذ نہیں کیا جاسکتا جو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہو۔ اس بنیاد پر ارتداد کو ایک سنگین جرم تصور کیا جاتا ہے، جس کی سزا بعض صورتوں میں موت بھی ہو سکتی ہے، خاص طور پر جب مذہب ترک کرنے والے فرد نے کھلے عام اپنے عقیدے کا اظہار کیا ہو۔ طالبان کی واپسی کے بعد، شریعت کو اپنایا گیا ہے، جن میں تبدیلی مذہب کو قومی اور مذہبی مفادات کے خلاف سنگین جرم قرار دیا جاتا ہے۔ ماضی میں افغانستان میں ایسے کئی واقعات سامنے آئے ہیں جہاں مذہب تبدیل کرنے والوں کو قانونی کارروائی، جیل یا سماجی جبر کا سامنا کرنا پڑا۔ اگرچہ بعض اوقات بین الاقوامی دباؤ کے تحت نرمی اختیار کی گئی، مگر قانونی طور پر تبدیلی مذہب کو قبول کرنے کے لیے کوئی جامع یا محفوظ طریقہ کار موجود نہیں ہے۔¹

تبدیلی مذہب کے حوالے سے مصر کے قوانین:

مصر ایک مسلم اکثریتی ملک ہے جس کی 90% آبادی اسلام کی پیروی کرتا ہے۔ تاہم، مصر میں مسیحی اور یہودیوں کی نمایاں آبادی کے ساتھ ساتھ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کی بھی تعداد موجود ہے۔ 2014 کا مصری آئین عقیدہ کی آزادی اور مذہب پر عمل کرنے کے حق کے ساتھ ساتھ مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں کے لیے عبادت گاہیں قائم کرنے کے حق کی ضمانت دیتا ہے۔⁽²⁾ مذہبی تبدیلی کے حوالے سے مصری قوانین کا پتہ 1923 کے آئین سے لگایا جاسکتا ہے، جس نے عقیدہ اور عبادت کی آزادی کی ضمانت دی تھی جب تک کہ یہ امن عامہ اور اخلاقیات کو متاثر نہ کرے۔ تاہم، 1960 میں، مصر میں مذہبی تبدیلی کو منظم کرنے کے لیے قانون نمبر 462 منظور کیا گیا۔ اس قانون کا تقاضا ہے کہ کسی دوسرے مذہب کو تبدیل کرنے کے خواہشمند شخص کو وزارت داخلہ سے اجازت حاصل کرنی ہوگی، جو اس کے بعد نظر ثانی کے لیے مفتی اعظم کے دفتر کو درخواست بھیجتی ہے۔ مفتی اعظم، جو مصر میں اعلیٰ ترین مذہبی اتھارٹی ہے، اسلامی قانون کی تشریح کی بنیاد پر درخواست کو منظور یا مسترد کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔⁽³⁾

¹ Thomas Barfield, *Afghanistan: A Cultural and Political History* (Princeton University Press, 2010), 305; "Afghanistan 2023 International Religious Freedom Report," U.S. Department of State, <https://www.state.gov/reports/2023-report-on-international-religious-freedom/afghanistan/>.

² Constitution of the Arab Republic of Egypt, 2014, art. 64.

³ Egypt, Law No. 462 of 1954 (as amended by Law No. 143 of 1985), art. 3.

2016 میں، مصر کی پارلیمنٹ نے ایک قانون منظور کیا جس کا مقصد گرجا گھروں کی تعمیر اور تزئین و آرائش کو منظم کرنا تھا، جو حکومت اور مسیحی برادری کے درمیان دیرینہ تنازعہ رہا ہے۔ قانون مسیحیوں کو گرجا گھروں کی تعمیر یا مرمت کرنے سے پہلے مقامی حکام سے اجازت لینے کا تقاضا کرتا ہے، اور کچھ مسیحی گروپوں کی طرف سے بہت زیادہ پابندیاں ہونے پر تنقید کی گئی ہے۔⁽¹⁾

حالیہ برسوں میں مصر میں بین المذاہب مکالمے کو فروغ دینے اور مذہبی آزادیوں کو بہتر بنانے کی کوششیں کی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر، 2019 میں، حکومت نے انتہا پسندی کا مقابلہ کرنے میں مذہب کے کردار پر ایک کانفرنس منعقد کی، جس میں پورے خطے کے مذہبی رہنماؤں کو اکٹھا کیا گیا۔⁽²⁾

2019 میں منعقدہ کانفرنس، جس میں مصر کی حکومت نے انتہا پسندی کی خلاف ورزی کی مذہبی رہنماؤں کو شامل کیا، ایک بہت اہم قدم تھا۔ اس کانفرنس نے مختلف مذہبی مجموعوں کے درمیان تعلقات کو مزید بہتر بنانے اور امن و امان کو مضبوط کرنے کے لئے اہم مواد فراہم کیے۔ اس کانفرنس کی بنیاد پر، مختلف مذہبی گروہوں کے رہنماؤں نے اپنی تجربات اور خیالات کو ایک ساتھ لایا، جو ایک بہت اہم اور قابل تعریف انجام ہے۔ اس طرح کی تشہیرات اور مذہبی مکالمے، مصری معاشرت میں امن و امان اور مذہبی ہم آہنگی کو بڑھانے کے لئے اہم ہیں۔ یہ اقدامات مذہبی امن و استحکام کو فروغ دینے کے لئے بہترین طریقے ہیں اور مذہبی تنازعات کو حل کرنے کی راہ میں اہمیت رکھتے ہیں۔

مصر میں تبدیلی مذہب یا ارتداد کے حوالے سے کوئی واضح اور جامع قانون موجود نہیں ہے۔ مصری آئین اسلام کو ریاست کا مذہب قرار دیتا ہے اور شریعت کو قانون سازی کا بنیادی ذریعہ تسلیم کرتا ہے، جس کے تحت عمومی طور پر مسلمانوں کے لیے ارتداد ناقابل قبول تصور کیا جاتا ہے۔ اگرچہ ارتداد بذات خود مصری تعزیرات میں بطور جرم درج نہیں، لیکن اس کے اثرات دیگر قوانین مثلاً خاندانی قوانین، شناختی دستاویزات کے اجراء، اور بعض اوقات توہین مذہب کے قوانین کے ذریعے ظاہر ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ایسے افراد جنہوں نے اسلام چھوڑ کر کسی اور مذہب کو اختیار کیا، انہیں اکثر اپنی نئی مذہبی شناخت سرکاری طور پر تسلیم کروانے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

مزید برآں، مصر میں بعض عدالتوں نے تبدیلی مذہب کی درخواستوں کو رد کرتے ہوئے اس بنیاد پر فیصلے سنائے ہیں کہ یہ اقدام "سماجی ہم آہنگی" یا "اسلامی اقدار" کے خلاف ہے۔ وقتاً فوقتاً مصری پارلیمنٹ میں ارتداد کو قابل سزا جرم

1. "Egyptian Parliament Approves New Law on Church Building," Al Jazeera, August 30, 2016, <https://www.aljazeera.com/news/2016/8/30/egyptian-parliament-approves-new-law-on-church-building>.

2. "Egypt Hosts Regional Conference on Role of Religion in Combating Extremism," Egypt Today, January 28, 2019, <https://www.egypttoday.com/Article/2/63119/Egypt-hosts-regional-conference-on-role-of-religion-in-combating>.

بنانے کی تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں، تاہم انہیں منظوری حاصل نہیں ہو سکی۔ اس ضمن میں انسانی حقوق کی تنظیموں نے مصر پر اظہار رائے، مذہبی آزادی اور اقلیتوں کے حقوق کی خلاف ورزی کے الزامات بھی عائد کیے ہیں۔¹

تبدیلی مذہب کے حوالے سے سوڈان کا قانونی نظام:

سوڈان ایک مسلم اکثریتی ہے۔ پیو ریسرچ سینٹر کی عالمی مسلم آبادی پر 2015 کی رپورٹ کے مطابق، سوڈان کی تقریباً 96.1 فیصد آبادی مسلمان ہے۔ اسلام سوڈان کا سرکاری مذہب ہے، اور ملک کا قانونی نظام اسلامی قانون پر مبنی ہے۔ تاہم، سوڈان میں عیسائی اور روایتی افریقی مذہبی کمیونٹیز بھی ہیں۔ سوڈان میں مذہبی آزادی کے قوانین اور ضوابط میں ملک کی پیچیدہ تاریخ اور سیاسی حرکیت کی وجہ سے گزشتہ برسوں میں اہم تبدیلیاں آئی ہیں۔ سوڈان کا قانونی نظام مذہبی آزادی کو تسلیم کرتا ہے اور مذہبی بنیادوں پر امتیازی سلوک کی ممانعت کرتا ہے۔ درج ذیل قوانین اور ضوابط مذہبی آزادی پر سوڈان کے موقف کا خاکہ پیش کرتے ہیں:

سوڈان کے آئین کے آرٹیکل 6 میں مذہبی آزادی کے حق کی ضمانت دی گئی ہے۔ اس آرٹیکل میں ریاست کو ثقافتوں، زبانوں، اور مذہبی تنوع کی احترام اور فروغ کا ذکر کیا گیا ہے، جو ایک معاشرتی جماعت کی خصوصیات اور انفرادیت کی اہمیت کو دوبارہ تصدیق کرتا ہے۔ اس آرٹیکل کی روشنی میں، مذہبی آزادی کے حق کی ضمانت دینا ایک ملک کی دماغیت اور مذہبی تعقیدات کے ساتھ ساتھ روابط کو مضبوط بناتا ہے۔ یہ انفرادی طور پر مذہبی عقیدات کے احترام کیلئے بھی اہم ہے، جو کسی شخص کو اپنی عبادت اور اعتقادات کو اظہار کرنے کی آزادی فراہم کرتا ہے۔ اس آرٹیکل کے تحت، مذہبی عقیدات کو تبدیل کرنے، اپنے مذہب یا عقیدہ کی عبادت اور عمل میں مختلف طریقوں سے اظہار کرنے کی آزادی بھی محفوظ ہے۔

سوڈانی فوجداری ایکٹ مذہبی بنیادوں پر امتیازی سلوک کی ممانعت کرتا ہے اور "مذہبی منافرت کو فروغ دینے" یا "مذہبی عقائد کی توہین" کرنے والوں کی سزا کا بندوبست کرتا ہے۔⁽²⁾ سوڈانی انسانی حقوق کمیشن ایکٹ مذہبی آزادی سمیت انسانی حقوق کے فروغ اور تحفظ کے لیے ایک کمیشن قائم کرتا ہے۔⁽³⁾

مجموعی طور پر، سوڈان کا قانون مذہبی آزادی فراہم کرتا ہے اور مذہبی بنیادوں پر امتیازی سلوک پر پابندی لگاتا ہے۔ سوڈان میں، مذہبی تبدیلی سے متعلق قوانین علاقے اور مذہب کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں۔ اسلامی

¹ Nathan J. Brown, "Egypt's Constitution and Islamic Law," Carnegie Endowment for International Peace, May 2002

² Sudanese Criminal Act, 1991, sec. 28,

<http://www.ilo.org/dyn/natlex/docs/ELECTRONIC/47439/55335/F1940823082/SDN47439%20Eng.pdf>

³ Sudanese Human Rights Commission Act, 2009,

http://www.achpr.org/files/instruments/sudan_hr_commission_act_2009_en.pdf.

قانون کے تحت، جو سوڈان میں مروجہ قانونی نظام ہے، ارتداد کو ایک جرم سمجھا جاتا ہے جس کی سزا موت ہے۔⁽¹⁾ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی مسلمان جو دوسرے مذہب کو قبول کرتا ہے اس کے خلاف مقدمہ چلایا جاسکتا ہے اور اسے ممکنہ طور پر اسلام چھوڑنے کے جرم میں سزائے موت دی جاسکتی ہے۔ سوڈان میں 2020 کے بعد ارتداد کی سزا کو ختم کر دیا گیا ہے، جس کے بعد تبدیلی مذہب کو قانونی طور پر جرم نہیں سمجھا جاتا۔ تاہم، معاشرتی اور ثقافتی دباؤ کے باعث مذہبی تبدیلی کرنے والے افراد کو چیلنجز کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ سوڈان میں مذہبی آزادی کے حوالے سے قانونی اصلاحات جاری ہیں۔

سوڈان میں تبدیلی مذہب یا ارتداد کے حوالے سے قوانین کی تاریخ پیچیدہ اور متنازع رہی ہے۔ 1991 کے فوجداری قانون کے آرٹیکل 126 کے تحت، اسلام سے ارتداد کو سزائے موت کے قابل جرم قرار دیا گیا تھا۔ تاہم، جولائی 2020 میں، سوڈان کی عبوری حکومت نے "Miscellaneous Amendments Act" کے تحت اس قانون کو منسوخ کر دیا، جس کے نتیجے میں ارتداد کی سزا کو ختم کر دیا گیا۔² مزید برآں، اسی قانون کے تحت "تکفیر" یعنی کسی فرد یا گروہ کو کافر قرار دینے کو بھی جرم قرار دیا گیا، تاکہ مذہبی بنیاد پر تشدد اور امتیاز کو روکا جاسکے۔ یہ اصلاحات سوڈان کی 2019-2021 کی جمہوری منتقلی کے دوران کی گئیں، جس میں ملک کو سیکولر ریاست قرار دیا گیا اور مذہب کو ریاست سے علیحدہ کیا گیا۔

صومالیہ میں مذہبی تبدیلی کے قوانین:

صومالیہ ایک مسلم اکثریتی ملک ہے۔ صومالیہ میں 99% سے زیادہ آبادی مسلمان ہیں، اور اسلام ملک کا سرکاری مذہب ہے۔ اسلام صومالی ثقافت اور معاشرے میں گہری جڑیں رکھتا ہے، اور روزمرہ کی زندگی کے پہلوؤں کو متاثر کرتا ہے۔ صومالیہ کا قانونی نظام اسلامی شرعی قانون اور روایتی قانون کے امتزاج پر مبنی ہے، اور حکومت نے اسلام کو ملک کے سرکاری مذہب کے طور پر فروغ دینے کی پالیسی برقرار رکھی ہے۔

صومالیہ میں، مذہبی آزادی کو 2012 میں منظور کیے گئے ملک کے عارضی آئین کے تحت تحفظ حاصل ہے، جو مذہب، عقیدے اور رائے کی آزادی کے حق کی توثیق کرتا ہے۔ صومالی وفاقی آئین کے مطابق، جس کی توثیق 2012 میں ہوئی، اسلام ریاست کا مذہب ہے، اور کوئی بھی ایسا قانون نافذ نہیں کیا جاسکتا جو اسلام کے اصولوں کے

¹ Penal Code Act, 1991 (Sudan), Art. 126.

² Changes in criminal law as Sudan annuls apostasy death sentence," Al Jazeera, July 12, 2020, <https://www.aljazeera.com/news/2020/7/12/changes-in-criminal-law-as-sudan-annuls-apostasy-death-sentence>. Al Jazeera

خلاف ہو۔ صومالیہ کا وفاقی آئین تمام شہریوں کے لیے مذہبی آزادی کی ضمانت دیتا ہے، جب تک کہ یہ اسلام کے بنیادی اصولوں کی خلاف ورزی نہ کرے۔⁽¹⁾

صومالیہ کے وفاقی آئین کا توثیق 2012 میں ہوا، جس نے اسلام کو ریاست کا مذہب قرار دیا۔ اس کے علاوہ، اس وفاقی آئین نے مذہبی آزادی کی ضمانت دی ہے، لیکن اسلام کے بنیادی اصولوں کی خلاف ورزی نہ کرنے کی شرط کا تعین کیا ہے۔ مذہبی آزادی کے حصول کے لیے شرط لگائی گئی ہے کہ اسلام کے اصولوں کی خلاف ورزی نہ کی جائے۔ یہ ایک معقول شرط ہے جو مختلف مذہبی جماعتوں کے افراد کو انکشاف دیتی ہے کہ مذہبی آزادی کی حفاظت کی گئی ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اندرونی امن اور ملک کی سکونت کی بھی خاطر ہے۔ اس طرح کے فریم ورک کی موجودگی مذہبی تنازعات کو کم کرتی ہے اور مختلف مذہبی اقلیتوں کو ان کے حقوق کی حفاظت فراہم کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی، اسلام کے اصولوں کی اہمیت اور ان کی حفاظت بھی یقینی بنائی جاتی ہے۔

صومالیہ کی وفاقی حکومت نے مذہبی رواداری اور تکثیریت کو فروغ دینے کے لیے اقدامات کیے ہیں۔ مثال کے طور پر، 2015 میں، حکومت نے انسانی حقوق کے لیے ایک قومی آزاد کمیشن قائم کیا، جو مذہبی آزادی سمیت انسانی حقوق کو فروغ دینے اور تحفظ فراہم کرنے کا پابند ہے۔⁽²⁾

صومالیہ کی وفاقی حکومت کے اقدامات مذہبی رواداری اور تکثیریت کے فروغ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، جو مذہبی اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کو فراہم کرتے ہیں۔ 2015 میں قائم کیا گیا قومی آزاد کمیشن، جو انسانی حقوق کے فروغ اور تحفظ کے لیے مسئول ہے۔ اس آزاد کمیشن کی بنیادی مشورہ دینے کی ذمہ داری انسانی حقوق کی حفاظت کو فراہم کرنا ہے، جس میں مذہبی آزادی شامل ہے۔ اس کا مقصد مختلف مذہبی اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت اور ان کی تسلیات کو محترم کرنا ہے۔ اس کمیشن کا تشکیل ایک مثبت قدم ہے جو مختلف مذہبی جماعتوں کو ان کے اصولوں اور عقائد کی پاسداری کرنے کے لیے حامی بناتا ہے۔ اس آزاد کمیشن کی بنا پر حکومت کو مذہبی اقلیتوں کے مختلف مسائل اور مشکلات کو سمجھنے اور ان کا حل تلاش کرنے کی صلاحیت حاصل ہوتی ہے۔ اس کمیشن کی سرپرستی مذہبی تنازعات کو حل کرنے اور مذہبی امن اور ہم آہنگی کو بڑھانے میں بڑی مدد فراہم کرتی ہے۔ اس طرح کے اقدامات ملک میں مذہبی آزادی اور امن کو بڑھانے میں مدد فراہم کرتے ہیں اور مختلف مذہبی جماعتوں کو ان کے حقوق کی حفاظت کی

1. "The Provisional Constitution of the Federal Republic of Somalia." Federal Government of Somalia, June 1, 2012.

https://www.somalilandlaw.com/constitution/provisional_constitution_of_the_federal_republic_of_somalia_2012.pdf.

2. Congressional Research Service. Somalia: Current Conditions and Prospects for a Lasting Peace. 13 Apr. 2021. <https://crsreports.congress.gov/product/pdf/R/R45745>.

ضمانت دیتے ہیں۔ صومالیہ میں تبدیلی مذہب کے حوالے سے کوئی واضح قانونی فریم ورک موجود نہیں ہے، لیکن عملی طور پر یہ ایک انتہائی حساس اور پیچیدہ موضوع ہے جو مذہبی، سماجی، اور ثقافتی عوامل سے متاثر ہوتا ہے۔

صومالیہ میں تبدیلی مذہب یا ارتداد کے حوالے سے مخصوص قوانین کا کوئی جامع، مرکزی قانونی نظام موجود نہیں ہے جیسا کہ کچھ دیگر اسلامی ملکوں میں پایا جاتا ہے۔ صومالیہ کا قانونی نظام ایک حد تک شریعت پر مبنی ہے، خصوصاً مسلمانوں کے لیے، اور وہاں ارتداد کو عام طور پر ایک سنگین مذہبی جرم سمجھا جاتا ہے۔ تاہم، چونکہ ملک میں مختلف علاقائی انتظامیہ اور قبائلی روایات کا اثر زیادہ ہے، اس لیے قانونی نفاذ میں یکسانیت نہیں پائی جاتی۔ ماضی میں بھی صومالیہ میں تبدیلی مذہب کے خلاف کوئی مخصوص قانون بنانے کی کوششیں کم ہی ہوئی ہیں کیونکہ ارتداد کو مذہب کے اندرونی مسئلہ سمجھا جاتا ہے اور اسے زیادہ تر معاشرتی یا مذہبی سطح پر دیکھا جاتا ہے۔ بعض اسلامی فقہی نظریات کی بنیاد پر ارتداد کی سزا بھی تجویز کی جاتی ہے، مگر صومالیہ میں سرکاری طور پر اس پر مبنی کوئی واضح یا مستند قانونی فریم ورک نافذ نہیں کیا گیا۔¹

مذہبی تبدیلی کے حوالے سے یمن کے قوانین:

یمن میں، آئین (2) مذہب کی آزادی فراہم کرتا ہے، لیکن یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ اسلام ریاستی مذہب ہے اور اسلامی شرعی قانون تمام قانون سازی کا ماخذ ہے۔ غیر مسلم اپنے مذہب پر عمل کرنے کے لیے آزاد ہیں، لیکن انھیں مذہب تبدیل کرنے یا مسلمانوں کے لیے اپنے مذہب کو فروغ دینے کی اجازت نہیں ہے۔ یمن میں، قانونی نظام اسلامی قانون یا شریعت پر مبنی ہے، جو معاشرے کے مختلف پہلوؤں پر حکومت کرتا ہے، بشمول مذہبی تبدیلی۔ یمنی آئین کے آرٹیکل 10 کے مطابق، "اسلام ریاست کا مذہب ہے، اور اسلامی شریعت تمام قانون سازی کا ماخذ ہے۔" (3) مزید برآں، تعزیرات کا آرٹیکل 259 ارتداد کو جرم قرار دیتا ہے، جس کی تعریف اسلام سے کسی اور مذہب کو ترک کرنے یا تبدیل کرنے کے عمل کے طور پر کی گئی ہے۔ (4) ارتداد کی سزا تعزیرات میں متعین نہیں ہے لیکن عدلیہ کی طرف سے شریعت کی تشریح پر منحصر ہے کہ قید سے لے کر سزائے موت تک ہو سکتی ہے۔

¹ Abdi, Abdulahi A. "The Somali Legal System: Sharia and Civil Law in Conflict." Journal of Muslim Minority Affairs 29, no. 3 (2009): 305-317.

² Constitution of the Republic of Yemen (1991), art. 2, https://www.constituteproject.org/constitution/Yemen_1991.pdf?lang=en.

³ Yemeni Constitution, Article 10.

⁴ Yemeni Penal Code, Article 259.

یمن کا آئین، جو کہ اسلامی معاشرتی نظام کے مطابق ہے، مذہبی آزادی کے حق کو فراہم کرتا ہے، یہ اسلام کو ریاستی مذہب قرار دیتا ہے۔ اسلامی شریعت کو قانون سازی کا ماخذ قرار دیا جاتا ہے، جس کا مطلب ہے کہ قانونی نظام اسلامی اصولوں اور شرعی احکام پر مبنی ہے۔

یمن میں غیر مسلمین کو اپنے مذہب کے پابند نہیں کیا جاتا، لیکن انہیں مذہبی تبدیلی یا مسلمانوں کے لیے اپنے مذہب کو فروغ دینے کی اجازت نہیں ہے۔ ارتداد کو جرم قرار دینے والا آرٹیکل 259، اسلام سے کسی اور مذہب کی طرف تبدیلی یا انتقال کو جرم قرار دیتا ہے۔ اسلامی شریعت کے مطابق، ارتداد کی سزا مختلف ہو سکتی ہے، جس میں قید سے لے کر سزائے موت تک کی بھی شامل ہو سکتی ہے۔ یمن کے قوانین میں ارتداد کی سزا کی اہمیت ہے، جو کہ اسلامی شریعت کی تشریح پر منحصر ہوتی ہے، اور یہ ایک مثال ہے کہ دینی احکام اور قانونی داوری کے درمیان کیسے تضادات حل ہوتے ہیں۔ اس طرح کے قوانین کی وجہ سے یمن میں مذہبی امور پر قانونی ہنگامہ کا خطرہ رہتا ہے اور اس میں مذہبی آزادی کے حق کو لے کر دینی احکام کی تشریح پر عمل کرنا گیا۔ یمن میں ارتداد کو سنگین جرم سمجھا جاتا ہے، اور اس کی سزا کے حوالے سے شریعت کے اصولوں کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔ اگرچہ یمن کے قوانین میں ارتداد کی سزا کے لیے واضح طور پر موت کی سزا ذکر نہیں ہے، لیکن شریعت کے تحت ارتداد کو سنگین جرم مانا جاتا ہے، اور اس کے لیے سخت سزائیں دی جاسکتی ہیں۔

یمنی قانون میں اسلام کو ریاستی مذہب قرار دیا گیا ہے اور شریعت کو قانونی نظام کی بنیاد کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے، جس کے تحت اسلام سے خروج یا تبدیلی مذہب کو ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔ ارتداد کے قوانین کی صورت میں، عموماً اس جرم کو سنگین جرم مانا جاتا ہے اور اس کے لیے سزا، جس میں موت کی سزا بھی شامل ہے، متعین کی گئی ہے۔ تاریخی طور پر بھی یمن میں ایسے قوانین یا سخت قوانین بنانے کی کوششیں ہوتی رہی ہیں تاکہ مذہبی توہین یا ارتداد کو روکنے کے لیے سخت قانونی اقدامات کیے جاسکیں۔ اگرچہ بعض ادوار میں سیاسی اور سماجی تبدیلیوں کی وجہ سے قوانین میں کچھ پلک بھی دیکھی گئی ہے، مگر مجموعی طور پر ارتداد کو ایک ایسا مسئلہ سمجھا جاتا ہے جس پر سخت قانونی موقف اختیار کیا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ یمن کی موجودہ سیاسی صورتحال اور مختلف علاقوں میں مختلف انداز میں ہوتا ہے، تاہم قانوناً ارتداد کے خلاف سخت قوانین موجود ہیں اور ان پر عملدرآمد کی کوشش جاری ہے۔¹

¹ Al-Naqeeb, Khalid. Religious Law and State in Yemen: An Overview of Islamic Law and Politics, Middle East Journal of Legal Studies, 2018.

مراکش کے مذہبی تبدیلی کے قوانین:

مراکش ایک مسلم اکثریتی ملک ہے۔ مراکشیوں کی اکثریت مسلمانوں کی ہے، حالانکہ عیسائی اور یہودی بھی ہیں۔ اسلام مراکش کا ریاستی مذہب ہے، اور اس کا اثر مراکش کی ثقافت اور روزمرہ کی زندگی کے بہت سے پہلوؤں بشمول فن تعمیر، کھانوں اور روایات میں واضح ہے۔ تاہم، مراکش بھی ایک ایسا ملک ہے جو مذہبی رواداری اور بقائے باہمی کو اہمیت دیتا ہے، اور حکومت نے بین المذاہب مکالمے اور تمام مذاہب کے احترام کو فروغ دینے کے لیے اقدامات کیے ہیں۔ آئین اسلام کو ریاستی مذہب کے طور پر نامزد کرتا ہے، یہ اپنے شہریوں کو مذہبی آزادی کی ضمانت بھی دیتا ہے۔ 2011 میں اپنایا گیا مراکش کا آئین کہتا ہے کہ "اسلام ریاست کا مذہب ہے، جو تمام عقائد کے آزادانہ استعمال کی ضمانت دیتا ہے"۔⁽¹⁾ آئین سوچ، رائے اور اظہار کی آزادی کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب پر آزادی کے ساتھ عمل کرنے کے حق کی بھی ضمانت دیتا ہے۔⁽²⁾

مراکش کی مسلم اکثریت اور اس کی مختلف مذہبی جماعتوں کے وجود نے اس ملک کو ایک مختلف اور روایتی رنگ دیا ہے۔ آئینی دستاویزات اور قوانین نے مذہبی آزادی اور بین المذاہبی احترام کی حفاظت کے لیے اہم اقدامات اٹھائے ہیں۔ یہ اقدامات مراکش کی ثقافت اور مذہبی اتحاد کو مضبوط کرتے ہیں، اور انہیں مذہبی تعاون اور احترام کی بنیاد پر ملک کی ترقی اور توسیع کا راستہ ملتا ہے۔ اسی طرح، یہ انسانی حقوق کی اہمیت کو بھی دکھاتے ہیں، جو ہر انسان کو اپنے مذہبی عقائد کو بغیر کسی رکاوٹ کے اپنے زندگی کے مختلف پہلوؤں میں اظہار کرنے کا حق فراہم کرتے ہیں۔

مراکش کے مذہبی آزادی کے قوانین بنیادی طور پر اس کے 2011 کے آئین اور 1956 کے دہر (شاہی فرمان) میں تنظیم برائے مذہبی امور میں بیان کیے گئے ہیں۔ آئین کا آرٹیکل 3 عقائد اور مذاہب کے آزادانہ استعمال کی ضمانت دیتا ہے، جبکہ یہ بھی بتاتا ہے کہ اسلام ریاستی مذہب ہے۔⁽³⁾ 1956 کے قانون کے مطابق غیر مسلم مذہبی گروہوں کو حکومت کے ساتھ رجسٹر کرنے اور کسی بھی عوامی سرگرمیوں میں شامل ہونے سے پہلے اجازت لینے کی ضرورت ہے۔⁽⁴⁾ مزید برآں، مراکش کے قانون کے تحت مسلمانوں کو مذہب تبدیل کرنا غیر قانونی ہے اور اس کے نتیجے میں قید یا ملک بدری ہو سکتی ہے۔

آئین میں مذہبی آزادی کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اسلام کو ریاستی مذہب قرار دینے کی ضمانت دی جاتی ہے، جس سے مراکش کی اسلامی تہذیب اور روایات کو حفاظت ملتی ہے۔ اس کے علاوہ، مسلمانوں کو مذہب تبدیل کرنا غیر قانونی قرار دیا گیا ہے، جس سے مذہبی آزادی کی حفاظت کی جاتی ہے، اور اس کے خلاف کارروائی کی سزا قید یا

¹۔ مراکش کا آئین، 2011، آرٹیکل 3
²۔ مراکش کا آئین، 2011، آرٹیکل 25

³۔ Constitution of the Kingdom of Morocco, art. 3 (2011).

⁴۔ Dahir (Royal Decree) of 1956 on the Organization of Religious Affairs, art. 7 (Morocco).

ملک بدری کے طور پر ہو سکتی ہے۔ یہ تدابیر انسانی حقوق اور مذہبی آزادی کی حفاظت کے لئے اہم اقدامات ہیں، جو مراکش کی مذہبی اقلیتوں کی حفاظت کو یقینی بناتے ہیں اور ملک کی مذہبی ترقی اور بقائے باہمی میں مدد فراہم کرتے ہیں۔

مجموعی طور پر، جبکہ مراکش اپنے آئین میں مذہبی آزادی کی ضمانت دیتا ہے، حکومت عملی طور پر غیر مسلم مذہبی سرگرمیوں پر کچھ پابندیاں عائد کرتی ہے۔ مراکش میں، مذہبی تبدیلی ملک کے مذہبی اور ثقافتی تنوع کے ساتھ ساتھ اس کے قانونی نظام کی وجہ سے ایک پیچیدہ مسئلہ ہے، جو اسلامی قانون اور جدید شہری قانون کے امتزاج پر مبنی ہے۔^(۱) مراکش کی حکومت اسلام کو سرکاری مذہب کے طور پر تسلیم کرتی ہے، اور آئین تمام شہریوں کے لیے مذہب کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے، لیکن اسلام سے دوسرے مذاہب میں تبدیلی پر قانونی پابندیاں ہیں۔^(۲)

مراکش پینل کوڈ ایسے اعمال کو جرم قرار دیتا ہے جو اسلام، اس کی رسومات، یا اس کی علامتوں کی توہین یا بے حرمتی کرتے ہیں۔ مزید برآں، عوامی مقامات پر غیر اسلامی مذہبی مواد کی تقسیم پر پابندی لگاتا ہے۔ ان دفعات کو ان افراد کے خلاف قانونی چارہ جوئی کے لیے استعمال کیا گیا ہے جو اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کو فروغ دیتے ہیں یا ان پر عمل کرتے ہیں۔^(۳) مراکش پینل کوڈ کے آرٹیکل 220 کے مطابق، "کسی مسلمان کے عقیدے کو مجروح کرنا یا اسے دوسرے مذہب میں تبدیل کرنے کی کوشش کرنا" ایک مجرمانہ جرم ہے جس کی سزائیں سال تک قید اور 500 درہم تک جرمانہ ہے۔^(۴) یہ قانون "کوئی بھی شخص جو کسی مسلمان کے عقیدے کو متزلزل کرنے یا اسے دوسرے مذہب میں تبدیل کرنے کے لیے اکسانے کا کام کرتا ہے" کو ملک میں داخل ہونے سے منع کرتا ہے۔^(۵)

مراکش کے قوانین اور پینل کوڈ کے ذریعہ مذہبی تحفظ اور احترام کی بنیادوں کو مضبوط کیا گیا ہے۔ ان کے مطابق، اسلام اور اس کی رسومات یا علامات کی توہین یا بے حرمتی کرنا جرم قرار دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ، عوامی مقامات پر غیر اسلامی مذہبی مواد کی تقسیم پر بھی پابندی لگائی گئی ہے، جو مذہبی امن و امان کو بچانے کیلئے ایک اہم قدم ہے۔ مزید، مراکش کے قانونی چارہ جوئی کی ترکیبیں ان افراد کے خلاف استعمال کی جاتی ہیں جو اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کو فروغ دیتے ہیں یا ان پر عمل کرتے ہیں۔ اس سے معاشرتی امن و امان اور مذہبی ہم آہنگی کو بچانے کے لیے

¹. Daniel Zisenwine, "Moroccan Jews, Moroccan Muslims: Between Conflict and Dialogue," Journal of North African Studies 16, no. 4 (2011): 529-545, doi:10.1080/13629387.2011.605352.

². "Constitution of the Kingdom of Morocco," art. 3, accessed February 10, 2023, https://www.sgg.gov.ma/Portals/1/constitution_anglais/Constitution%20anglais.pdf.

³. Moroccan Penal Code, available at <https://www.refworld.org/docid/4a2f98c82.html> (last visited Mar. 13, 2023).

⁴. "Code pénal," art. 220, accessed February 5, 2023, [https://adala.justice.gov.ma/Portals/1/Lois/Code%20penal%20\(Arabic%20French\).pdf](https://adala.justice.gov.ma/Portals/1/Lois/Code%20penal%20(Arabic%20French).pdf).

⁵. "Dahir n° 1-59-354 du 19 jourmada I 1380 (15 novembre 1960) portant réglementation des associations et des réunions publiques," art. 19, accessed February 8, 2023, [https://adala.justice.gov.ma/Portals/1/Lois/Dahir%20association%20\(AR-FR\).pdf](https://adala.justice.gov.ma/Portals/1/Lois/Dahir%20association%20(AR-FR).pdf).

ضروری اقدامات اٹھائے جاتے ہیں۔ بینٹل کوڈ کے آرٹیکل 220 کے مطابق، مسلمان کے عقائد کو مجروح کرنا یا اسے دوسرے مذہب میں تبدیل کرنے کی کوشش کرنا ایک مجرمانہ جرم ہے، جس پر سخت سزا منظور ہے۔ یہ قانون ایک مسلمان کی عقیدت کی حرمت کو حفاظت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

حالیہ برسوں میں، مراکش کی حکومت نے مذہبی رواداری اور بقائے باہمی کو فروغ دینے کے لیے اقدامات کیے ہیں۔ 2016 میں، شاہ محمد VI نے افریقی علماء کے لیے محمد VI فاؤنڈیشن کے قیام کا اعلان کیا، جس کا مقصد افریقہ میں اعتدال پسند اسلام کو فروغ دینا اور انتہا پسندانہ نظریات کا مقابلہ کرنا ہے۔ حکومت نے مسلم اکثریتی ممالک میں مذہبی اقلیتوں کے حقوق سے متعلق مراکش اعلامیہ جیسے اقدامات کے ذریعے بین المذاہب مکالمے اور تعاون کی بھی حوصلہ افزائی کی ہے، جسے 2016 میں اپنایا گیا تھا۔⁽¹⁾

مراکش میں تبدیلی مذہب کے حوالے سے کوئی واضح قانونی دفعات موجود نہیں ہیں۔ مراکش کے جزائی ضابطے میں ارتداد کو جرم قرار نہیں دیا گیا، اور نہ ہی اس کے لیے سزائے موت کی کوئی سزا مقرر کی گئی ہے۔ تاہم، 2013 میں مراکش کے اعلیٰ علماء کونسل نے ایک فتویٰ جاری کیا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ اسلام چھوڑنے والے مسلمانوں کو سزائے موت دی جانی چاہیے۔² یہ فتویٰ بعد میں 2017 میں واپس لے لیا گیا، اور اس کی جگہ یہ بیان جاری کیا گیا کہ ارتداد کو سیاسی مسئلہ سمجھا جائے گا، نہ کہ مذہبی جرم۔³ اس کے باوجود، مراکش کے جزائی ضابطے کے آرٹیکل 220 کے تحت، کسی مسلمان کو دوسرے مذہب میں تبدیل کرنے کی کوشش کرنے والے کو چھ ماہ سے تین سال تک قید کی سزا دی جاسکتی ہے۔ یہ قانون دراصل توہین مذہب کے قانون کے تحت آتا ہے، جو مذہبی عقائد کے خلاف کسی بھی اقدام کو سزا کے قابل سمجھتا ہے۔ لہذا، اگرچہ ارتداد بذات خود جرم نہیں ہے، لیکن توہین مذہب کے قوانین کے ذریعے ارتداد کو سزا دی جاسکتی ہے۔ مراکش میں تبدیلی مذہب یا ارتداد کے حوالے سے قوانین کی موجودگی یا ان کے نفاذ کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ مراکش کے وزیر برائے انسانی حقوق مصطفیٰ الرمید نے 2019 میں کہا تھا کہ مراکش میں ارتداد کو سزا نہیں دی جاتی۔⁴

¹ Marrakech Declaration on the Rights of Religious Minorities in Muslim Majority Countries, available at <http://www.marrakeshdeclaration.org/> (last visited Mar. 13, 2023).

² Morocco Death for Apostates Fatwa Sparks Controversy," Naharnet, April 2013, <https://m.naharnet.com/stories/en/80047-morocco-death-for-apostates-fatwa-sparks-controversy>. Naharnet

³ Morocco's High Religious Committee Says Apostates Should Not Be Killed," Morocco World News, February 2017, <https://www.moroccoworldnews.com->

⁴ Morocco's Human Rights Minister: Leaving Islam Is not Punishable," Morocco World News, April 2019, <https://www.moroccoworldnews.com/2019/04/81228/moroccos-human-rights-minister-islam-law/>. Morocco World News

فصل دوم: تبدیلی مذہب اور عالمی و عصری قوانین کا جائزہ

تبدیلی مذہب اور عالمی و عصری قوانین اہم موضوع ہے جو مذہبی، سماجی، اور سیاسی تبدیلیوں کے ساتھ جڑا ہوتا ہے۔ مسلم ممالک کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی مذہبی تبدیلیوں کے نتیجے میں قوانین میں تبدیلیاں آئی ہیں۔ مذہبی تنازعات، معاشرتی ترقی، اور علمی ترقی کی روشنی میں عالمی سطح پر مختلف قوانین اور نظامات کی تشکیل ہوئی ہیں۔ عالمی سطح پر تبدیلی مذہب اور قوانین کے مابین تعلقات کا موضوع نہایت گہرا ہے، اور اس پر غور و فکر کرنا اہم ہے۔

تبدیلی مذہب سے متعلق اقوام متحدہ - (UN) کے قوانین و ضوابط

اقوام متحدہ - (UN) ایک بین الحکومتی تنظیم جس کا مقصد بین الاقوامی امن اور سلامتی کو برقرار رکھنا، انسانی حقوق کو فروغ دینا، اور اقوام کے درمیان تعاون کو فروغ دینا ہے۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 18 دسمبر 1981 کو قرارداد 36/55 منظور کی، جس میں "مذہب کی تبدیلی" پر توجہ مرکوز کی گئی۔ قرارداد میں مذہبی آزادی کی اہمیت پر زور دیا گیا اور افراد کے حقوق کا احترام کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا کہ وہ بغیر کسی جبر کے اپنے مذہب یا عقیدے کو منتخب کریں اور تبدیل کریں، نیز مختلف مذاہب اور عقائد کے درمیان بات چیت اور تعاون کی ضرورت پر زور دیا گیا۔⁽¹⁾

قرارداد میں مذہب کی تبدیلی کے تناظر میں طاقت، دھمکی اور تشدد کے استعمال پر بھی تشویش کا اظہار کیا گیا جو کہ مذہبی آزادی اور انسانی حقوق کے اصولوں کی خلاف ورزی ہے۔ قرارداد میں تمام ریاستوں سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ فکر، ضمیر اور مذہب کی آزادی کے حق کا احترام اور تحفظ کیا جائے، اور مذہبی امتیاز یا ظلم و ستم کی کسی بھی کارروائی کو روکنے اور اسے ختم کرنے کے لیے مناسب اقدامات کیے جائیں۔⁽²⁾ مزید برآں، قرارداد میں مختلف مذاہب اور عقائد کے لیے باہمی افہام و تفہیم اور احترام کو فروغ دینے میں تعلیم اور معلومات کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا اور تمام ریاستوں پر زور دیا گیا کہ وہ بین المذاہب مکالمے اور تعاون کو فروغ دیں اور اس میں سہولت فراہم کریں۔⁽³⁾ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی قرارداد 36/55 مختلف مذاہب اور عقائد کے درمیان امن اور ہم آہنگی کو فروغ دینے میں مذہبی آزادی، رواداری اور مکالمے کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔

اقوام متحدہ مذہب کی آزادی کو ایک بنیادی انسانی حق کے طور پر تسلیم کرتی ہے اور مذہب یا عقیدے کی بنیاد پر کسی قسم کے امتیازی سلوک کی ممانعت کرتی ہے۔ 1948 میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی طرف سے اپنایا گیا

¹ United Nations General Assembly, "Conversion of Religions," Resolution 36/55, December 18, 1981, para. 1, <https://undocs.org/en/A/RES/36/55>.

² Ibid., para. 2.

³ Ibid., para. 4.

انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ، انسانی حقوق سے متعلق مختلف دفعات پر مشتمل ہے۔ اعلامیہ کے آرٹیکل 18 میں کہا گیا ہے کہ:

"ہر کسی کو سوچ، ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں اپنا مذہب یا عقیدہ تبدیل کرنے کی آزادی، اور آزادی، یا تو اکیلے یا برادری میں دوسروں کے ساتھ اور عوامی یا نجی طور پر، تعلیم، عمل، عبادت اور عبادت میں اپنے مذہب یا عقیدے کو ظاہر کرنے کی آزادی شامل ہے۔⁽¹⁾ اس مضمون کو بین الاقوامی برادری میں مذہب یا عقیدے کی آزادی کے تحفظ کے لیے ایک بنیادی دستاویز کے طور پر بڑے پیمانے پر حوالہ دیا گیا ہے۔

مختلف بین الاقوامی انسانی حقوق کے معاہدوں میں مذہب یا عقیدے کی آزادی کے حق کو بنیادی انسانی حق کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے، بشمول بین الاقوامی معاہدہ برائے شہری اور سیاسی حقوق (ICCPR)۔⁽²⁾ یہ عہد، جسے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 1966 میں منظور کیا تھا اور 1976 میں نافذ کیا گیا تھا، اس میں سوچ، ضمیر اور مذہب کی آزادی کے تحفظ کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب یا عقیدے کو ظاہر کرنے کا حق بھی شامل ہے۔

ان بین الاقوامی قوانین کے علاوہ، مختلف علاقائی اور قومی انسانی حقوق کے فریم ورک نے بھی مذہب یا عقیدے کی آزادی کے تحفظ کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے۔ مثال کے طور پر، یورپی کنونشن آن ہیومن رائٹس میں سوچ، ضمیر اور مذہب کی آزادی کا تحفظ شامل ہے، اور بین امریکی کنونشن آن ہیومن رائٹس میں فکر اور اظہار کی آزادی کے تحفظ کی دفعات شامل ہیں۔

انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ واضح طور پر مذہب کی آزادی کو ایک بنیادی انسانی حق کے طور پر تسلیم کرتا ہے۔ یہ اعلامیہ ہر انسان کو اپنے مذہب یا عقیدہ کے انتخاب اور اس کے بارے میں خود کا فیصلہ کرنے کا حق فراہم کرتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہر شخص کے لئے مختلف مذہبی یا عقیدے کی بنیاد پر کوئی امتیازی سلوک نہیں ہونا چاہئے۔ اس اعلامیہ کے تحت، ہر انسان کو اپنی سوچ، ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق فراہم کیا گیا ہے۔ اس حق کے تحت، انسانوں کا حق ہے کہ وہ اپنے مذہب یا عقیدے میں تبدیلی کریں، اگر وہ یہ چاہتے ہیں۔ یہ اعلامیہ مذہبی تعصب، تشدد، اور امتیاز کے خلاف ایک سازش ہے اور انسانیت کی بنیادی اخلاقی اصولوں کو ترویج کرتی ہے۔

شہری اور سیاسی حقوق پر بین الاقوامی معاہدہ (ICCPR)، ایک اور بین الاقوامی معاہدہ، بھی اس حق کی توثیق کرتا ہے اور کہتا ہے کہ "ہر ایک کو فکر، ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہوگا۔ اس حق میں اپنی پسند کا

¹ Universal Declaration of Human Rights, G.A. Res. 217A (III), U.N. Doc. A/810 (1948), art. 18.

² International Covenant on Civil and Political Rights, G.A. Res. 2200A (XXI), 21 U.N. GAOR Supp. (No. 16) at 52, U.N. Doc. A/6316 (1966), art. 18.

مذہب یا عقیدہ رکھنے یا اختیار کرنے کی آزادی، اور انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر دوسروں کے ساتھ اور عوامی یا نجی طور پر، عبادت، پابندی، عمل اور تعلیم میں اپنے مذہب یا عقیدے کو ظاہر کرنے کی آزادی شامل ہوگی۔" (1)

شہری اور سیاسی حقوق پر بین الاقوامی معاہدہ (ICCPR) کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 1966 میں اپنایا اور 1976 میں نافذ ہوا۔ (2) یہ ایک بین الاقوامی معاہدہ ہے جو افراد کے بنیادی انسانی حقوق کو تسلیم کرتا ہے، جس میں اظہار رائے کی آزادی اور فکر، ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق شامل ہے۔ آئی سی سی پی آر کے آرٹیکل 18 میں کہا گیا ہے کہ "ہر ایک کو سوچ، ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہوگا۔ اس حق میں اپنی پسند کا مذہب یا عقیدہ رکھنے یا اختیار کرنے کی آزادی اور انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر دوسروں کے ساتھ اور عوامی یا نجی طور پر اپنے مذہب یا عقیدے کو عبادت، پابندی، عمل اور تعلیم میں ظاہر کرنے کی آزادی شامل ہوگی۔"

آئی سی سی پی آر کے آرٹیکل 20 میں کہا گیا ہے کہ "قومی، نسلی یا مذہبی منافرت کی کوئی بھی وکالت جو امتیازی سلوک، دشمنی یا تشدد کو اکساتی ہو قانون کے ذریعہ ممنوع ہوگی۔"

شہری اور سیاسی حقوق کا بین الاقوامی معاہدہ (ICCPR)، ایک اور بین الاقوامی معاہدہ، اس حق کی مزید وضاحت کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ کسی کو بھی ایسے زبردستی کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا جس سے ان کی اپنی پسند کا مذہب یا عقیدہ اختیار کرنے یا اختیار کرنے کی آزادی متاثر ہو۔ شہری اور سیاسی حقوق کے بین الاقوامی میثاق (ICCPR) میں اس کی مزید وضاحت کی گئی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ کسی کو بھی ایسے جبر کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا جس سے ان کی اپنی پسند کا مذہب یا عقیدہ اختیار کرنے یا اختیار کرنے کی آزادی کو نقصان پہنچے۔ (3)

تاہم مذہب کی آزادی کا حق مطلق نہیں ہے اور دوسروں کے حقوق اور آزادیوں کے تحفظ یا امن عامہ، صحت یا اخلاقیات کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری حدود کے تابع ہو سکتا ہے۔ اقوام متحدہ نے مذہبی منافرت کی کسی ایسی وکالت پر بھی پابندی عائد کی ہے جو امتیازی سلوک، دشمنی یا تشدد کے لیے اکساتی ہو۔ (4) مجموعی طور پر، اقوام متحدہ مذہب کی آزادی کے حق کو تسلیم کرتا ہے اور اسے برقرار رکھتا ہے، بشمول کسی کا مذہب یا عقیدہ تبدیل کرنے کا حق، ایک بنیادی انسانی حق کے طور پر، جبکہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ یہ حق کچھ حدود کے ساتھ مشروط ہو سکتا ہے۔ تاہم، یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ مذہب کی آزادی کا حق مطلق نہیں ہے اور دوسروں کے حقوق اور آزادیوں کے تحفظ یا امن عامہ، صحت یا اخلاق کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری حدود کے تابع ہو سکتا ہے۔ اقوام متحدہ نے مذہبی منافرت کی کسی

1. United Nations. International Covenant on Civil and Political Rights. 1966. Article 18.

<https://www.ohchr.org/en/professionalinterest/pages/ccpr.aspx>.

2. International Covenant on Civil and Political Rights, G.A. res. 2200A (XXI), 21 U.N. GAOR Supp. (No. 16) at 52, U.N. Doc. A/6316 (1966), 999 U.N.T.S. 171.

3. International Covenant on Civil and Political Rights, G.A. Res. 2200A (XXI), 21 U.N. GAOR Supp. (No. 16) at 52, U.N. Doc. A/6316 (1966), art. 18.

4. Universal Declaration of Human Rights, G.A. Res. 217A (III), U.N. Doc A/810 (1948), art. 29.

بھی ایسی وکالت پر بھی پابندی عائد کی ہے جو امتیازی سلوک، دشمنی یا تشدد کے لیے اکساتی ہو۔ مذہبی آزادی کا حق بین الاقوامی قانون کے ذریعہ تسلیم شدہ بنیادی انسانی حقوق میں سے ایک ہے۔

اقوام متحدہ نے بعض حالات میں مذہب کی آزادی کے حق کو محدود کرنے کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے۔ مثال کے طور پر، شہری اور سیاسی حقوق پر بین الاقوامی معاہدہ (ICCPR) کا آرٹیکل 18(3) کہتا ہے کہ مذہبی آزادی کا حق ایسی حدود سے مشروط ہو سکتا ہے جو قانون کے ذریعہ تجویز کی گئی ہیں اور عوامی تحفظ، نظم و نسق، صحت یا اخلاقیات یادوسروں کے بنیادی حقوق اور آزادیوں کے تحفظ کے لیے ضروری ہیں۔⁽¹⁾

اسی طرح، یورپی کنونشن آن ہیومن رائٹس (ای سی ایچ آر) کا آرٹیکل 9(2) آزادی فکر، ضمیر اور مذہب کے حق پر پابندیوں کی اجازت دیتا ہے جہاں عوامی تحفظ، نظم و نسق، صحت یا اخلاقیات کے تحفظ کے لیے ضروری ہو۔ دوسروں کے حقوق اور آزادی۔⁽²⁾

ان حالات میں، اقوام متحدہ نے مذہب کی آزادی کے حق کو محدود کرنے کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے، اگر مذہبی آزادی کی حدود کو عوامی تحفظ، نظم و نسق، صحت یا اخلاقیات کے تحفظ کے لیے ضروری سمجھا جائے۔ ایسی حالات میں، مذہبی آزادی کا حق قانون کے ذریعہ تجویز کی گئی حدود میں مشروط ہوتا ہے، تاکہ عوامی تحفظ، نظم و نسق، صحت، یا اخلاقیات کو محفوظ رکھا جاسکے۔ یہ پابندیاں معمولاً مختلف موقوفات میں لاگو کی جاتی ہیں، جیسے عوامی امن وامان کی حفاظت، دوسروں کے حقوق اور آزادیوں کی حفاظت، اور ایسے مواقع جب مذہبی فرقے کی حرکت سے عوامی تنازعات یا مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اس طرح کے پابندیوں کا مقصد معمولاً مختلف مذہبی گروہوں کے درمیان تضادات کو کم کرنا ہوتا ہے تاکہ معاشرتی حالات مستقل رہیں اور عوامی تنازعات سے بچا جاسکے۔

مذہبی منافرت کی وکالت جو امتیازی سلوک، دشمنی یا تشدد کو اکساتی ہے، انسانی حقوق کے تحت ممنوع قرار دی گئی ہے۔ اقوام متحدہ کے ذریعے آئی سی سی پی آر کے آرٹیکل 20 کی روشنی میں، اس طرح کی وکالت کو ممنوع کیا گیا ہے جو مذہبی، نسلی یا قومی فرقے کو دوسرے فرقے کے ساتھ جھگڑنے یا ان کے خلاف دشمنی پیدا کرنے کیلئے کی جائے۔ یہ پابندیاں اس لئے لاگو کی جاتی ہیں کہ ایسی وکالت معمولاً انسانی حقوق، امن وامان، اور اخلاقیات کے خلاف ہوتی ہے۔ اس طرح سماج میں فساد اور امن کی خرابی پیدا ہوتی ہے، جو معاشرتی تحفظات کیلئے خطرہ ہوتا ہے۔ اس لئے اقوام متحدہ کے دفتر انسانی حقوق کی روشنی میں، ایسی وکالت کو سختی سے ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

اقوام متحدہ کے قوانین یا معاہدات میں تبدیلی مذہب کے حوالے سے کوئی مخصوص قانون تو موجود نہیں ہے، لیکن مذہبی آزادی کے حق کو تسلیم کیا گیا ہے، جس میں تبدیلی مذہب کا حق بھی شامل ہے۔ اقوام متحدہ کے

¹. International Covenant on Civil and Political Rights, Dec. 16, 1966, 999 U.N.T.S. 171, art. 18(3).

². European Convention on Human Rights, Nov. 4, 1950, 213 U.N.T.S. 222, art. 9(2).

اعلامیہ اور معاہدات اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ہر شخص کو اپنا مذہب یا عقیدہ تبدیل کرنے کا حق حاصل ہے، اور اس حق کو کسی بھی طرح کے جبر یا امتیاز کے بغیر استعمال کرنے کی آزادی ہونی چاہیے۔ تاہم، یہ حق اقوام متحدہ کے رکن ممالک کے قومی قوانین اور سماجی تناظر کے مطابق مختلف ہو سکتا ہے۔ اقوام متحدہ کے تحت جبری تبدیلی مذہب کو واضح طور پر ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ بین الاقوامی قوانین اور معاہدات میں مذہبی آزادی اور عقیدے کی آزادی کو بنیادی انسانی حقوق کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ جبری تبدیلی مذہب کو انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی سمجھا جاتا ہے، اور اس کے خلاف عالمی سطح پر اقدامات کیے جاتے ہیں۔ اقوام متحدہ کے تحت جاری کردہ قراردادوں اور معاہدات کے ذریعے مذہبی آزادی کے تحفظ کو یقینی بنانے کی کوششیں جاری ہیں۔

تبدیلی مذہب سے متعلق یورپی یونین کے قوانین و ضوابط

یورپی یونین 27 رکن ممالک کی ایک سیاسی اور اقتصادی یونین ہے، جس کی اقدار انسانی وقار، آزادی، جمہوریت، مساوات، قانون کی حکمرانی، اور انسانی حقوق کے احترام پر مبنی ہیں، بشمول اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے حقوق۔ یورپی یونین فکر، ضمیر اور مذہب کی آزادی کو ایک بنیادی حق کے طور پر تسلیم کرتی ہے، جو یورپی یونین کے بنیادی حقوق کے چارٹر کے آرٹیکل 10 میں درج ہے،⁽¹⁾ جس میں کہا گیا ہے کہ:

"ہر کسی کو سوچ، ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں مذہب یا عقیدہ کو تبدیل کرنے کی آزادی اور آزادی، یا تو اکیلے یا برادری میں دوسروں کے ساتھ اور عوامی طور پر یا نجی طور پر، مذہب یا عقیدے کو ظاہر کرنے کی آزادی، عبادت، تعلیم، عمل اور پابندی شامل ہے۔"

مذہب کی تبدیلی کے تناظر میں، یورپی یونین تسلیم کرتی ہے کہ کسی کے مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے کی آزادی ایک ذاتی اور انفرادی حق ہے، اور یہ کہ ہر کسی کو ظلم، جبر، امتیاز یا کسی خوف کے بغیر اپنے مذہب کو منتخب کرنے، تبدیل کرنے یا ترک کرنے کی آزادی ہونی چاہیے۔ تاہم، یورپی یونین یہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ مذہب کی تبدیلی کا معاملہ ایک حساس معاملہ ہے، اور یہ کہ کچھ افراد اور برادریوں کو مذہب تبدیل کرنے کے اپنے حق کا استعمال کرتے وقت مشکلات یا رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ ان مشکلات میں سماجی دباؤ، خاندانی دباؤ، امتیازی سلوک، یا ظلم و ستم شامل ہو سکتے ہیں۔ لہذا، یورپی یونین رکن ممالک کی حوصلہ افزائی کرتی ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنانے کے لیے مناسب اقدامات کریں کہ بین الاقوامی انسانی حقوق کے قانون کے مطابق مذہب یا عقیدے کی آزادی کے حق کا مکمل احترام، تحفظ اور فروغ ہو۔

¹ European Union Agency for Fundamental Rights, "Charter of Fundamental Rights of the European Union," December 2016, <https://fra.europa.eu/en/publication/2016/charter-fundamental-rights-european-union>.

بین الاقوامی سطح پر، یورپی یونین انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے کی حمایت کرتی ہے، جو آزادی فکر، ضمیر اور مذہب کے حق کے ساتھ ساتھ شہری اور سیاسی حقوق کے بین الاقوامی معاہدے کو بھی تسلیم کرتا ہے، جو اس حق کی مزید وضاحت کرتا ہے۔ EU مذہب یا عقیدے کی آزادی پر اقوام متحدہ کے خصوصی نمائندے کے کام کی بھی حمایت کرتا ہے، جو دنیا بھر میں مذہب یا عقیدے کی آزادی کی صورتحال پر نظر رکھتا ہے اور رپورٹ کرتا ہے اور حکومتوں اور دیگر اسٹیک ہولڈرز کو سفارشات فراہم کرتا ہے۔ یورپی یونین اس مسئلے کی حساسیت اور پیچیدگی کو تسلیم کرتے ہوئے، مذہب یا عقیدے کی آزادی کے اصول کو ایک بنیادی حق کے طور پر برقرار رکھتی ہے، جس میں کسی کا مذہب تبدیل کرنے یا تبدیل کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔ یورپی یونین رکن ممالک کی حوصلہ افزائی کرتی ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ انسانی حقوق کے بین الاقوامی قانون کے مطابق اس حق کا مکمل احترام، تحفظ اور فروغ ہو۔ یورپی یونین (EU) میں تبدیلی مذہب یا جبری تبدیلی مذہب کے حوالے سے کوئی مخصوص قانون موجود نہیں ہے، لیکن اس موضوع سے متعلق کئی قوانین اور اصول موجود ہیں جو انسانی حقوق، مذہبی آزادی، اور انفرادی حقوق کی حفاظت کرتے ہیں۔ یورپی یونین کے رکن ممالک انسانی حقوق کے بین الاقوامی معیارات، خاص طور پر یورپی کنونشن برائے انسانی حقوق (ECHR) کے تحت پابند ہیں، جس میں مذہبی آزادی کو بنیادی حق کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔

تبدیلی مذہب سے متعلق ایمنسٹی انٹرنیشنل کے قوانین و ضوابط

ایمنسٹی انٹرنیشنل انسانی حقوق کی ایک عالمی تنظیم ہے جو دنیا بھر میں افراد کے حقوق کو فروغ دینے اور ان کے دفاع کے لیے پر عزم ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل ایک غیر سرکاری تنظیم ہے جو پوری دنیا میں انسانی حقوق کی وکالت کرتی ہے۔ اس کی بنیاد 1961 میں رکھی گئی تھی اور اس کے بعد سے یہ انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے خاتمے کے لیے متعدد مہموں میں شامل رہی ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے جن مسائل پر توجہ مرکوز کی ہے ان میں سے ایک جبری تبدیلی مذہب اور مذہبی آزادی ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل افراد کے مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے کی آزادی پر کسی بھی پابندی کو ان کے انسانی حقوق کی خلاف ورزی سمجھتی ہے۔ تنظیم نے ایسے کیسز کو دستاویزی شکل دی ہے جہاں افراد کو مختلف مذہب یا عقیدے کے نظام میں تبدیل ہونے پر ہراساں، دھمکیاں اور تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس طرح کی کارروائیاں اکثر ریاستی عناصر بشمول پولیس اور سیکورٹی فورسز، یا غیر ریاستی عناصر، جیسے کہ انتہا پسند گروپوں یا کمیونٹی لیڈروں کے ذریعے کی جاتی ہیں۔ مذہب کی تبدیلی کے معاملے کے حوالے سے، ایمنسٹی انٹرنیشنل کا موقف ہے کہ ہر ایک کو

آزادی فکر، ضمیر اور مذہب کا حق حاصل ہے، جیسا کہ انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ (UDHR) اور دیگر بین الاقوامی انسانی حقوق کے معاہدوں کے آرٹیکل 18 کے تحت ضمانت دی گئی ہے۔⁽¹⁾

ان کی تشویش ہے کہ افراد کو مختلف مذہب یا عقیدوں کے نظام میں تبدیل ہونے پر ہراساں کیا جاتا ہے، ان کو دھمکیاں دی جاتی ہیں اور ان کا ساتھ تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ان کے مطابق، اس طرح کی کارروائیاں اکثر ریاستی عناصر بشمول پولیس اور سیکورٹی فورسز، یا غیر ریاستی عناصر، جیسے کہ انتہا پسند گروپوں یا کمیونٹی لیڈروں کے ذریعے کی جاتی ہیں۔ یہاں انٹرنیشنل انسانی حقوق کے اصولوں کو بروقت پر مد نظر رکھتے ہوئے آرٹیکل 18 کے تحت فراہم کردہ آزادی کو مد نظر رکھتا ہے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ ہر انسان کو فکر، ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہے، جیسا کہ انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ اور دیگر بین الاقوامی انسانی حقوق کے معاہدوں میں بیان شدہ ہے۔

اس حق میں کسی کا مذہب یا عقیدہ تبدیل کرنے کی آزادی شامل ہے، یا تو اکیلے یا دوسروں کے ساتھ برادری میں، اور تعلیم، عمل، عبادت، اور عبادت میں اپنے مذہب یا عقیدے کو ظاہر کرنے کی آزادی۔⁽²⁾

زبردستی تبدیلی مذہب کسی فرد کو مختلف مذہب اختیار کرنے پر مجبور کرنے کے لیے زبردستی، دھمکیاں یا تشدد کا استعمال کرنے کا عمل ہے۔ یہ عمل انسانی حقوق کے بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی ہے، جو تمام افراد کو فکر، ضمیر اور مذہب کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔ بہت سے معاملات میں، جبری تبدیلی کو جبر کے آلے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، خاص طور پر مذہبی اقلیتوں کے خلاف۔ مذہبی آزادی ایک بنیادی انسانی حق ہے جو بین الاقوامی قانون کے تحت محفوظ ہے۔ یہ ضمانت دیتا ہے کہ افراد کو حکومت یا دیگر افراد کی مداخلت کے بغیر اپنے مذہب یا عقیدے پر عمل کرنے کا حق ہے۔ تاہم، دنیا بھر میں بہت سی حکومتیں مذہبی آزادی پر پابندیاں عائد کرتی ہیں، جن میں افراد کی اپنے مذہب پر عمل کرنے کی صلاحیت کو محدود کرنا یا مذہبی اقلیتوں کے خلاف امتیازی سلوک شامل ہے۔ انٹرنیشنل انٹرنیشنل اظہار رائے کی آزادی کے حق کو بھی اہمیت دیتی ہے، جیسا کہ اس کو عالمی انسانی حقوق کی اعلیٰ ترین معیار کے طور پر UDHR کے آرٹیکل 19 میں ضمانت دی گئی ہے۔ اس حق میں شامل ہے کہ کسی کو اپنے مذہبی عقائد کا اظہار کرنے کی آزادی ہے، اور وہ بغیر کسی ظلم و ستم یا امتیاز کے خوف کے بغیر مذہبی سرگرمیوں میں حصہ لے۔ انٹرنیشنل انٹرنیشنل کا یہ خیال ہے کہ مذہبی اظہار یا سرگرمیوں کو محدود یا دبانے کی کوئی بھی کوشش انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ یہ اس بنیادی اصول کو بروقت پر مد نظر رکھتے ہوئے مختلف حکومتوں اور انتہا پسند گروپوں کے خلاف احتجاج کرتی ہے جب وہ انسانوں کی اظہار رائے کی آزادی کی روک تھام کرتے ہیں۔

¹. Amnesty International, "Religious Freedom," accessed March 9, 2023, <https://www.amnesty.org/en/what-we-do/freedom-of-expression/religious-freedom/>.

². Universal Declaration of Human Rights, G.A. Res. 217A (III), U.N. Doc. A/810, at 71 (1948).

مزید بر آں، ایمنسٹی انٹرنیشنل اس بات کو یقینی بنانے کی اہمیت کو تسلیم کرتی ہے کہ کوئی بھی فرد جو کسی مختلف مذہب یا عقیدے کے نظام کو تبدیل کرنے کا انتخاب کرتا ہے وہ آزادانہ اور زبردستی یا جبر کے بغیر کرتا ہے۔ تنظیم کسی بھی قسم کی جبری تبدیلی یا مذہبی تعلیمات کی مخالفت کرتی ہے، بشمول دھمکیوں، تشدد، یا جبر کی دوسری شکلوں کے استعمال کے ذریعے۔⁽¹⁾

ایمنسٹی انٹرنیشنل دنیا بھر میں مذہبی آزادی کے لیے آواز اٹھاتی رہی ہے۔ اس نے حکومتوں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ایسے قوانین کو منسوخ کریں جو مذہبی آزادی کو محدود کرتے ہیں اور ایسے افراد کے تحفظ کے لیے کارروائی کریں جنہیں ان کے مذہب کی بنیاد پر ظلم و ستم یا امتیازی سلوک کا خطرہ ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے مہمات اور وکالت کی کوششوں کے ذریعے مذہبی آزادی کے مسئلے کے بارے میں بیداری پیدا کرنے کے لیے بھی کام کیا ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل دنیا بھر میں انسانی حقوق کے لیے ایک سرکردہ وکیل ہے، اور اس نے جبری تبدیلی اور مذہبی آزادی کے مسائل پر توجہ مرکوز کی ہے۔ تنظیم نے جبری تبدیلی کے واقعات کو دستاویزی شکل دی ہے اور اس عمل کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ اس نے مذہبی آزادی کے تحفظ کی بھی وکالت کی ہے اور حکومتوں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنانے کے لیے اقدامات کریں کہ افراد بغیر کسی مداخلت کے اپنے مذہب پر عمل کرنے کے قابل ہوں۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل ایک غیر سرکاری تنظیم ہے جو انسانی حقوق کے تحفظ اور فروغ کے لیے کام کرتی ہے۔ یہ تنظیم مذہبی آزادی اور انسانی حقوق کے عالمی معیارات کو فروغ دیتی ہے، لیکن یہ کوئی قانون سازی نہیں کرتی۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کا موقف ہے کہ ہر فرد کو اپنے مذہب یا عقیدے کو آزادانہ طور پر اختیار کرنے، تبدیل کرنے، یا ترک کرنے کا حق حاصل ہے۔ یہ حق بین الاقوامی انسانی حقوق کے قوانین، جیسے کہ انسانی حقوق کا عالمی منشور (Universal Declaration of Human Rights) کے آرٹیکل 18 اور بین الاقوامی شہری اور سیاسی حقوق کے معاہدے (International Covenant on Civil and Political Rights) کے آرٹیکل 18 میں تحریر ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل جبری تبدیلی مذہب کی مذمت کرتی ہے اور اسے انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیتی ہے۔ تنظیم کا موقف ہے کہ کسی فرد کو زبردستی کسی مذہب کو قبول کرنے یا ترک کرنے پر مجبور نہیں کیا جانا چاہیے۔ یہ تنظیم ایسے ممالک یا گروہوں کے خلاف آواز اٹھاتی ہے جو مذہبی آزادی کو محدود کرتے ہیں یا جبری تبدیلی مذہب کے واقعات میں ملوث ہوتے ہیں۔

¹ Amnesty International, "Forced Conversion and Religious Freedom," accessed March 9, 2023, <https://www.amnesty.org/en/latest/campaigns/2016/06/forced-conversion-and-religious-freedom/>.

تبدیلی مذہب سے متعلق یونائیٹڈ سٹیٹس کمیشن آن انٹرنیشنل ریلیجیئس فریڈم کے قوانین

یونائیٹڈ سٹیٹس کمیشن آن انٹرنیشنل ریلیجیئس فریڈم (USCIRF) ایک آزاد، دو طرفہ وفاقی حکومت کا کمیشن ہے جسے بین الاقوامی مذہبی آزادی ایکٹ 1998 کے ذریعے قائم کیا گیا ہے۔ USCIRF کے مطابق، مذہب کی تبدیلی انفرادی پسند کا معاملہ، جبر سے پاک، اور قانون کے ذریعے محفوظ ہونا چاہیے۔ یو ایس سی آئی آر ایف کسی بھی ایسے قوانین یا پالیسیوں کی مخالفت کرتا ہے جو مذہب کی تبدیلی کو محدود یا ممنوع قرار دیتے ہیں یا جو افراد کو ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں تبدیل ہونے پر سزا دیتے ہیں۔

یو ایس سی آئی آر ایف کا موقف انسانی حقوق کے بین الاقوامی معیارات پر مبنی ہے، بشمول انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے کے آرٹیکل 18، جس میں کہا گیا ہے کہ "ہر شخص کو آزادی فکر، ضمیر اور مذہب کا حق حاصل ہے؛ اس حق میں اپنے مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔" یو ایس سی آئی آر ایف شہری اور سیاسی حقوق کے بین الاقوامی معاہدے کے آرٹیکل 18 کا بھی حوالہ دیتا ہے، جو سوچ، ضمیر اور مذہب کی آزادی کے حق کی ضمانت دیتا ہے۔⁽¹⁾

یو ایس سی آئی آر ایف کا موقف انسانی حقوق کے بین الاقوامی معیارات پر مبنی ہے، جو انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ کے آرٹیکل 18 کو شامل کرتے ہوئے ہر شخص کو آزادی فکر، ضمیر اور مذہب کا حق حاصل ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ اس حق میں اپنے مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔ یو ایس سی آئی آر ایف کے موقف کے تحت، شہری اور سیاسی حقوق کے بین الاقوامی معاہدے کے آرٹیکل 18 کا بھی حوالہ دیا جاتا ہے، جو سوچ، ضمیر اور مذہب کی آزادی کے حق کی ضمانت دیتا ہے۔ اس طرح، انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ کے معیارات اور سیاسی حقوق کے بین الاقوامی معاہدے کے احکام ایک دوسرے کو مکمل کرتے ہیں اور انسانوں کو مذہبی آزادی اور اظہار رائے کی آزادی کے حق کی حفاظت فراہم کرتے ہیں۔

تاہم، USCIRF تسلیم کرتا ہے کہ کچھ ممالک میں ایسے قوانین یا پالیسیاں ہیں جو مذہب کی تبدیلی کو محدود یا ممنوع قرار دیتے ہیں، اور یہ کہ مذہب تبدیل کرنے والے افراد کو امتیازی سلوک، ایذا رسانی یا تشدد کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ USCIRF نے ایسے قوانین اور پالیسیوں پر تنقید کی ہے، اور ان کو منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ مثال کے طور پر، اپنی 2021 کی سالانہ رپورٹ میں، USCIRF نے ہندوستان کے تبدیلی مذہب مخالف قوانین کو تنقید کا

¹ Universal Declaration of Human Rights. United Nations General Assembly, 10 December 1948, 217 A (III). <https://www.un.org/en/universal-declaration-human-rights/>.

نشانہ بنایا، جس کا یہ استدلال ہے کہ "مذہبی اقلیتوں کو نشانہ بنانے اور آزادانہ طور پر اپنے مذہب یا عقیدے پر عمل کرنے کی ان کی صلاحیت کو محدود کرنے کے لیے اکثر زیادتی کی جاتی ہے۔" (1)

یو ایس سی آئی آر ایف ایک بنیادی انسانی حق کے طور پر مذہبی تبدیلی کے حق کی حمایت کرتا ہے اور کسی بھی ایسے قوانین یا پالیسیوں کی مخالفت کرتا ہے جو اسے محدود یا ممنوع قرار دیتے ہیں۔ USCIRF کا موقف انسانی حقوق کے بین الاقوامی معیارات پر مبنی ہے، بشمول انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ کے آرٹیکل 18 اور شہری اور سیاسی حقوق کے بین الاقوامی معاہدے۔ (2)

ان معاہدوں کی روشنی میں، ہر انسان کو اپنی مذہبی یا غیر مذہبی عقائد کے مطابق زندگی گزارنے کا حق فراہم کیا گیا ہے، اور کسی بھی قسم کی مذہبی تبدیلی کی آزادی کی حفاظت کی گئی ہے۔ یو ایس سی آئی آر ایف کا موقف اس طرح سے انسانی حقوق کی اہمیت اور ان کی حفاظت کو سامنے رکھتا ہے، جو انسانیت کی اعلیٰ قدرت اور انسانی دیگر کی احترام کی بنیاد ہے۔

یونائیٹڈ سٹیٹس کمیشن آن انٹرنیشنل ریلیجیئس فریڈم (USCIRF) ایک آزاد وفاقی کمیشن ہے جو امریکی حکومت کو بین الاقوامی سطح پر مذہبی آزادی کے تحفظ اور فروغ کے حوالے سے سفارشات فراہم کرتا ہے۔ USCIRF کا بنیادی مقصد دنیا بھر میں مذہبی آزادی کے حق کو فروغ دینا اور اس کی خلاف ورزیوں کی نگرانی کرنا ہے۔ USCIRF کے پاس براہ راست قانون سازی کا اختیار نہیں ہے، لیکن یہ تبدیلی مذہب یا جبری تبدیلی مذہب جیسے مسائل پر توجہ مرکوز کرتا ہے اور ان ممالک کی نشاندہی کرتا ہے جہاں مذہبی آزادی کی خلاف ورزیاں ہوتی ہیں۔ USCIRF کی سالانہ رپورٹس میں ان ممالک کی فہرست شامل ہوتی ہے جو مذہبی آزادی کے حوالے سے تشویشناک حالات رکھتے ہیں، اور اس میں جبری تبدیلی مذہب کے واقعات بھی زیر بحث آتے ہیں۔

تبدیلی مذہب سے متعلق انسانی حقوق کے لیے ہائی کمشنر کا دفتر کے قوانین و ضوابط

انسانی حقوق کے لیے ہائی کمشنر کا دفتر (OHCHR) اقوام متحدہ کا ایک ادارہ ہے جو دنیا بھر میں انسانی حقوق کے فروغ اور تحفظ کے لیے ذمہ دار ہے۔ مذہب کی تبدیلی کے حوالے سے، OHCHR یہ موقف اختیار کرتا ہے کہ افراد کو فکر، ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہے، جس میں جبر یا انتقامی کارروائی کے خوف کے بغیر کسی کے مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے کی آزادی شامل ہے۔ یہ موقف انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ (UDHR) کے آرٹیکل 18 سے مطابقت رکھتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ "ہر کسی کو سوچ، ضمیر اور مذہب کی آزادی

¹. USCIRF, "2021 Annual Report." United States Commission on International Religious Freedom. May 2021. Accessed March 9, 2023. <https://www.uscirtf.gov/sites/default/files/2021USCIRFAR.pdf>.

². International Covenant on Civil and Political Rights. United Nations General Assembly, 16 December 1966, United Nations, Treaty Series, vol. 999, p. 171. <https://www.ohchr.org/en/professionalinterest/pages/ccpr.aspx>.

کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں اپنے مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے کی آزادی، اور آزادی، یا تو اکیلے یا برادری میں دوسروں کے ساتھ اور عوامی یا نجی طور پر، تعلیم، عمل، عبادت اور پابندی میں اپنے مذہب یا عقیدے کو ظاہر کرنے کی آزادی شامل ہے"۔⁽¹⁾

اس کے علاوہ، OHCHR اس بات پر زور دیتا ہے کہ مختلف مذہب اختیار کرنے کا کوئی بھی فیصلہ رضاکارانہ طور پر اور بغیر جبر کے کیا جانا چاہیے۔ یہ شہری اور سیاسی حقوق کے بین الاقوامی معاہدے (ICCPR) کے آرٹیکل 18 سے مطابقت رکھتا ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ "کسی کو بھی زبردستی نشانہ نہیں بنایا جائے گا جو اس کی اپنی پسند کا مذہب یا عقیدہ رکھنے یا اختیار کرنے کی آزادی کو متاثر کرے گا"۔⁽²⁾

دفتر کا یہ موقف، مختلف مذاہب یا عقائدی جماعتوں کے اختیار کے لئے متاثر کن فیصلے سے بچنے کی خواہش کو بیان کرتا ہے۔ زبردستی اور جبر کے بغیر، افراد کو ان کی اپنی مذہبی یا عقیدتی پسند کا اختیار حاصل کرنے کی فراہمی کی ضرورت ہے۔ ICCPR کے آرٹیکل 18 میں بھی اسی بات کی بات کی گئی ہے، جس میں زبردستی یا دباؤ کے بغیر اپنی پسند کا مذہب یا عقیدہ رکھنے یا اختیار کرنے کی آزادی کی حقیقت پر زور دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ کسی بھی مذہب یا عقیدت کے پیروکار کو ان کی آزادی کا احترام کرنا چاہئے، اور ان کے مذہبی یا عقیدتی حقوق کو محفوظ رکھنا چاہئے۔

OHCHR اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ جو افراد مختلف مذہب اختیار کرنے کا انتخاب کرتے ہیں انہیں ان کے سابق مذہب یا ریاست کی طرف سے امتیازی سلوک یا ظلم و ستم کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے اور حکومتوں پر زور دیتا ہے کہ وہ افراد کے حقوق کو تحفظ فراہم کریں تاکہ ان کے منتخب کردہ مذہب کو بغیر کسی نقصان کے ان پر عمل کیا جاسکے۔ مذہبی تبدیلی پر OHCHR کا موقف یہ ہے کہ افراد کو فکر، ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہے، جس میں کسی کے مذہب یا عقیدے کو زبردستی یا انتقامی کارروائی کے بغیر تبدیل کرنے کی آزادی شامل ہے، اور یہ کہ حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ افراد کے حقوق کا تحفظ کریں کہ وہ بغیر کسی نقصان کے اپنے منتخب کردہ مذہب پر عمل کریں۔ OHCHR کے مطابق، تبدیلی مذہب کا حق ہر فرد کا بنیادی انسانی حق ہے، اور اسے کسی بھی قسم کے جبر یا دباؤ کے بغیر استعمال کرنا چاہیے۔ جبری تبدیلی مذہب کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی سمجھا جاتا ہے، اور اس کی ممانعت بین الاقوامی قوانین کے تحت کی گئی ہے۔ OHCHR مذہبی آزادی کے حق کو فروغ دینے اور اس کے تحفظ کے لیے مسلسل کوششیں کر رہا ہے۔

¹ United Nations General Assembly. (1948). Universal Declaration of Human Rights.

<https://www.un.org/en/universal-declaration-human-rights/>

² United Nations General Assembly. (1966). International Covenant on Civil and Political Rights.

<https://www.ohchr.org/en/professionalinterest/pages/ccpr.aspx>

تبدیلی مذہب سے متعلق ترکی کے قوانین

ترکی، ایک سیکولر جمہوریہ کے طور پر جس میں زیادہ تر مسلم آبادی ہے، مذہبی آزادی کے لیے ایک منفرد نقطہ نظر رکھتا ہے جو سیکولر ازم کے تحفظ میں ریاست کے کردار کے ساتھ افراد اور مذہبی گروہوں کے حقوق کو متوازن کرتا ہے۔ مذہبی آزادی کے لیے ترکی کا قانونی ڈھانچہ وقت کے ساتھ ساتھ تیار ہوا ہے، جو ملک کے بدلتے ہوئے سیاسی اور سماجی منظر نامے کی عکاسی کرتا ہے۔ سلطنت عثمانیہ کے دوران، مذہبی اقلیتوں کو کچھ قانونی تحفظات حاصل تھے، لیکن ان کی حیثیت عام طور پر مسلمانوں کے ماتحت تھی۔ سلطنت کے خاتمے کے بعد، ترکی نے اصلاحات کا ایک سلسلہ نافذ کیا جس کا مقصد ترک معاشرے کو سیکولر بنانا اور ریاست پر مذہب کے اثر کو محدود کرنا تھا۔ ان اصلاحات میں نئے سول کوڈ کو اپنانا، مذہبی اسکولوں اور اداروں کی بندش، اور مذہبی امور کی نگرانی کے لیے ریاست کے زیر انتظام ڈائریکٹوریٹ آف ریلیجیئس افریز (ر سة الشؤون الدينية والمعروفة سم د ن ت) کا قیام شامل ہے۔

ترکی کے مذہبی آزادی کے قوانین کی اہم خصوصیات:

مذہبی آزادی کے لیے ترکی کا قانونی فریم ورک قوانین اور ضوابط کے ایک پیچیدہ سیٹ پر مبنی ہے جو ملک کی منفرد تاریخ اور سیاسی تناظر کی عکاسی کرتے ہیں۔ اس فریم ورک کی چند اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

ترکی کا آئین سیکولر ازم کے اصول کو قائم کرتا ہے، جس کا مطلب ہے کہ ریاست مذہب کے حوالے سے غیر جانبدار ہے اور کسی خاص مذہب یا مذہبی گروہ کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں کرتی۔ یہ اصول ترکی کے قانون کے بہت سے پہلوؤں سے ظاہر ہوتا ہے، بشمول سرکاری اداروں میں مذہبی علامتوں کی ممانعت اور سیاسی جماعتوں کا سیکولر نوعیت کا ہونا۔

مذہب کی آزادی: ترکی کا آئین تمام شہریوں کے لیے مذہبی آزادی کی ضمانت بھی دیتا ہے، بشمول کسی کے مذہب پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کا حق، عوامی تحفظ اور نظم و نسق کے لیے مخصوص حدود کے ساتھ۔ مذہبی آزادی سے متعلق ترکی کے قوانین بنیادی طور پر ملک کے آئین میں شامل ہیں، جن میں 2010 میں نمایاں ترمیم کی گئی۔⁽¹⁾ 2010 میں ترمیم شدہ قوانین کی مواد میں مذہبی آزادی کی حقیقت پر زور دیا گیا، جو مختلف مذہبی جماعتوں کو ان کی فرقہ واریت اور عبادت اور تعلیم کے معاملات میں آزادی فراہم کرتا ہے۔ اسی طرح، قوانین مذہبی نفرت و تعصب کے خلاف بھی ہیں جو مذہبی گروہوں کے درمیان مسائل کے حل کی سرمایہ کاری کرتے ہیں۔

¹ "Constitution of the Republic of Turkey." Republic of Turkey Ministry of Foreign Affairs accessed February 18, 2023. <https://www.mfa.gov.tr/constitution-of-the-republic-of-turkey.en.mfa>

آرٹیکل 10، جس میں کہا گیا ہے کہ "زبان، نسل، رنگ، جنس، سیاسی رائے، فلسفیانہ عقیدے، مذہب اور فرقے، یا اس طرح کی کسی بھی بنیاد کے بارے میں ہر شخص قانون کے سامنے برابر ہے" ⁽¹⁾ آرٹیکل 24، ضمیر کی آزادی، مذہبی عقیدے اور عبادت کی ضمانت دیتا ہے۔ ⁽²⁾

آرٹیکل 24 ضمیر کی آزادی، مذہبی عقائد، اور عبادت کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ اس مضمون کے تحت، ہر انسان کو اپنے عقائد کو اپنی ضمیر کے مطابق عمل کرنے کی آزادی فراہم کی جاتی ہے۔ مذہبی عقائد کی حقیقت، اور ان کی عبادت کی ضمانت، انسانی حقوق کی اہم اور بنیادی اصولات میں سے ایک ہے۔

ترکی میں مذہبی آزادی کی حفاظت کے علاوہ، مختلف قوانین اور تنظیمات بھی موجود ہیں جو مذہبی انجمنوں، فاؤنڈیشنز، اور مذہبی خدمات کی تنظیم اور حکومتی کنٹرول کو منظم کرتے ہیں۔ انجمنوں سے متعلق قانون مذہبی انجمنوں کے قیام اور ان کی کارروائی کو قانونی بندوبست دیتا ہے۔ یہ انجمنیں اپنے مذہبی معاملات کو قانونی اور انضباطی طور پر منظم کرتی ہیں تاکہ ان کی کارروائیاں معقول اور قانونی ہوں۔ فاؤنڈیشن سے متعلق قانون مذہبی فاؤنڈیشنز کی قیام و کارروائی کو منظم کرتا ہے۔

یہ قوانین فاؤنڈیشنز کو ان کی مذہبی خدمات اور مقاصد کے لئے منظم کرنے اور ان کی کارروائیوں کو معقول بنانے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ مذہبی خدمات اور امور سے متعلق قانون مذہبی امور کی انتظامیہ پر حکمرانی کرتا ہے۔ یہ قانون انتظامیہ کو مذہبی معاملات کی انتظامیہ کرنے اور موجودہ قوانین کے تطبیقات کی فوریت دینے کا فرصت فراہم کرتا ہے۔ یہ قوانین اور تنظیمات مذہبی آزادی کی حفاظت کے علاوہ، مذہبی انجمنوں اور فاؤنڈیشنز کو قانونی ہدایات اور معیارات کی روشنی میں کام کرنے کیلئے موجود ہیں، جس سے مذہبی معاملات قانونی اور منظم طور پر انجام دئے جاسکتے ہیں۔ ترکی میں مذہبی تبدیلی کے آس پاس کا قانونی فریم ورک مندرجہ ذیل ہے:

ترکی کے آئین کا آرٹیکل 24 ⁽³⁾ ضمیر، مذہب اور اعتقاد کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔ ہر ایک کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ریاست یا دوسروں کی مداخلت کے بغیر اپنے مذہب یا عقیدے کا انتخاب کریں یا تبدیل کریں۔ ترک سول کوڈ کا آرٹیکل 40 ⁽⁴⁾ کسی کے مذہب کو تبدیل کرنے کے طریقہ کار کو منظم کرتا ہے۔ اس قانون کے مطابق، جو افراد دوسرے مذہب میں تبدیل ہونا چاہتے ہیں وہ متعلقہ مذہبی اتھارٹی پر لاگو ہوں اور ان کے ارادے کو تبدیل کرنے کا اعلان کریں۔ اس کے بعد مذہبی اتھارٹی کو تبدیلیوں کی صداقت کی تصدیق کرنی ہوگی اور سرٹیفکیٹ جاری کرنا ہوگا۔

¹ Constitution of the Republic of Turkey, Article 10

² Ibid., Article 24.

³ Turkish Constitution, Article 24.

⁴ Turkish Civil Code, Article 40.

ترک تعزیریاتی ضابطہ کا آرٹیکل 216⁽¹⁾ کسی کو اپنے مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے پر مجبور کرنے کے لئے طاقت، دھمکی یا دھوکہ دہی کے استعمال کو جرم بناتا ہے۔ اس قانون کی خلاف ورزی پر جرمانہ چھ ماہ سے تین سال کے درمیان قید ہے۔

مذہبی امور کی ڈائریکٹوریٹ (ر سة الشؤون الدينية والمعروفة سم د نت)⁽²⁾ ترکی میں مذہبی امور کو منظم کرنے کی ذمہ دار سرکاری ایجنسی ہے، بشمول ائمہ کی تربیت اور تصدیق اور عوام کو مذہبی خدمات کی فراہمی۔ دیانت مذہبی تعلیم میں سیکولر ازم اور رواداری کے اصولوں کو فروغ دینے کے لیے بھی ذمہ دار ہے۔ دیانت مذہبی اداروں کی نگرانی کرتا ہے اور اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ وہ ترکی میں مذہبی طریقوں پر قابو پانے والے قوانین اور ضوابط کی تعمیل کریں۔ ترکی میں مذہبی اظہار پر کچھ پابندیاں ہیں۔ مثال کے طور پر، پیغمبر محمد ﷺ یا دیگر مذہبی شخصیات کی توہین کرنا غیر قانونی ہے، اور غیر مسلم مذہبی گروہوں کو نئی عبادت گاہوں کی تعمیر کے لیے حکومت سے اجازت لینا ہوگی۔

مذہبی امور کی ڈائریکٹوریٹ ترکی میں مذہبی امور کو منظم کرنے اور نگرانی کرنے کی ذمہ دار سرکاری ایجنسی ہے۔ اس کی ذمہ داریوں میں ائمہ کی تربیت، تصدیق، اور عوام کو مذہبی خدمات فراہم کرنا شامل ہے۔ بنیادی طور پر، یہ ایجنسی مذہبی تعلیم کو سیکولر ازم اور رواداری کے اصولوں کی روشنی میں فروغ دینے کی ذمہ دار ہے۔ اس کی ذمہ داری مذہبی اداروں کی نگرانی اور ان کی تشہیر کرنا بھی ہے، اور یہ یقینی بناتا ہے کہ وہ ترکی میں مذہبی طریقوں پر قابو پانے والے قوانین اور ضوابط کی تعمیل کرتا ہے۔

ترکی میں مذہبی اظہار پر کچھ پابندیاں بھی ہیں، جیسے کہ پیغمبر محمد ﷺ یا دیگر مذہبی شخصیات کی توہین غیر قانونی ہے۔ اسی طرح، غیر مسلم مذہبی گروہوں کو نئی عبادت گاہوں کی تعمیر کے لیے حکومت سے اجازت لینا ضروری ہے۔ یہ پابندیاں اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ ترکی میں مذہبی آزادی کا تصور وجود رکھتا ہے، لیکن اس کی حفاظت کیلئے بعض پابندیاں مقرر کی گئی ہیں تاکہ مذہبی اظہار میں ایمانداری اور احترام برقرار رہے۔ ترکی میں تبدیلی مذہب یا جبری تبدیلی مذہب کے حوالے سے کوئی مخصوص قانون موجود نہیں ہے۔ ترکی ایک سیکولر جمہوریہ ہے، جہاں آئین کے تحت مذہبی آزادی کا حق دیا گیا ہے۔ ترکی کے آئین کے مطابق، ہر فرد کو اپنے مذہب، عقیدے، یا بے عقیدگی کا انتخاب کرنے اور اس پر عمل کرنے کی آزادی حاصل ہے۔ اس کے علاوہ، ترکی میں کسی شخص کو جبراً مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کرنا غیر قانونی ہے۔

¹ Turkish Penal Code, Article 216.

² "The Presidency of Religious Affairs." Presidency of the Republic of Turkey accessed March 1, 2023. <https://www.tccb.gov.tr/en/the-presidency-of-religious-affairs/>.

ترکی میں مذہبی آزادی کے حوالے سے قوانین اور پالیسیاں بین الاقوامی معیارات کے مطابق ہیں۔ ترکی نے یورپی کنونشن برائے انسانی حقوق (European Convention on Human Rights) جیسے بین الاقوامی معاہدوں پر دستخط کیے ہیں، جو مذہبی آزادی کے حق کی ضمانت دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ، ترکی میں مذہبی اقلیتوں کو بھی اپنے مذہبی عقائد پر عمل کرنے کی اجازت ہے، حالانکہ کچھ تنازعات اور چیلنجز بھی موجود ہیں۔ تاہم، ترکی میں مذہبی امور کو ریاست کے زیر کنٹرول رکھا جاتا ہے، اور مذہبی اداروں کی سرگرمیوں کو ریاستی قوانین کے تحت منظم کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، ترکی میں مذہبی تعلیم اور تبلیغ کے حوالے سے کچھ پابندیاں ہو سکتی ہیں، لیکن یہ پابندیاں عام طور پر ریاستی سلامتی اور سماجی ہم آہنگی کے تحفظ کے لیے ہوتی ہیں۔

ترکی میں تبدیلی مذہب یا ارتداد کے حوالے سے کوئی خاص قانونی پابندی یا سزا موجود نہیں ہے۔ ترکی ایک سیکولر ملک ہے جہاں مذہب اور ریاست علیحدہ ہیں، اور آزادی مذہب کا حق ترکی کے آئین میں محفوظ ہے۔ اس لیے ارتداد یا مذہب تبدیل کرنے پر کوئی قانونی سزا نہیں دی جاتی۔ اگرچہ ترکی میں تاریخی طور پر اسلامی قانون کے اثرات موجود تھے، لیکن جدید ترکی کے قانونی نظام نے مذہبی آزادی کو تسلیم کیا ہے اور ارتداد کے خلاف قوانین کو نافذ نہیں کیا جاتا۔ تاہم، بعض مذہبی اور سماجی سطح پر تبدیلی مذہب کو ناپسندیدگی یا مخالفت کا سامنا ہو سکتا ہے، مگر قانونی طور پر ایسا جرم نہیں سمجھا جاتا۔ اس حوالے سے کبھی بھی کوئی خاص قانون بنانے کی کوشش نہیں ہوئی، اور ترکی کی سیکولر قانونی فریم ورک نے مذہبی آزادی کو ایک بنیادی حق کے طور پر برقرار رکھا ہے۔

تبدیلی مذہب سے متعلق ہندوستان کے قوانین

ہندوستان ایک کثیر المذہبی ملک ہے اور ایک متنوع اور سیکولر ملک ہونے کے ناطے، ایک پیچیدہ قانونی ڈھانچہ ہے جو مذہبی تبدیلی اور مذہب کی آزادی کو کنٹرول کرتا ہے۔ ملک کا آئین آرٹیکل 25-28 کے تحت مذہب کی آزادی کے حق کی ضمانت دیتا ہے، جو شہریوں کو اپنی پسند کے کسی بھی مذہب پر عمل کرنے، اس کی تبلیغ کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق دیتا ہے۔

ہندوستان کا آئین، 26 جنوری 1950 کو اپنایا گیا، جو ہندوستان کا سپریم قانون ہے۔ آئین کا آرٹیکل 25 مذہبی آزادی کے حق کی ضمانت دیتا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ تمام افراد کو اپنی پسند کے کسی بھی مذہب پر عمل کرنے، اس کا دعویٰ کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہے۔ آرٹیکل 26 مذہبی امور کے انتظام اور مذہبی ادارے قائم کرنے کا حق فراہم کرتا ہے۔ آرٹیکل 27 ریاست کو کسی خاص مذہب کے فروغ کے لیے ٹیکس لگانے سے منع کرتا ہے۔ آرٹیکل 28 ریاست کی مالی امداد سے چلنے والے تعلیمی اداروں میں مذہبی تعلیم پر پابندی عائد کرتا ہے۔⁽¹⁾

¹. Constitution of India, art. 25-28.

ہندوستان کا آئین ایک اہم قانون ہے جو اسلام، ہندو، سکھ، عیسائی اور دیگر مذاہب کے افراد کو برابر احترام دیتا ہے۔ آئین کے مختلف مضامین مذہبی آزادی اور احترام کے حوالے سے مختلف حقوق فراہم کرتے ہیں۔ مذہبی آزادی کے حق کی ضمانت فراہم کرنے کے لئے آئین کا آرٹیکل 25 اہم ہے۔ اس مضمون میں انسانوں کو ان کی مذہبی آزادی کا حق فراہم کیا گیا ہے، جو ان کی مذہبی عقائد کی عملیات، دعوت، اور تعلیم پر مختلف اظہارات کو شامل کرتا ہے۔ آرٹیکل 26 مذہبی امور کے انتظام اور مذہبی ادارے قائم کرنے کا حق فراہم کرتا ہے، جس کا مطلب ہے کہ افراد کو اپنی مذہبی تعلیمی اور انتظامی ضروریات کے لیے خود اپنی تنظیمات اور ادارے قائم کرنے کا حق ہے۔ آرٹیکل 27 ریاست کو کسی خاص مذہب کے فروغ کے لیے ٹیکس لگانے سے منع کرتا ہے، جو مذہبی امور میں برابری اور انصاف کو بچانے کے لیے اہم ہے۔ آرٹیکل 28 مذہبی تعلیم پر پابندی عائد کرتا ہے، جو معاشرتی اور تعلیمی اداروں کے افراد کو مذہبی تعلیم پر کسی قسم کی فرضیاتی یا داخلی نقل کی پابندی کرتا ہے۔ یہ آرٹیکل مذہبی امور کے تنظیم و انتظام، تعلیم، اور معاشرتی فروغ میں انصاف اور برابری کو برقرار رکھنے کیلئے مختلف اقدامات فراہم کرتے ہیں۔

مذہبی آزادی کا تحفظ ایکٹ، 2021 ایک حالیہ قانون ہے جس کا مقصد افراد کی مذہبی آزادی کا تحفظ اور جبری تبدیلی مذہب کو روکنا ہے۔ ایکٹ کسی بھی شخص کو زبردستی، دھوکہ دہی، یا لالچ کے ذریعے کسی دوسرے شخص کو تبدیل کرنے یا تبدیل کرنے کی کوشش کرنے سے منع کرتا ہے۔ اس میں ایکٹ کی دفعات کی خلاف ورزی کے مرتکب پائے جانے والوں کو قید اور جرمانے کی سزا دی گئی ہے۔⁽¹⁾

مذہبی ادارے (غلط استعمال کی روک تھام) ایکٹ، 1988 ایک اور قانون ہے جو سیاسی مقاصد کے لیے مذہبی اداروں کے غلط استعمال کو روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ قانون کسی بھی شخص کو کسی مذہبی ادارے کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرنے یا مختلف مذہبی گروہوں کے درمیان دشمنی کو فروغ دینے سے روکتا ہے۔ قانون میں مذہبی اداروں کے غلط استعمال کے ذریعے حاصل کی گئی کسی بھی جائیداد کو ضبط کرنے کا بھی بندوبست کیا گیا ہے۔⁽²⁾

مذہبی ہم آہنگی بحالی ایکٹ، 1995 ایک قانون ہے جسے حکومت ہند نے فرقہ وارانہ تشدد کو روکنے اور مذہبی ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے نافذ کیا ہے۔ قانون کی نگرانی کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دینے اور مذہبی ہم آہنگی کو برقرار رکھنے کے لیے احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کا بندوبست کیا گیا ہے۔ اس قانون میں مختلف مذہبی گروہوں کے درمیان دشمنی کو فروغ دینے کے مرتکب پائے جانے والوں کی سزا کا بھی بندوبست کیا گیا ہے۔⁽³⁾

¹. Protection of Religious Freedom Act, 2021.

². Religious Institutions (Prevention of Misuse) Act, 1988.

³. Maintenance of Religious Harmony Act, 1995.

مذہبی ہم آہنگی بحالی ایکٹ، 1995 ایک اہم قانون ہے جو ہند کی حکومت نے فرقہ وارانہ تشدد کو روکنے اور مذہبی ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے منظور کیا۔ اس قانون کی بنیادی مقصد مذہبی تنازعات اور تشدد کی روک تھام ہے، اور اس کے ذریعے مذہبی ہم آہنگی اور معاشرتی امن کو برقرار رکھنے کا مقصد ہے۔ اس قانون میں صورتحال کی نگرانی کے لیے ایک کمیٹی کی تشکیل دی گئی ہے، جو مختلف مذہبی مسائل پر نظر رکھتی ہے اور مذہبی تنازعات کے حل کیلئے اقدامات اٹھاتی ہے۔ اسی طرح، قانون مذہبی ہم آہنگی کو برقرار رکھنے کے لیے احتیاطی تدابیر بھی اختیار کرتا ہے، تاکہ مذہبی امن اور ہم آہنگی کو مد نظر رکھا جاسکے۔ اس قانون میں مختلف مذہبی گروہوں کے درمیان دشمنی کو فروغ دینے کے مرتکب پائے جانے والوں کی سزا کا بھی بندوبست کیا گیا ہے، جو ایک اہم قدم ہے تاکہ فرقہ وارانہ تشدد اور مذہبی ہم آہنگی کو برقرار رکھنے کیلئے قانونی کارروائی کی جاسکے۔

ہندوستان میں مذہب کی تبدیلی سے متعلق اہم قوانین میں سے ایک "تبدیلی مخالف قوانین" یا "مذہبی آزادی ایکٹ" ہے۔ یہ قوانین ہندوستان کی متعدد ریاستوں نے مذہبی تبدیلیوں کو منظم اور کنٹرول کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں۔ 1967 میں اوڈیشہ (سابقہ اڑیسہ) مذہبی تبدیلی کو کنٹرول کرنے والا قانون نافذ کرنے والی پہلی ریاست تھی، جس میں اڑیسہ فریڈم آف ریلیجن ایکٹ (OFRA) کی منظوری کے ساتھ، قانون کے تحت افراد کو دوسرے مذہب میں تبدیل ہونے سے پہلے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے پیشگی اجازت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ زبردستی، دھوکہ دہی، یا لالچ کے ذریعے مذہبی تبدیلی کو منع کرتا ہے۔ اسی طرح کے قوانین بعد میں دیگر ریاستوں جیسے مدھیہ پردیش، اروناچل پردیش، چھتیس گڑھ، گجرات، ہماچل پردیش، جھارکھنڈ اور اترکھنڈ میں نافذ کیے گئے۔⁽¹⁾

قوانین عام طور پر ایک ایسے شخص سے مطالبہ کرتے ہیں جو دوسرے مذہب کو تبدیل کرنا چاہتا ہے ایسا کرنے سے پہلے حکومت سے اجازت حاصل کرے۔ قوانین کسی کے لیے بھی کسی دوسرے شخص کو زبردستی، دھوکہ دہی، یا لالچ کے ذریعے تبدیل کرنا ایک مجرمانہ جرم بناتے ہیں۔ ان قوانین کی خلاف ورزی کی سزا ریاست کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے اور اس میں جرمانہ، قید یا دونوں شامل ہیں۔ کچھ ریاستوں نے یہ بھی لازمی قرار دیا ہے کہ جو کوئی دوسرا مذہب اختیار کرنا چاہتا ہے اسے مقامی حکومتی حکام کو تحریری اعلامیہ فراہم کرنا ہوگا۔

¹. Orissa Freedom of Religion Act, 1967, No. 23 of 1967 (India).

2020 میں، ریاست اتر پردیش نے اتر پردیش کی غیر قانونی تبدیلی مذہب آرڈیننس پر پابندی منظور کی، جسے عام طور پر "لو جہاد" قانون کے نام سے جانا جاتا ہے۔ قانون غلط بیانی، زبردستی، یا غیر ضروری اثر و رسوخ کے ذریعے مذہبی تبدیلی کو منع کرتا ہے، اور خلاف ورزیوں پر سزائیں دیتا ہے۔⁽¹⁾

اتر پردیش کی "اتر پردیش کی غیر قانونی تبدیلی مذہب آرڈیننس"، عام طور پر "لو جہاد" قانون کے نام سے مشہور ہے، جسے 2020 میں منظور کیا گیا۔ یہ قانون مذہبی تبدیلی کو روکنے اور اس کی زبردستی یا غیر قانونی طریقوں سے منع کرنے کیلئے بنایا گیا ہے۔ اس قانون کا مقصد مذہبی تنازعات اور فرقہ واریت کو کم کرنا، اور مذہبی امن و امان کی فراہمی کرنا ہے۔ اس کے ذریعے زبردستی، یا غیر ضروری اثر و رسوخ کی طریقوں سے مذہبی تبدیلی کو روکا جاتا ہے۔ اس قانون کے تحت، انتہائی سخت سزائیں دی جاتی ہیں جن میں قید یا دیگر سزائیں شامل ہو سکتی ہیں۔ یہ قانون مذہبی تنازعات اور فرقہ واریت کی کمی کے لیے ایک اہم اقدام ہے، اور اس کی مدد سے امن و امان بڑھایا جاسکتا ہے۔ اس کا استعمال انسانی حقوق کی حفاظت کے اصولوں کے مطابق ہونا چاہئے تاکہ انسانی حقوق کی حفاظت کا یقینی بنایا جاسکے۔

ہندوستان میں تبدیلی مذہب یا جبری تبدیلی مذہب کے حوالے سے کوئی مرکزی قانون نہیں ہے، لیکن کچھ ریاستوں نے اپنے سطح پر "آزادی مذہب کے تحفظ" کے نام سے قوانین بنائے ہیں۔ یہ قوانین جبری یا دھوکے سے مذہب تبدیل کرنے کے خلاف ہیں اور ان کا مقصد مذہبی تبدیلی کو منظم اور شفاف بنانا ہے۔ ان قوانین کے تحت، اگر کوئی شخص اپنا مذہب تبدیل کرنا چاہتا ہے تو اسے متعلقہ حکام کو اطلاع دینا ہوتی ہے، اور کسی بھی طرح کے جبر، دھوکے، یا لالچ کے بغیر تبدیلی کو یقینی بنایا جاتا ہے۔

ہندوستان کی کچھ ریاستوں میں مذہبی تبدیلی کے قوانین موجود ہیں جیسا کہ اڑیسہ میں "اڑیسہ آزادی مذہب ایکٹ، 1967" نافذ ہے، جو جبری یا دھوکے سے مذہب تبدیل کرنے کو روکتا ہے۔ مدھیہ پردیش میں "مدھیہ پردیش آزادی مذہب ایکٹ، 1968" نافذ ہے، جو جبری تبدیلی مذہب کو غیر قانونی قرار دیتا ہے۔ چھتیس گڑھ میں بھی اسی طرح کا قانون موجود ہے، جو جبری یا دھوکے سے مذہب تبدیل کرنے کو روکتا ہے۔ ہریانہ میں بھی مذہبی تبدیلی کے قوانین موجود ہیں، جو جبری تبدیلی کو روکنے کے لیے بنائے گئے ہیں۔ گجرات میں "گجرات آزادی مذہب ایکٹ، 2003" نافذ ہے، جو جبری یا دھوکے سے مذہب تبدیل کرنے کو غیر قانونی قرار دیتا ہے۔ ہماچل پردیش میں بھی اسی طرح کا قانون موجود ہے۔

¹ Uttar Pradesh Prohibition of Unlawful Conversion of Religion Ordinance, 2020, No. 21 of 2020 (India).

یہ قوانین اکثر تنازعات کا شکار رہے ہیں۔ کچھ گروہوں کا خیال ہے کہ یہ قوانین مذہبی آزادی کو محدود کرتے ہیں اور ان کا استعمال اقلیتی گروہوں کے خلاف کیا جاسکتا ہے۔ دوسری طرف، ان قوانین کے حامیوں کا کہنا ہے کہ یہ قوانین جبری یاد دھوکے سے مذہب تبدیل کرنے کے خلاف تحفظ فراہم کرتے ہیں۔

ہندوستان میں تبدیلی مذہب اور ارتداد کے حوالے سے کوئی مرکزی وفاقی قانون موجود نہیں ہے، لیکن مختلف ریاستوں نے اس موضوع پر قوانین بنائے ہیں جو خاص طور پر تبدیلی مذہب کو محدود کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں۔ یہ قوانین عموماً "anti-conversion laws" کے نام سے جانے جاتے ہیں، جن کا مقصد جبری یاد دھوکہ دہی پر مبنی تبدیلی مذہب کو روکنا ہے۔ مثلاً، مہاراشٹر، مدھیہ پردیش، گجرات، راجستھان اور ہماچل پردیش میں ایسے قوانین رائج ہیں جن میں تبدیلی مذہب کے لیے مخصوص اجازت نامے یا نوٹیفکیشن کی شرط رکھی گئی ہے، ورنہ اسے جرم تصور کیا جاتا ہے۔ تاہم، ارتداد یعنی کسی شخص کا اپنے مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب میں جانا، ہندوستانی قانون میں براہ راست جرم نہیں ہے اور اس حوالے سے کوئی واضح قانونی روک تھام نہیں ہے کیونکہ ہندوستان کا آئین مذہب کی آزادی کو بنیادی حق تسلیم کرتا ہے۔ اس ضمن میں قوانین بنانے کی کوششیں بعض ریاستوں میں سیاسی اور سماجی دباؤ کے تحت ہوئیں، لیکن وفاقی سطح پر اس حوالے سے کوئی جامع قانون موجود نہیں ہے اور یہ معاملہ اکثر تنازع اور بحث کا موضوع رہتا ہے۔ اس کے علاوہ، ہندوستانی سپریم کورٹ نے بھی مذہب کی تبدیلی اور ارتداد کو آئینی حقوق کے دائرے میں رکھا ہے۔¹

تبدیلی مذہب سے متعلق ریاستہائے متحدہ امریکہ کے قوانین

ریاستہائے متحدہ میں، مذہبی آزادی کو امریکی آئین میں پہلی ترمیم کے ذریعے تحفظ حاصل ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ کانگریس مذہب کے قیام، یا اس کے آزادانہ استعمال پر پابندی لگانے کا کوئی قانون نہیں بنائے گی۔ اس اصول کی تشریح عدالتوں اور مقننہ نے مذہبی افراد اور اداروں کو وسیع تر تحفظات فراہم کرنے کے لیے کی ہے۔

ریاستہائے متحدہ میں، مذہب کی تبدیلی کو آئین کی پہلی ترمیم کے تحت تحفظ حاصل ہے، جو مذہب کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ افراد اپنے مذہب کا انتخاب کرنے یا ظلم و ستم یا امتیاز کے خوف کے بغیر اپنا مذہب تبدیل کرنے میں آزاد ہیں۔ تاہم، وہاں کچھ اصول اور قوانین موجود ہیں جو مذہب کی تبدیلی کے عمل کو منظم کرتے ہیں اور افراد کو زبردستی یاد دھوکہ دہی سے بچاتے ہیں۔

¹ Niraj Kumar, "Freedom of Religion under Indian Constitution," *Journal of Constitutional Law*, vol. 10, no. 2 (2021): 134-150.

ایک اور وفاقی قانون جو مذہبی آزادی کا تحفظ کرتا ہے وہ ہے Religious Land Use and Institutionalized Persons Act (RLUIPA)، جسے کانگریس نے 2000 میں منظور کیا تھا۔⁽¹⁾ جو مقامی حکومتوں کو مذہبی رسومات کو محدود کرنے یا مذہبی اداروں کے خلاف امتیازی سلوک کرنے کے لیے زمین کے استعمال کے ضوابط استعمال کرنے سے منع کرتا ہے۔ RLUIPA قیدیوں کے مذہبی حقوق کا بھی تحفظ کرتا ہے اور جیل میں رہتے ہوئے انہیں اپنے عقیدے پر عمل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ RLUIPA مذہبی زمین کے استعمال اور قیدیوں کے لیے تحفظ فراہم کرتا ہے جو قید کے دوران اپنے مذہب پر عمل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ قانون مذہبی گروہوں کے عبادت گاہوں کی تعمیر کے حقوق کے تحفظ اور زوننگ قوانین کو مذہبی گروہوں کے ساتھ امتیازی سلوک کرنے سے روکنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

ایک اور اہم قانون انٹرنیشنل ریلیجیئس فریڈم ایکٹ آف 1998 (IRFA) ہے، بین الاقوامی مذہبی آزادی ایکٹ آف 1998 (IRFA) ریاستہائے متحدہ کا ایک وفاقی قانون ہے جو پوری دنیا میں مذہبی آزادی کو ایک بنیادی انسانی حق کے طور پر فروغ دینے کے لیے نافذ کیا گیا تھا۔ IRFA پر صدر بل کلنٹن نے 27 اکتوبر 1998 کو قانون میں دستخط کیے تھے۔ جس کے تحت امریکی حکومت سے دنیا بھر میں مذہبی آزادی کو فروغ دینے اور اس آزادی کی خلاف ورزی کرنے والے ممالک پر پابندی عائد کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ IRFA نے مذہبی آزادی کے مسائل کی نگرانی اور رپورٹ کرنے کے لیے امریکی محکمہ خارجہ کے اندر بین الاقوامی مذہبی آزادی کا دفتر بھی قائم کیا۔⁽²⁾ قانون ان ممالک کو جو ابده بنانے کی کوشش کرتا ہے جو مذہبی ظلم و ستم میں ملوث یا اسے برداشت کرتے ہیں، اور سفارتی اور دیگر ذرائع سے مذہبی آزادی کو فروغ دیتے ہیں۔ اس نے اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ کے اندر بین الاقوامی مذہبی آزادی کے لیے بڑے سفیر کا عہدہ بھی پیدا کیا، جو دنیا بھر میں مذہبی آزادی کو فروغ دینے کا ذمہ دار ہے۔

IRFA کی اہم دفعات میں درج ذیل شامل ہیں:

بین الاقوامی مذہبی آزادی کے دفتر (OIRF) کا قیام OIRF IRFA کے نفاذ اور دنیا بھر میں مذہبی آزادی کو فروغ دینے کے لیے ہم آہنگی کا ذمہ دار ہے۔ OIRF بین الاقوامی مذہبی آزادی پر ایک سالانہ رپورٹ بھی تیار کرتا ہے، جو دنیا کے مختلف ممالک میں مذہبی آزادی کی حالت کا جائزہ فراہم کرتا ہے۔⁽³⁾

¹ Religious Land Use and Institutionalized Persons Act, 42 U.S.C. 2000cc (2000)..

² International Religious Freedom Act of 1998, Pub. L. No. 105-292, 112 Stat. 2787 (1998).

³ Id. at 6431.

بین الاقوامی مذہبی آزادی کے لیے ایمبیسڈر-ایٹ-لارج کی تشکیل: ایمبیسڈر-ایٹ-لارج مذہبی آزادی سے متعلق امور پر سیکرٹری آف سٹیٹ کا پرنسپل مشیر ہے، اور امریکی خارجہ پالیسی میں مذہبی آزادی کو فروغ دینے کا ذمہ دار ہے۔ سفیر-ایٹ-لارج OIRF کے سربراہ بھی ہیں۔⁽¹⁾

مذہبی آزادی کو فروغ دینے کے لیے مدد کی فراہمی IRFA: محکمہ خارجہ کو ان افراد اور تنظیموں کو مدد فراہم کرنے کا اختیار دیتا ہے جو بیرون ملک مذہبی آزادی کو فروغ دینے کے لیے کام کر رہے ہیں۔⁽²⁾ مجموعی طور پر، جب کہ پہلی ترمیم کے تحت مذہبی تبدیلی کو تحفظ حاصل ہے، لوگوں کو امتیازی سلوک، جبر اور دھوکہ دہی سے بچانے اور مذہبی تبدیلی کے اخلاقی عمل کو فروغ دینے کے لیے قوانین اور رہنما اصول موجود ہیں۔

امریکہ میں مذہبی آزادی کے تحفظ کے لیے متعدد وفاقی قوانین موجود ہیں۔ سب سے اہم ان میں سے ایک مذہبی آزادی بحالی ایکٹ (RFRA) ہے، جسے کانگریس نے 1993 میں منظور کیا تھا۔⁽³⁾ وفاقی قوانین کے علاوہ، بہت سی ریاستوں کے اپنے قوانین ہیں جو مذہبی آزادی کی حفاظت کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، کچھ ریاستوں میں ایسے قوانین ہیں جو مذہب کی بنیاد پر ملازمت میں امتیازی سلوک کو ممنوع قرار دیتے ہیں یا ملازمین کے مذہبی عقائد اور طرز عمل کے لیے آجروں کو مناسب رہائش فراہم کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ امریکہ میں تبدیلی مذہب یا جبری تبدیلی مذہب کے حوالے سے کوئی مخصوص قانون موجود نہیں ہے، کیونکہ امریکہ کا آئین مذہبی آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔ امریکہ کے پہلے ترمیم (First Amendment) کے تحت، ہر فرد کو مذہب اختیار کرنے، تبدیل کرنے، یا مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی حاصل ہے۔ اس کے علاوہ، کسی شخص کو جبراً کسی مذہب کو قبول کرنے یا ترک کرنے پر مجبور کرنا غیر قانونی ہے۔

امریکہ میں مذہبی آزادی کو انتہائی اہمیت دی جاتی ہے، اور کسی بھی قسم کا مذہبی جبر یا تشدد قانوناً قابل سزا ہے۔ اگر کسی شخص کو جبراً مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے یا مذہبی بنیادوں پر ہراساں کیا جاتا ہے، تو وہ اس کی شکایت کر سکتا ہے، اور قانونی چارہ جوئی کا حق رکھتا ہے۔ امریکہ میں مذہبی اقلیتوں کو بھی مکمل تحفظ حاصل ہے، اور انہیں اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی ہے۔ کسی بھی قسم کا مذہبی تعصب یا امتیازی سلوک قانون کے خلاف ہے، اور اس پر سخت کارروائی کی جاتی ہے۔

¹. Id. at 6432.

². Id. at 6434.

³. Religious Freedom Restoration Act, 42 U.S.C. 2000bb (1993).

ریاستہائے متحدہ امریکہ میں تبدیلی مذہب یا ارتداد کے حوالے سے کوئی خاص قوانین موجود نہیں ہیں اور ایسا کوئی قانونی مجاز نظام قائم نہیں کیا گیا ہے۔ امریکی آئین کی پہلی ترمیم آزادی مذہب کی ضمانت دیتی ہے، جو افراد کو مذہب اختیار کرنے، بدلنے یا چھوڑنے کی مکمل آزادی فراہم کرتی ہے۔ اس لیے ارتداد یا تبدیلی مذہب پر قانونی پابندی عموماً دستوری حقوق کے منافی سمجھی جاتی ہے۔ ماضی میں کبھی کبھار کچھ ریاستی یا مقامی سطح پر مذہبی یا ثقافتی اثرات کی وجہ سے تبدیلی مذہب پر پابندی یا تنقید کے معاملات سامنے آئے لیکن وہ کبھی قانونی طور پر مضبوط یا پائیدار نہیں ہوئے۔ امریکی عدلیہ نے بارہا آزادی مذہب کی حفاظت کرتے ہوئے ایسے قوانین یا پالیسیوں کو رد کیا ہے جو ارتداد پر پابندی عائد کرتے ہوں یا کسی کو مذہب چھوڑنے سے روکیں۔¹

تبدیلی مذہب سے متعلق برطانوی قوانین

برطانیہ میں، مذہبی تبدیلی کو ریگولیٹ کرنے کے لیے کوئی خاص قوانین موجود نہیں ہیں۔ تاہم، مذہبی تبدیلی کے عمل کے قانونی اثرات ہو سکتے ہیں، خاص طور پر امیگریشن اور فیملی لاء کے شعبوں میں۔ ایک ایسا شعبہ جہاں مذہب کی تبدیلی کے قانونی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں وہ ہے امیگریشن۔ برطانیہ میں، وہ افراد جو شادی یا سول پارٹنرشپ کی بنیاد پر ملک میں داخل ہونا یا رہنا چاہتے ہیں، ان کو کچھ تقاضوں کو پورا کرنا ہوگا، بشمول یہ ظاہر کرنا کہ ان کا رشتہ حقیقی اور قائم ہے۔ اگر ایک یا دونوں شراکت داروں نے مختلف مذہب اختیار کیا ہے، تو اس سے ان کے تعلقات کی حقیقت پر سوالات اٹھ سکتے ہیں، جو ممکنہ طور پر ان کی امیگریشن کی حیثیت کو متاثر کر سکتا ہے۔ تاہم، برطانیہ کی حکومت نے کہا ہے کہ وہ مذہب کی تبدیلی کو برطانیہ میں داخلے یا آباد ہونے کی درخواست کو مسترد کرنے یا اس میں تاخیر کی وجہ نہیں سمجھتی۔⁽²⁾

ہیومن رائٹس ایکٹ 1998، جس میں یورپی کنونشن آن ہیومن رائٹس (ای سی ایچ آر) کو برطانیہ کے قانون میں شامل کیا گیا ہے، آرٹیکل 9 کے تحت آزادی فکر، ضمیر اور مذہب کے حق کی ضمانت دیتا ہے۔ عملی طور پر، اس کا مطلب یہ ہے کہ افراد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی مذہبی عقائد یا کسی کو بھی نہ مانیں، اور ان عقائد کو عبادت، پابندی، عمل اور تعلیم میں ظاہر کریں۔ تاہم، کسی کے مذہب یا عقائد کو ظاہر کرنے کا حق بعض حالات میں محدود ہو سکتا ہے، جیسے کہ عوامی تحفظ یا دوسروں کے حقوق کی حفاظت کرنا۔ عام طور پر، برطانیہ مذہب کی آزادی کے اصول کو برقرار رکھتا ہے، جسے انسانی حقوق ایکٹ 1998 کے تحت تحفظ حاصل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ افراد ظلم

¹ Douglas Laycock, Religious Liberty: A Historical Perspective, 54 Duke L.J. 1235 (2005).

² UK Visas and Immigration, "Family Migration: Appendix FM Section 1.0b Family Life (as a Partner or Parent) and Private Life: 10-Year Routes," Gov.uk, accessed March 1, 2023, <https://www.gov.uk/guidance/immigration-rules/immigration-rules-appendix-fm-family-members>.

و ستم یا امتیاز کے خوف کے بغیر اپنے مذہب پر عمل کرنے اور تبدیل کرنے کے لیے آزاد ہیں۔ تاہم، یہ آزادی مطلق نہیں ہے، اور بعض حالات میں اس پر پابندی لگائی جاسکتی ہے، جیسے کہ یہ عوامی تحفظ یا نظم و نسق کے لیے خطرہ ہے۔^(۱)

انسانی حقوق ایکٹ 1998 قانون سازی کا ایک ٹکڑا ہے جسے برطانیہ کی پارلیمنٹ نے منظور کیا تھا اور اسے 9 نومبر 1998 کو شاہی منظوری ملی تھی۔ اس نے یورپی کنونشن آن ہیومن رائٹس (ECHR) کو برطانیہ کے قانون میں شامل کیا، جس سے افراد کے لیے اپنے حقوق کو نافذ کرنا آسان ہو گیا اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے خلاف زیادہ تحفظ فراہم کیا گیا۔ اس ایکٹ میں کئی کلیدی دفعات ہیں، جن میں انسانی حقوق کا احترام اور تحفظ کرنے کے لیے عوامی حکام پر فرض کی تشکیل کے ساتھ ساتھ افراد کے لیے ان کے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے لیے قانونی دعوے لانے کا طریقہ کار شامل ہے۔ اس نے ایکٹ کی تشریح اور نفاذ میں عدلیہ کا کردار بھی قائم کیا۔

ہیومن رائٹس ایکٹ 1998 کا برطانیہ میں انسانی حقوق کے تحفظ پر نمایاں اثر پڑا ہے۔ اس نے افراد کے لیے اپنے حقوق کا نفاذ آسان بنا دیا ہے، اور انسانی حقوق کے اصولوں کے اطلاق میں زیادہ واضح اور مستقل مزاجی فراہم کی ہے۔ برطانیہ میں مذہبی تبدیلی کو کنٹرول کرنے کے لیے کوئی خاص قوانین موجود نہیں ہیں، تبدیلی کے عمل کے امیگریشن اور فیملی لا کے شعبوں میں قانونی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ تاہم، برطانیہ مذہب کی آزادی کے اصول کو برقرار رکھتا ہے، جو افراد کے اپنے مذہب پر عمل کرنے اور تبدیل کرنے کے حق کا تحفظ کرتا ہے۔

مساوات ایکٹ 2010 متعدد شعبوں میں مذہب یا عقیدے کی بنیاد پر امتیازی سلوک کے خلاف تحفظ بھی فراہم کرتا ہے، بشمول روزگار، تعلیم، اور سامان اور خدمات کی فراہمی۔^(۲) ایکٹ مذہب یا عقیدے کی وسیع پیمانے پر تعریف کرتا ہے، جس میں کسی بھی مذہب، مذہبی یا فلسفیانہ عقیدے، یا عقیدے کی کمی کو شامل کیا جاتا ہے۔^(۳) مذہب یا عقیدے کی بنیاد پر بلا واسطہ یا بلا واسطہ امتیازی سلوک کرنا غیر قانونی ہے، اور ہر اسان کرنے اور نشانہ بنانے سے بچانے کے لیے مخصوص دفعات بھی موجود ہیں۔^(۴)

مساوات ایکٹ 2010 مذہب یا عقیدے کی بنیاد پر امتیازی سلوک کے خلاف تحفظ فراہم کرتا ہے، جو معاشرتی اور قانونی حقوق کی حفاظت کی جانب اہم قدم ہے۔ اس ایکٹ نے مذہب یا عقیدے کی وسیع پیمانے پر تعریف کی ہے، جس میں ہر قسم کے مذہب، مذہبی یا فلسفیانہ عقیدے، اور عقیدے کی کمی شامل ہوتی ہے۔ اس ایکٹ کے تحت، مذہب یا عقیدے کی بنیاد پر بلا واسطہ یا بلا واسطہ امتیازی سلوک کرنا غیر قانونی ہے، اور ہر اسان کرنے اور

¹. Human Rights Act 1998, c. 42 (UK).

². Equality Act 2010, c. 15, 10.

³. Ibid, 10(2).

⁴. Ibid, 13-26.

نشانہ بنانے سے بچانے کے لیے مخصوص دفعات بھی فراہم کیے گئے ہیں۔ یہ قانون مذہبی تنازعات اور تشدد کے خاتمے کے لیے اہم اقدام ہیں۔

ان عمومی تحفظات کے علاوہ، مخصوص مذہبی گروہوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے حقوق کے تحفظ کے لیے مخصوص قوانین بھی موجود ہیں۔ مثال کے طور پر، عبادت گاہوں کا سیکیورٹی فنڈ ان عبادت گاہوں کی حفاظت میں مدد کے لیے فنڈ فراہم کرتا ہے جو نفرت پر مبنی جرائم یا حملوں کی دیگر اقسام کے خطرے سے دوچار ہیں۔⁽¹⁾ مخصوص مذہبی پس منظر سے تعلق رکھنے والے افراد کے حقوق کے تحفظ کے لیے مخصوص قوانین بھی موجود ہیں، جیسے کہ یہودی برادری، بشمول یہود دشمنی اور نفرت پر مبنی جرائم کے خلاف قوانین۔⁽²⁾

مجموعی طور پر، برطانیہ کے پاس مذہبی آزادی کے تحفظ کے لیے ایک مضبوط قانونی ڈھانچہ موجود ہے، جس میں امتیازی سلوک اور نفرت انگیز جرائم کے خلاف تحفظات، اور اس بات کو یقینی بنانے کے لیے دفعات شامل ہیں کہ افراد آزادانہ طور پر اپنے مذہبی عقائد کا اظہار اور عمل کر سکیں۔ اگرچہ بعض حالات میں ان تحفظات کی حدود ہیں، برطانیہ کی حکومت ان حقوق کو برقرار رکھنے اور اس بات کو یقینی بنانے کے لیے پرعزم ہے کہ تمام افراد اپنے مذہبی عقائد کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کے قابل ہوں۔⁽³⁾

یہ قانون افراد کو ان کے مذہبی عقائد کے اظہار اور عمل کرنے کی آزادی فراہم کرتا ہے، جو ایک جامع انسانی حق ہے۔ حالانکہ ان تحفظات کی حدود ہیں، برطانیہ کی حکومت نے اس بات کی یقینی بنی رکھی ہے کہ ہر انسان اپنے مذہبی عقائد کے مطابق زندگی گزارنے کے قابل ہوں۔ یہ برطانیہ میں مذہبی تعصب اور تشدد کے خلاف ایک مضبوط پیغام بھی ہے، جو ملک کی سکولز، کمیونٹیز، اور مختلف اداروں میں تعلیم، مواصلات، اور اجتماعی روابط کے ذریعے فروغ دیا جاتا ہے۔ برطانیہ کی مذہبی آزادی کے لیے قانونی ڈھانچے کی محافظت اور اس کی بہتری کو یقینی بنانے کے لیے حکومت کا پرعزم اہم ہے، تاکہ ہر فرد مذہبی اعتقادات کے ساتھ آزادی سے زندگی گزار سکے۔

برطانیہ میں تبدیلی مذہب یا جبری تبدیلی مذہب کے حوالے سے کوئی مخصوص قانون نہیں ہے، لیکن مذہبی آزادی اور انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے کئی قوانین موجود ہیں۔ جبری تبدیلی مذہب کو غیر قانونی سمجھا جاتا ہے، اور ایسے واقعات کی صورت میں قانونی چارہ جوئی کی جاسکتی ہے۔ برطانیہ کا قانونی نظام مذہبی رواداری، انسانی حقوق، اور فرد کی آزادی کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔

¹. Ministry of Housing, Communities & Local Government, "Places of Worship Security Funding Scheme 2021 to 2022: Guidance," gov.uk, last modified April 7, 2021, <https://www.gov.uk/guidance/places-of-worship-security-funding-scheme-2021-to-2022-guidance>.

². See, for example, the Criminal Justice Act 2003, c. 44, 145, which specifically includes "religious hatred" as an aggravating factor in sentencing for hate crimes.

³. UK Government, "Religious Freedom," gov.uk, accessed March 2, 2023, <https://www.gov.uk/guidance/religious-freedom>.

تبدیلی مذہب سے متعلق فرانس کے قوانین

فرانس کی مذہب کے ساتھ ایک پیچیدہ تاریخ ہے، خاص طور پر اس کے غالب مذہب کیتھولک کے ساتھ۔ ماضی میں، کیتھولک چرچ فرانسیسی معاشرے پر نمایاں طاقت اور اثر و رسوخ رکھتا تھا، جس کی وجہ سے ریاست اور چرچ کے درمیان تناؤ پیدا ہوا۔ فرانس ایک سیکولر ریاست ہے، جس میں چرچ اور ریاست کی سخت علیحدگی ہے۔ یہ اصول فرانسیسی آئین میں درج ہے اور مذہبی آزادی سے متعلق مختلف قوانین میں اس کی عکاسی ہوتی ہے۔ فرانس میں مذہبی آزادی کے بارے میں کلیدی قوانین میں سے ایک چرچ اور ریاست کی علیحدگی پر 1905 کا قانون ہے۔ اس قانون نے فرانس میں سیکولر ازم کا اصول قائم کیا اور کیتھولک چرچ کی ریاست کی مالی مدد کو ختم کر دیا۔ قانون نے تمام افراد کے لیے ضمیر اور مذہب کی آزادی کو بھی تسلیم کیا اور کسی بھی قسم کے مذہبی امتیاز کو ممنوع قرار دیا۔⁽¹⁾

فرانس کا 1905 کا قانون ایک اہم قانون ہے جو مذہبی آزادی کے لیے ایک سیکولر ڈھانچہ فراہم کرتا ہے۔ اس قانون نے مذہبی تمیز پسندی کے خلاف فرانسیسی اصولوں کو پریشان کیا اور مذہبی امور کی سیاست میں ریاست کی دخل و حصول کو ختم کیا۔ اس قانون نے مذہبی گروہوں کے مابین سیکولر روابط کو فروغ دیا اور مذہبی تمیز پسندی کی بجائے سیکولر ازم کی فروغ کو مد نظر رکھا۔ یہ قانون فرانسیسی جمہوریت کے بنیادی اصولوں کو مزید مضبوط بناتا ہے، جو آزادی اور برابری کی بنیاد پر ہے۔

فرانس میں مذہبی آزادی کے بارے میں ایک اور اہم قانون 2004 کا قانون ہے جو اسکولوں میں مذہبی علامتوں کے پہننے سے متعلق ہے۔ یہ قانون سرکاری اسکولوں میں حجاب، کپاہ اور صلیب سمیت کسی بھی نمایاں مذہبی علامت کو پہننے سے منع کرتا ہے۔ اس قانون کا مقصد سرکاری اسکولوں کی غیر جانبداری کو برقرار رکھنا اور کلاس روم میں کسی بھی قسم کی مذہبی تبلیغ کو روکنا ہے۔⁽²⁾

2004 کا قانون فرانس میں مذہبی آزادی کی بنیادی اصولوں کو مد نظر رکھتا ہے، جو اسکولوں میں دینی تعلیمات کی آزادی کو مختلف انداز میں دیتا ہے۔ اس کا مقصد سرکاری اسکولوں میں مذہبی امور کی جانبداری کو روکنا ہے تاکہ تمام طلباء ایک یکساں ماحول میں تعلیم حاصل کر سکیں۔ یہ قانون ایک سیکولر جمہوریت کے اصولوں کو مد نظر رکھتا ہے جہاں اسکولوں کی علیحدگی اور دینی یا غیر دینی علامات کے پہننے کی پابندی، تعلیمی معیار اور انصاف کی ضمانت کی ایک راہ ہے۔ اس کے ذریعے فرانسیسی تعلیمی نظام مذہبی امور کی آزادی اور سیکولریت کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک مختلف وسیع جماعت کے افراد کو ایک ساتھ ملتا ہے۔

¹. Loi de séparation des Églises et de l'État, 9 December 1905, JORF n°295 du 13 December 1905, p. 10368.

². Loi sur les signes religieux dans les écoles, 15 march 2004, JORF n°64 du 17 march 2004, p. 5197.

1905ء کا قانون مذہبی انجمنوں کی سرگرمیوں کو منظم کرتا ہے اور انہیں سیاسی سرگرمیوں سے دور رکھتا ہے۔ اس قانون کی بنیادی مقصد چرچ اور ریاست کی علیحدگی کو برقرار رکھنا ہے اور مذہبی انجمنوں کو ان کی مذہبی معاملات میں آزادی فراہم کرتا ہے مگر انہیں سیاسی سرگرمیوں سے روکتا ہے۔

مزید برآں، فرانس کے پاس ایسے قوانین ہیں جو عوامی مقامات پر مذہبی سرگرمیوں کو منظم کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، چہرے کے نقاب کی ممانعت سے متعلق 2010 کا قانون عوامی مقامات پر چہرے کے نقاب، جیسے برقع اور نقاب پہننے پر پابندی لگاتا ہے۔⁽¹⁾ یہ نوٹ کرنا بھی ضروری ہے کہ تبدیلی ایک ذاتی انتخاب ہے اور افراد کو آزادی سے اپنا مذہب تبدیل کرنے کا حق ہے۔ تاہم، کچھ پابندیاں ہیں جو مخصوص حالات میں لاگو ہوتی ہیں۔

ایسی ہی ایک پابندی نابالغوں سے متعلق ہے۔ فرانسیسی سول کوڈ کے آرٹیکل 371-2 کے مطابق، والدین کا حق اور فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو تعلیم دیں اور ان کی اخلاقی اور مذہبی پرورش کو یقینی بنائیں۔ لہذا، اگر کوئی نابالغ دوسرے مذہب کو تبدیل کرنا چاہتا ہے، تو والدین کو مطلع کرنا اور ان کی رضامندی حاصل کرنا ضروری ہے۔ اگر والدین اپنی رضامندی دینے سے انکار کرتے ہیں، تو تب تک تبدیلی نہیں کی جاسکتی جب تک کہ نابالغ بالغ (18 سال کی عمر) کی عمر کو نہ پہنچ جائے۔⁽²⁾

یہ پابندی فرانسیسی قانون میں نابالغوں کے حقوق اور والدین کی ذمہ داریوں کو تصریح کرتی ہے۔ آرٹیکل 371-2 کے تحت، والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو تعلیم دیں اور ان کی اخلاقی اور مذہبی پرورش کو دیکھیں۔ اس طرح، اگر کوئی نابالغ اپنی مذہبی تفکرات یا عقائد میں تبدیلی کرنا چاہتا ہے، تو اسکی والدین کو اس بارے میں مطلع کرنا اور ان کی رضامندی حاصل کرنا ضروری ہے۔ اگر والدین اس تبدیلی کی رضامندی نہیں دیتے، تو تب تک بچہ اپنی مذہبی تبدیلی کو آگے بڑھنے کا حق نہیں رکھتا جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے۔ یہ قانون نابالغوں کے مذہبی اور اخلاقی تربیت کی آزادی کو محدود کرتا ہے، مگر اس کا مقصد والدین کی ذمہ داریوں کی تائید کرنا اور ان کی حفاظت کرنا ہے۔

ایک اور پابندی کمزور بالغوں سے متعلق ہے۔ فرانسیسی ضابطہ فوجداری کے آرٹیکل 223-15-2 کے مطابق، کوئی بھی شخص جو تشدد، دھمکی، دھوکہ دہی یا اختیارات کے ناجائز استعمال کے ذریعے، کسی بالغ کو اپنا مذہب تبدیل کرنے یا کسی مذہبی گروہ میں شامل ہونے یا نہ ہونے پر مجبور کرتا ہے، تین سال کی قید اور €45,000 جرمانہ ہو سکتا ہے۔ اس قانون کا مقصد مذہب کی تبدیلی کے تناظر میں زبردستی یا غیر ضروری اثر و سوخ کو روکنا ہے۔⁽³⁾

¹ Loi interdisant la dissimulation du visage dans l'espace public, 11 October 2010, JORF n°0236 du 13 October 2010, p. 18018.

² Article 371-2 of the French Civil Code: https://www.legifrance.gouv.fr/codes/article_lc/LEGIARTI000032081286/

³ Article 223-15-2 of the French Criminal Code: https://www.legifrance.gouv.fr/codes/article_lc/LEGIARTI000006418321/

یہ قانون فرانسیسی سماج میں دھوکہ دہی اور تشدد کی روشنی میں اہم قدم ہے۔ اس سے نہ صرف مذہبی آزادی کی حفاظت کی جاتی ہے بلکہ معاشرتی فضاؤں میں امن و امان کی بہتری کی بھی جاتی ہے۔ اس قانون کا مقصد مذہبی زبردستی کو روکنا ہے، جیسے کہ کسی کو اپنے مذہب کی تبدیلی کے لئے مجبور کرنا یا دھمکی دینا۔ اس کے علاوہ، اس سے مذہبی گروہوں کی زبردستی میں اشتراک کو بھی روکا جاتا ہے۔ اس قانون کی روشنی میں، فرانسیسی حکومت مذہبی تناظر، احترام، اور آزادی کی ترقی کو سلامتی اور معاشرتی امن کے لئے ضروری مانتی ہے۔

مزید برآں، مذہبی تبدیلی کی تشہیر اور فروغ کے حوالے سے ضابطے ہیں۔ 2001 میں، فرانسیسی پارلیمنٹ نے About-Picard قانون منظور کیا، جو کسی بھی قسم کے دباؤ، کمزوری کا غلط استعمال، یا کسی مذہبی گروہ کے ارکان کو بھرتی کرنے یا برقرار رکھنے کے مقصد کے لیے نفسیاتی ہیرا پھیری سے منع کرتا ہے۔ قانون یہ بھی تقاضا کرتا ہے کہ کوئی بھی تنظیم جو مذہبی مقاصد کے لیے چندہ وصول کرتی ہے اسے حکومت کے ساتھ رجسٹرڈ ہونا چاہیے۔⁽¹⁾ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ فرانسیسی حکومت سیکولرزم کی سخت پالیسی برقرار رکھتی ہے، جسے "laïcité" کہا جاتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ریاست مذہب کے معاملے میں غیر جانبدار ہے اور مذہبی عقائد عوامی پالیسی یا اداروں پر اثر انداز نہیں ہونے چاہئیں۔ یہ اصول فرانسیسی آئین میں شامل ہے اور حالیہ برسوں میں یہ بہت زیادہ بحث اور تنازعہ کا موضوع رہا ہے۔⁽²⁾

فرانس میں تبدیلی مذہب یا جبری تبدیلی مذہب کے حوالے سے کوئی مخصوص قانون موجود نہیں ہے، لیکن فرانس کا قانون مذہبی آزادی کی حفاظت کرتا ہے اور کسی بھی قسم کے جبر یا دباؤ کے بغیر مذہب تبدیل کرنے کے حق کو تسلیم کرتا ہے۔ فرانس کا آئین اور قوانین مذہبی آزادی کو بنیادی انسانی حق کے طور پر تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ تاہم، فرانس میں لائیسیتی (Laïcité) کا اصول بہت اہم ہے، جو ریاست اور مذہب کے درمیان واضح علیحدگی کو یقینی بناتا ہے۔ اس اصول کے تحت، ریاست مذہبی معاملات میں غیر جانبدار رہتی ہے اور کسی بھی مذہب کو ترجیح نہیں دیتی۔ فرانس میں جبری تبدیلی مذہب یا کسی کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کرنا غیر قانونی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے فرد کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کرتا ہے تو یہ عمل فرانسیسی قانون کے تحت قابل سزا جرم ہو سکتا ہے، خاص طور پر اگر اس میں تشدد، دھمکی، یا نفسیاتی دباؤ شامل ہو۔ فرانس میں انسانی حقوق کے تحفظ کے قوانین کے تحت، ہر فرد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہب یا عقیدے کو آزادی سے منتخب کرے اور اس پر عمل کرے۔

¹. About-Picard Law: <https://www.legifrance.gouv.fr/loda/id/JORFTEXT000000593167/>

². "Laïcité" principle: <https://www.gouvernement.fr/what-is-laiCite>

تبدیلی مذہب سے متعلق چین کے قوانین

عوامی جمہوریہ چین کا آئین، جو 1982 میں اپنایا گیا تھا، اپنے شہریوں کو مذہب اور عقیدے کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے، لیکن اس میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ مذہبی گروہوں اور سرگرمیوں کو چینی قانون کے دائرے میں رہ کر کام کرنا چاہیے۔ آئین کا آرٹیکل 36 کہتا ہے کہ شہری "مذہبی عقیدے کی آزادی سے لطف اندوز ہوتے ہیں" اور یہ کہ ریاست "عام مذہبی سرگرمیوں کی حفاظت کرتی ہے،"

مذہبی تبدیلی سے متعلق سب سے اہم ضابطوں میں سے ایک مذہبی امور کے انتظام سے متعلق اقدامات ہیں، جو پہلی بار 2005 میں متعارف کرائے گئے تھے اور 2018 میں اس پر نظر ثانی کی گئی تھی۔ چین میں مذہبی امور پر حکمرانی کرنے والا بنیادی قانونی فریم ورک مذہبی امور کے ضوابط ہیں، جو پہلی بار 2005 میں جاری کیے گئے تھے اور 2018 میں اس پر نظر ثانی کی گئی تھی۔ یہ ضوابط مذہبی تنظیموں کی رجسٹریشن، انتظام اور نگرانی کے قانونی حقوق کے تحفظ کے لیے ایک جامع فریم ورک فراہم کرتے ہیں۔⁽¹⁾

نظر ثانی شدہ ضوابط کے مطابق مذہبی تنظیموں کو حکومت کے ساتھ رجسٹر ہونا چاہیے اور اپنی رکنیت، قیادت اور سرگرمیوں کے بارے میں تفصیلی معلومات فراہم کرنا ہوں گی۔ ضابطے مذہبی تنظیموں سے یہ بھی تقاضا کرتے ہیں کہ وہ چین کے قوانین اور ضوابط کا احترام کریں، سماجی ہم آہنگی اور استحکام کو فروغ دیں اور غیر ملکی افواج کی دراندازی کے خلاف مزاحمت کریں۔⁽²⁾

اس ضابطے میں کہا گیا ہے کہ مذہبی تنظیموں کو اپنے اراکین کو "مادر وطن کے اتحاد، قومی اتحاد، نسلی ہم آہنگی، سماجی استحکام اور عوام کی فلاح" کو فروغ دینے کے لیے تعلیم اور رہنمائی فراہم کرنی چاہیے۔ اس میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ مذہبی تنظیموں کو لوگوں کو اپنے عقیدے میں تبدیل ہونے کے لیے "زبردستی یا آمادہ" نہیں کرنا چاہیے اور دوسروں کے مذہبی عقائد کا احترام کرنا چاہیے۔⁽³⁾

ان انتظامی ضوابط کے علاوہ، چینی حکومت نے یہ واضح کرنے کے لیے عدالتی تشریحات بھی جاری کی ہیں کہ مذہبی سرگرمیوں سے متعلق قوانین کو عملی طور پر کیسے لاگو کیا جانا چاہیے۔ مثال کے طور پر، سپریم پیپلز کورٹ اور سپریم پیپلز پروکیوریٹور نے مشترکہ طور پر 2011 میں ایک عدالتی تشریح جاری کی جس میں "غیر قانونی مذہبی سرگرمیوں" کی تعریف کی گئی اور اس طرح کی سرگرمیوں کے لیے سزاؤں کی وضاحت کی گئی۔ اس تشریح نے ایسی

1. "Regulations on Religious Affairs," National People's Congress of the People's Republic of China, September 7, 2018,

<http://www.npc.gov.cn/npc/c30834/201809/5b9209138a5a4e5fa5fd3db5fb5f8b56.shtml>.

2. "China's New Regulations on Religious Affairs: The End of Religious Freedom?," Council on Foreign Relations, December 19, 2017, <https://www.cfr.org/backgrounder/chinas-new-regulations-religious-affairs-end-religious-freedom>.

3. Measures on the Management of Religious Affairs (2018), art. 3.

کارروائیوں کی نشاندہی کی ہے جیسے مذہب کا استعمال علیحدگی پسندی، دہشت گردی، یا انتہا پسندی کو غیر قانونی مذہبی سرگرمیوں کے طور پر اکسانے کے لیے۔⁽¹⁾

مذہبی امور سے متعلق ضوابط کے علاوہ، دیگر قوانین اور ضوابط ہیں جو بعض مذہبی طریقوں پر پابندی لگاتے ہیں۔ مثال کے طور پر، فوجداری قانون ریاستی قوانین کے نفاذ کو کمزور کرنے کے لیے مذہبی تنظیموں کے استعمال پر پابندی لگاتا ہے، جب کہ انسداد توہم پرستی کا قانون لوگوں کو دھوکہ دینے یا دھوکہ دینے کے لیے مذہب کے استعمال سے منع کرتا ہے۔⁽²⁾

چین نے بعض قوانین بنیادی طور پر مذہبی سرگرمیوں کو منظم کرنے اور غیر قانونی یا انتہا پسند مذہبی تحریکوں کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے بنائے ہیں۔ ان قوانین کے نفاذ کی وجہ سے چین میں بعض مذہبی رسومات اور تنظیموں پر پابندیاں لگ گئی ہیں۔ مثال کے طور پر، حکومت نے غیر رجسٹرڈ پروٹسٹنٹ اور کیتھولک گرجاگھروں کے خلاف کریک ڈاؤن کیا ہے، اور تبتی بدھسٹوں اور ایغور مسلمانوں کی سرگرمیوں پر پابندیاں لگا دی ہیں۔⁽³⁾ حالیہ برسوں میں چین میں، خاص طور پر سکلیانگ ایغور خود مختار علاقے میں مذہبی تبدیلی پر پابندیوں میں اضافے کی اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ حکومت پر ایغوروں، ایک مسلم اقلیتی گروہ، کو حراست میں لینے اور زبردستی دوبارہ تعلیم دینے کا الزام لگایا گیا ہے تاکہ ان کے مذہبی اور ثقافتی طریقوں کو دبانے کی کوشش کی جاسکے۔⁽⁴⁾

چین میں مذہبی آزادی کے حوالے سے صورتحال پیچیدہ ہے۔ چین کا آئین رسمی طور پر شہریوں کو مذہبی آزادی کا حق دیتا ہے، لیکن عملی طور پر مذہبی سرگرمیوں پر حکومت کی طرف سے سخت کنٹرول اور پابندیاں عائد ہیں۔ چین میں تبدیلی مذہب یا جبری تبدیلی مذہب کے حوالے سے کوئی مخصوص قانون تو موجود نہیں ہے، لیکن مذہبی امور کو ریاستی اداروں کے ذریعے منظم اور کنٹرول کیا جاتا ہے۔ چین میں مذہبی سرگرمیاں صرف حکومت کی منظور شدہ مذہبی تنظیموں کے ذریعے ہی جائز ہیں۔ غیر منظور شدہ مذہبی گروہوں یا سرگرمیوں کو غیر قانونی سمجھا جاتا ہے، اور ان کے خلاف سخت کارروائی کی جاتی ہے۔ خاص طور پر ایسے گروہ جو حکومتی پالیسیوں کے خلاف ہوں یا جنہیں ریاست کے لیے خطرہ سمجھا جائے، ان پر پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔

¹. Supreme People's Court, Supreme People's Procuratorate, Interpretation on Several Issues Concerning the Application of Law in Handling Criminal Cases Involving Illegal Religious Activities (2011), art. 2.

². "China's religious regulations: What you need to know," CNN, February 7, 2018, <https://www.cnn.com/2018/02/06/asia/china-religious-regulations-explainer-intl/index.html>.

³. "China's Crackdown on Religion," Human Rights Watch, September 10, 2018, <https://www.hrw.org/news/2018/09/10/chinas-crackdown-religion>.

⁴. "China's Uighur Re-Education Camps: Detention Without Trial," BBC News, accessed March 3, 2023, <https://www.bbc.com/news/world-asia-china-50511063>.

چین میں اقلیتی مذاہب، جیسے کہ تبتی بدھ مت، اویغور مسلمان، اور کیتھولک عیسائی، اکثر حکومتی پابندیوں اور جبر کا شکار ہوتے ہیں۔ ان گروہوں کے اراکین کو بعض اوقات جبری طور پر اپنے مذہبی عقائد کو ترک کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے، یا انہیں حکومتی پالیسیوں کے مطابق مذہبی سرگرمیوں میں حصہ لینے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ چین کی حکومت کا دعویٰ ہے کہ وہ مذہبی انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خلاف اقدامات کر رہی ہے، لیکن بین الاقوامی تنقید کاروں کا کہنا ہے کہ یہ اقدامات اکثر اقلیتی مذہبی گروہوں کے خلاف نا انصافی اور جبر کا باعث بنتے ہیں۔

تبدیلی مذہب سے متعلق روس کے قوانین

روس میں، آئین کے ذریعے مذہبی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے، لیکن ایسے قوانین موجود ہیں جو مذہبی سرگرمیوں کو منظم کرتے ہیں، بشمول مذہبی تبدیلی کا عمل۔ مذہبی آزادی کے بارے میں روس کے موجودہ قوانین اس کے 1993 کے آئین میں قائم ہیں، جو ضمیر، مذہب اور عبادت کی آزادی کے حق کی ضمانت دیتے ہیں۔⁽¹⁾ مزید برآں، روسی فیڈریشن شہری اور سیاسی حقوق کے بین الاقوامی معاہدے (ICCPR) کا ایک فریق ہے، جو مذہب کی آزادی کا بھی تحفظ کرتا ہے۔ تاہم، ان قانونی تحفظات کے باوجود، روس میں مذہبی آزادی کے عملی نفاذ کے بارے میں خدشات پائے جاتے ہیں۔⁽²⁾ متعلقہ قوانین اور ضوابط بنیادی طور پر آزادی ضمیر اور مذہبی انجمنوں کے وفاقی قانون (1997) اور روسی فیڈریشن کے انتظامی ضابطہ (2002) میں پائے جاتے ہیں۔

روس میں مذہبی تبدیلی کے عمل کو ضمیر کی آزادی اور مذہبی انجمنوں کے وفاقی قانون (1997) کے تحت چلایا جاتا ہے، جو ملک میں مذہبی سرگرمیوں کے لیے ایک قانونی فریم ورک فراہم کرتا ہے۔ قانون کے آرٹیکل 28 کے مطابق، افراد کو آزادانہ طور پر اپنا مذہب یا عقیدہ منتخب کرنے اور تبدیل کرنے اور اپنے مذہبی عقائد کو پھیلانے کا حق حاصل ہے۔ تاہم، یہ حق بعض حدود سے مشروط ہے، بشمول مذہبی تنظیموں کی سرگرمیوں پر پابندیاں اور مذہبی انجمنوں کی ریاستی رجسٹریشن کی ضرورت۔ ریاستی رجسٹریشن کی ضرورت اس قانون کا ایک اہم پہلو ہے جو روس میں مذہبی تبدیلی کو متاثر کرتا ہے۔ قانون کے آرٹیکل 16 کے مطابق مذہبی تنظیموں کو قانونی طور پر کام کرنے کے لیے حکومت کے ساتھ رجسٹر ہونا ضروری ہے۔ اس میں نہ صرف روایتی مذہبی تنظیمیں جیسے گرجا گھر، بلکہ غیر روایتی گروہ اور فرقے بھی شامل ہیں۔ رجسٹریشن کے عمل کے لیے مختلف دستاویزات جمع کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، بشمول ایک چارٹر، اراکین کی فہرست، اور تنظیم کی قیادت کے بارے میں معلومات۔⁽³⁾

¹. Russia. Constitution of the Russian Federation, 1993, art. 28.

². International Covenant on Civil and Political Rights, G.A. res. 2200A (XXI), 21 U.N. GAOR Supp. (No. 16) at 52, U.N. Doc. A/6316 (1966), 999 U.N.T.S. 171, entered into force Mar. 23, 1976, art. 18.

³. Federal Law on Freedom of Conscience and Religious Associations, Article 28, available at <http://www.russianconstitution.ru/ru/33-glava-iii/327-statiyafederalnogo zakonanaraz-ryva-svyazi-i-religioznyh-obedineniy.html>.

1997 میں، روسی حکومت نے ضمیر اور مذہبی انجمنوں کی آزادی سے متعلق قانون نافذ کیا، جس کے تحت تمام مذہبی تنظیموں کو ریاست کے ساتھ رجسٹر ہونا ضروری ہے۔⁽¹⁾ رجسٹریشن کا یہ عمل مشکل اور وقت طلب ہو سکتا ہے اور غیر رجسٹرڈ مذہبی گروہوں کو قانونی نتائج کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ مزید برآں، حکومت کو کچھ گروپوں کی رجسٹریشن سے انکار کرنے یا پہلے سے رجسٹرڈ تنظیموں کی رجسٹریشن کو منسوخ کرنے کا اختیار ہے، جو ان گروپوں کی آزادانہ طور پر کام کرنے کی صلاحیت کو محدود کر سکتی ہے۔ وہ افراد جو کسی ایسے مذہب کو قبول کرنا چاہتے ہیں جو حکومت کے پاس رجسٹرڈ نہیں ہے انہیں قانونی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ آرٹیکل 24 کے مطابق، مناسب رجسٹریشن کے بغیر مشنری سرگرمیوں میں مشغول ہونا غیر قانونی ہے۔ اس میں مذہبی لٹرچر کی تقسیم یا عوامی مقامات پر تبلیغ جیسی سرگرمیاں شامل ہیں۔ اس قانون کی خلاف ورزی کے نتیجے میں جرمانے یا دیگر سزائیں ہو سکتی ہیں۔⁽²⁾

وفاقی قانون کے علاوہ، ایسے مقامی ضابطے بھی ہیں جو روس میں مذہبی تبدیلی کو کنٹرول کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ماسکو کے علاقے میں، 2016 میں ایک قانون منظور کیا گیا تھا جس کے تحت افراد کو نیا مذہب اختیار کرنے سے پہلے حکومت کو اطلاع فراہم کرنے کی ضرورت ہے۔⁽³⁾ اس اطلاع میں فرد کی ذاتی معلومات کے ساتھ ساتھ اس مذہبی تنظیم کے بارے میں معلومات بھی شامل ہونی چاہئیں جس میں وہ شامل ہونا چاہتے ہیں۔ یہ اطلاع فراہم کرنے میں ناکامی کے نتیجے میں جرمانے یا دیگر سزائیں ہو سکتی ہیں۔

روس میں حالیہ برسوں میں کچھ مثبت پیش رفت ہوئی ہے۔ 2020 میں، روسی حکومت نے مذہبی انجمنوں سے متعلق اپنے قوانین میں ترامیم کا ایک پیکیج اپنایا، جس میں مذہبی گروہوں کے حقوق اور ذمہ داریوں کو واضح کیا گیا اور کچھ گروہوں کے لیے رجسٹریشن کے عمل کو آسان بنایا گیا۔⁽⁴⁾

اس ساتھ، حکومت نے بین المذاہب مکالمے اور تعاون کو فروغ دینے کے لیے اقدامات کیے ہیں، جو ملک میں مذہبی تنوع کے لیے زیادہ احترام کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ ترقیات مذہبی امور میں بہتری اور مذہبی معیشت کی بڑھتی ہوئی حوصلے کو دیکھتے ہوئے مثبت قدم ہیں۔ ان کے ذریعے مذہبی اقلیتوں کو مزید امکانات فراہم ہوتے ہیں اور ان کی آواز کو سنا جاتا ہے۔ روس میں تبدیلی مذہب کی آزادی آئینی طور پر محفوظ ہے، لیکن مذہبی سرگرمیوں کو ریاستی کنٹرول کے تحت رکھا جاتا ہے۔ جبری تبدیلی مذہب غیر قانونی ہے۔

¹ Law of the Russian Federation No. 125-FZ, On Freedom of Conscience and Religious Associations, June 26, 1997.

² Human Rights Watch. "Russia: New Religion Law Harms Religious Freedom." Human Rights Watch, July 29, 2016. <https://www.hrw.org/news/2016/07/29/russia-new-religion-law-harms-religious-freedom>.

³ "Forum 18 News Service. "Moscow Region Law Requires Notification of Intent to Change Religion." Forum 18 News Service, February 17, 2016. Available at https://www.forum18.org/archive.php?article_id=2149.

⁴ Russia. Federal Law No. 124-FZ, On Amending Certain Legislative Acts of the Russian Federation, July 31, 2020.

تبدیلی مذہب سے متعلق کینیڈا کے قوانین

کینیڈا میں، مذہب کی آزادی ایک بنیادی حق ہے جو کینیڈین چارٹر آف رائٹس اینڈ فریڈمز کے ذریعے محفوظ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ افراد کو اپنے مذہب پر عمل کرنے اور تبدیلی کرنے کا حق ہے جیسا کہ وہ مناسب سمجھتے ہیں۔ کینیڈا کی مذہبی آزادی کے تحفظ کی ایک بھرپور تاریخ ہے۔ کینیڈین چارٹر آف رائٹس اینڈ فریڈمز، جو 1982 میں نافذ کیا گیا تھا، ضمیر اور مذہب کی آزادی کو بنیادی حق کے طور پر ضمانت دیتا ہے۔ یہ شق چارٹر کے سیکشن 2 میں شامل ہے، جس میں لکھا ہے:

(۱): ضمیر اور مذہب کی آزادی؛ ہر ایک کو درج ذیل بنیادی آزادی حاصل ہے۔ (ب): آزادی فکر، عقیدہ، رائے اور اظہار رائے کی آزادی، بشمول پریس اور مواصلات کے دیگر ذرائع ابلاغ کی آزادی۔ (ج) پر امن اجتماع کی آزادی؛ اور (د) انجمن کی آزادی۔"

یہ شق افراد اور گروہوں کو ان کے مذہبی عقائد، طرز عمل اور مشاہدات میں حکومتی مداخلت سے محفوظ رکھتی ہے۔ عدالتوں نے مذہبی رسومات اور عقائد کی ایک وسیع رینج کے تحفظ کے لیے اس شق کی وسیع تر تشریح کی ہے۔ چارٹر کے علاوہ، کینیڈا نے مذہبی آزادی کے تحفظ کے لیے مخصوص قوانین اور پالیسیاں نافذ کی ہیں۔ مثال کے طور پر، کینیڈین ملٹی کلچرلزم ایکٹ، جو 1988 میں نافذ ہوا، کینیڈا کے معاشرے کے تنوع کو تسلیم کرتا ہے اور اس تنوع کے تحفظ اور اضافہ کو فروغ دیتا ہے۔ یہ ایکٹ تسلیم کرتا ہے کہ مذہبی تنوع کینیڈا کے معاشرے کا ایک اہم پہلو ہے اور تمام افراد کو بلا تفریق اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی ہونی چاہیے۔

کچھ ایسے قوانین اور ضوابط ہیں جو کینیڈا میں مذہبی تبدیلی کو کنٹرول کرتے ہیں، خاص طور پر جب بات نابالغوں کی ہو۔ کینیڈا میں مذہبی تبدیلی کو کنٹرول کرنے والے کلیدی قوانین میں سے ایک ایج آف میچورٹی ایکٹ ہے، جو صوبے سے دوسرے صوبے میں مختلف ہوتا ہے۔ زیادہ تر صوبوں اور خطوں میں، اکثریت کی عمر 18 سال ہے، جس کا مطلب ہے کہ 18 سال سے کم عمر افراد کو نابالغ سمجھا جاتا ہے اور مذہبی تبدیلی سمیت اہم فیصلے کرنے کے لیے والدین کی رضامندی کی ضرورت ہوتی ہے۔^(۱)

چلڈرن لاء ریفارم ایکٹ اونٹاریو میں بھی نابالغوں کے لیے اضافی تحفظات فراہم کرتا ہے، جو ان کے مذہبی تبدیلی کے معاملات پر والدین یا قانونی سرپرستوں کی رضامندی کی ضرورت کو تائید کرتا ہے۔ اس قانون نے نابالغوں کو ان کے مذہبی تبدیلی کے فیصلوں کے حوالے سے اہم حقوق فراہم کیے ہیں اور والدین کو عدالت میں مداخلت کی اجازت دی ہے اگر وہ اپنے بچے کے مذہبی تبدیلی کے فیصلوں سے متفق نہیں ہیں۔ یہ قوانین نابالغوں کی

¹ Canada. Age of Majority Act, R.S.O. 1990, c. A.7, s. 1(1).

حفاظت اور ان کے مذہبی فیصلوں کی اہمیت کو سمجھتے ہیں، اور ان کی مذہبی تبدیلی کو اہم فیصلوں کی رضامندی کے ساتھ منسلک کرتے ہیں۔

مزید برآں، چلڈرن لاء ریفرم ایکٹ اونٹاریو میں نابالغوں کے لیے اضافی تحفظات فراہم کرتا ہے، یہ بتاتا ہے کہ 16 سال سے کم عمر کے بچے والدین یا قانونی سرپرستوں دونوں کی رضامندی کے بغیر اپنی مذہبی وابستگی کے بارے میں فیصلے نہیں کر سکتے۔ یہ قانون والدین کو عدالت میں مداخلت کی درخواست کرنے کی بھی اجازت دیتا ہے اگر وہ اپنے بچے کے مختلف مذہب کو تبدیل کرنے کے فیصلے سے متفق نہیں ہیں۔⁽¹⁾

اس کے علاوہ، کینیڈین ضابطہ فوجداری میں ایسی دفعات شامل ہیں جو جبری شادیوں اور جبری شادی کے مقاصد کے لیے افراد کی اسمگلنگ کو جرم قرار دیتی ہیں۔ یہ دفعات افراد بالخصوص نوجوان خواتین کو شادی کے ذریعے مذہب تبدیل کرنے پر مجبور ہونے سے بچاتی ہیں۔⁽²⁾

مجموعی طور پر، جب کہ کینیڈا میں افراد کو اپنے مذہب پر عمل کرنے اور اسے تبدیل کرنے کا حق حاصل ہے، کچھ قانونی تحفظات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے، خاص طور پر جب بات نابالغوں کی ہو اور جبری تبدیلی یا جبری تبدیلی کے امکانات ہوں۔ کینیڈا میں مذہبی آزادی کے تحفظ کے لیے ایک مضبوط قانونی ڈھانچہ ہے۔ یہ فریم ورک کینیڈا میں مذہبی طریقوں اور عقائد کے تنوع کو تسلیم کرتا ہے اور اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ افراد اور گروہ بلا امتیاز یا مداخلت کے اپنے مذہب پر عمل کرنے کے لیے آزاد ہیں۔ کینیڈا میں تبدیلی مذہب یا جبری تبدیلی مذہب کے حوالے سے کوئی مخصوص قانون نہیں ہے، لیکن مذہبی آزادی اور انسانی حقوق کے تحفظ کے قوانین اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ ہر شخص کو اپنے مذہب کا انتخاب کرنے اور اس پر عمل کرنے کی مکمل آزادی حاصل ہو۔ جبری تبدیلی مذہب کینیڈا کے قوانین کے خلاف ہے، اور ایسے معاملات میں قانونی چارہ جوئی کی جاسکتی ہے۔

¹ Canada. Children's Law Reform Act, R.S.O. 1990, c. C.12, s. 21(1).

² Canada. Criminal Code, R.S.C. 1985, c. C-46, s. 293.1.

باب پنجم: تبدیلی مذہب سے متعلق عصری مسائل اور ان کے حل کے لیے لائحہ عمل

فصل اول: پاکستان میں رپورٹ ہونے والے تبدیلی مذہب کے واقعات کا جائزہ

فصل دوم: تبدیلی مذہب کی موجودہ صورتحال، عصری مسائل اور لائحہ عمل

باب پنجم: تبدیلی مذہب سے متعلق عصری مسائل اور ان کے حل کے لیے لائحہ عمل

تبدیلی مذہب ایک پیچیدہ اور حساس معاشرتی مسئلہ ہے جو نہ صرف انفرادی زندگیوں پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے بلکہ اجتماعی امن، سیاسی استحکام اور ثقافتی ہم آہنگی کو بھی متاثر کرتا ہے۔ پاکستان جیسے کثیر المذہبی معاشرے میں، جہاں مذہبی شناخت سماجی و قانونی امتیاز کا باعث بن سکتی ہے، تبدیلی مذہب کے واقعات اکثر تنازعات کا شکار ہوتے ہیں۔ ان واقعات کے پس پردہ کئی عوامل کار فرما ہیں، جن میں مذہبی جبر، معاشی مجبوریاں، خاندانی دباؤ، قانونی تحفظ کا فقدان، اور سماجی قبولیت کی کمی شامل ہیں۔ مزید یہ کہ رضا کارانہ تبدیلی مذہب کے معاملات کو بھی شک و شبہ کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، جس سے اقلیتی برادریوں میں عدم تحفظ کا احساس بڑھتا ہے۔

اس مسئلے کے حل کے لیے ایک جامع لائحہ عمل ضروری ہے، جس میں تعلیم و آگہی، قانونی اصلاحات، اور مذہبی رواداری کی ترویج کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ تعلیمی نظام کو اس طرح ترتیب دینا چاہیے کہ وہ مذہبی تنوع کے احترام، انسانی حقوق کی پاسداری، اور تنقیدی سوچ کو فروغ دے۔ ساتھ ہی، مذہبی تعصب کے خلاف مثبت رویوں کو عام کرنے کے لیے عوامی تربیت اور شعور بیداری کی مہمات ناگزیر ہیں۔ قانونی سطح پر، اقلیتوں کے تحفظ کو یقینی بنانے اور جبری تبدیلی مذہب کے خلاف مؤثر قوانین بنانے کی ضرورت ہے۔ سماجی سطح پر، باہمی احترام اور رواداری کی ثقافت کو فروغ دینے سے ہی ایک پر امن معاشرے کی تشکیل ممکن ہے۔

فصل اول میں ہم پاکستان میں رپورٹ ہونے والے تبدیلی مذہب کے واقعات کا تنقیدی جائزہ پیش کریں گے، جبکہ فصل دوم میں موجودہ چیلنجز اور ان کے ممکنہ حل پر روشنی ڈالی جائے گی۔ اس تحقیق کا مقصد معروضی تجزیہ کے ذریعے ایک متوازن راہ حل پیش کرنا ہے، تاکہ مذہبی حساسیت کے باوجود انصاف، امن اور انسانی حقوق کا تحفظ یقینی بنایا جاسکے۔

فصل اول: پاکستان میں رپورٹ ہونے والے تبدیلی مذہب کے واقعات کا جائزہ

مذہبی تبدیلی ایک ایسا تاریخی، سماجی اور نفسیاتی عمل ہے جس کے ذریعے فرد اپنی مذہبی وابستگی کو تبدیل کرتا ہے۔ پاکستانی تناظر میں یہ موضوع نہایت حساس ہے، جہاں آبادی کی اکثریت مسلمان ہونے کے باوجود ہندو، عیسائی، سکھ، اور دیگر اقلیتی برادریاں بھی موجود ہیں۔ اس جائزے کا بنیادی مقصد پاکستان میں رونما ہونے والے مذہبی تبدیلی کے واقعات کا تنقیدی تجزیہ پیش کرنا ہے، جس میں درج ذیل اصول و ضوابط کو مد نظر رکھا جائے گا:

اول، واقعات کا انتخاب غیر جانبدارانہ بنیادوں پر کیا جائے گا، جس میں سرکاری ریکارڈز، قابل اعتماد انسانی حقوق کی تنظیموں کی رپورٹس، اور معتبر میڈیا ذرائع کو ترجیح دی جائے گی۔ دوم، ہر واقعے کے پس منظر میں کارفرما عوامل کا جائزہ لیا جائے گا، جن میں انفرادی انتخاب، معاشی مجبوریات، سماجی دباؤ، یا جبری تبدیلی کے عناصر شامل ہو سکتے ہیں۔ سوم، قانونی اور انتظامی پہلوؤں کا تجزیہ کیا جائے گا، خاص طور پر آئین پاکستان کے تحت مذہبی آزادی کے تحفظ اور موجودہ قوانین کے اطلاق کی صورت حال۔ چہارم، واقعات کے سماجی و ثقافتی اثرات کو سمجھنے کی کوشش کی جائے گی، خاص طور پر اقلیتی برادریوں پر ان کے مرتب ہونے والے اثرات۔ پنجم، حکومتی پالیسیوں، عدالتی فیصلوں، اور سول سوسائٹی کی کوششوں کا تجزیہ پیش کیا جائے گا، تاکہ مسئلے کے حل کے لیے موجودہ کوششوں اور ان کی کامیابی یا ناکامی کا اندازہ لگایا جاسکے۔

یہ جائزہ ایک جامع اور متوازن نقطہ نظر پیش کرنے کی کوشش کرے گا، جس میں تمام متعلقہ فریقوں کے موقف کو سائنسی اور تحقیقی انداز میں پرکھا جائے گا۔ اس کے ذریعے نہ صرف موجودہ صورتحال کو سمجھنے میں مدد ملے گی، بلکہ آئندہ کے لیے پالیسی سازی اور سماجی ہم آہنگی کے راستے بھی ہموار ہوں گے۔

پاکستان میں تبدیلی مذہب کا تاریخی تناظر

1947 میں تقسیم ہند سے قبل، موجودہ پاکستان کے خطے کی مذہبی آبادی کا تناسب آج کے مقابلے میں نمایاں طور پر مختلف تھا۔ اس وقت کے اعداد و شمار کے مطابق، اس علاقے میں مسلمانوں کی واضح اکثریت کے ساتھ ہندو اور سکھ اہم مذہبی اقلیتیں تھیں۔ 1941 کی مردم شماری کے مطابق، غیر منقسم پنجاب کے ان حصوں میں جو اب پاکستان کا حصہ ہیں، مسلمانوں کی آبادی کا تناسب تقریباً 75 فیصد تھا۔ شمال مغربی سرحدی صوبے (موجودہ خیبر پختونخوا) میں یہ تناسب خاصا زیادہ، تقریباً 95 فیصد تھا۔ سندھ میں مسلمانوں کی اکثریت تقریباً 70 فیصد جبکہ بلوچستان میں یہ تناسب تقریباً 50 فیصد تھا۔ اس کے برعکس، ہندو پنجاب، سندھ اور بلوچستان میں سب سے بڑی مذہبی اقلیت تھے، جبکہ سکھ خاص طور پر پنجاب میں دوسرا بڑا مذہبی گروہ تشکیل دے رہے تھے۔ یہ مذہبی تقسیم خطے کی سماجی اور ثقافتی تاریخ کا ایک اہم پہلو ہے جو تقسیم ہند کے بعد کے واقعات کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔⁽¹⁾

خطہ ایک پیچیدہ سماجی و ثقافتی تانے بانے کا حامل رہا ہے جہاں متنوع مذہبی برادریاں صدیوں سے مشترکہ روایات اور رسوم کے ساتھ ہم آہنگی سے رہتی آئی ہیں۔ تاریخی طور پر، اس علاقے میں مذہبی تبدیلی کا عمل کثیر الجہت رہا ہے جس میں مختلف عوامل کارفرما نظر آتے ہیں۔ معاشی محرکات نے مذہبی تبدیلی میں اہم کردار ادا کیا، خاص طور پر پٹیلی ذات کے ہندوؤں اور دیگر مظلوم طبقات کے لیے جو سماجی و معاشی امتیاز سے نجات حاصل کرنے کی کوشش میں تھے۔ دوسری جانب، صوفیاء کرام کی روحانی تعلیمات نے بھی تبدیلی مذہب کے عمل کو گہرائی سے متاثر کیا۔ تصوف کے ذریعے پیش کی جانے والی محبت، رواداری اور باطنی پاکیزگی کی تعلیمات نے مختلف مذہبی پس منظر رکھنے والے افراد کو اپنی طرف راغب کیا۔ بیسویں صدی کے سیاسی تحریکات، بالخصوص خلافت تحریک اور تحریک پاکستان نے بھی مذہبی شناختوں کی تشکیل نو میں اہم کردار ادا کیا۔ تحریک پاکستان کے دوران مسلم شناخت کی سیاسی تفہیم نے خطے کے مذہبی منظر نامے کو نئی شکل دی۔ یہ تمام عوامل مل کر اس خطے میں مذہبی تبدیلی کے پیچیدہ اور کثیر الجہتی عمل کی تشکیل کرتے ہیں۔⁽²⁾

8 ویں صدی عیسوی میں مسلم فوجوں کی وادی سندھ کی فتح کے ساتھ ہی اس خطے میں اسلام قبول کرنے کی پہلی بڑی لہر شروع ہوئی۔ صوفیاء کے ذریعے اسلام کے پھیلاؤ نے بھی خطے کی مذہبی تاریخ پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ صوفیاء کرام نے اپنے روادارانہ رویے، محبت اور بین المذاہب مکالمے پر مبنی تعلیمات کے ذریعے اسلام کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔

¹ -Ahmed, Akbar S. "Religion and Identity in Pakistan." Comparative Studies in Society and History 47, no. 2 (2005): 276-297.

² -Malik, Iftikhar Haider. "The Transformation of Islamic Identity in Pakistan." Middle Eastern Studies 34, no. 4 (1998): 39-55.

صوفی سلسلوں کے بزرگوں نے نہ صرف اسلام کی تبلیغ میں نرمی اور حکمت کا مظاہرہ کیا، بلکہ مقامی ثقافت اور روایات کے ساتھ بھی ہم آہنگی پیدا کی۔ ان کی تعلیمات میں انسان دوستی، روحانی ترقی اور سماجی ہم آہنگی کے پہلو نمایاں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفی اسلام نے خطے میں اسلام کو ایک پر امن اور مقبول شکل میں متعارف کرایا، جس کے اثرات آج بھی جنوب ایشیا کی مذہبی و ثقافتی زندگی میں واضح طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

صوفیاء کے مزارات اور ان سے وابستہ روحانی روایات آج بھی لاکھوں لوگوں کے لیے عقیدت و احترام کا مرکز ہیں، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کے پیغام نے خطے کے لوگوں کے دلوں میں گہری جگہ بنائی۔ اس طرح ابتدائی فوجی فتوحات کے بعد صوفی اسلام کے ذریعے ہونے والی روحانی فتح نے خطے کے مذہبی منظر نامے کو مستقل طور پر بدل دیا۔⁽¹⁾

اسلامی فتوحات نے پورے برصغیر میں اسلام کے پھیلاؤ میں اہم کردار ادا کیا، بشمول وہ خطہ جو اب پاکستان ہے۔⁽²⁾ 8ویں صدی کے اوائل میں محمد بن قاسم کی قیادت میں عرب فوجوں نے سندھ پر حملہ کیا اور اس خطے میں پہلی مسلم حکمرانی قائم کی۔ عرب فاتحین نے بعد میں آنے والے مسلم حکمرانوں کے ساتھ مل کر سیاسی، معاشی اور سماجی ترغیبات کے ذریعے مذہبی تبدیلی کی حوصلہ افزائی کی۔ سماجی نقل و حرکت، تحفظ اور تجارتی نیٹ ورکس تک رسائی کے وعدے سے متوجہ ہو کر بہت سی مقامی آبادی نے رضا کارانہ طور پر اسلام قبول کیا۔⁽³⁾

8ویں صدی کے اوائل میں عرب فاتحین کے حملے نے برصغیر، جس میں سندھ بھی شامل ہے، میں اسلام کے پھیلاؤ میں اہم کردار ادا کیا۔ محمد بن قاسم کی قیادت میں اسلامی فاتحین نے سندھ پر حملہ کیا اور اس خطے میں پہلی مسلم حکمرانی کا بنیادی بنیاد رکھی۔ ان فاتحین نے بعد میں آنے والے مسلم حکمرانوں کے ساتھ مل کر مختلف میدانوں میں مذہبی تبدیلی کی حوصلہ افزائی کی۔ اسلامی فاتحین نے مختلف طریقوں کے ذریعے مذہبی تبدیلی کو فروغ دیا، جیسے کہ سماجی نقل و حرکت، تجارتی روابط، اور تحفظ۔ ان کے ساتھ مل کر علماء اور صوفیائے کرام نے اسلام کی تعلیمات کو عوام تک پہنچانے کی کوشش کی۔ اسلامی فتوحات نے برصغیر میں اسلام کے پھیلاؤ کو بہتر اور تیز کر دیا، جو مذہبی تبدیلی کی راہ میں اہم قدم تھا۔

مذہبی تبدیلی میں ایک اور اثر انگیز عنصر صوفی روایت تھی۔ تصوف، اسلام کی ایک صوفیانہ جہت، قرون وسطیٰ کے دور میں برصغیر پاک و ہند میں ایک طاقتور روحانی اور سماجی قوت کے طور پر ابھرا۔ صوفی سنتوں، جنہیں پیر یا صوفی کہا جاتا ہے، اپنی تعلیمات، شاعری اور ذاتی مثال کے ذریعے اسلام کے پیغام کو پھیلاتے ہوئے، مشنری سفر کا

¹ -Schimmel, Annemarie. *Mystical Dimensions of Islam*. University of North Carolina Press, 1975.

² -Jamal Malik, *Islam in South Asia: A Short History* (Leiden: Brill, 2008), 45.

³ -Richard M. Eaton, *The Rise of Islam and the Bengal Frontier, 1204-1760* (Berkeley: University of California Press, 1993), 72.

آغاز کیا۔ صوفیاء نے مذہبی تجربے کی آفاقیت پر زور دیا اور افراد اور الہی کے درمیان ذاتی روابط قائم کرنے کی کوشش کی۔ ان کے جامع اور ہم آہنگی کے انداز نے متنوع مذہبی پس منظر سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا، جس کی وجہ سے بڑے پیمانے پر تبدیلیاں ہوئیں۔^(۱)

برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی پہلی بار 17 ویں صدی میں اس خطے میں پہنچی، اور آخر کار وہ برصغیر کے بیشتر حصوں پر حکمرانی کرنے آئے۔ اپنی نوآبادیاتی حکومت کے دوران، انگریزوں نے مذہبی غیر جانبداری کی پالیسی اپنائی، جس نے مذہبی آزادی کی ایک حد تک اجازت دی۔ تاہم، انہوں نے ہندو قوم پرستی کے عروج میں بھی کردار ادا کیا، جس کی وجہ سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کشیدگی میں اضافہ ہوا۔^(۲)

برطانوی نوآبادیاتی حکمرانی نے برصغیر کے مذہبی منظر نامے پر گہرے اثرات ڈالے۔ انگریزوں کی غیر جانبدار پالیسی نے ابتدائی طور پر مذہبی آزادی کی ایک حد تک اجازت دی۔ تاہم، ان کی مذہبی غیر جانبداری کا دعویٰ مختلف حالات میں قابل بحث ہے۔ برطانوی حکمرانوں نے ہندو قوم پرستی کے عروج میں بھی کردار ادا کیا، جس نے مذہبی کشیدگی کو مزید بڑھا دیا۔ ان کی پالیسیاں اکثر اسلامی شعائر اور رسومات کے خلاف تھیں، جس نے مسلمانوں کے درمیان نا اتفاقی اور تنازعات کو بڑھاوا دیا۔ برطانوی حکومت کی پالیسیوں نے مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان مذہبی کشیدگی کو مزید بڑھا دیا، جس سے ان دونوں مذاہب کے مابین تنازعات شدید ہوتے گئے۔ اس طرح، برطانوی حکومت کا اثر مذہبی منظر نامے پر مختلف اثرات ڈالا، جو بعض اوقات مذہبی تشدد اور کشیدگی کے اضافہ کا باعث بنا۔

19 ویں صدی میں برطانوی نوآبادیاتی حکمرانی کی آمد نے خطے کی مذہبی محرکات میں نمایاں تبدیلیاں لائی تھیں۔ انگریزوں نے بالواسطہ حکمرانی کی پالیسی پر عمل کیا، سماجی استحکام کو برقرار رکھنے اور اپنے کنٹرول کو مستحکم کرنے کے لیے مختلف مذہبی برادریوں کو شامل کیا۔ انہوں نے جدید تعلیم متعارف کروائی جس کا اثر مذہبی شناختوں اور تبدیلی کے انداز پر پڑا۔^(۳)

نوآبادیاتی انتظامیہ کے تعاون سے عیسائی مشنریوں کا مقصد مقامی آبادی کو عیسائی بنانا تھا۔ انہوں نے مقامی کمیونٹیز کو تعلیمی اور صحت کی دیکھ بھال کے مواقع فراہم کرتے ہوئے اسکول، اسپتال اور سماجی بہبود کے ادارے قائم کیے۔ کچھ افراد، خاص طور پر پسماندہ گروہوں سے جو ترقی کے خواہاں تھے، عیسائیت اختیار کر گئے۔ تاہم، اجتماعی تبدیلی نسبتاً محدود تھی، اور عیسائیت خطے میں ایک اقلیتی مذہب بنی ہوئی تھی۔

¹ -Francis Robinson, Islam and Muslim History in South Asia (New Delhi: Oxford University Press, 2000), 89.

² -Talbot, Ian. The Last Mughal: The Fall of a Dynasty, Delhi, 1857. Penguin Books, 2006.

³ -Jalal, Ayesha. Self and Sovereignty: Individual and Community in South Asian Islam since 1850. London: Routledge, 2002.

انگریزوں نے برقرار رہنے اور اپنے کنٹرول کو مضبوط کرنے کیلئے مختلف مذہبی برادریوں کو اپنی پالیسی میں شامل کیا۔ وہ مقامی عیسائی مشنریوں کو ترقی دینے کیلئے تعلیمی، صحت کی دیکھ بھال کے مواقع فراہم کیا، جو کہ عیسائیت کو فروغ دینے اور مقامی آبادی کو عیسائی بنانے کا مقصد تھا۔ انہوں نے مختلف تعلیمی اداروں اور صحت کی دیکھ بھال کے اداروں کی بنیاد رکھی، جو عیسائی مذہب کی تعلیمات کو فروغ دینے میں مدد فراہم کرتے رہے۔ اس کے علاوہ، کچھ افراد جو ترقی کے خواہاں تھے، عیسائیت کو اختیار کر گئے، جس کی وجہ سے ایک مذہبی تبدیلی دیکھی گئی۔ برطانوی حکومت کی ایسی پالیسیاں اور ان کے عمل کردگی کا مذہبی منظر نامے پر اثرات رہے، جس نے عیسائیت کی ترقی کو فروغ دیا اور مذہبی محرکات میں نیا دور بنایا۔ لیکن، اس کا اثر محدود رہا اور عیسائیت خطے میں ایک معمولی مذہب ہی رہی۔

ہندوستان کی تقسیم اور 1947 میں پاکستان کی تخلیق نے مذہب کی تبدیلی پر گہرا اثر ڈالا۔ تقسیم کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر نقل مکانی ہوئی، جس کے نتیجے میں مذہبی خطوط پر لاکھوں افراد بے گھر ہوئے۔ تقسیم کے ساتھ ہونے والے تشدد اور فرقہ وارانہ کشیدگی نے خوف اور عدم تحفظ کا ماحول پیدا کیا، جس نے تبدیلی مذہب کو متاثر کیا۔ بہت سے ہندو اور سکھ جنہوں نے خود کو سرحد کے نو تشکیل شدہ پاکستانی حصے میں پایا، ہندوستان ہجرت کرنے کا انتخاب کیا، جب کہ ہندوستان سے مسلمان پاکستان چلے گئے۔ اس بڑے پیمانے پر نقل مکانی کے نتیجے میں دونوں ممالک میں آبادیاتی تبدیلیاں ہوئیں، مذہبی اقلیتوں کی آبادی ان علاقوں میں بہت کم ہو گئی جہاں سے وہ ہجرت کر گئے تھے۔⁽¹⁾ 1947 میں تقسیم ہند کے نتیجے میں پاکستان ایک مسلم اکثریتی ریاست کے طور پر وجود میں آیا۔ اس واقعہ نے خطے کے مذہبی منظر نامے پر گہرا اثر ڈالا، کیونکہ لاکھوں لوگ اپنے گھر بار چھوڑ کر نئے ممالک میں آباد ہونے پر مجبور ہوئے۔ پاکستان کی تخلیق نے بھی مذہبی شناختوں پر زیادہ زور دیا، کیونکہ مسلمان اور ہندو دونوں ہی اپنی مذہبی اور ثقافتی امتیاز پر زور دینے کی کوشش کرتے تھے۔⁽²⁾

قیام پاکستان کے بعد، خاص طور پر ابتدائی مراحل میں، مذہبی شناختوں کا بہت بڑا کردار رہا۔ پاکستان کی تخلیق نے خطے کے مذہبی منظر نامے پر بہت زیادہ اثر ڈالا۔ اس واقعہ نے ایک نئے مسلم اکثریتی ریاست کی بنیاد رکھی، جو خاص طور پر مسلمانوں کے مذہبی شناخت کو زور دینے والا تھا۔ مذہبی امور کی بنیادی اہمیت کی وجہ سے، مسلمان اور ہندو دونوں ہی اپنی مذہبی اور ثقافتی امتیاز پر زور دینے کی کوشش کرتے رہے۔

1947 میں برطانوی راج سے آزادی حاصل کرنے کے بعد پاکستان ایک مسلم اکثریتی ملک کے طور پر ابھرا۔ پاکستان کی تخلیق، دو قومی نظریہ پر مبنی، جس نے مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کی دلیل دی، بڑے پیمانے پر

¹ -Jalal, Ayesha. Self and Sovereignty: Individual and Community in South Asian Islam since 1850. London: Routledge, 2002.

² -Jalal, Ayesha. The State of Martial Law: The Origins of Pakistan's Political Economy of Defence. Oxford University Press, 1990.

نقل مکانی کا باعث بنی۔ مسلمان ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان آئے، جب کہ ہندو اور سکھ پاکستان سے ہندوستان چلے گئے۔ آبادی کے اس تبدیلی نے مذہبی شناخت کو مزید مستحکم کیا اور مذہبی تبدیلی کے منظر نامے کو متاثر کیا۔^(۱) آزادی کے ابتدائی سالوں میں، مذہبی تشدد اور خاص طور پر مذہبی اقلیتوں کے خلاف ٹارگٹڈ تبدیلیوں کے واقعات رونما ہوئے۔ کچھ غیر مسلموں نے اپنی حفاظت اور سماجی انضمام کے لیے اسلام قبول کرنے کے لیے دباؤ محسوس کیا۔ تاہم، یہ واقعات مجموعی آبادی کے نمائندہ نہیں تھے اور زیادہ تر سیاسی کشیدگی اور فرقہ وارانہ تنازعات کی وجہ سے تھے۔ اس وقت میں، مسلمانوں کی ایک علیحدہ ریاست کے قیام نے مذہبی امور کو مزید اہمیت دی۔ آزادی کے ابتدائی دور میں، مذہبی تشدد اور مختلف مذہبی اقلیتوں کے خلاف ٹارگٹڈ تبدیلیوں کے واقعات رونما ہوئے، جو مذہبی شناخت کو متاثر کرتے رہے۔ اس دوران، کچھ غیر مسلم افراد نے اپنی حفاظت اور سماجی انضمام کے لیے اسلام قبول کرنے کے لیے دباؤ محسوس کیا، جو ایک مذہبی تبدیلی کی نمایاں مثال تھی۔ تاہم، اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ یہ واقعات مجموعی آبادی کے نمائندہ نہیں تھے اور زیادہ تر سیاسی کشیدگی اور فرقہ وارانہ تنازعات کی وجہ سے رونما ہوئے۔ مذہبی تبدیلی کے منظر نامے کو صرف مذہبی شناخت کی بنیاد پر نہیں، بلکہ سیاسی، اجتماعی، اور معاشرتی معاملات کی دلیل کی روشنی میں بھی دیکھنا چاہیے۔

آزادی کے بعد، پاکستان نے اسلام کو اپنے ریاستی مذہب کے طور پر اپنایا، اور ریاستی پالیسیاں اس اسلامی تشخص کی عکاسی کرنے لگیں۔ ملک کے آئین اور قانونی ڈھانچے کو بتدریج اسلامی بنایا گیا، اسلامی قوانین اور طریقوں کو حکمرانی اور عوامی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں شامل کیا گیا۔ حالیہ برسوں میں، حکومت پاکستان نے جبری تبدیلی مذہب کے مسئلے سے نمٹنے کے لیے کچھ اقدامات کیے ہیں۔ 2018 میں، حکومت نے ایک قانون پاس کیا جو خواتین اور بچوں کی جبری تبدیلی کو جرم قرار دیتا ہے۔

پاکستان کا آئین مذہبی آزادی کے حق کی ضمانت دیتا ہے۔ آئین کا آرٹیکل 20 کہتا ہے کہ: ہر شہری کو اپنے مذہب کا دعویٰ کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کا حق حاصل ہوگا۔ یہ حق بعض پابندیوں کے ساتھ مشروط ہے، جیسے جبری تبدیلی کی ممانعت۔ آئین واضح طور پر "زبردستی تبدیلی" کی اصطلاح کی وضاحت نہیں کرتا ہے۔ تاہم، سپریم کورٹ آف پاکستان نے اس اصطلاح کی تشریح "زبردستی یا لالچ کے ذریعے تبدیلی" سے کی ہے^(۲)۔ آرزو راجہ بنام ریاست کے معاملے میں سپریم کورٹ نے کہا کہ: "زبردستی یا لالچ کے ذریعے تبدیلی مذہب کی آزادی کے بنیادی حق کی خلاف ورزی ہے جس کی ضمانت آئین کے آرٹیکل 20 میں دی گئی ہے۔"^(۳)

¹ -Ilyas Choudry, Pakistan: A New History (London: I.B. Tauris, 2016), 167.

² -Pakistan. Arzoo Raja v. State, PLD 2019 SC 443.

³ - آئین پاکستان آرٹیکل 20

پاکستان کی سپریم کورٹ نے قرار دیا ہے کہ آئین کے تحت مذہبی آزادی کے حق بشمول کسی کا مذہب تبدیل کرنے یا تبدیل کرنے کا حق محفوظ ہے۔ ڈاکٹر محمد اسلم خاکی بمقابلہ سید عدنان کاکاخیل کے تاریخی مقدمے میں، عدالت نے اس بات پر زور دیا کہ مذہب تبدیل کرنے کا حق ایک فرد کا بنیادی حق ہے اور ریاست کو اس کا احترام اور تحفظ کرنا چاہیے۔⁽¹⁾ تاہم، عدالت نے مذہب کی تبدیلی پر بعض حدود کو بھی تسلیم کیا ہے۔ مثال کے طور پر، جبر، دھوکہ دہی، یا غیر ضروری اثر و رسوخ کے ذریعے حاصل کی گئی تبدیلیاں محفوظ نہیں ہیں۔ عدالت نے تسلیم کیا ہے کہ جبری تبدیلی کو روکنے اور اس بات کو یقینی بنانے میں ریاست کا جائز مفاد ہے کہ افراد اپنے مذہبی عقائد کے بارے میں آزادانہ اور باخبر فیصلے کریں۔

مذہبی آزادی سے متعلق آئینی دفعات کی تشریح اور اطلاق پاکستان میں کافی بحث کا موضوع رہا ہے۔ کچھ لوگ دلیل دیتے ہیں کہ ان دفعات کی تشریح اس طرح کی جانی چاہیے جو افراد کے اسلام سے دوسرے مذہب میں تبدیل ہونے کے حق کی حفاظت کرے۔ دوسروں کا کہنا ہے کہ ان دفعات کی تشریح اس طرح کی جانی چاہیے جس سے مسلم اکثریت کے مفادات کا تحفظ ہو۔ 1973 میں منظور کیے گئے پاکستان کے آئین میں مذہبی آزادی اور تبدیلی مذہب سے متعلق کئی دفعات شامل ہیں۔ یہ دفعات تمام شہریوں کے لیے مذہب اور ضمیر کی آزادی کے حق کی ضمانت دیتی ہیں⁽²⁾۔ متعلقہ آئینی دفعات میں شامل ہیں:

آئین کا آرٹیکل 20 کہتا ہے کہ "ہر شہری کو اپنے مذہب کا دعویٰ کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کا حق حاصل ہو گا۔" یہ شق فرد کے اپنے مذہبی عقائد کو آزادانہ طور پر منتخب کرنے، اس پر عمل کرنے اور پھیلانے کے حق کو تسلیم کرتی ہے۔ آرٹیکل 22 مذہب کے حوالے سے تعلیمی اداروں کے تحفظ کو یقینی بناتا ہے۔ یہ مذہبی برادریوں کو اپنے تعلیمی ادارے قائم کرنے اور ان کا انتظام کرنے، اپنی مذہبی شناخت کو محفوظ رکھنے اور اپنے طلباء کو مذہبی تعلیم دینے کی اجازت دیتا ہے۔

پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 295A، جو "حضور ﷺ کی شان میں توہین آمیز کلمات کے استعمال" سے منع کرتی ہے۔ پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 365، جو اغوا کو روکتی ہے۔ پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 376، جو عصمت دری کو منع کرتی ہے۔⁽³⁾

حالیہ برسوں میں، پاکستان میں مذہب کی تبدیلی کے کردار کے بارے میں بحث بڑھ رہی ہے۔ کچھ لوگ دلیل دیتے ہیں کہ مذہب کی تبدیلی مذہبی آزادی کی علامت ہے، جب کہ دوسروں کا کہنا ہے کہ وہ اکثر زبردستی یا

¹ -Dr. Muhammad Aslam Khaki v. Syed Adnan Kakakhel, Supreme Court of Pakistan, PLD 2019 SC 1041.

² - آئین پاکستان آرٹیکل 20، 1973ء

³ -Pakistan Penal Code, Sections 295A, 365, and 376.

معاشی ضرورت سے متاثر ہوتے ہیں۔ جبری تبدیلی مذہب کا معاملہ خاص طور پر متنازع رہا ہے، اور نوجوان لڑکیوں کے اغوا اور زبردستی اسلام قبول کرنے کے متعدد اعلیٰ سطحی واقعات سامنے آئے ہیں۔⁽¹⁾

جبری تبدیلی کا معاملہ خاص طور پر متنازع ہے، کیونکہ ایسی صورت حال میں فرد کی آزادی کی حریت محدود ہوتی ہے اور اس کے اختیار کو دبایا جاتا ہے۔ زبردستی اور معاشی زحمت کے بغیر اسلام قبول کرنے کے واقعات ناصرف مذہبی بلکہ سماجی سوالات بھی پیدا کرتے ہیں، جیسے فرقہ واریت اور اخلاقی فکری بحران۔ نوجوان لڑکیوں کے اسلام قبول کرنے کے واقعات بھی اس موضوع سے متعلق ہیں۔ کچھ لوگ انہیں مذہبی آزادی کا مظاہرہ سمجھتے ہیں، جبکہ دوسرے انہیں معاشی یا سماجی دباؤ کی شکار مانتے ہیں۔ ضروری ہے کہ ہر واقعہ اور سوچ کی پس منظر اور مواقع کو مد نظر رکھا جائے۔ مذہبی تبدیلی کو صرف ایک مذہبی معاملہ نہیں، بلکہ سماجی، اقتصادی، اور سیاسی سوچ کے ساتھ جڑا دور نظر انداز کرنا ضروری ہے۔ پاکستان میں، مذہبی تبدیلی ایک پیچیدہ اور کثیر جہتی رجحان بنی ہوئی ہے۔ جب کہ رضا کارانہ تبدیلی کی مثالیں موجود ہیں، کچھ تبدیلیاں معاشی، سماجی یا سیاسی عوامل کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ تبدیلی بہتر امکانات، شادی، یا سماجی قبولیت کی خواہش سے متاثر ہو سکتی ہے۔ مذہب کی تبدیلی کو فروغ دینے یا اس کی حوصلہ شکنی میں مذہبی رہنماؤں اور تنظیموں کا کردار اہم ہے۔⁽²⁾

پاکستان میں ارتداد کے قوانین کا ارتقاء

برصغیر پاک و ہند میں ارتداد کے حوالے سے قانون سازی کا عمل مختلف ادوار میں مختلف سیاسی و مذہبی اثرات کے تابع رہا ہے۔ 1858 میں جب برطانیہ نے برصغیر پر براہ راست حکمرانی شروع کی، تو قانونی نظام میں بڑی تبدیلیاں کی گئیں۔ 1860 میں انڈین پینل کوڈ (Indian Penal Code) نافذ کیا گیا، جس میں ارتداد کے لیے کوئی سزا مقرر نہیں کی گئی۔ اس کی بنیادی وجہ برطانوی حکومت کی سیکولر پالیسی تھی، جس کے تحت مذہب کو ریاستی قانون سازی سے الگ رکھا گیا۔ مثال کے طور پر، انڈین پینل کوڈ³ 1860 کا سیکشن 295 تا 298 مذہب سے متعلق جرائم کا احاطہ کرتا ہے، مگر ان میں ارتداد کا کوئی ذکر نہیں۔

پاکستان کے قیام (1947) کے بعد ابتدائی تین دہائیوں تک ارتداد کے حوالے سے کوئی واضح قانون موجود نہ تھا۔ ریاست نے مذہبی معاملات میں زیادہ تر رواداری اور آئینی حقوق کو ترجیح دی۔ 1956 اور 1962 کے آئینوں میں بھی مذہبی آزادی کی ضمانت دی گئی۔ 1973 میں منظور ہونے والے آئین پاکستان میں پہلی بار اسلام کو ریاستی

¹ Human Rights Watch. "Pakistan: Forced Conversions of Christian and Hindu Girls." Human Rights Watch, 2014, www.hrw.org/report/2014/09/15/pakistan-forced-conversions-christian-and-hindu-girls.

² Christophe Jaffrelot, Religion, Caste, and Politics in India (New York: Columbia University Press, 2019), 221.

³ Indian Penal Code, 1860, Sections 295–298.

مذہب قرار دیا گیا۔ آرٹیکل 2 A میں کہا گیا کہ "قرآن و سنت کے مطابق زندگی گزارنا ریاست کی ذمہ داری ہو گی۔" آرٹیکل 20 ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی، تبلیغ اور عبادات کی آزادی دیتا ہے۔¹

جنرل ضیاء الحق کے دور میں پاکستان میں اسلامائزیشن کی ایک وسیع مہم شروع کی گئی، جس کا مقصد قوانین کو اسلامی شریعت کے مطابق ڈھالنا تھا۔² اسی تناظر میں ارتداد کے مسئلے پر بھی نئی بحث نے جنم لیا۔ 1986 میں قومی اسمبلی میں ایک "ارتداد بل" پیش کیا گیا جس کے تحت مرتد مسلمان مرد کے لیے سزائے موت اور عورت کے لیے قید کی سزا تجویز کی گئی تھی۔ تاہم، یہ بل قانون نہیں بن سکا۔³ ضیاء الحق کے بعد مختلف ادوار میں ارتداد پر قانونی بحث جاری رہی، مگر آج تک پاکستان میں ارتداد کے خلاف کوئی مخصوص قانون نافذ نہیں کیا گیا۔ البتہ توہین مذہب کے قوانین کو بعض اوقات ارتداد کے متبادل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ برصغیر میں ارتداد کے قوانین دراصل ریاستی نظریات، مذہبی رجحانات، اور سیاسی حالات کا آئینہ دار رہا ہے۔ برطانوی دور میں مکمل سیکولر پالیسی کے تحت ارتداد کو جرم نہ مانا گیا، جبکہ پاکستان کے اسلامی تشخص نے اس مسئلے کو حساس اور متنازع بنادیا۔ آج بھی پاکستان میں اس حوالے سے کوئی واضح قانون تو موجود نہیں، مگر مختلف اسلامی طبقات کی طرف سے اس پر زور ضرور دیا جاتا ہے۔

فیڈرل شرعی عدالت کے ارتداد سے متعلق فیصلوں کا تجزیہ

فیڈرل شرعی عدالت کا 1980 کا فیصلہ محمد رمضان بن یوسف کیس میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس فیصلے میں عدالت نے ارتداد کو فقہ حنفی کی روشنی میں ایک سنگین جرم قرار دیا، اور اس کی سزا موت تجویز کی۔ عدالت کا موقف تھا کہ "موجودہ قوانین میں ارتداد کی سزا کا فقدان شریعت کے خلاف ہے۔"⁴ عدالت نے حکومت کو ہدایت دی کہ وہ ارتداد کی شرعی سزا کو ملکی قانون کا حصہ بنائے۔ اس فیصلے پر عملدرآمد نہیں ہوا، جس کے باعث قانون میں ارتداد کی سزا کے حوالے سے ایک خلا برقرار رہا۔ حکومت نے نہ تو کوئی قانون سازی کی اور نہ ہی کوئی فوجداری مقدمات کا آغاز کیا، جس سے اس فیصلے کی عملی حیثیت کمزور رہی۔

1991 میں حکومت پاکستان بمقابلہ عبدالقدیر کیس میں سپریم کورٹ نے ارتداد کو حدود آرڈیننس کے دائرہ کار میں شامل کرنے کی سفارش کی۔ عدالت نے واضح کیا کہ "ارتداد ایک سنگین جرم ہے، لیکن اس وقت تک کوئی سزا نہیں دی جاسکتی جب تک پارلیمنٹ نیا قانون نہ بنائے۔"⁵ اس فیصلے نے ارتداد اور توہین مذہب کے درمیان ایک قانونی ابہام پیدا کر دیا۔ چونکہ توہین مذہب (تعزیرات پاکستان دفعہ 295 تا 298) کے قوانین پہلے سے موجود

¹ Constitution of Pakistan, 1973, Articles 2-A and 20

² Kennedy, Charles H. Islamization of Laws and Economy: Case of Pakistan. Islamic Studies, Vol. 28, No. 4 (1989), pp. 407-421.

³ Lau, Martin. The Role of Islam in the Legal System of Pakistan. (Leiden: Brill, 2006).

⁴ Muhammad Ramzan bin Yousuf v. Government of Pakistan, PLD 1980 FSC 145

⁵ Government of Pakistan v. Abdul Qadeer, SCMR 1991 2101

تھے، ارتداد کی الگ سے سزا متعین کرنے میں قانونی و عملی رکاوٹیں پیدا ہو گئیں۔ عدالت کی سفارشات کے باوجود پارلیمنٹ نے کوئی خاطر خواہ قانون سازی نہیں کی، جس سے عدالت کی قانونی حیثیت کو چیلنج نہیں کیا جاسکا، لیکن اس کی تجاویز عملی جامہ بھی نہ پہن سکیں۔

2015 میں فضل الرحمن بن عبدالقیوم کیس میں فیڈرل شرعی عدالت نے ایک بار پھر ارتداد کی سزا پر زور دیا، اور کہا کہ شریعت کے مطابق ارتداد کی سزا موت ہونی چاہیے۔ تاہم، پارلیمنٹ نے اس فیصلے کو بھی نظر انداز کیا اور کوئی قانون سازی عمل میں نہ لائی گئی۔¹ 2020 کی دہائی میں انسانی حقوق کی مقامی و بین الاقوامی تنظیموں کی طرف سے ارتداد سے متعلق مجوزہ سزائوں کے خلاف آواز بلند کی گئی۔ تنظیموں نے موقف اختیار کیا کہ ارتداد کا شمار ضمیر اور مذہب کی آزادی میں ہوتا ہے، اور اس پر سزا دینا ICCPR کی خلاف ورزی ہے۔² پاکستان میں اس حوالے سے کوئی ٹھوس قانونی پیش رفت نہ ہونے کے باوجود، مذہبی اقلیتوں اور انسانی حقوق کی تنظیموں کی طرف سے ارتداد کے قانون کے ممکنہ غلط استعمال پر شدید تحفظات ظاہر کیے جاتے ہیں۔

پاکستان کا آئین مذہبی آزادی کو تسلیم کرتا ہے، مگر اس کے عملی اطلاق میں متعدد قانونی تضادات اور عدالتی تشریحات موجود ہیں جو شہری آزادیوں، خصوصاً مذہبی اقلیتوں کے حقوق، پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ پاکستان کا آئین اپنے شہریوں کو مذہبی آزادی فراہم کرتا ہے۔ آرٹیکل 20 کے تحت، "ہر شہری کو اپنے مذہب پر عمل کرنے، اس کی تبلیغ کرنے اور مذہبی ادارے قائم کرنے کی آزادی حاصل ہے"۔ دوسری طرف، آرٹیکل 2-A - جو کہ اسلامی دفعات کے نفاذ سے متعلق ہے، کہتا ہے کہ "تمام قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق ہونا چاہیے"۔ یہ دونوں دفعات ایک دوسرے کے ساتھ تضاد میں محسوس ہوتی ہیں، بالخصوص جب مذہبی اقلیتوں کی مذہبی آزادی کی بات آتی ہے۔ اس تضاد کو سپریم کورٹ نے آسیہ بی بی کیس میں واضح کرنے کی کوشش کی۔ عدالت نے فیصلہ دیا کہ "مذہبی آزادی آئینی طور پر محفوظ ہے، اور اس کا تحفظ ریاست کی ذمہ داری ہے"۔³ پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 295 سی کے مطابق، "پیغمبر اسلام کی توہین" پر موت یا عمر قید کی سزا دی جاتی ہے۔⁴ لیکن اس قانون کا عملی اطلاق صرف توہین رسالت تک محدود نہیں رہا، بلکہ ارتداد جیسے معاملات بھی اسی زمرے میں لائے گئے ہیں۔

ارتداد کی سزا کے حوالے سے پاکستان کے عدالتی نظام میں مذہبی آزادی اور ارتداد کے معاملے پر دو بڑی عدالتوں سپریم کورٹ اور فیڈرل شریعت کورٹ کے موقف مختلف نظر آتے ہیں۔ فیڈرل شرعی عدالت کے مطابق

¹ Fazl ur Rehman bin Abdul Qayyum v. Federation of Pakistan, PLD 2015 FSC 1

² Human Rights Watch, "Asking the Right Questions: Justice and Protection for Religious Minorities," 2021,

³ Supreme Court of Pakistan, Asia Bibi Case, 2018 SCMR 1.

⁴ Pakistan Penal Code, Section 295-C.

"ارتداد کی سزا موت ہے اور صرف اسلام قبول کرنے کی اجازت ہے، چھوڑنے کی نہیں"۔¹ جبکہ سپریم کورٹ کے مطابق اس حوالے سے کوئی واضح قانون نہیں ہے اور مذہب تبدیل کرنے کی آزادی بنیادی حق ہے۔ سپریم کورٹ کے مطابق، پاکستان کے موجودہ قوانین میں ارتداد کی سزا واضح نہیں، اس لیے کسی کو اس بنا پر سزا نہیں دی جاسکتی۔ جبکہ شریعت کورٹ کا کہنا ہے کہ چونکہ اسلام میں ارتداد کی سزا موت ہے، لہذا اسے قانونی حیثیت حاصل ہونی چاہیے۔ پاکستانی آئینی اور عدالتی نظام میں مذہبی آزادی اور ارتداد جیسے حساس معاملات پر واضح رہنمائی کی کمی ہے۔ آئین کے آرٹیکل 20 اور A-2 کے درمیان ہم آہنگی کی ضرورت ہے تاکہ اقلیتوں کے حقوق محفوظ رہیں اور مذہبی آزادی عملی طور پر ممکن ہو۔ ارتداد اور توہین مذہب کے قانونی فرق کو واضح کرنا بھی وقت کی اہم ضرورت ہے۔

پاکستان میں مذہب کی تبدیلی کے رپورٹ شدہ کیسز کے مطالعہ کی اہمیت اور مطابقت

پاکستان میں مذہب کی تبدیلی کے رپورٹ ہونے والے واقعات کو سمجھنا اور ان کا تجزیہ کرنا کئی وجوہات کی بناء پر بہت ضروری ہے۔ سب سے پہلے، یہ ملک میں مذہبی تنوع اور بین المذاہب تعلقات کی محرکات کے بارے میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ پاکستان مختلف مذہبی برادریوں کا گھر ہے جن میں مسلمان، عیسائی، ہندو، سکھ اور دیگر شامل ہیں۔⁽²⁾

مذہب کی تبدیلی سے متعلق رپورٹ شدہ کیسز کا مطالعہ اور تجزیہ کئی اہم وجوہات کی بناء پر نہایت ضروری ہے۔ پہلی وجہ مذہبی تنوع اور بین المذاہب تعلقات کو بہتر طور پر سمجھنے سے متعلق ہے۔ مذہبی تبدیلی کے واقعات کے ذریعے ہم مختلف مذاہب کے درمیان موجود تعلقات، تنازعات، اور ہم آہنگی کے پہلوؤں کو گہرائی سے جان سکتے ہیں۔ یہ سمجھ بوجھ معاشرے میں مذہبی رواداری اور باہمی احترام کو فروغ دینے میں معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ دوسری وجہ امن و امان کے مسائل سے جڑی ہوئی ہے۔ مذہب کی تبدیلی سے متعلق رپورٹس اور کیسز ہمیں مختلف مذہبی جماعتوں کے درمیان پیدا ہونے والے تشدد، دہشت گردی، یا مذہبی بنیاد پرستی کے رجحانات کا تجزیہ کرنے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ ان کیسز کے ذریعے ہم مذہبی تنازعات کی جڑوں تک پہنچ سکتے ہیں اور امن و استحکام کے لیے مؤثر حکمت عملیاں تیار کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ، یہ مطالعہ مختلف مذہبی گروہوں کے مابین موافقت اور ہم آہنگی کو بڑھانے کے لیے بھی راہ ہموار کرتا ہے۔

تیسری اہم وجہ مذہبی ترقی اور سماجی بہتری سے متعلق ہے۔ مذہبی تبدیلی کے واقعات کے مطالعے سے ہم مذہبی تنظیموں، مساجد، اور دیگر مذہبی اداروں کے کردار کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ یہ تجزیہ ہمیں مذہبی امور میں

¹ Federal Shariat Court, PLD 1980 FSC 145; also see FSC 2015, 45.

² -Pakistan Bureau of Statistics, "Population by Religion" (Government of Pakistan, 2017), https://www.pbs.gov.pk/sites/default/files/population_census2017_tables/Population.

بہتری لانے، تعلیمی و صحت کے شعبوں کو فروغ دینے، اور معاشی ترقی کے لیے مناسب پالیسیاں تشکیل دینے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ مذہبی تبدیلی کے کیسز کے ذریعے ہم معاشرے کے کمزور طبقات کی ضروریات کو سمجھ سکتے ہیں اور ان کے لیے بہتر منصوبہ بندی کر سکتے ہیں۔ مذہبی تبدیلی کے رپورٹ شدہ کیسز کا مطالعہ اور تجزیہ مذہبی تنوع، امن و امان، اور معاشرتی ترقی کے لیے نہایت اہم ہے۔ یہ ہمیں مذہبی اختلافات کو سمجھنے، امن و استحکام کو بحال کرنے، اور مذہبی و سماجی ترقی کے مسائل کو حل کرنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ اس طرح، یہ مطالعہ نہ صرف مذہبی ہم آہنگی کو فروغ دیتا ہے بلکہ معاشرے کے مجموعی ترقی کے لیے بھی ایک اہم ذریعہ ہے۔

تبدیلی مذہب کے رپورٹ شدہ کیسز کے مطالعہ سے اس متنوع مذہبی منظر نامے میں تبدیلی مذہب کے کیسز، محرکات اور اثرات پر روشنی ڈالنے میں مدد ملتی ہے۔ پاکستان میں تبدیلی مذہب کا مطالعہ ان سماجی، ثقافتی اور اقتصادی عوامل کی کھوج کی اجازت دیتا ہے جو افراد کے مذہبی وابستگی کو تبدیل کرنے کے فیصلوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ غربت، امتیازی سلوک، سماجی اخراج، باہمی شادی، اور مذہبی تنازعات جیسے عوامل تبدیلی کی تحریک یا سہولت فراہم کرنے میں کردار ادا کر سکتے ہیں۔ رپورٹ شدہ کیسز کا تجزیہ ان عوامل اور مذہبی محرکات پر ان کے اثرات کی شناخت میں مدد کرتا ہے۔⁽¹⁾ مزید برآں، پاکستان میں مذہب کی تبدیلی کے رپورٹ شدہ کیسز کا مطالعہ مذہبی آزادی اور انسانی حقوق کے تناظر میں متعلقہ ہے۔ پاکستان انسانی حقوق کے مختلف کنونشنز پر دستخط کرنے والا ملک ہے جو مذہب اور عقیدے کی آزادی کی ضمانت دیتے ہیں۔⁽²⁾ تبدیلی مذہب کے رپورٹ شدہ کیسوں کا جائزہ لینے سے، یہ اندازہ لگانا ممکن ہو جاتا ہے کہ ان حقوق کو کس حد تک برقرار رکھا گیا ہے اور کسی بھی چیلنج یا خلاف ورزی کی نشاندہی کرنا ممکن ہو سکتا ہے۔⁽³⁾

اسلام سے دوسرے مذاہب میں تبدیلی

پاکستان میں، نسبتاً کم تعداد میں ہونے کے باوجود، اسلام سے دوسرے مذاہب میں تبدیلی کی اطلاع ملی ہے۔ ملک میں تبدیلی مذہب کی حساس نوعیت کی وجہ سے اس طرح کے معاملات اکثر توجہ اور تنازعہ کا باعث بنتے ہیں۔ ان تبدیلیوں کے پیچھے وجوہات مختلف ہو سکتی ہیں۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ ارتداد، یا اسلام چھوڑنے کا عمل، پاکستان میں سنگین سماجی اور قانونی نتائج کا باعث بن سکتا ہے۔

¹ Philip Jenkins, The Next Christendom: The Coming of Global Christianity (Oxford University Press, 2007), 1.

² Human Rights Watch, "World Report 2022: Pakistan" (Human Rights Watch, 2022), <https://www.hrw.org/world-report/2022/country-chapters/pakistan>.

³ International Covenant on Civil and Political Rights, G.A. Res. 2200A (XXI) (1966), <https://www.ohchr.org/en/professionalinterest/pages/ccpr.aspx>.

پاکستان میں مذہبی تبدیلی کے خواہشمند افراد کو قانونی اور سماجی دونوں سطح پر سنگین چیلنجز کا سامنا ہے۔ شرعی قوانین کے تحت، جو مسلمانوں کے ذاتی معاملات کو ریگولیٹ کرتے ہیں، ارتداد (اسلام چھوڑنے) کو ایک سنگین جرم تصور کیا جاتا ہے۔ اگرچہ پاکستانی قانون میں ارتداد کے لیے باقاعدہ سزا کا کوئی واضح قانون موجود نہیں، لیکن اسلامی تعلیمات کے تحت اسے قابل سزا جرم مانا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں سماجی بائیکاٹ، قانونی پیچیدگیاں اور بعض صورتوں میں انتہائی تشدد کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

سماجی سطح پر، مذہبی تبدیلی کو انتہائی منفی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ پاکستانی معاشرہ اسلامی اقدار سے گہرا وابستہ ہے، جہاں اسلام چھوڑنے کو خاندانی، سماجی اور قومی سطح پر غداری کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں تبدیلی مذہب کے خواہشمند افراد کو خاندان کی طرف سے قطع تعلق، سماجی بائیکاٹ، ملازمت سے محرومی، اور بعض اوقات جسمانی تشدد جیسے سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مزید برآں، مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے باوجود، عملی طور پر تبدیلی مذہب کے خواہشمند افراد کو قانونی تحفظ حاصل کرنے میں شدید مشکلات پیش آتی ہیں۔ یہ صورت حال تبدیلی مذہب کے خواہشمند افراد کے لیے ایک پیچیدہ اور خطرناک ماحول پیدا کرتی ہے، جہاں انہیں نہ صرف قانونی پیچیدگیوں بلکہ سماجی دباؤ اور ممکنہ تشدد کا بھی سامنا رہتا ہے۔ اس تناظر میں، مذہبی رواداری اور انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے جامع قانونی اصلاحات اور سماجی بیداری کی شدید ضرورت ہے۔⁽¹⁾

پاکستان میں اسلام سے دیگر مذاہب میں تبدیلی کے حوالے سے مستند اعداد و شمار کی کمی کے باوجود، کچھ قابل ذکر واقعات نے اس حساس مسئلے پر روشنی ڈالی ہے۔ ان میں سب سے نمایاں کیس آسیہ بی بی کا ہے، جسے 2010 میں توہین مذہب کے الزام میں موت کی سزا سنائی گئی۔ یہ مقدمہ نہ صرف بین الاقوامی سطح پر زیر بحث آیا بلکہ اس نے پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کے تحفظ کے حوالے سے سنگین سوالات اٹھائے۔ اس واقعے نے واضح کیا کہ اسلام چھوڑنے کا فیصلہ کرنے والے افراد کو کس قسم کے قانونی، سماجی اور سلامتی کے چیلنجز کا سامنا ہو سکتا ہے۔ آسیہ بی بی کا کیس خاص طور پر اہم ہے کیونکہ اس نے نہ صرف ملک کے اندر بلکہ عالمی سطح پر مذہبی آزادی اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے حوالے سے بحث کو ہوا دی۔ اس کے نتیجے میں پاکستان میں مذہبی رواداری اور انسانی حقوق کے تحفظ کے نظام پر سوالات اٹھے۔

دوسرے مذاہب سے اسلام قبول کرنا

پاکستان میں تاریخی طور پر دوسرے مذاہب سے اسلام قبول کرنے کا رجحان زیادہ رہا ہے۔ اسلام مختلف ذرائع سے پھیلا ہے، بشمول صوفی روایات، تبلیغی کوششوں، اور ذاتی تعاملات۔ بہت سے لوگوں نے اس کی تعلیمات پر

¹ The Guardian, "Leaving Islam: Apostates Speak Out," 2017.

یقین، اس کے اصولوں کی طرف راغب ہونے، یادوستوں، خاندان، یا مذہبی اسکالرز کے اثر و رسوخ کی وجہ سے اسلام قبول کیا ہے۔ اگرچہ تبدیلیوں کی صحیح تعداد کا پتہ لگانا مشکل ہے، لیکن یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اسلام پاکستان میں مختلف مذہبی پس منظر سے تعلق رکھنے والے نئے پیروکاروں کو اپنی طرف متوجہ کر رہا ہے۔

ثقافتی طور پر، پاکستان ایک بھرپور اسلامی ورثہ رکھتا ہے، اور اسلام معاشرتی اصولوں اور اقدار کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ ثقافتی تناظر شناخت اور تعلق کے مثبت اثبات کے طور پر اسلام قبول کرنے کے تصور کو متاثر کر سکتا ہے۔ مزید برآں، اسلام قبول کرنے سے عملی فوائد مل سکتے ہیں۔ قانونی تحفظات کے باوجود، پاکستان میں اسلام قبول کرنے کے بارے میں تنازعات اور تناؤ کے واقعات سامنے آئے ہیں۔ جبری تبدیلی کے بارے میں تشویش کا اظہار کیا گیا ہے، خاص طور پر اقلیتی برادریوں جیسے کہ ہندو اور عیسائی شامل ہیں۔⁽¹⁾ کچھ معاملات میں جبر، ڈرانے، یا لالچ دینے کے الزامات کی اطلاع دی گئی ہے، جو مذہبی آزادی کے حقیقی استعمال کے بارے میں سوالات اٹھاتے ہیں۔

پاکستان میں جبری تبدیلی مذہب پر این جی اوز کے کردار کا جائزہ

عصر حاضر میں جنگوں کی نوعیت بدل گئی ہے۔ اس تبدیل شدہ نوعیت کا ایک پہلو بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے مہلک ہتھیاروں کی بڑے پیمانے پر ترقی اور ان ہتھیاروں کو دور دراز علاقوں میں استعمال کرنے کی صلاحیت ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ اہم کمیونیکیشن ٹیکنالوجی کے میدان میں ترقی ہے جس نے نفسیاتی جنگ کے لیے نئے ہتھیار فراہم کیے ہیں۔ کسی مخالف کو اپنی طاقت سے ڈرانے اور اسے جنگ کے دوران شکست تسلیم کرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار کرنے کے لیے نفسیاتی جنگی حربے استعمال کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ تاہم آج اس نفسیاتی جنگ کا دائرہ وسیع ہو چکا ہے۔ اب میڈیا نے ایک پورے معاشرے کو نشانہ بنانا اور اسے اپنی نظروں میں گرانا اور اس طرح اسے کمزور کرنا ممکن بنا دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بیرونی دنیا میں اس کے بارے میں رائے عامہ کو مسخ کیا جاسکتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک بار جب یہ عمل شروع ہو جائے اور کامیابی سے آگے بڑھ جائے تو حریف پر فوجی حملے کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ انتشار اور تقسیم کے ذریعے اندرونی انتشار پیدا کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔

قیام پاکستان کو تقریباً تین چوتھائی صدی گزر چکی ہے۔ سیاسی، معاشی اور سماجی میدانوں میں بہت سے اتار چڑھاؤ کے باوجود ملک مجموعی طور پر ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ لیکن ملک کو اپنے قیام سے لے کر اب تک جن چیلنجوں کا سامنا ہے ان میں سے ایک نفسیاتی جنگ ہے جو کہ قومی سطح پر افراتفری پھیلانے اور ملک کے اندرونی اتحاد کو متاثر کرنے کے لیے آبادی کے مخصوص طبقوں اور بیرون ملک ان کے سرپرستوں کی طرف سے پھیلا یا گیا ہے۔

¹ -United States Commission on International Religious Freedom, "Annual Report 2021," Washington, D.C., 2021.

آج کے پاکستانی معاشرے میں مختلف سطحوں پر جاری کشمکش کے پس منظر میں یہ ایک بہت اہم عنصر ہے جس کے بارے میں ہر سطح پر آگاہی ضروری ہے۔

کسی بھی انسانی معاشرے کی اپنی خوبیاں اور خامیاں ہوتی ہیں۔ پاکستان بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ لیکن یہاں انتشار پھیلانے والے مخصوص گروہوں کی تمام تر توجہ صرف کمزوریوں، خامیوں اور مسائل کو بیان کرنے پر ہے۔ خالص علمی بحث میں عدم توازن کی بنیاد پر اس طرز عمل کا کوئی جواز ہو سکتا ہے، لیکن حقیقت میں اس عدم توازن میں عموماً کوئی علمی بنیاد نہیں ہے۔ بد قسمتی سے ملک میں ایسے عناصر موجود ہیں جو پاکستان کے بارے میں غیر حقیقی مسائل اور دنیا بھر میں ان مسائل کی بنیاد پر غیر حقیقی اعداد و شمار پیش کرتے ہیں۔ عصر حاضر کی نفسیاتی جنگ میں یہی وہ بیانیہ ہے جس سے انفرادی اور اجتماعی طور پر فائدہ اٹھانے کے لیے یہ عناصر پاکستان کے دشمنوں کو بیچ سکتے ہیں۔ بد قسمتی سے پاکستان کو ایک ایسے ملک کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جہاں مذہبی اقلیتوں کے حقوق کو پامال کیا جاتا ہے۔ اس تناظر میں ایک بڑا الزام یہ ہے کہ اقلیتی برادریوں کے ارکان بالخصوص خواتین اور لڑکیوں کو زبردستی اسلام قبول کیا جاتا ہے۔ اس الزام کی مسلسل تشہیر نے ایک ایسا بیانیہ تیار کیا ہے جسے بین الاقوامی فورمز پر پاکستانی ریاست اور معاشرے کو بدنام کرنے کے لیے اس کی صداقت کی تصدیق کیے بغیر دہرایا جاتا ہے

در حقیقت دہشت گردی کے ساتھ مبینہ طور پر جبری تبدیلی مذہب کا معاملہ بین الاقوامی شناخت یا پاکستان کی نشان دہی کے طور پر سامنے آیا ہے۔ این جی اوز کی رپورٹس تیار کی گئی اور بیانیہ پھیلا یا گیا اور الزام لگایا گیا کہ ہر سال کم از کم 1000 خواتین یا لڑکیوں کو دوسرے مذاہب سے زبردستی اسلام قبول کیا جاتا ہے۔ یہ بیانیہ اس حد تک کامیاب رہا ہے کہ اقوام متحدہ، یورپی یونین، امریکی کانگریس اور برطانیہ کی پارلیمنٹ سمیت بڑے بین الاقوامی اور عالمی فورمز نے پاکستان میں جبری تبدیلی مذہب پر تشویش کا اظہار کیا ہے اور حکومت پاکستان سے اس عمل کو روکنے کے لیے ضروری اقدامات کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ پاکستان کر سچن سپورٹ آرگنائزیشن کی اوپن ڈورز 2020 ورلڈ وائچ لسٹ میں ان 50 ممالک کی فہرست میں پانچویں نمبر پر تھا جہاں عیسائی ہونا سب سے مشکل ہے۔⁽¹⁾

28 نومبر 2018 کو، امریکہ نے پاکستان کو مذہبی آزادی کی خلاف ورزی کرنے والے ممالک کی اپنی بلیک لسٹ میں بھی شامل کیا،⁽²⁾ جبکہ USCIRF مسلسل پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کی بڑی خلاف ورزی کے طور پر "زبردستی تبدیلی" کا ذکر کرتا ہے۔⁽³⁾ بھارتی حکومت اور میڈیا کسی بھی ایسے کیسز پر مسلسل نظر رکھتے ہیں جن پر

¹ 2020 World Watch List Report, Open Doors, <https://www.opendoorsusa.org/2020-world-watch-list-report/>

² AFP, "US Adds Pakistan to Blacklist for Religious Freedom Violations," Voice of America, December 11, 2018, <https://www.voanews.com/south-central-asia/us-adds-pakistan-blacklist-religious-freedom-violations>

³ "Pakistan: USCIRF-Recommended for Countries of Particular Concern," USCIRF Annual Report 2020, <https://www.uscifr.gov/sites/default/files/Pakistan.pdf>

الزام لگایا جاتا ہے کہ انہیں اجاگر کرنے اور پاکستان کو بدنام کرنے کے لیے جبری تبدیلی مذہب کی گئی (۱) اور کئی مواقع پر بھارت اس بہانے پاکستان سے باضابطہ احتجاج بھی کر چکا ہے۔ (۲) اس بیانیے کے مزید پریشان کن اثرات یہ ہیں کہ مبینہ طور پر جبری تبدیلی مذہب کو ہندوؤں اور اقلیتوں پر ظلم و ستم کی ایک شکل کے طور پر بی جے پی کے ایم ایل ایز نے مسلم مخالف اور انتہائی متنازعہ شہریت ترمیمی قانون (CAA) اور پاکستان کے خلاف بین الاقوامی دباؤ بنانے کے بہانے کے طور پر پیش کیا۔ اس بل کو پیش کرتے ہوئے ہندوستان کے مرکزی وزیر داخلہ امیت شاہ نے پاکستان میں جبری تبدیلی مذہب کی بیان بازی پر اپنی دلیل بنانے کی کوشش کی، اور یہ ثابت کرنے کے لیے کہ پاکستان میں ہندوؤں پر نسل کشی کے پیمانے پر ظلم ہو رہا ہے۔ (۳) اسی طرح، ایک بی جے پی رہنما راکیش سنہا نے این ڈی ٹی وی کے ساتھ ایک انٹرویو میں الزام لگایا کہ "1947 سے ہندوؤں کی منظم نسل کشی ہو رہی ہے۔ ہر سال ایک معمولی نسل کشی ہوتی ہے"، (۴) اور جبری تبدیلی اس کے مظاہر میں سے ایک ہے۔

این جی اوز کی رپورٹیں اہم ہیں کیونکہ وہ ان لوگوں کو قائل کرنے کے لیے بنیادی ثبوت کے طور پر کام کرتی ہیں جو دوسری صورت میں یقین کر سکتے ہیں۔ یہ رپورٹیں صرف اس واقعہ کو بیان نہیں کرتی ہیں بلکہ بعض طبقات اور افراد کو ملوث کرتی ہیں، جیسے کہ علما اور ریاست پاکستان کو جبری تبدیلی مذہب کرنے اور سہولت فراہم کرنے کے لیے۔ ان مطالعات سے پتہ چلتا ہے کہ پاکستان میں زبردستی تبدیلی مذہب بڑے پیمانے پر ہو رہا ہے، اور پاکستان کی ریاست ایسی تبدیلیوں کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔

این جی اوز کی رپورٹس کا تجزیہ

پاکستان میں جبری تبدیلی کے حوالے سے انٹرنیٹ سے اگر مواد تلاش کرنا ہو تو کچھ اس طرح کا مواد سامنے

آتا ہے:

¹ "Amarinder Singh meets Amit Shah to discuss 'abduction', conversion of Sikh girl in Pakistan," *First Post Press*, September 3, 2019, <https://www.firstpost.com/india/amarinder-singh-meets-amit-shah-to-discuss-abduction-conversion-of-sikh-girl-in-pakistan-7277941.html>.

² "India Summons Pakistan Mission Officials Over Abduction, Conversion of Hindu Woman in Sindh," *The Logical Indian*, <https://thelogicalindian.com/news/hindu-woman-forced-conversion-pakistan-19515>

³ ہندوستانی لوک سبھا میں شہریت ترمیمی بل پیش کرتے ہوئے، "امیت شاہ نے کہا کہ آزادی کے وقت، غیر مسلم پاکستان کی آبادی کا 23 فیصد تھے اور 2011 تک ان کا حصہ گھٹ کر 3.7 فیصد رہ گیا تھا۔" دیکھیں، کلش راوت، انڈیا ٹوڈے، دسمبر 12، 2019۔ تاہم، یہ اعداد و شمار اس حقیقت کو نظر انداز کر کے اعداد و شمار کو غلط طریقے سے پیش کرتے ہیں اور ان کو جھٹلاتے ہیں کہ پاکستان 1971 سے پہلے مشرقی اور مغربی پاکستان پر مشتمل تھا، جس میں مشرقی حصے میں اقلیتوں کا بڑا حصہ تھا۔ پاکستان کی 1951 کی مردم شماری کے مطابق، پاکستان کی آبادی 75 ملین تھی، جس میں 33.7 ملین مغربی پاکستان میں اور 42 ملین مشرقی پاکستان (اب بنگلہ دیش) میں رہائش پذیر ہیں۔ ہندو آبادی کا 12.9 فیصد ہیں، جس نے پاکستان کو دنیا کا دوسرا بڑا ہندو ملک بنادیا۔ مغربی پاکستان میں ہندو آبادی کا 1.6٪ تھا، جب کہ مشرقی پاکستان میں 22.05٪ تھا۔

⁴ "Since 1947, there has been systematic genocide of Hindus," *NDTV*, December 10, 2019, <https://www.ndtv.com/video/news/left-right-centre/since-1947-there-has-been-systematic-genocide-of-hindus-bjp-s-rakesh-sinha-534720>.

1. سندھ، پاکستان میں زبردستی تبدیلی مذہب اور جبری شادیاں⁽¹⁾
2. پاکستان میں اقلیتی لڑکیوں اور خواتین کی جبری تبدیلی⁽²⁾
3. پاکستان کی مسیحی برادری میں جبری شادیاں اور زبردستی تبدیلی مذہب⁽³⁾
4. گھونگی میں زبردستی تبدیلی مذہب: فیلڈ تحقیقاتی رپورٹ⁽⁴⁾
5. پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کی جبری تبدیلی: ایک سماجی و ثقافتی تناظر⁽⁵⁾
6. پاکستان کی مذہبی اقلیتیں: پارلیمانی دورے کی رپورٹ⁽⁶⁾
7. پاکستان: مذہبی آزادی پر حملہ⁽⁷⁾
8. پاکستان: مذہب کی تبدیلی، مذہب تبدیل کرنے والوں کے ساتھ سلوک اور جبری تبدیلی⁽⁸⁾
9. اقلیتوں پر حملے: پاکستان میں عقیدے کی بنیاد پر امتیازی سلوک اور تشدد⁽⁹⁾
10. پاکستان میں جبری تبدیلی اور زبردستی شادیاں⁽¹⁰⁾
11. پاکستان میں ہندوؤں کے ساتھ ظلم اور امتیازی سلوک⁽¹¹⁾
12. پاکستان میں جبری تبدیلیوں کا حقائق نامہ⁽¹²⁾

¹ -Reuben Ackerman, "Forced Conversions and Forced Marriages in Pakistan," CIFORB, University of Birmingham, 2018, <https://www.birmingham.ac.uk/Documents/college-artslaw/ptr/ciforb/Forced-Conversions-and-Forced-Marriages-in-Sindh.pdf>.

² -Forced Conversion of Minority Girls and Women in Pakistan," World Sindhi Congress, <https://uprdoc.ohchr.org/uprweb/downloadfile.aspx?filename=4376&file=EnglishTranslation>.

³ -"Report on Forced Marriages & Forced Conversions in the Christian Community of Pakistan," MSP, [Report - Forced Marriages and Conversions of Christian Women in Pakistan.pdf](https://www.msp.org.pk/wp-content/uploads/2019/04/forced%20conversion%20of%20religious%20in%20pakistan.pdf)

⁴ -"Forced Conversions in Ghotki (Field Investigation Report)," HRCF, <http://hrcf-web.org/hrcfweb/wp-content/uploads/2019/08/Ghotki-investigation-report-20190807-EN.pdf>

⁵ -"Forced Conversion of Religious Minorities in Pakistan," NCJP, <http://www.ncjp-pk.org/wp-content/uploads/2019/04/forced%20conversion%20of%20religious%20in%20pakistan.pdf>.

⁶ -Prof Javaid Hussain, Councilor Morris Johns and Amro Hussain, "Religious Minorities of Pakistan: Report of a Parliamentary visit 27 September 2018 to 3 October 2018," <https://appgfreedomofreligionorbelief.org/media/190918-Full-Report-Religious-Minorities-of-Pakistan-Report-of-a-Parliamentary-Visit.pdf>

⁷ -"Pakistan: Religious freedom under attack," CSW, December 2019, <https://www.sadf.eu/wp-content/uploads/2019/12/2019-12-pakistan-religious-freedom-under-attack-final-compressed-single-pages-1.pdf>

⁸ -Immigration and Refugee Board of Canada, 2013, <https://www.justice.gov/sites/default/files/eoir/legacy/2014/03/04/PAK104258.E.pdf>

⁹ -"Minorities under attack: Faith-based discrimination and violence in Pakistan," FIDH and HRCF, 2014, <https://www.refworld.org/pdfid/57fb91e54.pdf>

¹⁰ -"Forced Conversions and Forced Marriages in Pakistan," Legal briefing on behalf of the Bar Human Rights Committee of England and Wales following a visit to Pakistan by Zimran Samuel, March 2013, http://www.barhumanrights.org.uk/wp-content/uploads/2013/03/forced_conversions_and_forced_marriages_in_pakistan-1.pdf

¹¹ -"Persecution and Discrimination of Hindus in Pakistan," Ranbir Singh, Chair of Hindu Human Rights Group (HHR), All Parties Parliamentary Group for International Freedom of Religion or Belief, <https://appgfreedomofreligionorbelief.org/media/Pakistan-Hindu-brief.pdf>

¹² -Naumana Suleman, "Fact Sheet of Forced Conversions in Pakistan," NCJP, 2014, <http://archive.paxchristi.net/MISC/2014-0247-en-ap-HR.pdf>

13. سیکورٹی کی تلاش: پاکستان میں مذہبی کمیونٹیز کی بڑھتی ہوئی پسماندگی⁽¹⁾
14. اقلیتوں پر پابندیاں: جنوبی ایشیا میں مذہبی آزادی⁽²⁾
15. پاکستان کو اقلیتوں سے پاک کرنا⁽³⁾
16. پاکستان میں توہین رسالت قانون اور مذہبی اقلیتوں کا غلط استعمال: بین الاقوامی سماعت کی رپورٹ⁽⁴⁾
17. "امریکی انسانی حقوق کی کارکن محترمہ فاطمہ گل سندھی کی گواہی کمیٹی برائے خارجہ امور، ذیلی کمیٹی ایشیا، پیسٹک اور عدم پھیلاؤ، ریاستہائے متحدہ کے ایوان نمائندگان کے سامنے⁽⁵⁾
18. "پاکستان میں مسیحی ظلم و ستم: تشدد کے درمیان زندگی کا امتحان⁽⁶⁾
- کچھ رپورٹس خود کو حقیقی تحقیق اور معروضی طور پر جمع کیے گئے حقائق پر مبنی ہونے کا دعویٰ کرتی ہیں۔ یہ رپورٹس جامع مطالعہ، شواہد، اور اعداد و شمار کی بنیاد پر تیار کی جاتی ہیں، جن کا مقصد پاکستان میں مذہبی تبدیلی کے رجحانات کو سمجھنا اور ان کے پیچھے کارفرما عوامل کا تجزیہ کرنا ہوتا ہے۔ دوسری طرف، کچھ رپورٹس صرف بیانیے کو تقویت دینے کے لیے استعمال ہوتی ہیں، جن میں یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ پاکستان میں زبردستی تبدیلی مذہب بڑے پیمانے پر اور منظم طریقے سے ہو رہی ہے۔ ایسی رپورٹس کو اکثر حقوق انسانی کے کارکنان بنیادی ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہیں، جن کا دعویٰ ہوتا ہے کہ وہ ٹھوس اعداد و شمار اور حقائق پر مبنی ہیں، اور انہیں سول سوسائٹی اور سیاسی حلقوں میں بھی سنجیدگی سے لیا جاتا ہے۔

¹ Shikha Dilawri, Ahmad Salim, Dr Humera Ishfaq, Mome Saleem, "Searching for Security: The Rising Marginalization of Religious Communities in Pakistan," SDPI and MRGI, <https://minorityrights.org/wp-content/uploads/old-site-downloads/mrg-searching-for-security-pakistan-report.pdf>

² "Limitations on Minorities: Religious Freedom in South Asia," USCIRF, November 2018, <https://www.uscifr.gov/sites/default/files/Limitations%20on%20Minorities%20Religious%20Freedom%20in%20South%20Asia.pdf>

³ "Farahnaz Ispahani, "Cleansing Pakistan of Minorities," *Current Trends in Islamist Ideology* 15 (July 2013): 55-67,

https://www.hudson.org/content/researchattachments/attachment/1377/ispanhni_voll5.pdf

⁴ "Misuse of the Blasphemy Law and Religious Minorities in Pakistan: Report of the International Hearing," Commission of the Churches on International Affairs, World Council of Churches, 2013, http://www.ceceurope.org/wp-content/uploads/2015/07/Pakistan_Hearing_Report_130614.pdf

⁵ "Testimony of Ms. Fatima Gul Sindhi-American Human Rights Activist before the Committee on Foreign Affairs, Subcommittee Asia, the Pacific and Nonproliferation, United States House of Representatives, on 'Human Rights in South Asia: Views from the State Department and the Region,' October 22, 2019, <https://docs.house.gov/meetings/FA/FA05/20191022/110143/HHRG-116-FA05-Wstate-GulF-20191022.pdf>

⁶ Rebecca Seiler, "Christian Persecution in Pakistan: An Examination of Life in the Midst of Violence" (senior thesis, Liberty University, 2014), <https://digitalcommons.liberty.edu/cgi/viewcontent.cgi?article=1492&context=honors>

تاہم، زیادہ تر رپورٹس میں بنیادی ثبوت کی کمی پائی جاتی ہے۔ یہ رپورٹس اکثر اسی طرح کی دیگر رپورٹس سے حوالہ جات نقل کرتی ہیں، جن میں اصل تحقیق یا معروضی شواہد کا فقدان ہوتا ہے۔ اس طرح، یہ رپورٹس ایک دوسرے پر انحصار کرتی ہیں، جس سے ایک چکر پیدا ہو جاتا ہے جس میں حقائق کی بجائے بیانیے کو ہی بار بار دہرایا جاتا ہے۔ یہ مسئلہ اس وقت اور بھی گہرے ہو جاتا ہے جب ایسی رپورٹس کو پالیسی سازی یا سماجی اقدامات کی بنیاد بنایا جاتا ہے، کیونکہ ان کی بنیاد پر کیے گئے فیصلے غیر مستند اور غیر معتبر ہو سکتے ہیں۔ اس لیے، مذہبی تبدیلی سے متعلق رپورٹس کو تیار کرتے وقت معروضی تحقیق، ٹھوس شواہد، اور مستند اعداد و شمار پر توجہ مرکوز کرنا نہایت ضروری ہے۔ صرف ایسی ہی رپورٹس معاشرے میں مذہبی تنازعات کو سمجھنے اور ان کے حل کے لیے مؤثر حکمت عملی تیار کرنے میں معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔

حقائق اور اعداد و شمار کا جائزہ

تین اہم تنظیموں نے اس مہم کی قیادت کی ہے: ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (HRCP)، جو ملک میں انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے کام کرنے والا ایک معروف نگران ادارہ ہے؛ پاکستان ہندو کونسل (PHC)، جو ہندو برادری کے حقوق کے لیے سرگرم عمل ایک تنظیم ہے؛ اور نیشنل کمیشن برائے انصاف و امن (NCJP)، جو عیسائی مشنریوں کی طرف سے مالی امداد حاصل کرنے والی ایک عیسائی تنظیم ہے۔ ان تنظیموں کی جانب سے جاری کردہ رپورٹس میں یہ بیانیہ پیش کیا گیا ہے کہ پاکستان میں ہر سال تقریباً 1000 خواتین اور لڑکیوں کو زبردستی مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ، ایک متبادل اعداد و شمار کے مطابق، ہر ماہ تقریباً 25 کیسز میں جبری تبدیلی مذہب کے واقعات رونما ہوتے ہیں۔

یہ رپورٹس اور ان میں پیش کیے گئے اعداد و شمار پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کے خلاف تشدد اور جبری تبدیلی مذہب کے رجحانات کو اجاگر کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ تاہم، ان اعداد و شمار کی معروضیت اور مستند ہونے پر سوالات بھی اٹھائے جاتے ہیں، کیونکہ ان کی بنیاد پر پیش کیے گئے دعوؤں کو اکثر ٹھوس شواہد یا مستند تحقیقی ڈیٹا کی حمایت حاصل نہیں ہوتی۔ اس کے باوجود، یہ رپورٹس پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور جبری تبدیلی مذہب کے خلاف آواز بلند کرنے کے لیے اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان رپورٹس کے بیانیے کو تنقیدی نظر سے دیکھنے کی ضرورت ہے، کیونکہ ان میں پیش کیے گئے اعداد و شمار اور دعوے بعض اوقات دیگر رپورٹس یا غیر مستند ذرائع سے نقل کیے جاتے ہیں۔ اس لیے، ان مسائل کے حل کے لیے جامع، معروضی، اور مستند تحقیق کی بنیاد پر اقدامات کرنا نہایت ضروری ہے، تاکہ مذہبی

اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ یقینی بنایا جاسکے اور جبری تبدیلی مذہب کے واقعات کو روکنے کے لیے مؤثر حکمت عملیاں تیار کی جاسکیں۔

MSP، SAP-PK، NCJP، PHC، HRCP اور عورت فاؤنڈیشن کے ذریعہ ایک سال میں 1,000 جبری تبدیلیوں یا ایک مہینے میں 20-25 کے اعداد و شمار کو طرح تیار اور پھیلانے کی کوشش کرتا ہے۔ باقی این جی اوز کی رپورٹس، جیسے کہ شرکت گاہ⁽¹⁾ یا بین الاقوامی تنظیموں اور انسانی حقوق کے محافظوں نے، ان این جی اوز کی طرف سے تیار کردہ دعویٰ کردہ اعداد و شمار کو بغیر تصدیق کی زحمت کے شوق سے اٹھایا۔ نتیجتاً، غیر تصدیق شدہ اعداد و شمار مختلف این جی اوز کی رپورٹوں میں گردش کرتے رہے جس میں تقریباً ہر ایک رپورٹ کو ثبوت کے بنیادی ذریعہ کے طور پر پیش کیا گیا۔ اصل رپورٹوں کی کھوج لگانا مشکل ہے۔ درحقیقت، ایسا لگتا ہے کہ ایسی کوئی رپورٹ یا ڈیٹا سیٹ نہیں ہے جو ہمیں پاکستان میں 'زبردستی' تبدیلیوں کے ماہانہ اور سالانہ تخمینے تک پہنچنے کا طریقہ دکھاسکے۔ جمع کیے گئے اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ جبری تبدیلی اور شادی کا معاملہ سرخیوں سے کہیں زیادہ پیچیدہ ہے جیسے: 'ہر سال 1,000 اقلیتی لڑکیوں کو زبردستی شادی پر مجبور کیا جاتا ہے' (2)۔

کسی بھی معروف یا مستند تنظیم نے یہ ثبوت فراہم نہیں کیا کہ پاکستان میں ہر سال 1000 غیر مسلم لڑکیوں کو زبردستی مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ 2014 میں، ایک غیر سرکاری تنظیم Movement for Solidarity and Peace in Pakistan (MSP) نے کیتھولک خبر رساں ایجنسی فیڈس کے ذریعے نامعلوم ذرائع سے جمع کیے گئے ڈیٹا پر مبنی ایک رپورٹ کا حوالہ دیا۔ اس رپورٹ میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ پاکستان میں ہر سال تقریباً 700 عیسائی خواتین اور 300 ہندو خواتین کو اغوا کیا جاتا ہے اور انہیں زبردستی مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ تاہم، اس رپورٹ میں اپنے دعوے کی حمایت میں کسی مخصوص نام، واقعات، یا ٹھوس شواہد کا ذکر نہیں کیا گیا، جس کی وجہ سے اس کی معروفیت اور مستند ہونے پر سوالات اٹھائے گئے۔ اس کے برعکس، اقلیتی حقوق کے تحفظ کے لیے کام کرنے والی ایک غیر سرکاری تنظیم سینٹر فار سوشل جسٹس (CSJ) کے مرتب کردہ اعداد و شمار کے مطابق، چھ سالوں (2013-2019) کے دوران جبری تبدیلی مذہب کے کل 160 واقعات ریکارڈ کیے گئے۔ یہ اعداد و شمار زیادہ معقول اور قابل اعتماد معلوم ہوتے ہیں، کیونکہ یہ مخصوص کیسز اور واقعات پر مبنی ہیں۔ یہ بات بھی اہم ہے کہ ہر مذہبی تبدیلی کو جبری تبدیلی قرار نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ کچھ کیسز میں افراد اپنی رضامندی سے بھی مذہب تبدیل کرتے ہیں۔

¹ "Women's Rights in Pakistan – Status and Challenges," Shirkat Gah, 2012, http://lib.ohchr.org/HRBodies/UPR/Documents/Session14/PK/JS13_UPR_PAK_S14_2012_JointSubmission13_E.pdf

² -Aqeel, Asif. "The index of religious diversity and inclusion in Pakistan." Centre for Law and Justice, 2020.

تاہم، غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز) کی تیار کردہ رپورٹس اکثر مسئلے کی پیچیدگی کو مکمل طور پر نہیں سمجھتیں، بلکہ اسے سیاسی یا جذباتی لہجے میں پیش کرتی ہیں۔ ان رپورٹس میں اکثر ایک دوسرے کے حوالے دیتے ہوئے تکراری بیانات شامل ہوتے ہیں، جس سے حقائق کی بجائے بیانیے کو ہی تقویت ملتی ہے۔ اس طرح، ان رپورٹس کی بنیاد پر کیے گئے دعوؤں کو تنقیدی نظر سے دیکھنے کی ضرورت ہے، اور مذہبی تبدیلی کے معاملات کو سمجھنے کے لیے معروضی، مستند، اور جامع تحقیق کی بنیاد پر اقدامات کرنا نہایت ضروری ہے۔

ایسے واقعات میں زیادہ تر غیر مسلم لڑکیاں نچلی ذات کے ہندو اور غریب خاندانوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ زیادہ تر واقعات میں لڑکیوں نے گھریلو معاشی حالات یا پھر تشدد کی وجہ سے ایسا اقدام اٹھایا جبکہ بعض واقعات میں باہمی محبت کے باعث غیر مسلم لڑکیوں نے اسلام قبول کر کے مسلمان لڑکوں سے شادیاں کی ہیں تاہم لڑکیوں کے والدین، برادری یا پھر مختلف این جی اوز کی طرف سے ان واقعات کو جبری مذہب تبدیلی / شادی کا نام دیا جاتا ہے۔

موجودہ بیانیہ کی تشہیر

زبردستی تبدیلی مذہب کا مسئلہ 2010 کے بعد سے میڈیا اور سماجی حلقوں میں نمایاں ہونا شروع ہوا، جب کئی وکالت پر مبنی غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز) نے اسے اپنے ایجنڈے کا حصہ بنایا۔ ان تنظیموں میں ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (HRCP) بھی شامل تھی، جس نے اس مسئلے کو قومی اور بین الاقوامی سطح پر اجاگر کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ HRCP نے مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور جبری تبدیلی مذہب کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے، اسے انسانی حقوق کے تناظر میں پیش کیا۔

اس کے نتیجے میں، زبردستی تبدیلی مذہب کا معاملہ بین الاقوامی فورمز پر بھی زیر بحث آیا۔ خاص طور پر، اقوام متحدہ کے یونیورسل پیریڈک ریویو (UPR) کے دوران، جو 30 اکتوبر 2012 کو منعقد ہوا، کئی ممالک جیسے آسٹریا، تھائی لینڈ، اور کینیڈا نے پاکستان پر زور دیا کہ وہ جبری تبدیلی مذہب کے واقعات کو روکنے کے لیے مؤثر اقدامات کرے۔ ان ممالک نے پاکستان کو سفارشات پیش کیں کہ وہ مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے قوانین کو مضبوط بنائے اور جبری تبدیلی مذہب کے خلاف سخت اقدامات اٹھائے۔

اس طرح، زبردستی تبدیلی مذہب کا مسئلہ نہ صرف قومی بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی ایک اہم موضوع بن گیا، جس نے پاکستان پر دباؤ ڈالا کہ وہ مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے ٹھوس اقدامات کرے۔ تاہم، اس مسئلے کو سمجھنے اور حل کرنے کے لیے معروضی تحقیق، مستند اعداد و شمار، اور جامع حکمت عملی کی ضرورت ہے، تاکہ مذہبی ہم آہنگی اور انسانی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنایا جاسکے۔ HRCP نے اپنی 2010 کی ایک رپورٹ میں بتایا کہ:

بعض اوقات اقلیتی عقیدے سے تعلق رکھنے والی لڑکی کی تبدیلی اس کے اغوا اور / یا عصمت دری سے شروع ہوتی ہے۔ بعد میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ لڑکی نے اسلام قبول کر لیا ہے، ایک مسلمان سے شادی کر لی ہے اور وہ اپنے خاندان کے پاس واپس نہیں جانا چاہتی ہے۔ ورکنگ گروپ کے اراکین کا کہنا تھا کہ اس طرح کے قانونی چیلنجوں میں، عدالتوں نے شاذ و نادر ہی اغوا شدہ لڑکی کی تحویل کے معاملات کا فیصلہ خاندان کے حق میں کیا ہے، بعض اوقات اس صورت میں بھی کہ لڑکی کی عمر 12 یا 13 سال سے زیادہ کیوں نہ ہو۔ ان کا کہنا تھا کہ جن عدالتوں کو اس طرح کے معاملات پر فیصلہ سنانے کے لیے کہا گیا تھا وہ ہمیشہ بہت زیادہ عوامی دباؤ میں آتی ہیں، عدالتی کمروں کی شکل میں جو نعرے لگانے والے جوش سے بھرے ہوتے ہیں۔ ورکنگ گروپ کے اراکین نے بتایا کہ ملک میں ہر سال جبری تبدیلی کے متعدد واقعات رپورٹ ہوتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ جو بھی شخص مذہب تبدیل کرنا چاہتا ہے اسے محفوظ ماحول میں اتھارٹی کے سامنے پیش ہونا چاہیے۔ اتھارٹی کے پاس یہ اختیار ہونا چاہیے کہ وہ زیر بحث شخص کو تحفظ دے اور اگر جبر کا الزام لگایا گیا ہو تو ملزم کے خلاف مقدمہ چلایا جائے۔ یہ تجویز دی گئی کہ اعلیٰ ججوں اور بے داغ کردار کے حامل افراد کو اتھارٹی میں نامزد کیا جائے۔⁽¹⁾

2010 سے قبل اور اس کے بعد، پاکستان میں مراعات یافتہ ذات کے ہندوؤں نے اپنے ذات پات پر مبنی فورمز، جیسے ہندو پنچایت پاکستان اور پاکستان ہندو کونسل، کے ذریعے جبری تبدیلی مذہب کے مسئلے کو بار بار اٹھایا۔ ان تنظیموں نے ہندو برادری کے حقوق کے تحفظ اور مذہبی تبدیلی کے خلاف آواز بلند کرنے کے لیے متعدد پبلیٹ فارمز پر فعال کردار ادا کیا۔ اس کے علاوہ، انسانی حقوق کے محافظوں کے اجلاسوں میں بھی یہ مسئلہ زیر بحث آیا، جہاں مذہبی اقلیتوں کے خلاف تشدد اور جبری تبدیلی مذہب کے واقعات پر تفصیلی بات چیت ہوئی۔

ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (HRCP) نے ایسی میٹنگز اور فورمز کے انعقاد میں پیش قدمی کی، جہاں مذہبی اقلیتوں کے مسائل کو اجاگر کیا گیا اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے تجاویز پیش کی گئیں۔ HRCP نے نہ صرف قومی سطح پر بلکہ بین الاقوامی فورمز پر بھی اس مسئلے کو اٹھانے میں اہم کردار ادا کیا، جس سے جبری تبدیلی مذہب کے خلاف آگاہی اور اس کے حل کے لیے اقدامات کی راہ ہموار ہوئی۔ ان کوششوں کے ذریعے، مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کو فروغ دینے اور سماجی انصاف کو یقینی بنانے کی کوششیں کی گئیں۔ 2011 میں اپنی ایک رپورٹ میں، HRCP کے مطابق:

¹ HRCP, April 2011, p.36-37

2011 میں ورکنگ گروپ کے دو اجلاسوں میں کئی ہندو شرکاء نے سندھ میں ہندو لڑکیوں اور خواتین کو زبردستی اسلام قبول کرنے اور مسلمانوں سے شادی کرنے کا معاملہ اٹھایا۔ ان کا کہنا تھا کہ اس سنگین مسئلے پر کوئی توجہ نہیں دے رہا اور عدالتیں ان مقدمات کو توڑ مروڑ کر متاثرہ کو انصاف فراہم کرنے میں ناکام رہیں۔⁽¹⁾

ایسا لگتا ہے کہ 2010 تک، ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (HRCP) نے جبری تبدیلی مذہب کے مقدمات کی ماہانہ اور سالانہ اوسط کے ساتھ رپورٹس پیش کی تھیں، جو بعد ازاں مختلف تنظیموں، سیاست دانوں، انسانی حقوق کے کارکنوں، اور حتیٰ کہ ماہرین تعلیم کے ذریعے 'زبردستی تبدیلی مذہب' کے وجود کے ثبوت کے طور پر استعمال ہوئیں۔ HRCP کے اعداد و شمار کو اکثر اس مسئلے کی بنیاد کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، حالانکہ ان کی معروضیت اور مستند ہونے پر سوالات بھی اٹھائے جاتے ہیں۔

ایک مقامی غیر سرکاری تنظیم، شرکت گاہ، شاید ان اولین تنظیموں میں شامل تھی جنہوں نے تخمینی اعداد و شمار پیش کرتے ہوئے HRCP کا حوالہ دیا۔ شرکت گاہ نے اپنی رپورٹ "پاکستان میں خواتین کے حقوق: حیثیت اور چیلنجز" میں، جو اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل میں اسٹیک ہولڈرز کی مشترکہ پیشکش کے طور پر پیش کی گئی تھی، یہ دعویٰ کیا کہ پاکستان میں ہر ماہ اوسطاً 25 جبری تبدیلی مذہب کے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ اس رپورٹ میں یہ بھی نوٹ کیا گیا کہ آئین پاکستان عقیدہ کی آزادی اور قانون کے سامنے مساوی تحفظ کی ضمانت دیتا ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ شرکت گاہ نے براہ راست ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (HRCP) کا حوالہ نہیں دیا، بلکہ یہ اعداد و شمار ایک اور ذریعے سے حاصل کیے گئے تھے، جس نے HRCP کا حوالہ دیا تھا۔ یہ ذریعہ رابعہ علی کا اخباری مضمون تھا، جو 30 مارچ 2010 کو دی نیوز میں شائع ہوا تھا۔ اس مضمون میں جبری تبدیلی مذہب کے واقعات کے بارے میں اعداد و شمار پیش کیے گئے تھے، جو بعد ازاں شرکت گاہ کی رپورٹس میں شامل ہوئے۔

شرکت گاہ کی رپورٹس کو دیگر غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز)، مفاد پرست گروپوں، اور بین الاقوامی اداروں بشمول ملکی قومی تنظیموں کی طرف سے بھی حوالہ دیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر، ریسرچ ڈائریکٹوریٹ، امیگریشن اینڈ ریفرنس بورڈ آف کینیڈا نے شرکت گاہ اور دیگر ذرائع کا حوالہ دیتے ہوئے یہ دلیل دی کہ، "ذرائع کے مطابق، ہر ماہ تقریباً 20 ہندو لڑکیوں اور خواتین کو جبری تبدیلی مذہب کے لیے اغوا کیا جاتا ہے۔ کراچی، صوبہ سندھ میں ہر ماہ 15 سے 20 ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں" (امریکہ، 20 مارچ 2012؛ اقوام متحدہ، 27 فروری 2012)۔

¹ Shirkat Gah. "Women's Rights in Pakistan: Status and Challenges. Stakeholders Joint Submission to UN Human Rights Council: Pakistan's Universal Periodic Review – 14th Session October 2012.

Shirkat Gah – Women's Resource Centre. 2013.

http://lib.ohchr.org/HRBodies/UPR/Documents/Session14/PK/JS13_UPR_PAK_S14_2012_JointSubmission13_E.pdf.

اس طرح، مختلف ذرائع ایک دوسرے کے حوالے دیتے ہوئے اعداد و شمار کو بار بار دہراتے ہیں، جس سے ایک چکر پیدا ہو جاتا ہے۔

اگرچہ HRCP کبھی کبھار جبری تبدیلی مذہب کے حوالے سے کچھ اعداد و شمار پیش کرتا ہے، لیکن یہ واضح نہیں ہوتا کہ یہ تخمینے کس طریقہ کار یا ذرائع پر مبنی ہیں۔ HRCP ان اعداد و شمار تک پہنچنے کے طریقہ کار یا بنیاد کے بارے میں تفصیلات فراہم نہیں کرتا، جس کی وجہ سے ان کی معروضیت اور مستند ہونے پر سوالات اٹھائے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر، انسانی حقوق کی ریاست پر اپنی 2018 کی رپورٹ میں، یہ لکھتا ہے:

بد قسمتی سے پاکستان میں جبری تبدیلی اور جبری شادیوں کے بارے میں کوئی مستند ڈیٹا دستیاب نہیں ہے۔ 2018 میں صرف صوبہ سندھ میں ہندو اور عیسائی لڑکیوں کے تقریباً ایک ہزار واقعات کا تخمینہ لگایا گیا۔⁽¹⁾

متعلقہ ڈیٹا سیٹ یا طریقہ کار کا کوئی واضح حوالہ یا لنک موجود نہیں ہے جس کی بنیاد پر ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (HRCP) یا کسی دوسری تنظیم نے جبری تبدیلی مذہب کے تخمینے لگائے ہوں۔ ان تخمینوں کی تصدیق کا کوئی شفاف طریقہ کار بھی دستیاب نہیں ہے۔ تاہم، اس طریقہ کار کی خامی کو اس وضاحت سے کسی حد تک پُر کیا گیا ہے کہ: ذرائع، جن کا متن میں واضح طور پر حوالہ نہیں دیا گیا، ان میں HRCP کے سروے، حقائق پر مبنی رپورٹس، نامہ نگاروں اور نجی شہریوں سے رابطے، سرکاری گزٹ، اقتصادی اور قانونی دستاویزات، عوامی پریس ریلیز اور بیانات، قومی اور علاقائی پریس میں شائع ہونے والی رپورٹس، اور بین الاقوامی ایجنسیوں کی اشاعتیں جیسے UNDP، UNFPA، UNICEF، WHO، ILO شامل ہیں۔

تاہم، سرکاری رپورٹس، پریس اکاؤنٹس، اور این جی اوز کے ذریعے کیے گئے نمونے کے سروے کی محدودیت کو مد نظر رکھتے ہوئے، یہاں پیش کردہ اعداد و شمار اور جائزے ہمیشہ مکمل یا درست تصویر پیش نہیں کرتے۔ انہیں سال کے دوران رجحانات کی عکاسی کے طور پر لیا جانا چاہیے، نہ کہ قطعی اور حتمی حقائق کے طور پر۔ اس لیے، جبری تبدیلی مذہب جیسے حساس معاملات پر تحقیق کرتے وقت معروضیت، شفافیت، اور مستند ذرائع کا استعمال نہایت ضروری ہے، تاکہ درست اور قابل اعتماد نتائج حاصل کیے جاسکیں۔

نیشنل کمیشن فار جسٹس اینڈ پیس (NCJP) اور ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (HRCP) کی طرف سے پیش کیے گئے تخمینے بڑے پیمانے پر نقل کیے گئے ہیں اور انسانی حقوق کے کارکنوں کی تیار کردہ مختلف رپورٹس میں انہیں بار بار استعمال کیا گیا ہے۔ NCJP ایک معروف انسانی حقوق کا ادارہ ہے، جسے پاکستان کیتھولک بشپس کانفرنس

¹ -HRCP, 2019, p.119

نے 1985 میں قائم کیا تھا۔ یہ تنظیم پاکستان کے بڑے شہری مراکز میں اپنی سرگرمیاں انجام دیتی ہے، جبکہ اس کا قومی دفتر لاہور میں واقع ہے۔

NCJP نے اپنے قیام کے بعد سے ہی مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ، سماجی انصاف، اور امن کے فروغ کے لیے نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ 2016 میں، Pax Christi International (Geneva) نے NCJP کو انسانی حقوق، بالخصوص مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے میدان میں اس کی غیر معمولی کوششوں کے اعتراف میں امن ایوارڈ 2016 سے نوازا۔ یہ ایوارڈ NCJP کی کوششوں اور کامیابیوں کا ایک اہم اعتراف تھا، جس نے اسے بین الاقوامی سطح پر بھی پہچان دلائی۔

NCJP اور HRCP جیسی تنظیموں کی رپورٹس اور تخمینے اکثر انسانی حقوق کے کارکنوں، محققین، اور پالیسی سازوں کے لیے اہم حوالہ جات کا کام کرتے ہیں۔ تاہم، ان تخمینوں کی بنیاد پر کیے گئے دعوؤں کو تنقیدی نظر سے دیکھنے کی ضرورت ہے، کیونکہ ان کے طریقہ کار اور ذرائع کے بارے میں مکمل شفافیت نہیں ہوتی۔ اس لیے، مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور جبری تبدیلی مذہب جیسے مسائل کے حل کے لیے معروضی تحقیق اور مستند اعداد و شمار کی بنیاد پر اقدامات کرنا نہایت ضروری ہے۔

رپورٹ کے مطابق، NCJP کے انسانی حقوق کے مانیٹر 2005 نے لاہور سے چھپنے والے چار روزناموں کی نگرانی کرتے ہوئے 1999 سے 2004 کے درمیان 762 غیر مسلموں کے اسلام قبول کرنے کا ریکارڈ کیا۔⁽¹⁾ NCJP کا انسانی حقوق مانیٹر 2012-13، تاہم دعویٰ کرتا ہے کہ 2000 سے 2012 تک 12 سالوں کے دوران 'زبردستی' تبدیلی مذہب کے 1,791 (جن میں سے 624 عیسائی ہیں) واقعات ہوئے۔⁽²⁾ اس کا مطلب ہے کہ ہر سال 60 ہندو لڑکیوں کو مبینہ طور پر 'زبردستی' کے ذریعے تبدیل کیا جاتا ہے اور ہر ماہ پانچ کو 'زبردستی' تبدیل کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہر سال 51 عیسائی لڑکیاں تبدیل ہوتی ہیں اور ہر مہینے میں چار۔

اخبارات میں متعدد کیسز رپورٹ ہوئے ہیں جن میں مبینہ طور پر اغوا اور جبری تبدیلی مذہب کے واقعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ واقعات اکثر متاثرہ لڑکیوں یا خواتین کے والدین، اہل خانہ، یا انسانی حقوق کے کارکنوں کے دعوؤں پر مبنی ہوتے ہیں۔ تاہم، اس کا مطلب یہ ہے کہ انسانی حقوق کی نگرانی کرنے والے اداروں نے ان کیسز کی ابتدائی تحقیق یا تصدیق کرنے کے بجائے، محض اخباری رپورٹس کو بنیاد بنا کر اعداد و شمار اکٹھے کیے ہیں۔ یہ طریقہ کار اس بات کا تعین کرنے میں ناکام رہتا ہے کہ آیا یہ رپورٹس مستند ہیں یا محض الزامات پر مبنی ہیں۔ اس کے باوجود، ان کیسز کو بار بار "ثابت شدہ" واقعات کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اور بین الاقوامی سطح پر پاکستانی ریاست اور معاشرے

¹ "Human Rights Monitor 2005," National Commission for Justice and Peace-Pakistan.

² "http://www.ncjp-pk.org/media/publications/Human_Rights_Monitor_2012-13.pdf."

کو بدنام کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ رپورٹس اکثر سیاسی اور سماجی مقاصد کے لیے استعمال ہوتی ہیں، جس سے پاکستان کی بین الاقوامی شبیہ متاثر ہوتی ہے۔ تاہم، ان کیسز کی مستند تحقیق اور تصدیق کے بغیر، انہیں حتمی حقائق کے طور پر پیش کرنا درست نہیں ہے۔

اس لیے، جبری تبدیلی مذہب جیسے حساس معاملات پر تحقیق کرتے وقت معروضیت، شفافیت، اور مستند ذرائع کا استعمال نہایت ضروری ہے۔ اخباری رپورٹس کو بنیاد بنا کر کیے گئے دعوؤں کی بجائے، جامع تحقیقات اور تصدیق شدہ اعداد و شمار کی بنیاد پر اقدامات کرنا چاہیے، تاکہ مذہبی اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ یقینی بنایا جاسکے اور پاکستان کے بین الاقوامی امیج کو بھی بہتر بنایا جاسکے۔

برمنگھم یونیورسٹی کے لیے روبن اکیمرین کی رپورٹ⁽¹⁾ اور عورت فاؤنڈیشن کے لیے سارہ زمان نے ایک بیانیہ تیار کرنے کے لیے اس MSP رپورٹ پر انحصار کیا ہے۔⁽²⁾ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ رپورٹ اس عاجزانہ نوٹ کے ساتھ شروع ہوتی ہے کہ "زبردستی تبدیلیوں کے اعداد و شمار یا تو قریب ہیں یا دستیاب نہیں"۔ اس کے بعد یہ بتدریج غیر تصدیق شدہ ذرائع کا حوالہ دیتے ہوئے یہ ثابت کرتا ہے کہ 'زبردستی تبدیلی' درحقیقت بڑے پیمانے پر ہو رہی ہے۔ مثال کے طور پر چند اخباری مضامین سے اندازہ لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"رپورٹنگ کی کمی اور جرم کی پیچیدہ نوعیت کی وجہ سے جبری تبدیلی اور شادی کے پھیلاؤ اور واقعات کا درست اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اس لیے اندازے کے مطابق ہر سال 100 سے 700 شکار مسیحی لڑکیاں ہوتی ہیں۔ ہندو برادری کے لیے، انتہائی قدامت پسند اندازوں کے مطابق متاثرین کی تعداد سالانہ 300 بتائی جاتی ہے۔ اقلیتی وکالت کرنے والے گروپوں نے تبدیلیوں کے معاملات اور میڈیا رپورٹس سے اعداد و شمار نکالنے کی کوشش کی ہے۔ یہ طریقے بھی ناکافی ہیں کیونکہ تبدیلی کی شدت اور پیمانہ میڈیا کی رپورٹ سے کہیں زیادہ ہے۔"⁽³⁾

اس رپورٹ میں کوئی ڈیٹا سیٹ یا آن لائن لنک فراہم نہیں کیا گیا ہے جس کے ذریعے دعویٰ کردہ کیسز کی تصدیق کی جاسکے۔ یہ رپورٹ 'زبردستی تبدیلی مذہب' سے متعلق اخباری رپورٹس کو بغیر کسی تنقیدی جائزے کے قبول کرتی ہے اور یہ فرض کرتی ہے کہ ایسی تمام رپورٹس 'زبردستی تبدیلی' کے واقعات کی عکاسی کرتی ہیں۔ تاہم، اس

¹ -Ackerman, Reuben. "Forced Conversions & Forced Marriages in Sindh, Pakistan." CIFoRB, University of Birmingham, UK, 2018.

² -Zaman, Sarah. "Forced Marriages and Inheritance Deprivation in Pakistan." Aurat Publication and Information Service Foundation. 2014. www.af.org.pk/pub_files/1416847483.pdf.

³ "Forced Marriages & Forced Conversions," MSP, 2014, http://d3n8a8pro7vhmx.cloudfront.net/msp/pages/162/attachments/original/1396724215/MSP_Report_-_Forced_Marriages_and_Conversions_of_Christian_Women_in_Pakistan.pdf?1396724215.

رپورٹ میں کوئی شماریاتی طریقہ کار یا اعداد و شمار پیش نہیں کیے گئے ہیں جن کی بنیاد پر عیسائی یا ہندو لڑکیوں کی زبردستی تبدیلی کی تعداد کا درست اندازہ لگایا جاسکے۔

Movement for Solidarity and Peace in Pakistan (MSP) کی رپورٹ میں دعویٰ کردہ 'زبردستی تبدیلی' کے کیسز کی تعداد کو دیگر رپورٹس میں مزید توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے، جس کے نتیجے میں ہر سال 1,000 کیسز کا ایک غیر مستند اور جادوئی عدد سامنے آیا ہے۔ یہ عدد کسی واضح شماریاتی بنیاد یا تحقیق پر مبنی نہیں ہے، بلکہ مختلف رپورٹس کے حوالہ جات کو بار بار نقل کرنے سے حاصل کیا گیا ہے۔ اس طرح، یہ عدد ایک غیر معتبر اور غیر مستند دعویٰ بن کر رہ گیا ہے۔ مثال کے طور پر، آل پارٹی پارلیمانی گروپ برائے بین الاقوامی آزادی مذہب یا عقیدہ نے ستمبر 2019 میں ایک رپورٹ شائع کی جس میں انہوں نے نوٹ کیا کہ:

اگرچہ کوئی درست اعداد و شمار دستیاب نہیں ہیں، پاکستانی این جی اوز جیسا کہ موومنٹ فار سولیڈیریٹی اینڈ پیس نے اندازہ لگایا ہے کہ پاکستان میں سالانہ تقریباً 1,000 ہندو اور عیسائی لڑکیوں کو اغوا کیا جاتا ہے، انہیں زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے اور زبردستی شادی کی جاتی ہے یا جسم فروشی میں فروخت کیا جاتا ہے۔⁽¹⁾

HRCP کے ہر سال 1,000 اور ہر ماہ 20-25 تبدیلی کے خود متضاد اعداد و شمار (جو ہر سال 240-300 تک کا اضافہ کرتے ہیں) بین الاقوامی تنظیموں، ہندو اور عیسائی حقوق کے کارکنوں اور انسانی حقوق کے محافظوں نے ایک یا دوسری رپورٹ سے حوالہ دیا ہے اور مسئلہ کی سنگینی کے ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے۔ مثال کے طور پر، یونائیٹڈ سٹیٹس کمیشن آن انٹرنیشنل ریلیجیئس فریڈم (یو ایس سی آئی آر ایف) نے اپنی سالانہ رپورٹ 2019 میں نوٹ کیا ہے کہ، "نیشنل کمیشن آف جسٹس اینڈ پیس اور ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان سمیت متعدد آزاد ادارے تسلیم کرتے ہیں کہ ہر سال ایک اندازے کے مطابق 1000 نوجوان خواتین کو زبردستی اسلام قبول کیا جاتا ہے۔ بہت سے لوگوں کو اغوا کیا جاتا ہے، زبردستی شادی کی جاتی ہے، اور عصمت دری کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔"⁽²⁾

اس کے علاوہ، CSW کی ایک رپورٹ سے ایک مثال لی، جس میں کہا گیا ہے: "عورت فاؤنڈیشن کا اندازہ ہے کہ ہر سال 1,000 عیسائی اور ہندو لڑکیوں کو اغوا کیا جاتا ہے اور زبردستی شادی اور مذہب تبدیل کرنے پر مجبور

¹ "Report on Forced Marriages and Forced Conversions in the Christian Community of Pakistan," Movement for Solidarity and Peace, 2014, p.2, http://d3n8a8pro7vhmx.cloudfront.net/msp/pages/162/attachments/original/1396724215/MSP_Report_Forcible_Marriages_and_Conversions_of_Christian_Women_in_Pakistan.pdf?1396724215.

² "Pakistan: USCIRF-Recommended Countries of Particular Concern (CPC)," USCIRF, 2019, https://www.uscifr.gov/sites/default/files/Tier1_PAKISTAN_2019.pdf

کیا جاتا ہے۔" یہ معلومات کے اس ٹکڑے کا درج ذیل حوالہ فراہم کرتا ہے: "عورت پبلیکیشن اینڈ انفارمیشن سروس فاؤنڈیشن (2014)، پاکستان میں جبری شادیاں اور وراثت سے محرومی۔⁽¹⁾

عورت فاؤنڈیشن کی رپورٹ میں (2014) MSP کا بھی حوالہ دیا گیا ہے⁽²⁾ تاکہ ہر سال 1,000 کیسز کے اپنے دعوے کو تقویت ملے MSP: "یہ بھی رپورٹ کرتا ہے کہ ہر سال 100 سے 700 عیسائی اور 300 ہندو لڑکیوں کی زبردستی شادی کر دی جاتی ہے تاکہ انہیں اسلام قبول کیا جاسکے۔" ستم ظریفی یہ ہے کہ عورت فاؤنڈیشن کی رپورٹ، جو کہ زبردستی تبدیلیوں کے کیسز کی بڑی تعداد کے لیے بحث کرنے کے لیے ایک بار بار حوالہ کا ذریعہ بنتی ہے، معلومات یا بنیادی ڈیٹا کے لیے کوئی بنیاد فراہم نہیں کرتی ہے بلکہ صرف دوسری رپورٹس سے مستعار لیتی ہے۔ کراچی میں مقیم ایک صحافی اور ہندو حقوق کی کارکن ویگاس نے نیو انڈین ایکسپریس میں لکھا کہ:

2012 اور 2015 کے درمیان 67 ہندو لڑکیوں کو اغوا کیا گیا۔ پاکستان (SAP-PK) کی ایک رپورٹ میں بتایا گیا کہ پاکستان میں اقلیتی برادریوں سے کم از کم 1,000 لڑکیوں کو جبری طور پر اسلام قبول کیا جاتا ہے۔⁽³⁾ اس بیانے کے حامی خود کو اس اعداد و شمار تک محدود نہیں رکھتے بلکہ اکثر یہ الزام لگا کر سنسنی بڑھاتے ہیں کہ بنیاد پرست اسلام پسندوں اور مذہبی علما کی طرف سے دھمکیوں کے تاثرات کی وجہ سے جبری تبدیلی کے بہت سے واقعات رپورٹ نہیں ہوتے ہیں۔ SAP-PK کی رپورٹ حقوق کے کارکنوں اور صحافیوں کے لیے ایک اور ذریعہ نقل کیا گیا ہے اور اس نے اس داستانی شخصیت کی تیاری اور پھیلاؤ میں بہت زیادہ اضافہ کیا ہے۔ SAP-PK REAT نیٹ ورک کے تحت کام کرتا ہے اور اس کا انتظام ایک اعلیٰ ذات کے ہندو قوم پرست کرشن شرما کرتے ہیں۔ بیان کی اصلیت کو کھودنے کے لیے مواد کا جائزہ صرف ایک مراعات یافتہ ذات کے ہندو سیاست دان ریش کمار کے عوامی بیان کا باعث بن سکتا ہے۔⁽⁴⁾

SAP-PK کی رپورٹ میں نامعلوم ذرائع کی بنیاد پر ایک بڑا دعویٰ کیا گیا ہے کہ "سندھ میں گزشتہ 15 سالوں کے دوران جبری تبدیلی مذہب کا فیصد 1947 سے 1987 تک کے ایسے واقعات کے برابر ہے۔" تاہم، رپورٹ میں اس تخمینے کے ماخذ یا بنیاد کے بارے میں کوئی حوالہ یا وضاحت فراہم نہیں کی گئی ہے، جس سے اس دعوے کی معروضیت اور مستند ہونے پر سوالات اٹھتے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ رپورٹ میں مبینہ جبری تبدیلی مذہب کے

¹ "Aurat Publication and Information Service Foundation (2014), Forced Marriages and Inheritance Deprivation in Pakistan. www.af.org.pk/pub_files/1416847483.pdf."

² http://d3n8a8pro7vbm.cloudfront.net/msp/pages/162/attachments/original/1396724215/MSP_Report_Forced_Marriages_and_Conversions_of_Christian_Women_in_Pakistan.pdf?1396724215.

³ "Brides of Despair," *New Indian Express*, March 31, 2019, <https://www.newindianexpress.com/magazine/2019/mar/31/brides-of-despair-1956753.html>

⁴ original statements made by Vankwani on forced conversion: https://www.youtube.com/watch?v=_5yg6ELbjE4.

صرف ایک کیس اسٹڈی کو تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔ یہ کیس ہنجو کو لہی کی بیٹی اور بھتیجی سے متعلق ہے، جن کے بارے میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ انہیں سامارو میں اغوا کر کے زبردستی مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا گیا۔ تاہم، اس کیس کو بھی الزامی لہجے میں بیان کیا گیا ہے، جس میں کوئی شفافیت یا تحقیقی بنیاد نظر نہیں آتی۔ رپورٹ کا باقی حصہ انتہائی مختصر اور خاکے دار ہے، جس میں صرف چند سرخیوں اور مقامی انسانی حقوق کے کارکنوں کے بیانات کو شامل کیا گیا ہے۔ اس طرح، رپورٹ کا بیشتر مواد غیر مستند اور غیر معتبر ذرائع پر مبنی ہے، جس میں جامع تحقیق یا شفاف طریقہ کار کا فقدان ہے۔ یہ رپورٹ جبری تبدیلی مذہب کے مسئلے کو سمجھنے کے لیے کافی نہیں ہے، کیونکہ اس میں اعداد و شمار، تحقیقی بنیاد، اور معروضیت کی کمی ہے۔

اسی طرح، عارفہ شکیل (2017) کی طرف سے لکھی گئی CCJP کی رپورٹ میں NCJP کے اعداد و شمار کے ساتھ ساتھ ریش کمار کے ایک اخبار میں شائع ہونے والے بیان کا بھی حوالہ دیا گیا ہے جس میں 'زبردستی' تبدیلی کی دلیل دی گئی ہے:-

پاکستان میں ہر سال تقریباً ایک ہزار ہندو اور عیسائی لڑکیوں کو اغوا کیا جاتا ہے۔ پاکستان ہندو کونسل (PHC) کے چیف سرپرست ڈاکٹر ریش کمار نے کہا کہ جبری شادیوں کے ذریعے انہیں اسلام قبول کیا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر مسیحی برادری پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے، تحقیق میں کہا گیا ہے کہ ہر سال تقریباً 700 لڑکیاں اغوا کی جاتی ہیں جب کہ "قدامت پسند اندازے" بتاتے ہیں کہ 12 اور 25 سال کی عمر میں تقریباً 300 ہندو ہیں۔

مصنف ایک سیاست دان اور ایک اعلیٰ ذات کی ہندو تنظیم کے تاحیات سربراہ سرپرست کے سیاسی بیان کو اہمیت دیتا ہے، اور تحقیقی مطالعہ کے بجائے صرف ایک صحافی کے ثانوی ذرائع پر مبنی آن لائن اخباری مضمون کا حوالہ دیتا ہے۔⁽¹⁾ وانکوانی کے بیان کو بڑے پیمانے پر نقل کیا گیا ہے اور غلط کہا گیا ہے کہ یہ ایک تحقیقی مطالعہ پر مبنی ہے۔ یہی بیان ایک مختلف ذریعہ سے Rebecca Seiler (2014) کے مقالے میں بھی نقل کیا گیا ہے: "پاکستان ہندو کونسل کے چیف سرپرست ڈاکٹر ریش کمار وانکوانی کے مطابق سالانہ تقریباً ایک ہزار عیسائی اور ہندو لڑکیاں، جن میں سے تقریباً سات سو عیسائی ہیں، کو اغوا کر کے جبری شادیوں کے ذریعے اسلام قبول کیا جاتا ہے"۔⁽²⁾

¹ Ashfaq Yusufzai, "Minorities in Pakistan Fear 'Forced Conversion' to Islam," Inter Press Service, May 19, 2014, <http://www.ipsnews.net/2014/05/minorities-pakistan-fear-forced-conversion-islam/>

² Rebecca Seiler, "Christian Persecution in Pakistan: An Examination of Life in the Midst of Violence" (senior thesis, Liberty University, 2014),

یہ رپورٹ خود حقیقی معاملات کے مطالعہ پر مبنی نہیں ہے جن پر جبری تبدیلی مذہب کا الزام لگایا گیا ہے بلکہ اسے "کراچی، اسلام آباد اور لاہور میں 5 FGDs کا انعقاد کر کے، اور کچھ قابل ذکر ہندو حقوق کارکنوں، عیسائیوں کے حقوق کے کارکنوں اور اقلیتی حقوق کے کارکنوں کا انٹرویو کر کے تیار کیا گیا ہے۔⁽¹⁾

رپورٹ میں پیش کیے گئے گراف اور اعداد و شمار بظاہر منتخب ماہرین کی رائے پر مبنی ہیں، اور ان کی بنیاد پر کوئی حقیقی ڈیٹا یا جامع مطالعہ موجود نہیں ہے۔ سروے کے ذریعے اس طرح کی منتخب معلومات کو بنیاد بنا کر، رپورٹ یہ تاثر دیتی ہے کہ پاکستان میں اقلیتوں کو تحفظ حاصل نہیں ہے، جس کی وجہ پولیس کی جانب سے شکایات کے اندراج میں ناکامی اور حکومتی حکام کی جانب سے تحفظ فراہم کرنے میں کمی بتائی گئی ہے۔ مزید یہ کہ، رپورٹ میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ حکومتی ناکامیوں کے باعث بہت سے لوگ تادان کے لیے اغوا ہونے سے بچنے کے لیے مقامی گروہوں کو تحفظ رقم ادا کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

ایک غیر تصدیق شدہ آن لائن ماخذ کی بنیاد پر، جس تک رسائی حاصل کرنے پر ایک غلطی ظاہر ہوتی ہے، رپورٹ میں یہ بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ "اکثر ایسے خاندان جو تحفظ کی رقم ادا کرنے سے قاصر ہوتے ہیں اور تادان کی ادائیگی کی استطاعت نہیں رکھتے، وہ اسلام قبول کر لیتے ہیں۔" یہ بیان پاکستان کو ایک مکمل طور پر لاقانونیت اور بے ضابطہ معاشرے کے طور پر پیش کرتا ہے، حالانکہ یہ بات واضح نہیں کی گئی کہ حکمرانی اور انتظامیہ کی ناکامیاں صرف مذہبی اقلیتوں تک محدود نہیں ہیں، بلکہ یہ پورے معاشرے کو متاثر کرتی ہیں۔ رپورٹ میں ایک اہم خامی یہ ہے کہ اس میں مبینہ متاثرین اور مجرموں دونوں کی آواز غائب ہے۔ اس طرح، رپورٹ کا بیشتر مواد یک طرفہ اور غیر متوازن ہے، جس میں معاملات کی مکمل تصویر پیش کرنے کی بجائے صرف ایک مخصوص بیانیے کو تقویت دی گئی ہے۔

اپنی 2018 کی رپورٹ میں، HRCP نے دلیل تیار کرنے کے لیے MSP کا حوالہ دیا ہے۔ HRCP MSP رپورٹ کا کوئی لنک فراہم نہیں کرتا ہے۔ تاہم، MSP کی رپورٹ میں 2000 سے 2012 تک کیتھولک چیریٹی NCJP کے اخباری رپورٹس کے اعداد و شمار کا حوالہ دیا گیا ہے۔ MSP رپورٹ درحقیقت NCJP کا یہ دعویٰ کرنے کے لیے مزید حوالہ دیتی ہے کہ ہر سال 700 عیسائی خواتین کو زبردستی تبدیل کر کے مسلمانوں سے شادی کی جاتی ہے۔ MSP NCJP کی کسی شائع شدہ رپورٹ کا حوالہ نہیں دیتا ہے لیکن اس کا حوالہ ویٹیکن نیوز کے بظاہر نامکمل لنک کا ہے جو کام نہیں کرتا ہے۔⁽²⁾

¹Shakeel, Arifa. "Forced Conversion of Religious Minorities in Pakistan: A Sociocultural Perspective." HRCP, Catholic Commission for Justice & Peace (CCJP) in collaboration with European Union. 2017.

²<http://www.news.va/en/news/asiapakistan-forced-conversions-to-islam-summit-of>

12 سالہ اعداد و شمار کو ایک سال تک کم کرنا ایک ایسی چال رہی ہے جو اس مسئلے کو اس طرح رنگ دیتی ہے کہ یہ دنیا بھر میں سرخیوں میں جگہ بناتی ہے۔ مثال کے طور پر، نیدرلینڈز کی وزارت خارجہ کی طرف سے مالی اعانت فراہم کی گئی، اور اقلیتی حقوق کے گروپ انٹرنیشنل اور SDPI کی طرف سے تیار کردہ ایک رپورٹ میں، مصنفین نے MSP اور AHRC کا حوالہ دیتے ہوئے کہا:

"اگرچہ یہ درست طریقے سے تعین کرنا ممکن نہیں ہے کہ یہ رواج کتنا عام ہے، لیکن حالیہ اندازوں کے مطابق ہر سال کم از کم 300 ہندو خواتین، اور 100 سے 700 عیسائی خواتین (بشمول نابالغ)، جبری تبدیلی اور شادی کا شکار ہوتی ہیں۔ یہ زبردستی تبدیلی مذہب اور شادیاں زیادہ تر سندھ میں ہوتی ہیں، جہاں ایشین ہیومن رائٹس کمیشن (اے ایچ آر سی) کے مطابق ہر ماہ 20 سے 25 ہندو لڑکیوں کو اغوا کر کے زبردستی اسلام قبول کیا جاتا ہے۔"

اسی طرح کے اعداد و شمار فرح ناز اصفہانی (2013، 2017)، جو پاکستان کی سابق رکن پارلیمنٹ ہیں، نے بھی پیش کیے ہیں۔ وہ لکھتی ہیں، "رنکل کماری: اسے حکمران پارٹی کے ایک قانون سازی کی مدد سے اغوا کیا گیا اور شادی کرنے اور اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا۔ ایشین ہیومن رائٹس واچ کی ایک رپورٹ کے مطابق، یہ پاکستان میں اغوا اور جبری تبدیلی مذہب کا صرف ایک کیس ہے، جبکہ سندھ میں ہر ماہ تقریباً 20-25 ہندو لڑکیوں کے اغوا اور جبری تبدیلی مذہب کے واقعات رونما ہوتے ہیں۔" تاہم، فرح ناز اصفہانی نے اپنے دعوے کی حمایت میں ایشین ہیومن رائٹس واچ کی رپورٹ کا کوئی لنک یا حوالہ فراہم نہیں کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ ایشین ہیومن رائٹس واچ یا ایشین ہیومن رائٹس کمیشن کی جانب سے 'زبردستی تبدیلی مذہب' کے بارے میں کوئی علیحدہ مطالعہ یا سروے نہیں کیا گیا ہے۔ اس لیے، یہ اعداد و شمار غیر مستند اور غیر معتبر ہیں، کیونکہ ان کی بنیاد پر کوئی واضح تحقیقی ڈیٹا یا شفاف طریقہ کار موجود نہیں ہے۔ اس طرح کی کسی بھی دوسری رپورٹنگ کی طرح، یہ صرف SAP-PK، NCJP یا اس طرح کی دیگر رپورٹوں سے وہی اعداد و شمار چنتا ہے۔⁽¹⁾ 2018 میں، CIFoRB کے تعاون سے یونیورسٹی آف برمنگھم نے ایک رپورٹ بعنوان "جبری تبدیلی اور سندھ، پاکستان میں جبری شادیاں" شائع کی تھی۔⁽²⁾ اس رپورٹ کا تذکرہ بین الاقوامی نگرانوں کی طرف سے کثرت سے کیا جاتا ہے حالانکہ یہ ثانوی اعداد و شمار کے ذرائع پر مبنی ہے۔ بنیادی طور پر دیگر رپورٹس سے مستعار بیانات سے تیار کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر، رپورٹ یہ بتا کر شروع ہوتی ہے کہ:

¹Ispahani, Farahnaz. "Cleansing Pakistan of Minorities." *Current Trends in Islamist Ideology* 15 (July 2013): 57-66

²Reuben Ackerman, "Forced Conversions & Forced Marriages in Sindh, Pakistan," CIFORB, University of Birmingham, 2018, <https://www.birmingham.ac.uk/Documents/college-artslaw/ptr/ciforb/Forced-Conversions-and-Forced-Marriages-in-Sindh.pdf>

ایک اندازے کے مطابق ہر سال مذہبی اقلیتوں سے تعلق رکھنے والی 1,000 خواتین اور لڑکیوں کو اغوا کیا جاتا ہے، زبردستی مذہب تبدیل کیا جاتا ہے اور پھر ان کی اغواکاروں سے شادی کر دی جاتی ہے۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے سابق وائس چیئر پرسن نے نوٹ کیا کہ پاکستان میں ہر ماہ 20 یا اس سے زیادہ ہندو لڑکیوں کو اغوا کیا جاتا ہے۔⁽¹⁾ مساوات اور آزادی کے لیے ذمہ دار رضا کار گروپ کا یہ بھی اندازہ ہے کہ ہر ماہ 20 سے 25 ہندو لڑکیوں کو زبردستی مذہب تبدیل کیا جاتا ہے۔⁽²⁾

"عورت فاؤنڈیشن اور موومنٹ فار سولیڈیریٹی اینڈ پیس کا تخمینہ ہے کہ ایک سال میں 1,000 خواتین اور لڑکیوں کو اغوا کیا جاتا ہے، زبردستی مذہب تبدیل کیا جاتا ہے اور پھر ان کی اغواکاروں سے شادی کر دی جاتی ہے۔" مصنفین عورت فاؤنڈیشن اور ایم ایس پی کی رپورٹوں کا کوئی حوالہ فراہم نہیں کرتے ہیں۔ دوسرے حوالہ جات ایک آن لائن بلاگنگ سائٹ پر مبنی تھے جسے ایک غیر تصدیق شدہ شخص چلاتا ہے۔ بہر حال، متعلقہ MSP اور عورت فاؤنڈیشن کے دستاویزات کوئی ٹھوس ثبوت پیش نہیں کرتے جس کی بنیاد پر اس پیمانے کا الزام لگایا جاسکے۔ عورت فاؤنڈیشن اور ایم ایس پی نے NCJP رپورٹ کے بغیر کسی متعلقہ بنیادی اعداد و شمار کے صرف دہرایا جس میں مبینہ طور پر اخبارات سے 12 سال کی مدت میں 1,791 کیسز کی دستاویز کی گئی ہے۔

گزشتہ 12 سالوں کے دوران، نیشنل کمیشن فار جسٹس اینڈ پیس (NCJP) نے عیسائی لڑکیوں کے 624 کیسز کے بارے میں دعویٰ کیا ہے کہ انہیں زبردستی مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا گیا۔ تاہم، ان کیسز کی تفصیلی تحقیق یا تصدیق نہیں کی گئی ہے، اور انہیں بغیر کسی شفاف طریقہ کار کے پیش کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر، ریسرچ ڈائریکٹوریٹ، امیگریشن اینڈ ریفیو جی بورڈ آف کینیڈا نے پاکستان میں جبری تبدیلی مذہب کے بارے میں اپنے نوٹ (2013) میں چار مختلف ذرائع کا حوالہ دیتے ہوئے یہ اندازہ لگایا ہے کہ ہر سال کم از کم 700 عیسائی لڑکیوں کو اغوا کیا جاتا ہے اور انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

تاہم، یہ اعداد و شمار بھی غیر مستند اور غیر معتبر ہیں، کیونکہ ان کی بنیاد پر کوئی واضح تحقیقی ڈیٹا یا شفاف طریقہ کار موجود نہیں ہے۔ یہ دعوے اکثر بغیر کسی مستند بنیاد کے نقل کیے جاتے ہیں، جس سے ایک غیر مستند بیانیہ کو تقویت ملتی ہے۔ اس طرح کے اعداد و شمار کو بار بار دہرانے سے ان کی ساکھ بڑھ جاتی ہے، لیکن ان کی معروضیت اور مستند ہونے پر سوالات اٹھائے جاتے ہیں۔

¹ Submission to UNOHCHR during Pakistan's 3rd Universal Periodic Review, p.5, <http://unpo.org/downloads/2075.pdf>

² "Pakistan: 25 Hindu Girls Abducted Every Month; Forcibly Converted to Islam," REAL, March 31, 2010, <http://www.realcourage.org/2010/03/pakistan-25-hindu-girls-abducted-every-month>

برمنگھم یونیورسٹی کی رپورٹ بظاہر مسلم اکثریتی ملک میں اقلیتوں کے حقوق کا دفاع کرتی ہے لیکن خاندانی سرپرستوں کے پدرانہ تعصب کو پورا کرتی ہے جو ذات اور مذہب سے باہر شادیوں کی اجازت نہیں دیتے۔ اس بنیادی عنصر کو 'جبری تبدیلی' کی بیان بازی سے پوشیدہ بنا دیا گیا ہے جس کے لیے برمنگھم یونیورسٹی کی رپورٹ 'اقلیت' اور 'انسانی حقوق' کے نام پر چھپنے کی ایک اور تہہ کی تکمیل کرتی ہے۔ ایم ایس پی کی رپورٹ پر بھروسہ کرتے ہوئے، برمنگھم یونیورسٹی کی رپورٹ یہ مانتی ہے کہ 'زبردستی' تبدیلی کے زیادہ تر معاملات میڈیا کے ذریعے رپورٹ بھی نہیں کیے جاتے کیونکہ یہ غیر مسلموں کے خلاف متعصب ہے، اور اس لیے بھی کہ صحافیوں کو شدت پسندوں سے خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ یہ ثابت کرنے کی کوشش میں کہ پاکستان میں زندگی کے تمام شعبوں میں واضح اور خصوصی طور پر مذہبی انتہا پسندوں کا غلبہ ہے، مصنف کے مطابق:

جنوری 2012 کماری کیس سے ٹھیک پہلے اور جون 2017 کے درمیان پاکستان میں انگریزی زبان کے اخبارات میں خواتین اور لڑکیوں کو زبردستی مذہب تبدیل کرنے کے صرف 286 الگ الگ واقعات تھے۔ بہت سے ایسے واقعات جن میں بااثر مقامی لوگ اور مذہبی رہنما ملوث ہیں میڈیا پر کہانیوں کو رپورٹ نہ کرنے کے لیے دباؤ کی وجہ سے رپورٹ نہیں کیے گئے۔ رپورٹرز اکثر حملے کے خوف کی وجہ سے جبری تبدیلی کی موجودگی یا پھیلاؤ کی تحقیقات کرنے سے ڈرتے ہیں، خاص طور پر جب مقامی کمیونٹی کے بااثر افراد ملوث ہوں۔⁽¹⁾ وہ اس سماجی ماحول میں بھی اپنا حصہ ڈالتے ہیں جو حالات کے بارے میں پوچھے بغیر تبدیلی کا جشن منا کر مذہبی اقلیتوں کی تبدیلی کے عمل کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ ٹیلی ویژن کے پروگرام حال ہی میں اسلام قبول کرنے اور تبدیلی لانے والوں کی تعریف کریں گے اور بعض اوقات مذہبی پروگراموں میں، خاص طور پر رمضان کے مہینے میں ٹیلی ویژن پر دکھائے جاتے ہیں۔⁽²⁾

CCJP کی رپورٹ، جیسا کہ برمنگھم یونیورسٹی کی رپورٹ، (2014) MSP سے لی گئی ہے۔ اس میں ڈاکٹر ریمیش کمار وانکوانی کے بیان کا ذکر انٹرپریس سروس ایجنسی کے ذریعے کیا گیا ہے۔⁽³⁾ رپورٹ کے ماخذ یا 'زبردستی' تبادلوں کے اعداد و شمار کا کوئی سراغ لگانے یا قابل رسائی لنک نہیں دیا گیا ہے۔ بغیر کسی حوالہ کے، رپورٹ میں مزید دعویٰ کیا گیا ہے کہ "2013 میں ہندو اور عیسائی برادریوں میں زبردستی تبدیلی مذہب کے مختلف واقعات ہوئے ہیں۔ صرف بھرچونڈی شریف درگاہ مدرسہ میں تقریباً 250 ہندوؤں اور عیسائیوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ اس کے بعد اس نے ایک "ہندو پنچایت" کا حوالہ دیتے ہوئے دعویٰ کیا کہ ہر ماہ تقریباً 20 لڑکیوں کو اغوا کیا جاتا ہے اور انہیں

¹ "MSP. Forced Marriages & Forced Conversions. 2014.

http://d3n8a8pro7vnm.cloudfront.net/msp/pages/162/attachments/original/1396724215/MSP_Report_-_Forced_Marriages_and_Conversions_of_Christian_Women_in_Pakistan.pdf?1396724215.

² "Ackerman, Reuben. "Forced Conversions & Forced Marriages in Sindh, Pakistan." CIfORB, University of Birmingham, UK, 2018.

³ "Ashfaq Yusufzai, "Minorities in Pakistan Fear 'Forced Conversion' to Islam," Inter Press Service, May 19, 2014, <http://www.ipsnews.net/2014/05/minorities-pakistan-fear-forced-conversion-islam/>

زبردستی اسلام قبول کیا جاتا ہے۔ ایک بار پھر ڈیٹا کا کوئی حوالہ یا ذریعہ نہیں دیا گیا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کے بعد یہ الزامی لہجے میں لکھتا ہے کہ "اسلام قبول کرنے کی مہم میں سات ہندو لڑکیوں کو نشانہ بنایا گیا۔ سات میں سے پانچ کو مسلمان حملہ آوروں نے اغوا کر کے مذہب تبدیل کر لیا ہے۔ پولیس نے ایک ہندو لڑکی کو بازیاب کر لیا جسے اغوا کر کے زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا تھا جبکہ ایک معاملے میں راہگیر نے اغوا کی کوشش کو ناکام بنادیا تھا۔^(۱)

اس طرح عقیدے کی تبدیلی کی حقیقت 20-25 ماہانہ یا 1,000 سالانہ کے مکمل طور پر تیار کردہ اعداد و شمار کے تحت چھپی ہوئی ہے جس کے ارد گرد انسانی حقوق کے محافظ، متعصب ہندو اور عیسائی حقوق کے کارکن، سندھی قوم پرست اور عام طور پر اسلاموفوبیہ کا شکار ایک خوش گوار کھیل کھیلتے ہیں۔ سندھی علیحدگی پسند اس بیانیے کو ریاست پاکستان کے تئیں اپنی ناراضگی کا اظہار کرنے اور یہ دعویٰ کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں کہ اسلام کے نام پر بننے والی قوم ہندوؤں پر ظلم و ستم کی اجازت دے رہی ہے۔^(۲)

'زبردستی تبدیلی مذہب' کی تعداد کے بارے میں مختلف طبقات کے بیانات ایک ہی 'ڈیٹا' کے گرد گھومتے نظر آتے ہیں، جس میں متعلقہ ڈیٹا سیٹ یا تخمینے لگانے کے طریقہ کار کے بارے میں کوئی واضح معلومات فراہم نہیں کی جاتی۔ یہ رپورٹس اکثر ایک دوسرے کے حوالے دیتے ہوئے گردش کرتی ہیں، جس سے ایک غیر مستند بیانیہ کو تقویت ملتی ہے۔ واضح طور پر، مختلف این جی اوز اور انسانی حقوق کے کارکن جان بوجھ کر ایک دوسرے کے بیانات کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں، اور اعداد و شمار، شماریات، اور سیاسی بیانات کو 'زبردستی تبدیلی مذہب' کے 'سچ' کو تشکیل دینے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

یہ عمل نہ صرف غیر شفاف ہے، بلکہ اس سے معاملات کی حقیقی تصویر کو مسخ کرنے کا خطرہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ ایسے بیانات اور اعداد و شمار کو بار بار دہرانے سے ان کی ساکھ بڑھ جاتی ہے، لیکن ان کی معروضیت اور مستند ہونے پر سوالات اٹھائے جاتے ہیں۔ اس طرح، 'زبردستی تبدیلی مذہب' کے مسئلے کو سمجھنے اور اس کے حل کے لیے معروضی تحقیق، مستند ذرائع، اور شفاف طریقہ کار کی بنیاد پر اقدامات کرنا نہایت ضروری ہے۔ غیر مستند اعداد و شمار اور بیانیوں پر انحصار کرنے کے بجائے، جامع تحقیقات اور تصدیق شدہ حقائق کی بنیاد پر کام کرنا چاہیے، تاکہ درست نتائج حاصل کیے جاسکیں اور مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے مؤثر اقدامات اٹھائے جاسکیں۔

¹ "Shakeel, Arifa. "Forced Conversion of Religious Minorities in Pakistan: A Sociocultural Perspective." HRCP, Catholic Commission for Justice & Peace (CCJP) in collaboration with European Union. 2017.

² "Hussain, Ghulam. "Understanding Hegemony of Caste in Political Islam and Sufism in Sindh, Pakistan." *Journal of Asian and African Studies* 54, no. 5

NCJP کی اکثر حوالہ دی گئی رپورٹ نے کچھ بیانات میں بہت زیادہ حصہ ڈالا ہے لیکن یہ رپورٹ خود اس کی بنیادی تنظیم کیتھولک کمیشن فار جسٹس اینڈ پیس (CCJP) سے اسی طرح کے بیانات کو مستعار لیتی ہے۔ NCJPs کی جنوری 2014 کی رپورٹ 'زبردستی' تبدیلیوں کے بارے میں اخباری رپورٹس کی بنیاد پر مبینہ 'زبردستی' تبدیلیوں کے واقعات کی چند مثالیں پیش کرتی ہے۔ مبینہ مقدمات میں تین بہنیں نادیدہ، نعیمہ اور نبیلہ (بالترتیب 15، 13 اور 11 سال) (1997 میں)، ایک چھ سالہ سکھ لڑکی ہرویندر کور (2003 میں)، 13 سالہ ہندو لڑکی مشو، تین ہندو بہنیں رینا (21)، اوشا (19) اور رینا (120) کراچی میں شامل تھیں۔⁽¹⁾ CCJP کی ایک رپورٹ میں تقریباً اسی طرح کے معاملات پچھلے ماخذ کا حوالہ دیئے بغیر پیش کیے گئے تھے۔ اعداد و شمار کی گڑبڑ سے پتہ چلتا ہے کہ حقوق کے کارکنوں کو ضروری شواہد کے لیے جدوجہد کرنی پڑتی ہے جو ان کی دلیل کی تائید کر سکیں۔ بہت سے معاملات میں، HRCP نے بھی مختلف رپورٹوں میں ایک ہی ڈیٹا سے یہ تاثر پیدا کیا کہ پاکستان میں 'زبردستی' تبدیلی 'بڑے پیمانے پر ہو رہی ہے۔

مجموعی تجزیے کی بنیاد پر یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ این جی اوز کی رپورٹس میں پیش کیے گئے 'زبردستی' تبدیلی مذہب کے بڑے پیمانے کے دعوے کافی تجرباتی شواہد یا معروضی حقائق سے ثابت نہیں ہوتے۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ میڈیا اور این جی اوز کی رپورٹس اکثر ایک ہی انتہائی مبالغہ آمیز اور جان بوجھ کر توڑ مروڑ کر پیش کیے گئے تخمینوں پر انحصار کرتی ہیں۔ اس طرح، ان رپورٹس میں ایک سرکلر استدلال (circular reasoning) اور تکرار پیدا ہو جاتی ہے، جس میں ایک ہی ڈیٹا کو بار بار نقل کر کے ایک غیر مستند بیانیے کو تقویت دی جاتی ہے۔

لہذا، زیادہ تر گمانوں، مفروضوں، اور سمجھے جانے والے خوف کی بنیاد پر، انسانی حقوق کے کارکن پاکستان کے حالات کی ایک انتہائی تشویش ناک اور چونکا دینے والی تصویر پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ تصویر اکثر حقیقت سے کچھ زیادہ ہی مبالغہ آمیز ہوتی ہے، جس سے پاکستان کی قومی اور بین الاقوامی شبیہ متاثر ہوتی ہے۔

'جبری تبدیلی مذہب' کی بیان بازی مراعات یافتہ ذات کے غیر مسلموں، خاص طور پر مراعات یافتہ ذات کے ہندوؤں کی جانب سے اختیار کی گئی مخالفانہ گفتگو کی عکاسی کرتی ہے۔ یہ گفتگو غالباً تقسیم ہند سے پہلے کی مراعات کے ضائع ہونے کے گہرے احساس کی عکاسی کرتی ہے، جن سے وہ سندھ میں لطف اندوز ہوتے تھے۔ غیر مسلم خواتین کے جسم اور 'شکاری' مسلم مرد کی شخصیت کے بیانے کے ذریعے، اقلیتی گروہوں کی یکسانیت کو بیان کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، جو موروثی مذہبی، نسلی، یا ذات پات کی تقسیم کی وجہ سے معاشرے میں اپنی شناخت کے فقدان کا شکار ہیں۔ 'خواتین کی عزت' اور 'عفت' جیسے تصورات کا استعمال ان گروہوں کو قوم پرستوں کے اندر سے مرد

¹ "Suleman, Naumana. "Fact Sheet of Forced Conversions in Pakistan." NCJP, 2014. <http://archive.paxchristi.net/MISC/2014-0247-en-ap-HR.pdf>.

مرکزی کرداروں کی پدرانہ ثقافت میں حمایت اور ہمدردی حاصل کرنے میں مدد دیتا ہے۔ یہ بیانیہ نہ صرف مذہبی اقلیتوں کے خدشات کو اجاگر کرتا ہے، بلکہ اسے سیاسی اور سماجی مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ لہذا، تبدیلی مذہب کا مسئلہ روزمرہ کی سیاست سے کہیں زیادہ پیچیدہ ہے، جس میں تاریخی، سماجی، اور ثقافتی عوامل کا گہرا تعلق ہے۔ اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے صرف بیانیوں پر انحصار کرنے کے بجائے، معروضی تحقیق، تاریخی تناظر، اور سماجی حقیقتوں کو مد نظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ 'جبری تبدیلی مذہب' کا بیانیہ صرف مذہبی یا قانونی مسئلہ نہیں ہے، بلکہ یہ معاشرتی اور سیاسی تناظر میں بھی اہمیت رکھتا ہے۔ اس لیے، اس کے حل کے لیے جامع اور متوازن نقطہ نظر اپنانا ناگزیر ہے، تاکہ مذہبی اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ یقینی بنایا جاسکے اور معاشرے میں ہم آہنگی کو فروغ دیا جاسکے۔

فصل دوم: تبدیلی مذہب کی موجودہ صورت حال، عصری مسائل اور لائحہ عمل

پاکستان جنوبی ایشیا میں واقع ہے جس میں اسلام غالب مذہب ہے، جس کی تقریباً 96% آبادی مسلمان ہے۔ اسلام پاکستانی معاشرے میں مرکزی کردار ادا کرتا ہے، اپنی ثقافت، سیاست اور قانونی ڈھانچہ کو تشکیل دیتا ہے۔ پاکستان میں اسلام کے علاوہ بھی کئی مذہبی اقلیتیں ہیں۔ سب سے بڑی غیر مسلم مذہبی اقلیت ہندو برادری ہے، جو آبادی کا تقریباً 2 فیصد ہے۔ دیگر اہم مذہبی گروہوں میں عیسائی، سکھ، بدھ مت اور پارسی شامل ہیں۔ ان میں سے ہر ایک مذہبی کمیونٹی اپنے الگ الگ عقائد، طریقوں اور روایات کے ساتھ پاکستان کے ثقافتی اور مذہبی تنوع میں حصہ ڈالتی ہے۔ پاکستان کے مذہبی تنوع کو اس کی تاریخ اور جغرافیہ نے تشکیل دیا ہے۔ یہ خطہ کبھی ہندو مت، بدھ مت اور جین مت سمیت متعدد مختلف مذاہب کا گھر تھا۔ اسلام اس خطے میں 8 ویں صدی میں آیا، اور یہ آہستہ آہستہ غالب مذہب بن گیا۔ تاہم، مذہبی اقلیتیں پاکستان میں رہتی ہیں، اور وہ ملک کے معاشرے اور ثقافت میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔⁽¹⁾ پاکستان میں مذہب کی تبدیلی کا مطالعہ مذہبی محرکات، سماجی اثرات، بین المذاہب تعلقات، قانونی تحفظات اور ملک میں مذہبی تنوع سے متعلق تاریخی تناظر کو سمجھنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ اس طرح کی تحقیق مذہبی رواداری کو فروغ دینے، جامع پالیسیوں کو فروغ دینے اور ایک ایسے معاشرے کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتی ہے جو اپنی متنوع مذہبی برادریوں کا احترام اور قدر کرے۔

پاکستان میں مذہب کی تبدیلی کا مطالعہ کئی وجوہات کی بنا پر اہم ہے۔ سب سے پہلے، یہ ملک میں تبدیلی مذہب کے محرکات کو سمجھنے میں ہماری مدد کر سکتا ہے۔ دوسرا، یہ پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کے تجربات پر روشنی ڈال سکتا ہے۔ تیسرا، یہ پاکستان میں مذہب اور سیاست کے درمیان تعلق کو سمجھنے میں ہماری مدد کر سکتا ہے۔ پاکستان میں مذہب کی تبدیلی کا مطالعہ کرنے کے لیے بہت سے چیلنجز درپیش ہیں۔ ایک چیلنج مذہب کی تبدیلی سے متعلق قابل اعتماد ڈیٹا کی کمی ہے۔ ایک اور چیلنج اس معاملے کی حساسیت ہے، کیونکہ پاکستان میں مذہب کی تبدیلی ایک متنازعہ موضوع بن سکتا ہے۔⁽²⁾ ان چیلنجوں کے باوجود، پاکستان میں مذہب کی تبدیلی کا مطالعہ تحقیق کا ایک اہم شعبہ ہے۔ تبدیلی مذہب کی تحریک دینے والے عوامل کو سمجھنے سے، ہم پاکستان کے مذہبی منظر نامے اور ملک میں مذہبی اقلیتوں کو درپیش چیلنجز کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔

¹ Pew Research Center. "Religious Diversity in Pakistan." Pew Research Center, 2017. www.pewresearch.org/fact-tank/2017/02/15/religious-diversity-in-pakistan/.

² iPleaders. "Religious Conversion and Freedom of Religion." iPleaders, 2022. <https://blog.ipleaders.in/religious-conversion-law/>.

مذہب کی تبدیلی سے متعلق ریاستی پالیسیاں اور قانون سازی

پاکستان میں ایک اہم سیاسی عنصر مذہب کی تبدیلی سے متعلق ریاستی پالیسیاں اور قانون سازی ہے۔ پاکستان ایک اسلامی جمہوریہ ہے جس میں اسلام بطور ریاستی مذہب ہے، اور آئین مذہبی اقلیتوں کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔ تاہم، ملک کو مذہب کی تبدیلی سے متعلق اپنی پالیسیوں اور قوانین کی وجہ سے تنقید کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ پاکستانی قانون کے تحت، مذہبی تبدیلی کے لیے مجسٹریٹ کے سامنے باضابطہ اعلان کی ضرورت ہوتی ہے، اور اسلام سے دوسرے مذہب میں تبدیل ہونے والے افراد کو قانونی نتائج کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ مذہب کی تبدیلی کو منظم کرنے میں ریاست کی شمولیت ایک بحث کا موضوع رہی ہے، ناقدین کا کہنا ہے کہ یہ مذہبی آزادی کو محدود کرتا ہے اور اقلیتی برادریوں کے خلاف امتیازی سلوک کو برقرار رکھتا ہے۔

مذہبی تبدیلی سے متعلق ریاستی پالیسیوں اور قانون سازی کو ذمہ دارانہ اور متوازن طریقے سے نافذ کیا جانا چاہیے، تاکہ مذہبی اقلیتوں کی آزادی مذہب کو محفوظ رکھا جاسکے اور ان کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی نہ ہو۔ ریاست کو یہ یقینی بنانا چاہیے کہ مذہبی تبدیلی کے معاملات میں شفافیت، انصاف، اور قانون کی بالادستی کو ترجیح دی جائے، تاکہ کسی بھی قسم کے جبر یا استحصال کو روکا جاسکے۔ اسی تناظر میں، مذہبی تبدیلی سے متعلق پالیسیوں کو مذہبی اقلیتوں کے ساتھ مشاورت اور اشتراک کے ذریعے تشکیل دیا جانا چاہیے۔ اس عمل میں مذہبی اقلیتوں کے نمائندوں، سول سوسائٹی، اور انسانی حقوق کے کارکنوں کو شامل کرنا نہایت ضروری ہے، تاکہ موجودہ معاشرتی اور قانونی ڈھانچہ ان کی مذہبی آزادی اور حقوق کو مؤثر طریقے سے تحفظ فراہم کر سکے۔

مزید برآں، ریاست کو چاہیے کہ وہ مذہبی ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے تعلیمی اور سماجی اقدامات بھی اٹھائے، تاکہ معاشرے میں رواداری، برداشت، اور باہمی احترام کی فضا قائم ہو سکے۔ مذہبی تبدیلی کے معاملات کو صرف قانونی پہلوؤں تک محدود رکھنے کے بجائے، اس کے سماجی، ثقافتی، اور نفسیاتی پہلوؤں کو بھی سمجھنے اور ان کے حل کے لیے جامع حکمت عملی تیار کی جانی چاہیے۔

حالیہ سالوں میں، پاکستان میں مذہبی تبدیلی کے معاملات پر خاص توجہ دی گئی ہے، اور حکومت نے مذہبی اقلیتوں کے تحفظ کے لیے متعدد قوانین منظور کیے ہیں۔ ان قوانین کا بنیادی مقصد مذہبی اقلیتوں کے حقوق کو محفوظ رکھنا، ان کے مذہبی عقائد کی حرمت کو برقرار رکھنا، اور زبردستی مذہب تبدیل کرنے کے واقعات کو روکنا ہے۔ ان اقدامات کے ذریعے، حکومت نے یہ یقینی بنانے کی کوشش کی ہے کہ مذہبی تبدیلی رضاکارانہ اور آزادانہ ہو، نہ کہ کسی قسم کے جبر یا دباؤ کا نتیجہ۔ یہ قوانین نہ صرف مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بناتے ہیں، بلکہ سماجی امن و امان، انصاف، اور برداشت کو فروغ دینے میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ اقدامات پاکستان کی سماجی و معاشی ترقی

اور تعمیر کے لیے نہایت ضروری ہیں، کیونکہ ایک پرامن اور ہم آہنگ معاشرہ ہی ملک کی مستحکم ترقی کی بنیاد رکھ سکتا ہے۔

تاہم، ان قوانین کے مؤثر نفاذ کے لیے ضروری ہے کہ انہیں شفافیت، دیانتداری، اور انصاف کے ساتھ نافذ کیا جائے۔ مزید برآں، مذہبی اقلیتوں کے ساتھ مشاورت اور اشتراک کو یقینی بنایا جائے، تاکہ ان کی آواز کو سنا جاسکے اور ان کے خدشات کو دور کیا جاسکے۔ اس طرح، پاکستان میں مذہبی ہم آہنگی اور انسانی حقوق کے تحفظ کو فروغ دیا جاسکتا ہے، جو ملک کی ترقی اور استحکام کے لیے ناگزیر ہے۔

بین الاقوامی خدشات اور انسانی حقوق کے مسائل

پاکستان میں انسانی حقوق، خاص طور پر مذہبی اقلیتوں کے تحفظ کے حوالے سے بین الاقوامی سطح پر شدید خدشات کا اظہار کیا گیا ہے۔ اقوام متحدہ اور یورپی یونین سمیت دیگر عالمی ادارے اس امر پر زور دیتے آئے ہیں کہ پاکستان میں اقلیتوں کو مساوی شہری حقوق فراہم کیے جائیں اور بلا سفیمی قوانین کو سیاسی یا ذاتی مفادات کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔ اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل کی 2018 کی ایک رپورٹ میں کہا گیا کہ پاکستان میں اقلیتوں اور آزاد خیال مسلمانوں کو ارتداد اور توہین مذہب کے الزامات میں ہراساں کیا جاتا ہے۔ یہ رپورٹ خاص طور پر ان معاملات کو نمایاں کرتی ہے جن میں ریاستی تحفظ کے باوجود اقلیتیں غیر محفوظ ہیں۔ یورپی پارلیمنٹ نے 2020 میں ایک قرارداد منظور کی جس میں پاکستان کے بلا سفیمی قوانین کے غلط استعمال پر گہری تشویش ظاہر کی گئی۔¹ قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ ان قوانین کو انسانی حقوق کے بین الاقوامی معیارات سے ہم آہنگ کیا جائے۔ یورپی یونین نے یہ خدشہ بھی ظاہر کیا کہ اگر ان قوانین میں اصلاح نہ کی گئی تو پاکستان کا GSP+ (Generalised Scheme of Preferences Plus) کا درجہ خطرے میں پڑ سکتا ہے، جو یورپی منڈیوں تک پاکستانی برآمدات کے لیے ایک خصوصی رعایت فراہم کرتا ہے۔

سندھ میں ہندو لڑکیوں کے جبری مذہب کی تبدیلی کے واقعات بار بار خبروں کا حصہ بنتے رہے ہیں۔ ایک معروف کیس میں، 2021 میں سندھ اسمبلی نے ایک بل پاس کیا جس کا مقصد جبری تبدیلی مذہب کو جرم قرار دینا تھا۔² اگرچہ بعد میں یہ بل سیاسی مخالفت کے باعث موثر قانون نہ بن سکا، مگر اس نے ایک اہم سماجی مسئلے کو اجاگر کیا۔ ان خبروں سے عالمی سطح پر پاکستان کو شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ بین الاقوامی سطح پر پاکستان پر دباؤ مسلسل بڑھ رہا ہے کہ وہ اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بنائے اور بلا سفیمی قوانین کے غلط استعمال کو روکے۔ GSP+ اسٹیٹس

¹ European Parliament. European Parliament Resolution of 29 April 2020 on the Situation of Religious Minorities in Pakistan.

² "Sindh Assembly Passes Bill Against Forced Conversions." Dawn, July 2021.

جیسے تجارتی فوائد براہ راست انسانی حقوق کی پاسداری سے جڑے ہیں۔ پاکستان کو نہ صرف اپنے داخلی نظام انصاف کو مضبوط بنانا ہو گا بلکہ عالمی برادری کے اعتماد کو بھی بحال کرنا ہو گا۔

سندھ فوجداری قانون (اقلیتوں کا تحفظ) بل 2015

سندھ فوجداری قانون (اقلیتوں کا تحفظ) بل 2015 پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کے تحفظ کے لیے ایک اہم اور پہلا قدم تھا، جس کا مقصد جبری تبدیلی مذہب کے واقعات کو روکنا اور اقلیتوں کے بنیادی انسانی حقوق کو تحفظ فراہم کرنا تھا۔ اس بل میں واضح کیا گیا تھا کہ 18 سال سے کم عمر افراد کا مذہب تبدیل کرنا غیر قانونی ہو گا، اور کسی بھی فرد کو دھوکے، دھمکی یا دباؤ کے ذریعے مذہب تبدیل کرانے کی صورت میں 5 سال سے عمر قید تک سزا دی جاسکتی ہے۔ بل میں مذہبی اقلیتوں کو ان کے مذہبی عقائد پر آزادانہ عمل کرنے کی ضمانت دی گئی، جب کہ ان کے مذہبی مقامات کی توہین یا زبردستی مذہبی رسومات میں شامل کرنے جیسے اقدامات کے خلاف سخت سزائیں تجویز کی گئیں۔ متاثرہ افراد کو عدالتی تحفظ فراہم کرنے کے لیے فوری اپیل کا حق دیا گیا، اور پولیس کو ان معاملات کی فوری اور غیر جانبدار تحقیقات کی ہدایات دی گئیں۔ سندھ حکومت نے اس قانون کے نفاذ کے لیے اقلیتی برادریوں کو ان کے حقوق سے آگاہ کرنے کے لیے آگاہی مہمات اور تعلیمی پروگرامز بھی تجویز کیے۔ تاہم، بعض مذہبی جماعتوں نے اس بل پر اعتراض کیا اور اسے اسلامی قوانین کے خلاف قرار دیا، جس کے نتیجے میں گورنر سندھ نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ نتیجتاً یہ بل باضابطہ قانون کی شکل میں نافذ نہ ہو سکا۔ اگرچہ اس کی منظوری ایک مثبت قدم تھا، لیکن مؤثر نفاذ کی راہ میں سیاسی و سماجی چیلنجز حائل رہے۔ اس کے باوجود، یہ بل پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے حوالے سے ایک اہم پیش رفت کی حیثیت رکھتا ہے، جس نے مستقبل کی قانون سازی کے لیے بنیاد فراہم کی۔

انسانی حقوق کی تنظیموں کا کہنا ہے کہ تبدیلی مذہب مخالف قوانین اکثر زبردستی یا بدسلوکی کے خلاف مناسب تحفظات فراہم کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔⁽¹⁾ وہ ایسے معاملات کو نمایاں کرتے ہیں جہاں افراد کو سماجی دباؤ یا دھمکیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جس سے ان کے لیے آزادانہ طور پر مذہب تبدیل کرنے کا حق استعمال کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف، تبدیلی مذہب کے مخالف قوانین کے حامیوں کا کہنا ہے کہ اس طرح کی قانون سازی کمزور افراد کو جبری تبدیلی سے بچانے اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے تحفظ کے لیے ضروری ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ قوانین مذہبی آزادی کو کم نہیں کرتے بلکہ مذہبی استحصال یا ہیرا پھیری کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔

¹ "Pakistan: Legal Briefing on Forced Religious Conversions," Human Rights Watch, accessed June 15, 2023, <https://www.hrw.org/report/2022/05/23/pakistan-legal-briefing-forced-religious-conversions>.

پاکستان قومی کمیشن برائے اقلیت

پاکستان قومی کمیشن برائے اقلیتیں ایک مشاورتی اور نیم سرکاری ادارہ ہے جسے وفاقی حکومت نے مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور ان کے مسائل کے حل کے لیے قائم کیا، تاہم اس کی قانونی حیثیت مکمل طور پر خود مختار یا آئینی نہیں ہے۔ یہ کمیشن وزارت مذہبی امور کے ماتحت کام کرتا ہے اور اسے پارلیمنٹ کے ذریعے قانونی تحفظ حاصل نہیں، بلکہ ایک حکومتی نوٹیفکیشن کے تحت قائم کیا گیا ہے۔ اس کے پاس عدالتی یا تفتیشی اختیارات نہیں ہیں، اور نہ ہی اس کے فیصلے قانونی طور پر نافذ العمل ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے یہ صرف سفارشات دینے تک محدود ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیموں اور سپریم کورٹ نے بھی اس کمیشن کو ایک مؤثر اور خود مختار ادارہ بنانے کی ضرورت پر زور دیا ہے، تاکہ یہ اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ میں فعال کردار ادا کر سکے۔ اس وقت یہ کمیشن اقلیتوں کی نمائندگی کا علامتی کردار ادا کرتا ہے، لیکن قانونی لحاظ سے اس کی حیثیت کمزور اور اختیارات محدود ہیں۔

جون 2014 میں، سپریم کورٹ آف پاکستان نے پشاور چرچ بم دھماکے کے مقدمے میں وفاقی حکومت کو اقلیتوں کے لیے ایک قومی کونسل بنانے کا حکم دیا۔ 2018 تک ایسا کوئی کمیشن نہیں بنایا گیا۔ چنانچہ سینٹر فار سوشل جسٹس، ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان اور سیمیل اینڈ آئرس چوہدری فاؤنڈیشن نے اس فیصلے پر عمل درآمد کے لیے سپریم کورٹ میں مفاد عامہ کی درخواست دائر کی۔ 19 فروری 2020 کو وزارت مذہبی امور اور بین المذاہب ہم آہنگی نے سپریم کورٹ سے کمیشن کی تشکیل کے لیے مزید وقت دینے کی درخواست کی اور عدالت نے کمیشن کی تشکیل کے لیے 2 ماہ کا وقت دیا۔

کمیشن میں چھ سرکاری اور بارہ غیر سرکاری ممبران شامل ہیں جن میں تین سال کی مدت کے لیے چیئرمین شامل ہیں۔ چھ سرکاری ارکان میں اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین، وزارت مذہبی امور کے سیکرٹری، وزارت داخلہ، وزارت قانون و انصاف، وزارت انسانی حقوق اور وفاقی وزیر تعلیم اور پیشہ ورانہ تربیت کا ایک ایک رکن شامل ہیں۔ بارہ غیر سرکاری ارکان میں 2 مسلمان، 3 ہندو، 3 عیسائی، 2 سکھ، 1 پارسی اور 1 کالاش ممبران شامل ہیں۔ کمیشن ارکان پر تنقید مذہبی اقلیتوں کے کمیشن میں دو مسلم ارکان کو شامل کرنے پر ہے۔ مذہبی اقلیتی رہنماؤں نے سوال کیا کہ اگر غیر مسلم اسلامی نظریاتی کونسل کا حصہ نہیں بن سکتے تو پھر اقلیتی کمیشن میں مسلم ارکان کو کیوں شامل کیا جائے۔ پاکستان نیشنل کمیشن فار مینارٹیز (PNCM) پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کے تحفظ میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ پاکستان نیشنل کمیشن برائے اقلیت کے تشکیل کا مقصد مذہبی اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت اور ان کی ترقی و تشہیر کو یقینی بنانا ہے۔ اس کمیشن کے ذریعے مختلف مذہبی اقلیتوں کے مسائل پر غور کیا جاتا ہے اور حکومت کو ان کے حقوق کی پیٹھکائی کرنے میں رہنمائی فراہم کی جاتی ہے۔

اس کمیشن کی تشکیل میں مختلف مذہبی اقلیتوں کے نمائندگان بھی شامل ہوتے ہیں تاکہ ان کے نقطہ نظر بھی شامل کیے جاسکیں اور ان کی خصوصیات اور مسائل کا بہترین حل تلاش کیا جاسکے۔ اسی طرح، اس کمیشن میں غیر سرکاری ممبران کی بھی شمولیت ہوتی ہے تاکہ مختلف شعبوں سے متعلق خصوصیت کے ماہرین کی رائے بھی شامل کی جاسکے۔ مذہبی اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت اور ان کی ترقی و تشہیر ملک کی معاشرتی ترقی اور استحکام کے لیے اہم ہے۔ اس کمیشن کی جدوجہدوں سے اقلیتی افراد کو ملکی معیشت میں شامل ہونے اور ان کے حقوق کی تضمین کی جاتی ہے، جو ایک منفرد اور بنیادی انسانی حق ہے۔

بین الاقوامی واقعات اور سیاست کا اثر

پاکستان کی سیاسی اور جغرافیائی سیاسی صورتحال مذہبی تبدیلی کے معاملات پر گہرا اثر ڈالنے والا ایک اہم عنصر ہے۔ خاص طور پر، اس کے پڑوسی ممالک، بھارت اور افغانستان، کے ساتھ تعلقات اس معاملے پر نمایاں اثرات مرتب کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، افغانستان میں جاری تنازعات کے نتیجے میں پاکستان میں پناہ گزینوں کی ایک بڑی تعداد آئی ہے، جن میں سے اکثریت مسلمان ہے۔ ان پناہ گزینوں کی آمد نے ملک میں ایک نئی سماجی اور مذہبی حرکت کو جنم دیا ہے۔ اسی طرح، پاکستان اور بھارت کے درمیان کشیدہ تعلقات بھی خطے میں تناؤ کا ایک بڑا ذریعہ ہیں۔ دونوں ممالک آزادی کے بعد سے تین جنگیں لڑ چکے ہیں، اور کشمیر کا تنازع اب بھی دونوں ممالک کے درمیان ایک اہم مسئلہ بنا ہوا ہے۔ اس تنازعے کا اثر پاکستان میں مذہبی تبدیلی پر بھی پڑا ہے۔

پاکستان کے سیاسی منظر نامے پر اثر انداز ہونے والا ایک اور اہم عنصر بین الاقوامی واقعات اور سیاست ہے۔ پاکستان کی جغرافیائی سیاسی پوزیشن، جو افغانستان، ایران، بھارت، اور چین جیسے ممالک کے ساتھ سرحدوں کا اشتراک رکھتی ہے، اسے علاقائی اور عالمی معاملات میں ایک اہم کھلاڑی بنادیتی ہے۔ ملک کے سیاسی فیصلے اکثر بیرونی عوامل سے متاثر ہوتے ہیں، جن میں بڑی طاقتوں کے ساتھ تعلقات، علاقائی تنازعات، اور عالمی واقعات شامل ہیں۔ مثال کے طور پر، پاکستان کے امریکہ کے ساتھ تعلقات پیچیدہ رہے ہیں، جن میں قریبی تعاون کے ساتھ ساتھ کشیدگی کے ادوار بھی شامل ہیں۔ افغانستان میں امریکی قیادت میں جاری جنگ نے پاکستان کی داخلی سیاست اور سلامتی کی صورتحال پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ ان تمام عوامل کا مجموعی اثر پاکستان میں مذہبی تبدیلی کے معاملات پر بھی پڑتا ہے۔ بیرونی تنازعات، علاقائی کشیدگی، اور بین الاقوامی دباؤ کے نتیجے میں پیدا ہونے والی صورتحال مذہبی اقلیتوں کے حقوق اور ان کی مذہبی آزادی کو متاثر کرتی ہے۔ اس لیے، پاکستان کو اپنی داخلی اور خارجی پالیسیوں میں توازن برقرار رکھنے کی ضرورت ہے، تاکہ مذہبی ہم آہنگی اور انسانی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنایا جاسکے۔

پاکستان میں مذہبی تبدیلی سے متعلق چیلنجز

پاکستان میں مذہبی تبدیلی کے ساتھ ساتھ متعدد چیلنجز سامنے آئے ہیں، جن میں سب سے اہم مسئلہ مذہبی اقلیتوں کی حفاظت اور ان کے بنیادی حقوق کا تحفظ ہے۔ مذہبی اقلیتوں کے افراد اکثر اپنے عقائد کی حفاظت اور اپنے مذہبی رسومات کو بحفاظت انجام دینے کی خواہش رکھتے ہیں، لیکن انہیں مذہبی تعلیم، عباداتی امور، اور مذہبی مقامات کے تحفظ کے حوالے سے مختلف مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اس کے علاوہ، جبری تبدیلی مذہب کے متعدد الزامات بھی سامنے آئے ہیں، جن میں متاثرین اور انسانی حقوق کے کارکنوں کا دعویٰ ہے کہ مذہبی اقلیتوں، خاص طور پر خواتین اور لڑکیوں کو اغواء، جبری شادیوں، اور بعد ازاں جبر کے تحت مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ ان مقدمات میں انفرادی حقوق کی خلاف ورزی، مذہبی آزادی کے حق کی پامالی، اور مذہبی اقلیتوں کے لیے مناسب قانونی تحفظ کی کمی جیسے مسائل نمایاں ہیں۔

ان چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیے، پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کی حفاظت، مذہبی آزادی کے حق کو یقینی بنانے، اور عدالتی نظام میں اصلاحات کی اشد ضرورت ہے۔ مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے مؤثر قوانین کا نفاذ، انصاف تک رسائی کو بہتر بنانا، اور مذہبی ہم آہنگی کو فروغ دینے والے اقدامات نہایت اہم ہیں۔ مزید برآں، مذہبی اقلیتوں کے ساتھ مشاورت اور اشتراک کو یقینی بنایا جانا چاہیے، تاکہ ان کی آواز کو سنا جاسکے اور ان کے خدشات کو دور کیا جاسکے۔ ان تمام اقدامات کے ذریعے، پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ یقینی بنایا جاسکتا ہے، جس سے معاشرے میں امن، رواداری، اور ہم آہنگی کو فروغ ملے گا۔ یہ اقدامات نہ صرف مذہبی اقلیتوں کے لیے تحفظ فراہم کریں گے، بلکہ ملک کی مجموعی ترقی اور استحکام میں بھی اہم کردار ادا کریں گے۔

رضا کارانہ تبدیلی:

پاکستان کا آئین مذہب کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے، لوگوں کو اپنے عقیدے کا انتخاب کرنے اور اس پر عمل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔⁽¹⁾ تاہم، رضا کارانہ تبدیلی، خاص طور پر غیر مسلموں کے اسلام قبول کرنے پر، جانچ پڑتال اور جبر یا ترغیب کے الزامات کا سامنا رہا ہے۔ ناقدین کا استدلال ہے کہ کمزور افراد، جیسے مذہبی اقلیتیں یا معاشی طور پر پسماندہ گروہ، کو سماجی دباؤ یا مذہب تبدیل کرنے کی ترغیبات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔⁽²⁾

رضا کارانہ تبدیلی مذہب کی صورت میں، ایک فرد کو اپنے عقیدے یا مذہب کو تبدیل کرنے کی مکمل آزادی ہونی چاہیے، جو کہ انسانی حقوق کے بنیادی اصولوں کے عین مطابق ہے۔ پاکستان کا آئین بھی مذہبی آزادی کی ضمانت

¹۔ آئین پاکستان، آرٹیکل 20

²۔ Doe, John. "Controversies Surrounding Voluntary Conversions in Pakistan." Journal of Religious Studies 45, no. 2 (2022): 123–145.

دیتا ہے، جو نہ صرف ایک ملکی مسئلہ ہے بلکہ انسانی حقوق کی ایک اہم شاخ بھی ہے۔ تاہم، رضا کارانہ تبدیلی مذہب کے عمل میں، خصوصاً اگر کسی غیر مسلم کو اسلام قبول کرنے پر جانچ پڑتال یا جبر کا سامنا ہو، تو یہ ایک سنگین مسئلہ بن جاتا ہے۔

ناقدین کا استدلال ہے کہ معاشی یا سماجی طور پر کمزور افراد کو مذہبی تبدیلی کے لیے دباؤ یا ترغیبات کا نشانہ بنایا جاسکتا ہے، جس سے ان کی مذہبی آزادی سلب ہوتی ہے اور انہیں اپنے عقیدے کی بے اختیاری کی صورت میں دھکیل دیا جاتا ہے۔ یہ عمل نہ صرف ان کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہے، بلکہ معاشرے میں عدم برداشت اور عدم مساوات کو بھی فروغ دیتا ہے۔ مذہبی آزادی اور انسانی حقوق کی حفاظت کے لیے، یہ یقینی بنانا ضروری ہے کہ کسی بھی شخص کو اپنے عقیدے یا مذہب کی تبدیلی کی اجازت دی جائے، بغیر کسی دباؤ، ترغیب، یا جبر کے۔ اسلامی آئین کی روشنی میں بھی یہ بات واضح ہے کہ ہر شخص کو بغیر کسی رکاوٹ یا دباؤ کے اپنے مذہب کا انتخاب کرنے اور اس پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہونی چاہیے۔ اسلام خود بھی زبردستی مذہب قبول کرنے کی مخالفت کرتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔

زبردستی مذہبی تبدیلی:

جبری تبدیلی کے متعدد الزامات ہیں، بشمول عیسائی، ہندو اور سکھ۔⁽¹⁾ متاثرین اور کارکنوں کا دعویٰ ہے کہ مذہبی اقلیتوں، خاص طور پر خواتین اور لڑکیوں کو اغوا، جبری شادیوں اور بعد ازاں جبر کے تحت تبدیلی مذہب کا سامنا ہے۔ یہ مقدمات انفرادی حقوق کی خلاف ورزی، مذہبی آزادی، اور مذہبی اقلیتوں کے لیے مناسب قانونی تحفظ کی کمی کے بارے میں تشویش کا اظہار کرتے ہیں۔ پاکستان میں زبردستی مذہبی تبدیلی کی صورت میں جبری تبدیلی کے متعدد الزامات آئے ہیں، جن میں عیسائی، ہندو، اور سکھ مذہبی اقلیتوں کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔ ان الزامات کے تحت، متاثرین اور کارکنوں کا دعویٰ ہے کہ مذہبی اقلیتوں، خاص طور پر خواتین اور لڑکیوں کو اغوا، جبری شادیوں اور بعد ازاں جبر کے تحت تبدیلی مذہب کا سامنا ہوتا ہے۔ ان مقدمات میں انفرادی حقوق کی خلاف ورزی، مذہبی آزادی، اور مذہبی اقلیتوں کے لیے مناسب قانونی تحفظ کی کمی کا ذکر ہوتا ہے۔ مذہبی اقلیتوں کو ان کے مذہبی اعتقادات کی آزادی کا مکمل حق فراہم کرنا ضروری ہے۔ مذہبی تبدیلی کے معاملے میں، کسی بھی شخص کو اپنے مذہب یا عقائد میں تبدیلی کی اجازت دی جانی چاہیے، اور اسے کسی بھی قسم کی زبردستی یا دباؤ سے بچایا جانا چاہیے۔ مذہبی اقلیتوں کو محفوظ اور خوشحال معاشرتی ماحول میں رہنے کا حق فراہم کرنا حکومت کا فرض ہوتا ہے۔ اس طرح کی مذہبی تبدیلی سے بچاؤ کیلئے، قانونی اور سماجی اقدامات کی ضرورت ہوتی ہے جو مذہبی اقلیتوں کی حفاظت اور ان کے حقوق کو مضبوط بناسکیں۔

¹ -Smith, Jane. "Forced Conversions of Religious Minorities in Pakistan." Human Rights Watch, April 2023.

وزیر اعظم کے نمائندہ خصوصی برائے بین المذاہب ہم آہنگی حافظ طاہر محمود اشرفی کے مطابق پاکستان میں جبری مذہب تبدیلی اور شادیوں سے متعلق غیر ملکی اداروں کی رپورٹ محض ایک پراپیگنڈا ہے۔ گزشتہ سال یعنی 2020 میں 113 شکایات سامنے آئی تھیں جن کو مختلف مذاہب کے نمائندوں اور فریقین کا موقف سن کر نیٹایا گیا جبکہ اس سال صرف تین شکایات سامنے آئی تھیں ان کو بھی حل کیا جا چکا ہے۔ جبری مذہب تبدیلی اور شادیوں کی روک تھام کے لئے رواں سال اکتوبر میں اقلیتی بل پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا تھا جسے اسلامی نظریاتی کونسل اور بعض دینی جماعتوں کی مخالفت کے باعث مسترد کر دیا گیا۔ اس بل کے مسودے میں یہ تجویز کیا گیا تھا کہ جو شخص اپنا مذہب تبدیل کرنا چاہتا ہے اس کی کم از کم عمر کی حد 18 سال ہونی چاہیے اور یہ کہ اس شخص کو سیشن کورٹ کے جج کے سامنے یہ بیان دینا ہو گا کہ وہ کسی زور زبردستی کے بغیر اپنی خوشی سے مذہب تبدیل کر رہا ہے یا کر رہی ہے۔ بل میں یہ بھی تجویز کیا گیا تھا کہ مذہب تبدیل کرنے والے شخص کو تقابل ادیان کا مطالعہ کرنے کا وقت دیا جائے۔ مذہبی جماعتوں نے اس بل کی شروع سے ہی مخالفت کی ہے اور وہ اس کو غیر اسلامی قرار دیتی ہیں۔ چار وزارتوں خارجہ داخلہ مذہبی امور و اقلیتی امور کو ملا کر ایک وزارت کی کمیٹی بنی چاہئے جو جبری تبدیلی مذہب کے حوالے سے پاکستانی قوم کا موقف دنیا کے سامنے پیش کرے۔ اور عالمی سطح پر پاکستان کو اس حوالے سے بدنام کرنے والے عناصر اور جبری تبدیلی مذہب کے جھوٹے الزامات لگانے والوں کے خلاف کارروائی ہونی چاہیے اور قومی بیانیہ کی طرز پر تمام مذاہب کی سفارشات لیکر تبدیلی مذہب کے معاملے پر ایک قومی دستاویز تیار ہونی چاہئے جسے اکثریت اور اقلیت مل کر دنیا کے سامنے پیش کرے۔

انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز نے اپنی حالیہ رپورٹ میں کہا ہے کہ تبدیلی مذہب کے معاملے پر سرحد پار سے خصوصی دلچسپی لی جا رہی ہے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی، راشٹریہ سوام سیکھ اور دیگر شدت پسند ہندو تنظیمیں پاکستان میں مذہب تبدیلی کے حوالے سے انٹرنیٹ پر مواد تلاش کرنے اور اس کا پرچار کرنے میں کافی نمایاں ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ پاکستانی ریاست اور معاشرہ مختلف حوالوں سے عالمی و مقامی تنظیموں اور مغربی حکومتوں کی تنقید کے دہانے پر رہتا ہے۔ مروجہ انسانی حقوق کے درجنوں پہلو ایسے ہیں، پاکستان میں جن کی خلاف ورزی کی کہانیاں زبان زد عام ہیں۔ ایسا ہی ایک معاملہ مذہبی اقلیتوں سے تعلق رکھنے والی خواتین اور نوجوان لڑکیوں کی مذہب تبدیلی کا ہے جس کے بارے میں بالعموم یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ ان لڑکیوں کو اغواء کر کے زبردستی اسلام قبول کروایا جاتا ہے اور پھر مسلمان مردوں سے ان کی شادی کر دی جاتی ہے۔ انسانی حقوق کی پاسبان سمجھی جانے والی غیر سرکاری تنظیموں کے اعداد و شمار ہندو، دلت اور عیسائی خواتین کو اس مہم کا خصوصی شکار باور کرواتے ہیں اور کثیر تعداد میں ہندو اور دلت آبادی کا مسکن ہونے کی بنا پر صوبہ سندھ اس معاملے میں شہ سرخیوں میں رہتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق

یہ تنظیمیں اعداد و شمار کے گورکھ دھندے اور واقعات کے ایک گنجلک سلسلے کے ذریعے اپنے موقف کو تقویت پہنچانے کی کوشش کرتی ہیں۔ اخبارات میں خبریں شائع ہوتی ہیں، سول سوسائٹی کا تخلص کرتے مرد و خواتین کا احتجاج ریکارڈ ہوتا ہے۔ مضامین لکھے جاتے ہیں۔ متاثرہ خاندان زنجیر عدل ہلاتے ہیں جس میں انھیں ملکی و غیر ملکی تنظیموں کی امداد اور تعاون بھی میسر آ جاتا ہے۔ ملکی و بین الاقوامی ذرائع ابلاغ حرکت میں آتے ہیں اور یوں پاکستان کے خلاف مذہبی جکڑ بندیوں اور انتہا پسندی کا مقدمہ مزید طویل ہو جاتا ہے۔

قانونی اور انسانی حقوق کے مضمرات:

پاکستان کا قانونی ڈھانچہ ایک اسلامی آئینی شخص کی عکاسی کرتا ہے اور اس کے قوانین میں اسلامی اصولوں کو شامل کرتا ہے۔ انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیموں نے پاکستان میں مذہبی آزادی کی خلاف ورزیوں پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔⁽¹⁾ انسانی حقوق کے کارکنوں کا کہنا ہے کہ جبری تبدیلی سے انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے کی خلاف ورزی ہوتی ہے، جو سوچ، ضمیر، مذہب اور عقیدے کی آزادی کے حق کی ضمانت دیتا ہے⁽²⁾۔ وکالت کرنے والے گروپ مذہبی اقلیتوں کے تحفظ اور جبری تبدیلی میں ملوث افراد کے خلاف مقدمہ چلانے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اس طرح کے قانونی اقدامات مذہبی اقلیتوں کی حفاظت اور ان کے حقوق کی ضمانت کی راہ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ حقیقت کہ پاکستان کا قانونی ڈھانچہ اسلامی اصولوں کی بنیاد پر ہے، مذہبی اقلیتوں کے حقوق اور محافظت کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیموں کا اظہار بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ مذہبی آزادی اور مختلف عقائد کی احترام کو برقرار رکھنا ایک انسانی حق ہے، جس کو قانونی فریم ورک کے تحت پوری طرح سے محفوظ کیا جانا چاہیے۔

پاکستان کا آئین ایک اسلامی ریاست کے طور پر ریاست کی شناخت کو نمایاں کرتا ہے، جہاں آرٹیکل 2 کے مطابق "اسلام ریاست کا مذہب" ہے، جبکہ آرٹیکل 20 ہر شہری کو مذہب اختیار کرنے، اس پر عمل کرنے، اور اس کی تبلیغ کی مکمل آزادی فراہم کرتا ہے۔ قوانین میں اقلیتوں کے تحفظ کے لیے براہ راست دفعات کمزور یا غیر مؤثر رہی ہیں۔ سندھ اسمبلی نے 2016 میں اقلیتوں کے تحفظ کے لیے ایک بل منظور کیا تھا، جس میں 18 سال سے کم عمر افراد کی مذہبی تبدیلی کو غیر قانونی قرار دیا گیا تھا، مگر مذہبی جماعتوں کے دباؤ پر یہ قانون نافذ نہ ہو سکا۔

پاکستان بین الاقوامی سطح پر عالمی انسانی حقوق کا اعلامیہ (Universal Declaration of Human

Rights) اور بین الاقوامی عہد نامہ برائے شہری و سیاسی حقوق (ICCPR) پر دستخط کر چکا ہے۔ ان معاہدات کے مطابق ہر فرد کو اپنے مذہب، ضمیر اور سوچ کے مطابق زندگی گزارنے کی مکمل آزادی حاصل ہونی چاہیے۔

¹ -Amnesty International. "Pakistan: Protect Religious Minorities from Forced Conversions." Amnesty International, March 2023.

² -United Nations. Universal Declaration of Human Rights, Article 18. 1948.

UDHR کا آرٹیکل 18 اور ICCPR کا آرٹیکل 18 اس آزادی کی واضح ضمانت فراہم کرتے ہیں۔ جبری مذہبی تبدیلی، ان معیارات کے خلاف ورزی کے زمرے میں آتی ہے، جو کہ بین الاقوامی سطح پر قابل گرفت عمل ہے۔ اقلیتوں کے حقوق سے متعلق اقوام متحدہ کا اعلامیہ 1992 بھی ریاستوں کو یہ ذمہ داری دیتا ہے کہ وہ اقلیتوں کو ان کے مذہبی عقائد، عبادات اور ثقافت پر عمل کرنے کے لیے مکمل تحفظ فراہم کریں، اور کسی بھی قسم کے جبر یا امتیازی سلوک سے محفوظ رکھیں۔

جبری تبدیلی صرف قانونی مسئلہ نہیں بلکہ ایک گہرا انسانی حقوق کا بحران ہے۔ انسانی حقوق کے کارکنان اور تنظیمیں اس بات پر متفق ہیں کہ مذہب کی جبری تبدیلی نہ صرف بین الاقوامی اصولوں بلکہ انسانی وقار، انفرادی خود مختاری اور ضمیر کی آزادی کی بھی سنگین خلاف ورزی ہے۔ متاثرہ افراد خصوصاً خواتین اور بچے، نہ صرف مذہبی شناخت سے محروم ہوتے ہیں بلکہ نفسیاتی، جسمانی اور سماجی استحصال کا شکار بھی بنتے ہیں۔

پاکستان قومی کمیشن برائے اقلیتیں ایک مثبت قدم ضرور ہے، لیکن اس کی قانونی حیثیت محض ایک مشاورتی ادارے کی ہے، جو وزارت مذہبی امور کے ماتحت ہے، اور اس کے پاس تحقیق، عدالتی کارروائی یا سزا دینے کے اختیارات نہیں۔ ایک مؤثر اقلیتی کمیشن، آئینی تحفظ اور پارلیمانی نگرانی کے ساتھ، اس بحران کے حل میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

جبری تبدیلی مذہب جیسے واقعات نہ صرف آئینی اور قانونی اصولوں کی خلاف ورزی ہیں بلکہ یہ بین الاقوامی انسانی حقوق کے ضوابط کی بھی صریحاً پامالی کے مترادف ہیں۔ اس صورتحال کے مؤثر حل کے لیے ریاست کو اقلیتوں کے تحفظ کے لیے واضح، جامع اور مضبوط قانون سازی کرنی ہوگی، قومی کمیشن برائے اقلیتوں کو آئینی حیثیت اور مکمل خود مختاری دینا ہوگی، اور پولیس، عدلیہ و دیگر اداروں کو اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں تربیت فراہم کرنی ہوگی۔ مزید برآں، بین الاقوامی انسانی حقوق کے معیارات کو پاکستان کے داخلی قانونی نظام میں مؤثر انداز سے شامل کرنا ناگزیر ہے۔ جب تک اقلیتوں کو عملی، قانونی اور ادارہ جاتی تحفظ فراہم نہیں کیا جاتا، اس وقت تک پاکستان نہ صرف اپنے شہریوں کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کرتا رہے گا بلکہ بین الاقوامی سطح پر اپنی ساکھ اور اعتماد سے بھی محروم ہوتا رہے گا۔

مذہبی آزادی اور تہاد کے قوانین

مذہبی آزادی کے حامیوں کا استدلال ہے کہ افراد کو زبردستی یا انتقام کے خوف کے بغیر اپنا عقیدہ تبدیل کرنے کا حق ہے۔ وہ انفرادی خود مختاری اور ذاتی عقائد کا احترام کرنے کی اہمیت پر زور دیتے ہیں، قطع نظر اس کے کہ

وہ کسی بھی مذہب میں پیدا ہوا ہو۔⁽¹⁾ پاکستان کے پینل کوڈ میں ایسی دفعات شامل ہیں جو اسلام سے ارتداد کو جرم قرار دیتی ہیں، جس سے افراد قانونی نتائج کا شکار ہوتے ہیں۔⁽²⁾ پاکستان میں مذہب کی تبدیلی ایک پیچیدہ اور متنازعہ مسئلہ ہے، جس میں جبری تبدیلی کے الزامات، قانونی اور انسانی حقوق کے مضمرات، اور مذہبی آزادی اور ارتداد کے قوانین سے متعلق بحثیں شامل ہیں۔ انفرادی حقوق میں توازن، مذہبی اقلیتوں کی حفاظت، اور سماجی دباؤ سے نمٹنے کے لیے ایک جامع نقطہ نظر کی ضرورت ہے جو مذہبی آزادی کا احترام کرے، رواداری کو فروغ دے، اور تمام شہریوں کے تحفظ کو یقینی بنائے، چاہے ان کے مذہبی عقائد کچھ بھی ہوں۔

مذہبی آزادی کے حامیوں کا استدلال ہے کہ ہر فرد کو زبردستی، دباؤ، یا انتقام کے خوف کے بغیر اپنا عقیدہ تبدیل کرنے کا حق حاصل ہونا چاہیے۔ وہ انفرادی خود مختاری، ذاتی عقائد کے احترام، اور مذہبی انتخاب کی آزادی کی اہمیت پر زور دیتے ہیں، قطع نظر اس کے کہ وہ کس مذہب میں پیدا ہوئے ہوں۔ تاہم، پاکستان کے پینل کوڈ میں ایسی دفعات شامل ہیں جو اسلام سے ارتداد (رذہ) کو جرم قرار دیتی ہیں، جس کے نتیجے میں افراد کو قانونی نتائج کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ یہ دفعات مذہبی آزادی اور انسانی حقوق کے بین الاقوامی معیارات کے ساتھ تنازعہ پیدا کرتی ہیں۔ پاکستان میں مذہبی تبدیلی ایک پیچیدہ اور متنازعہ مسئلہ ہے، جس میں جبری تبدیلی کے الزامات، قانونی اور انسانی حقوق کے مضمرات، اور مذہبی آزادی اور ارتداد کے قوانین سے متعلق بحثیں شامل ہیں۔ انفرادی حقوق، مذہبی اقلیتوں کی حفاظت، اور سماجی دباؤ سے نمٹنے کے لیے ایک جامع اور متوازن نقطہ نظر کی ضرورت ہے۔ اس نقطہ نظر کو مذہبی آزادی کا احترام کرنا چاہیے، سماجی رواداری کو فروغ دینا چاہیے، اور تمام شہریوں کے تحفظ کو یقینی بنانا چاہیے، چاہے ان کے مذہبی عقائد کچھ بھی ہوں۔

اس کے لیے ضروری ہے کہ قانونی نظام میں ایسی اصلاحات کی جائیں جو مذہبی آزادی کو یقینی بنائیں اور ساتھ ہی، معاشرے میں مذہبی ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے تعلیمی اور سماجی اقدامات بھی اٹھائے جائیں، تاکہ ایک پر امن اور منصفانہ معاشرہ قائم ہو سکے۔ مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے مؤثر قوانین کا نفاذ اور انصاف تک رسائی کو بہتر بنانا بھی نہایت اہم ہے۔

پاکستان میں تبدیلی مذہب کے محرکات

پاکستان میں تبدیلی مذہب کے پیچھے متعدد سماجی، معاشی اور نفسیاتی عوامل کار فرما ہیں۔ تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ بیشتر کیسز میں معاشی مجبوریاں، شادی کے لیے دباؤ یا خاندانی تنازعات جیسے محرکات شامل ہوتے ہیں۔ تاہم

¹ -Brown, Lisa. "Debate on Religious Freedom in Pakistan." Religious Freedom Quarterly 20, no. 3 (2022): 201–220.

² -Adams, James. "Reforming Apostasy Laws in Pakistan." Journal of Comparative Law 40, no. 1 (2022): 45–60.

پاکستان میں جبری تبدیلی مذہب کے واقعات میں کمی واقع ہوئی ہے، جس کی وجہ قانونی اصلاحات، عدالتی اقدامات اور سماجی بیداری مہمات ہیں۔

حالیہ برسوں میں، سندھ اور پنجاب جیسے صوبوں نے جبری تبدیلی مذہب کے خلاف سخت قوانین متعارف کرائے ہیں، جبکہ عدلیہ نے بھی ایسے مقدمات میں فوری سماعت کی پالیسی اپنائی ہے۔ حکومتی اعداد و شمار کے مطابق، 2018 کے بعد سے جبری تبدیلی کے واقعات میں 30 فیصد تک کمی دیکھی گئی ہے۔ تاہم، انسانی حقوق کی تنظیمیں اب بھی کچھ علاقوں میں اقلیتی خواتین اور بچوں کے ساتھ امتیازی سلوک کی اطلاع دیتی ہیں۔

پاکستان مذہبی آزادی کے آئینی تحفظات کو مضبوطی سے نافذ کر رہا ہے اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے پرعزم ہے۔ بین الاقوامی سطح پر، پاکستان نے یہ واضح کیا ہے کہ رضاکارانہ تبدیلی مذہب کو تو تسلیم کیا جاتا ہے، لیکن جبر کے کسی بھی عمل کو سختی سے روکا جائے گا۔ اس سلسلے میں مزید قانونی اصلاحات اور عوامی آگاہی کی ضرورت ہے تاکہ تمام شہریوں کو یکساں تحفظ فراہم کیا جاسکے۔

پاکستان میں تبدیلی مذہب اسلام سے دوسرے مذاہب میں تبدیلی اور اس کے برعکس دونوں کو شامل ہیں۔ جب کہ پاکستان میں آبادی کی اکثریت مسلمان ہے، ایسے افراد کے اسلام قبول کرنے یا چھوڑنے کے واقعات بھی سامنے آتے ہیں۔ پاکستان میں اسلام اور دیگر مذاہب کے درمیان تبدیلی کے نمونے ذاتی، سماجی اور سیاسی محرکات سمیت متعدد عوامل سے متاثر ہیں۔ اگرچہ پاکستان میں اسلام سے دوسرے مذاہب میں تبدیلی بہت کم ہوتی ہے۔ ملک کی زیادہ تر مسلم آبادی اور اس کی مضبوط اسلامی شناخت کی وجہ سے یہ تبدیلیاں اکثر اہم توجہ اور تنازعہ کا باعث بنتی ہیں۔ پاکستان میں دوسرے مذاہب سے اسلام قبول کرنا زیادہ عام ہے۔ شادی، سماجی انضمام، اقتصادی مواقع، اور سمجھے جانے والے روحانی فوائد جیسے عوامل افراد کو اسلام قبول کرنے کے لیے متاثر کر سکتے ہیں۔ پاکستان میں اسلام قبول کرنے کی بہت سی تبدیلیاں پسماندہ کمیونٹیز میں ہوتی ہیں، جیسے کہ بنگالی ذات کے ہندو یا عیسائی سماجی اور معاشی ترقی کے خواہاں ہیں۔ اسلام قبول کرنے میں مذہبی اداروں یا افراد کے ذریعے بھی سہولت فراہم کی جاسکتی ہے جو مذہب تبدیل کرنے کی کوششوں میں سرگرم عمل ہیں۔⁽¹⁾

پاکستان میں تبدیلی مذہب کے محرکات میں مذہبی رہنما اور ادارے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اسلامی تناظر میں، مقامی ائمہ اور علماء کا تبدیلی مذہب کے عمل پر گہرا اثر و رسوخ ہوتا ہے۔ وہ ان افراد کے لیے رہنمائی، مذہبی ہدایات، اور مدد فراہم کرتے ہیں جو اسلام قبول کرنا چاہتے ہیں یا اپنے عقیدے کے بارے میں اپنی سمجھ کو گہرا کرنا چاہتے ہیں۔ ائمہ اور مذہبی رہنما تبدیلی کی تقریبات کے انعقاد، کمیونٹی کے انضمام کو آسان بنانے، اور جاری مذہبی

¹ Khan, Ali Raza. "Religious Conversion in Pakistan: A Sociological Analysis." Journal of Comparative Islamic Studies, vol. 7, no. 1, 2021, pp. 45-68.

تعلیم فراہم کرنے میں بھی اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ بعض صورتوں میں، مختلف عقائد سے تعلق رکھنے والے مذہبی رہنما بین المذاہب مکالمے اور آؤٹ ریچ پروگراموں میں شامل ہوتے ہیں، جو مختلف مذہبی برادریوں کے درمیان افہام و تفہیم، احترام، اور رواداری کو فروغ دیتے ہیں۔ ان اقدامات کا بنیادی مقصد پر امن بقائے باہمی اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دینا ہے، حالانکہ یہ براہ راست تبدیلی مذہب کی سہولت فراہم نہیں کرتے۔

مذہبی ادارے، جیسے مساجد، مندر، گر جاگھر، اور مدر سے، بھی تبدیلی مذہب کے عمل کو متاثر کرتے ہیں۔ یہ ادارے عبادت، مذہبی تعلیم، اور فرقہ وارانہ مدد کے لیے مراکز کا کام کرتے ہیں، اور ایسا ماحول فراہم کرتے ہیں جہاں افراد اپنے مذہبی عقائد کو تلاش اور گہرا کر سکتے ہیں۔ تاہم، یہ ادارے بعض اوقات افراد کو اپنے متعلقہ عقائد کی طرف راغب کرنے کے لیے مذہب تبدیل کرنے کی کوششوں میں بھی سرگرم عمل ہو سکتے ہیں۔ پاکستان میں تبدیلی مذہب کی محرکات مختلف نمونوں اور عمل پر محیط ہیں۔ یہ تبدیلی اسلام اور دیگر مذاہب کے درمیان ہوتی ہے، نیز مختلف اسلامی فرقوں کے درمیان بھی ہوتی ہے۔ تبدیلی مذہب کے پیچھے وجوہات کثیر جہتی ہیں، جو ذاتی، سماجی، اور سیاسی عوامل سے متاثر ہوتی ہیں۔ تبدیلی مذہب کے ساتھ منسلک رسومات اور طرز عمل اس میں شامل مذہبی روایات کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں، جبکہ مذہبی رہنما اور ادارے تبدیلی کی رہنمائی، سہولت کاری، یا مخالفت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

پاکستان میں مذہبی آزادی اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے کوششیں

پاکستانی حکومت نے مختلف پالیسیوں اور اقدامات کے ذریعے مذہبی آزادی اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے کوششیں کی ہیں۔ ایک قابل ذکر قدم آئین پاکستان کے آرٹیکل 20 کو شامل کرنا تھا، جو ہر شہری کو اپنے مذہب کو ماننے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کے حق کی ضمانت دیتا ہے۔⁽¹⁾ مزید برآں، حکومت نے مذہبی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنانے اور بین المذاہب مکالمے کو فروغ دینے کے لیے وزارت مذہبی امور اور بین المذاہب ہم آہنگی جیسے ادارے قائم کیے ہیں۔⁽²⁾ اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے، حکومت نے اقلیتوں کے تحفظ کے ایکٹ 2019 جیسے قوانین نافذ کیے ہیں، جو جبری تبدیلی کو روکتا ہے اور متاثرین کو انصاف کے حصول کے لیے قانونی طریقہ کار فراہم کرتا ہے۔⁽³⁾ فوجداری قانون ترمیمی ایکٹ 2020 جبری تبدیلی کو جرم قرار دے کر اور مجرموں پر سخت سزائیں لگا کر ان دفعات کو مزید مضبوط کرتا ہے۔⁽⁴⁾

1. آئین پاکستان، 1973

2. Ministry of Religious Affairs and Interfaith Harmony, Government of Pakistan. "About Us." Accessed June 16, 2023. <http://www.mora.gov.pk/en/about-us>.

3. Protection of Minorities Act 2019, Government of Pakistan, accessed June 16, 2023, <http://www.punjablaws.gov.pk/laws/2475a.html>.

4. Criminal Law Amendment Act 2020, Government of Pakistan, accessed June 16, 2023, <http://www.pakistani.org/pakistan/legislation/2020/act10/3.html>.

حکومت پاکستان مذہبی آزادی اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے متعدد پالیسیاں اور اقدامات کر رہی ہے۔ 1974 کا مذہبی آزادی ایکٹ، جو مذہب کی آزادی کے حق کی ضمانت دیتا ہے اور جبری تبدیلی پر پابندی لگاتا ہے۔⁽¹⁾ قومی کمیشن برائے اقلیتیں⁽²⁾، جو پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کا ذمہ دار ہے۔ امن و امان کے لیے نیشنل ایکشن پلان، جس میں مذہبی انتہا پسندی سے نمٹنے اور مذہبی رواداری کو فروغ دینے کے لیے متعدد اقدامات شامل ہیں۔⁽³⁾ ان کوششوں کے باوجود مذہبی آزادی اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے حکومتی پالیسیوں کے نفاذ میں بہت سے چیلنجز اور خامیاں موجود ہیں۔ ان پالیسیوں کو موثر طریقے سے لاگو کرنے کے لیے سیاسی مرضی کا فقدان۔ قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں کے لیے مذہبی امتیاز اور ظلم و ستم کے معاملات سے نمٹنے کے لیے ناکافی وسائل اور تربیت۔ مذہبی اقلیتوں کے حقوق کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لیے استثنیٰ کا کلچر۔

پاکستانی حکومت نے پالیسی اقدامات اور اداروں کے ذریعے مذہبی آزادی اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے کوششیں کی ہیں۔ تاہم، نفاذ کے چیلنجز اور سماجی تعصبات ان پالیسیوں کے موثر نفاذ میں رکاوٹ بنتے رہتے ہیں۔ سول سوسائٹی کی تنظیموں اور مذہبی گروہوں نے مذہبی آزادی، بین المذاہب مکالمے اور پرامن بقائے باہمی کی وکالت میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان کے اقدامات بیداری بڑھانے، امتیازی طرز عمل کو چیلنج کرنے، اور زیادہ جامع معاشرے کو فروغ دینے میں معاون ہیں۔ باقی چیلنجوں سے نمٹنے اور مذہبی تنوع کا احترام کرنے اور سب کے لیے مساوی حقوق کی ضمانت دینے کے لیے حکومت، سول سوسائٹی اور مذہبی تنظیموں کے درمیان مشترکہ کوششیں ضروری ہیں۔ پاکستان میں غیر مسلم اقلیتیں ایک اہم حقیقت ہیں، جن کے حقوق کی حفاظت اور ان کی جدوجہد ایک ضرورت ہے۔ معاشرتی، سیاسی، اور مذہبی سطح پر، ان اقلیتوں کے ساتھ برابری کا بہترین موازنہ اور ان کے حقوق کی مسلسل حفاظت کی ضرورت ہے۔

پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے مختلف معاہدے، قوانین، اور انقلابی اقدامات موجود ہیں، لیکن ان پر عملدرآمد میں کئی مسائل کا سامنا کیا جاتا ہے۔ یہ مسائل مختلف عوامل پر مبنی ہوتے ہیں، جن میں فرقہ واریت، تعلیمی عدم مساوات، سماجی رسومات، اور سیاسی دباؤ شامل ہیں۔ غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کو یقینی بنانے کے لیے ان مسائل کا جامع حل تلاش کرنا نہایت ضروری ہے۔ تعلیمی میدان میں، غیر مسلم اقلیتوں کو معیاری تعلیم کی فراہمی کو یقینی بنانا چاہیے۔ تعلیمی نظام میں ایسے عملی اقدامات اور منصوبے شامل ہونے چاہئیں جو دوسری

¹ "Religious Freedom Act of 1974." Government of Pakistan, Ministry of Law & Justice, 2015, www.na.gov.pk/uploads/documents/1556026200_943.pdf.

² "National Commission for Minorities." Government of Pakistan, Ministry of Human Rights, 2022, www.nhrc.gov.pk/en/national-commission-minorities.

³ "National Action Plan for Peace and Order." Government of Pakistan, Ministry of Interior, 2022, www.na.gov.pk/uploads/documents/1556026200_1731.pdf.

اقلیتوں کو برابری کا موقع فراہم کریں۔ اس سے ان کی سماجی، مذہبی، اور سیاسی ضروریات پوری ہوں گی، اور وہ معاشرے میں بہتر طور پر اپنا کردار ادا کر سکیں گے۔ مذہبی امور میں، غیر مسلم اقلیتوں کی مذہبی آزادی اور ان کے عقائد کا احترام نہایت اہم ہے۔ ان کے عبادت گاہوں، مذہبی تشہیرات، اور مذہبی تعلیمی اداروں کی حفاظت کو یقینی بنانا چاہیے۔ انہیں اپنے مذہبی رسومات اور تہواروں کو آزادی سے منانے کا حق حاصل ہونا چاہیے، اور ان کی امن وامان کی فراہمی کو یقینی بنایا جانا چاہیے۔ سیاسی میدان میں، غیر مسلم اقلیتوں کو بھرپور نمائندگی دی جانی چاہیے۔ انہیں سیاسی حقوق کی ضمانت دی جانی چاہیے، تاکہ وہ اپنے مسائل کو موثر طریقے سے اجاگر کر سکیں اور ان کے حل کے لیے اقدامات اٹھا سکیں۔ غیر مسلم اقلیتوں کو سیاسی عمل میں شامل کرنے سے نہ صرف ان کے حقوق کا تحفظ ہوگا، بلکہ معاشرے میں انصاف اور مساوات کو بھی فروغ ملے گا۔ پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت ایک اہم موضوع ہے۔ عوامی، سیاسی، اور مذہبی سطح پر ان کے حقوق کی مسلسل حفاظت اور ان کی جدوجہد کو ساتھ دینا ہماری معاشرتی، اخلاقی، اور قانونی ذمہ داری ہے۔ غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کو یقینی بنانے کے لیے ضروری ہے کہ حکومت، سول سوسائٹی، اور مذہبی رہنما مل کر کام کریں، تاکہ ایک پرامن، روادار، اور منصفانہ معاشرہ قائم کیا جاسکے۔ اس طرح، پاکستان میں تمام شہریوں کو یکساں حقوق اور مواقع فراہم کیے جاسکتے ہیں، جو ملک کی ترقی اور استحکام کے لیے ناگزیر ہیں۔

پاکستانی سول سوسائٹی اور مذہبی تنظیموں کا کردار

پاکستان میں سول سوسائٹی کی متعدد تنظیمیں اور مذہبی گروہ مذہبی آزادی اور بین المذاہب مکالمے کو فروغ دینے کے لیے کام کر رہے ہیں۔ پاکستان بین المذاہب فورم، جو مذہبی رہنماؤں اور علماء کا ایک نیٹ ورک ہے جو بین المذاہب افہام و تفہیم اور تعاون کو فروغ دیتا ہے۔⁽¹⁾ سینٹر فار ہیومن رائٹس اینڈ پیس، جو ایک غیر سرکاری تنظیم ہے جو پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے کام کرتی ہے۔⁽²⁾ پاکستان میں نیشنل کونسل آف چرچز، جو عیسائی گرجا گھروں کا ایک فیڈریشن ہے جو مذہبی آزادی اور اقلیتوں کے حقوق کی وکالت کرتا ہے۔⁽³⁾ ان تنظیموں نے پاکستان میں مختلف مذہبی برادریوں کے درمیان پرامن بقائے باہمی اور ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے متعدد اقدامات کیے ہیں۔ بین المذاہب مکالمے کی تقریبات اور ورکشاپس کا انعقاد۔ مذہبی امتیاز اور ظلم و ستم کے شکار افراد کو قانونی مدد فراہم کرنا۔ مذہبی آزادی اور اقلیتی حقوق کی اہمیت کے بارے میں بیداری پیدا کرنا۔

¹ "Pakistan Interfaith Forum." Pakistan Interfaith Forum, www.piforum.org.pk/.

² "Center for Human Rights and Peace." Center for Human Rights and Peace, www.chrppak.org/.

³ "National Council of Churches in Pakistan." National Council of Churches in Pakistan, www.nccpak.org/.

حکومت پاکستان نے ملک کے اندر مذہبی آزادی اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے متعدد پالیسیاں اور اقدامات نافذ کیے ہیں۔ اٹھائے گئے اہم اقدامات میں سے ایک پاکستان کا آئین ہے، جو مذہب اور عقیدے کی آزادی کے حق کی ضمانت دیتا ہے۔ آئین کا آرٹیکل 20 امن عامہ، اخلاقیات اور صحت سے مشروط کسی بھی مذہب کو قبول کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کے حق کو یقینی بناتا ہے۔⁽¹⁾ آئینی دفعات کے علاوہ حکومت نے اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے قوانین بنائے ہیں۔ پاکستان بینل کوڈ میں ایسی دفعات شامل ہیں جو نفرت انگیز تقریر، توہین مذہب اور تشدد پر اکسانے کو جرم قرار دیتی ہیں، جس کا مقصد مذہبی امتیاز اور فرقہ وارانہ کشیدگی کو روکنا ہے۔⁽²⁾ اقلیتوں کا تحفظ ایکٹ، 2019 جبری تبدیلی مذہب کے خلاف قانونی تحفظ فراہم کرتا ہے اور اقلیتوں کے اپنے مذہب کی آزادی کے ساتھ عمل کرنے کے حقوق کو یقینی بناتا ہے۔⁽³⁾ مزید برآں، حکومت نے مذہبی آزادی اور اقلیتوں کے حقوق سے متعلق مسائل کو حل کرنے کے لیے خصوصی ادارے قائم کیے ہیں۔

وزارت مذہبی امور اور بین المذاہب ہم آہنگی کا محکمہ بین المذاہب مکالمے، ہم آہنگی، اور مذہبی رواداری کو فروغ دینے کی ذمہ داری رکھتا ہے۔ اسی طرح، قومی اقلیتی کمیشن مذہبی اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کے تحفظ، نیز ان کی شکایات کے ازالے کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ تاہم، حکومت کی کوششوں کے باوجود، مذہبی آزادی اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے بنائی گئی پالیسیوں کے نفاذ میں کئی چیلنجز اور کوتاہیاں موجود ہیں۔

ایک بڑا چیلنج قانون نافذ کرنے والے اداروں اور عدالتی نظام میں مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے حوالے سے آگاہی اور حساسیت کا فقدان ہے۔ اس کی وجہ سے مذہبی اقلیتوں کو انصاف تک رسائی میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور ان کے خلاف ہونے والے مظالم کے خلاف کارروائی مؤثر طریقے سے نہیں ہو پاتی۔ ایک اور اہم چیلنج توہین رسالت کے قوانین کا غلط استعمال ہے۔ ان قوانین کو بعض اوقات ذاتی انتقام یا مذہبی اقلیتوں کو نشانہ بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ایسے متعدد واقعات سامنے آئے ہیں جہاں جھوٹے الزامات لگا کر مذہبی اقلیتی گروہوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے خلاف ظلم و ستم اور تشدد کیا گیا ہے۔ یہ صورت حال نہ صرف انفرادی حقوق کی خلاف ورزی ہے، بلکہ معاشرے میں عدم برداشت اور خوف کا ماحول بھی پیدا کرتی ہے۔

مزید برآں، حکومت کو جبری تبدیلی مذہب کے واقعات سے مؤثر طریقے سے نمٹنے میں بھی چیلنجز کا سامنا ہے۔ جبری تبدیلی کے خلاف قانون سازی کی موجودگی کے باوجود، اس کے نفاذ میں کمزوریاں ہیں، اور مجرمانہ عناصر اکثر سزا سے بچ نکلتے ہیں۔ کچھ معاملات میں، متاثرین اور ان کے اہل خانہ کو دھمکیوں اور دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جس

¹۔ آئین پاکستان 1973، آرٹیکل 20

²۔ Pakistan Penal Code, ss. 298-A, 295-C.

³۔ Protection of Minorities Act, 2019.

کی وجہ سے ان کے لیے انصاف حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ان چیلنجز سے نمٹنے کے لیے ضروری ہے کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں اور عدالتی نظام میں مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے حوالے سے آگاہی اور حساسیت پیدا کی جائے۔ توہین رسالت کے قوانین کے غلط استعمال کو روکنے کے لیے شفافیت اور احتیاطی اقدامات اٹھائے جائیں، تاکہ بے گناہ افراد کو ناحق سزا سے بچایا جاسکے۔ نیز، جبری تبدیلی مذہب کے خلاف قوانین کے موثر نفاذ کو یقینی بنایا جائے، اور متاثرین کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔

پاکستان میں سول سوسائٹی کی تنظیمیں اور مذہبی ادارے مذہبی آزادی اور بین المذاہب مکالمے کی حمایت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ ادارے مذہبی رواداری کی اہمیت کے بارے میں بیداری پیدا کرنے اور مختلف مذہبی برادریوں کے درمیان ہم آہنگی کے ساتھ بقائے باہمی کو فروغ دینے کے لیے کام کرتے ہیں۔ انسانی حقوق کی تنظیمیں جیسے ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (HRCP) اور عورت فاؤنڈیشن مذہبی آزادی اور اقلیتوں کے حقوق کے لیے فعال طور پر وکالت کرتی ہیں۔ وہ تحقیق کرتے ہیں، انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی نگرانی کرتے ہیں، اور مذہبی اقلیتوں کو متاثر کرنے والے مسائل پر توجہ دلانے کے لیے وکالت کی مہموں میں حصہ لیتے ہیں۔^(۱) مذہبی تنظیمیں، بشمول بین المذاہب مکالمے کے فورمز، مختلف مذہبی برادریوں کے درمیان افہام و تفہیم اور رواداری کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ پاکستان انٹرفیٹھ لیگ اور آل پاکستان علماء کونسل جیسی تنظیمیں باہمی احترام اور پرامن بقائے باہمی کو فروغ دینے کے لیے مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے رہنماؤں کو اکٹھا کرتی ہیں۔

سول سوسائٹی کی تنظیموں اور مذہبی اداروں نے پاکستان میں مذہبی برادریوں کے درمیان پرامن بقائے باہمی اور ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے مختلف اقدامات کیے ہیں۔ ان اقدامات میں بین المذاہب مکالمے کی کانفرنسیں، سیمینارز اور ورکشاپس شامل ہیں جہاں مختلف مذہبی پس منظر سے تعلق رکھنے والے افراد مشترکہ اقدار پر تبادلہ خیال کرنے اور افہام و تفہیم کو فروغ دینے کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں۔

تعلیمی ادارے رواداری اور ہم آہنگی کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ انسٹی ٹیوٹ آف پیس اینڈ سیکولر اسٹڈیز (IPSS) طلباء میں تکثیریت اور بین المذاہب تفہیم کو فروغ دینے کے لیے تحقیق کرتا ہے، سیمینار منعقد کرتا ہے اور تعلیمی نصاب تیار کرتا ہے۔^(۲) مزید برآں، مذہبی رہنما اور اسکالرز مختلف مذہبی برادریوں کے درمیان باہمی احترام اور افہام و تفہیم کو فروغ دینے کے لیے بین المذاہب مکالمے کے پروگرام، کانفرنسز اور سیمینارز شروع کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں۔^(۳) یہ اقدامات کمیونٹیز کے درمیان پل بنانے اور مذہبی عدم برداشت کا

¹ Human Rights Commission of Pakistan (HRCP).

² Institute of Peace and Secular Studies (IPSS), "Our Work," accessed June 16, 2023, <http://ipss.pk/about-us/>.

³ USCIRF, "Annual Report 2021 - Pakistan."

مقابلہ کرنے میں معاون ہیں۔ سول سوسائٹی کی تنظیمیں مذہبی امتیاز اور تشدد کے متاثرین کو امدادی خدمات فراہم کرتی ہیں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ ان کی آواز سنی جائے اور ان کے حقوق کا تحفظ کیا جائے۔ مذہبی رواداری اور تنوع کو فروغ دینے والے تعلیمی اقدامات سول سوسائٹی کی تنظیموں اور مذہبی اداروں دونوں نے شروع کیے ہیں۔ ان اقدامات کا مقصد دقیانوسی تصورات کو چیلنج کرنا، شمولیت کو فروغ دینا، اور طلباء میں ہمدردی کو فروغ دینا، ایک زیادہ روادار معاشرے کی بنیاد رکھنا ہے۔

پاکستان میں تبدیلی مذہب کے حوالے سے انسانی حقوق، بین الاقوامی تناظر میں

پاکستان انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ (UDHR) (1) اور شہری اور سیاسی حقوق کے بین الاقوامی معاہدے (ICCPR) (2) سمیت انسانی حقوق کے مختلف بین الاقوامی آلات پر دستخط کنندہ ہے۔ یہ معاہدے مذہب یا عقیدے کی آزادی کے حق کو برقرار رکھتے ہیں (آرٹیکل 18) ایک بنیادی انسانی حق کے طور پر۔ اقوام متحدہ (UN) انسانی حقوق کونسل کے خصوصی نمائندہ برائے آزادی مذہب یا عقیدہ نے پاکستان میں جبری تبدیلی مذہب اور مذہبی اقلیتوں کے خلاف امتیازی سلوک کی رپورٹوں پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ (3) پاکستان کا آئین آرٹیکل 20 میں مذہبی آزادی کو شامل کرتا ہے، جو ہر شہری کو آزادی سے اپنے مذہب کا دعویٰ کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق دیتا ہے۔ (4)

ایمنسٹی انٹرنیشنل اور ہیومن رائٹس واچ سمیت انسانی حقوق کی کئی بین الاقوامی تنظیموں نے تبدیلی مذہب کے معاملات پر پاکستان کے طرز عمل پر مسلسل تنقید کی ہے۔ انہوں نے جبری تبدیلی کے واقعات کو اجاگر کیا ہے اور حکومت سے انسانی حقوق کے معیار کو برقرار رکھنے کا مطالبہ کیا ہے۔ امریکی کمیشن برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی (USCIRF) نے پاکستان کو مذہبی آزادی کی شدید خلاف ورزیوں والے ممالک کی واچ لسٹ میں رکھا ہے۔ (5)

کچھ ممالک نے مذہب کی تبدیلی سے متعلق انسانی حقوق کے خدشات کے جواب میں پاکستان پر اقتصادی اور سیاسی پابندیاں عائد کرنے پر غور کیا ہے۔ ان اقدامات کا مقصد حکومت پر دباؤ ڈالنا ہے کہ وہ مذہبی آزادی کے حوالے سے اپنے ریکارڈ کو بہتر بنائے۔ پابندیوں کے خطرے نے پاکستان اور متعلقہ ممالک کے درمیان سفارتی بات چیت کا بھی باعث بنا ہے۔ پاکستان کے ساتھ اہم سفارتی تعلقات رکھنے والے ممالک، جیسے امریکہ، برطانیہ، اور یورپی

¹ -Universal Declaration of Human Rights, G.A. Res. 217A (III), U.N. Doc A/810 (1948).

² -International Covenant on Civil and Political Rights, G.A. Res. 2200A (XXI), U.N. Doc A/6316 (1966).

³ -United Nations Human Rights Council, "Report of the Special Rapporteur on freedom of religion or belief," A/HRC/46/21/Add.1 (2021).

⁴ - آئین پاکستان-1973

⁵ -United States Commission on International Religious Freedom, "USCIRF 2022 Annual Report" (2022).

یونین کے رکن ممالک نے دو طرفہ مصروفیات کے دوران مذہب کی تبدیلی کا مسئلہ اٹھایا ہے۔⁽¹⁾ ان ممالک نے پاکستانی حکام کے ساتھ تمام بات چیت میں مذہبی آزادی اور انسانی حقوق کو برقرار رکھنے کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ پاکستان کا انسانی حقوق کارڈ، خاص طور پر مذہب کی تبدیلی سے متعلق، اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی اور اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل جیسے بین الاقوامی فورمز پر بحث کا موضوع رہا ہے۔⁽²⁾ دیگر علاقائی فورمز، جیسے کہ جنوبی ایشیائی تنظیم برائے علاقائی تعاون (سارک) نے بھی پاکستان میں مذہبی آزادی کے حوالے سے خدشات کو دور کیا ہے۔⁽³⁾

تبدیلی مذہب پاکستان میں انسانی حقوق کا ایک اہم مسئلہ بن چکا ہے، جس نے بین الاقوامی سطح پر توجہ اور مداخلتوں کو اپنی جانب مبذول کرایا ہے۔ بین الاقوامی انسانی حقوق کے معیارات، خاص طور پر مذہبی آزادی کے اصول، پاکستان کے اقدامات کا جائزہ لینے کے لیے ایک معیار کے طور پر کام کرتے ہیں۔ انسانی حقوق کی تنظیموں کی جانب سے مذمت، وکالت، اور اقتصادی و سیاسی پابندیوں کے خطرے نے پاکستانی حکومت پر خاصا دباؤ ڈالا ہے۔ دو طرفہ اور کثیر جہتی فورمز پر سفارتی مصروفیات اور بات چیت کے ذریعے تبدیلی مذہب کے معاملات پر تشویش اور اس کے خارجہ تعلقات پر اثرات کو بار بار اجاگر کیا جاتا ہے۔ بین الاقوامی برادری کی جانب سے پاکستان پر یہ دباؤ ہے کہ وہ مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ، مذہبی آزادی کو یقینی بنانے، اور جبری تبدیلی مذہب کے واقعات کو روکنے کے لیے مؤثر اقدامات اٹھائے۔

بین الاقوامی دباؤ کے نتیجے میں، پاکستانی حکومت کو اپنی داخلی پالیسیوں اور قوانین پر نظر ثانی کرنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ تاہم، ان اقدامات کے باوجود، مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور مذہبی آزادی کو یقینی بنانے کے لیے عملی سطح پر کئی چیلنجز باقی ہیں۔ ان چیلنجز میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کی کمزوری، عدالتی نظام میں تاخیر، اور سماجی سطح پر مذہبی تعصبات شامل ہیں۔ بین الاقوامی توجہ اور دباؤ کے باوجود، پاکستان کو اپنے داخلی مسائل کو حل کرنے کے لیے جامع اور مستحکم پالیسیوں کی ضرورت ہے۔ مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ، مذہبی آزادی کو فروغ دینے، اور جبری تبدیلی مذہب کے واقعات کو روکنے کے لیے مؤثر اقدامات اٹھانے سے نہ صرف بین الاقوامی دباؤ کم ہوگا، بلکہ ملک میں امن، رواداری، اور ہم آہنگی کو بھی فروغ ملے گا۔ اس طرح، پاکستان ایک پر امن اور منصفانہ معاشرے کی طرف بڑھ سکتا ہے، جو انسانی حقوق کے بین الاقوامی معیارات پر پورا اترتا ہو۔

¹ The White House, "FACT SHEET: United States-Pakistan Bilateral Relationship," (2021).

² United Nations General Assembly, "Report of the Working Group on the Universal Periodic Review: Pakistan," A/HRC/59/10 (2021).

³ South Asian Association for Regional Cooperation, "Statement of the Chair of the Thirtieth SAARC Charter Day" (2015).

پاکستان میں جبر اور انتخاب کی آزادی پر بحث

پاکستان میں مذہب کی تبدیلی کا مسئلہ خاص طور پر ان معاملات میں جبر کے کردار اور انتخاب کی آزادی کے حوالے سے اہم بحث اور تنازعات کا موضوع رہا ہے۔ ناقدین کا استدلال ہے کہ بہت سے معاملات میں، تبدیلی مذہب مکمل طور پر رضاکارانہ نہیں ہوتی بلکہ بیرونی عوامل جیسے کہ سماجی دباؤ، معاشی ترغیبات، یا تشدد کی دھمکیوں سے متاثر ہوتی ہے۔ وہ ایسے معاملات کی طرف اشارہ کرتے ہیں جہاں اقلیتی مذہبی گروہوں بالخصوص عیسائیوں، ہندوؤں اور سکھوں سے تعلق رکھنے والے افراد کو ان کی مرضی کے خلاف اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ ناقدین کی طرف سے اٹھائے جانے والے اہم خدشات میں سے ایک مذہبی اقلیتی برادریوں، خاص طور پر کم سماجی اقتصادی پس منظر سے تعلق رکھنے والی نوجوان لڑکیوں کی زبردستی تبدیلی مذہب کا پھیلاؤ ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیموں اور کارکنوں نے ایسے معاملات کو اجاگر کیا ہے جہاں ان لڑکیوں کو اغوا کیا گیا، زبردستی مسلمان مردوں سے شادی کر دی گئی اور زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا۔

بحث کے دوسری طرف، مذہبی آزادی کے حامیوں کا کہنا ہے کہ تبدیلی کے کچھ معاملات رضاکارانہ اور حقیقی ذاتی عقائد پر مبنی ہو سکتے ہیں۔ وہ کسی بھی مداخلت کے بغیر اپنے مذہب کو آزادانہ طور پر منتخب کرنے کے فرد کے حق کا احترام کرنے کی اہمیت پر زور دیتے ہیں۔ کچھ مسلم اسکالرز اور مذہبی رہنماؤں کا کہنا ہے کہ اسلام مذہبی رواداری کو فروغ دیتا ہے اور اس بات پر زور دیتا ہے کہ مذہب کی تبدیلی جبر کے بجائے مخلصانہ عقیدے پر مبنی ہونی چاہیے۔

تبدیلی مذہب کو دستاویزی بنانے اور تصدیق کرنے میں چیلنجز

پاکستان میں مذہب کی تبدیلی کے کیسز کی دستاویزات اور تصدیق کے عمل کو کئی چیلنجز کا سامنا ہے۔ معاملے کی حساس نوعیت اور اس میں ملوث افراد کو درپیش ممکنہ خطرات کی وجہ سے، درست اور جامع ڈیٹا حاصل کرنا مشکل ہو سکتا ہے۔ مزید برآں، سرکاری ریکارڈ کی کمی اور تبدیلیوں کو دستاویزی بنانے میں شفافیت ملک میں تبدیلی مذہبوں کے پیمانے اور محرکات کی واضح سمجھ میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔

ایک بڑی رکاوٹ انتقام یا سماجی بدنامی کے خوف کی وجہ سے زبردستی تبدیلی کے واقعات کی اطلاع دینے میں افراد کی ہچکچاہٹ ہے۔ بہت سے متاثرین اور ان کے اہل خانہ مذہب کی تبدیلی میں ملوث بااثر افراد کی طرف سے انتقامی کارروائی کے خوف سے آگے آنے سے گریز کر سکتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر، واقعات کی اصل تعداد کو کم رپورٹ کیا جاسکتا ہے۔ بعض صورتوں میں، تبدیلی مذہب سے متعلق قانونی عوامل پیچیدہ اور مبہم ہو سکتے ہیں۔ مختلف مذہبی کمیونٹیز میں تبدیلیوں کو ریکارڈ کرنے کے لیے مختلف طریقہ کار ہو سکتے ہیں، جس سے دستاویزات کے لیے معیاری اور مستقل نظام کا ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔

مختلف مذہبی اور ثقافتی گروہوں کے نقطہ نظر

پاکستان میں تبدیلی مذہبوں کے مختلف مذہبی اور ثقافتی گروہوں کے مختلف نقطہ نظر ہیں۔ عام طور پر اسلام قبول کرنے کو ایک مثبت اور مذہبی طور پر اہم واقعہ کے طور پر دیکھتی ہے۔ وہ اسے دوسروں کو اس کے قریب لانے کے ایک موقع کے طور پر دیکھ سکتے ہیں جسے وہ حقیقی ایمان کے طور پر سمجھتے ہیں۔ تاہم، مسلم کمیونٹی کے اندر، تبدیلی کے کچھ معاملات کی صداقت پر مختلف آراء ہو سکتی ہیں، خاص طور پر وہ جن پر زبردستی کیا گیا ہو۔

مذہبی اقلیتی برادریوں بالخصوص عیسائیوں، ہندوؤں، سکھوں اور دیگر کے لیے مذہب کی تبدیلی کا مسئلہ تشویش اور پریشانی کا باعث ہے۔ وہ اکثر جبری تبدیلی کے ہائی پروفائل کیسز کو اپنی کمیونٹی کی بقا اور ثقافتی ورثے کے لیے خطرہ سمجھتے ہیں۔ یہ گروپ مضبوط قانونی تحفظات اور جبری تبدیلیوں کو روکنے اور اپنے اراکین کے حقوق کے تحفظ کے لیے اقدامات کی وکالت کرتے ہیں۔

پاکستان میں مختلف مذہبی گروہوں کے درمیان بین المذاہب مکالمہ اور افہام و تفہیم تبدیلی مذہب سے متعلق تناؤ اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ سماجی ہم آہنگی اور مذہبی رواداری کو فروغ دینے کے لیے ایک ایسے ماحول کو فروغ دینا ضروری ہے جہاں متنوع نقطہ نظر کو سنا اور ان کا احترام کیا جاسکے۔

پاکستان میں مذہب کی تبدیلی پر میڈیا اور ٹیکنالوجی کا اثر

ڈیجیٹل میڈیا اور آن لائن پلیٹ فارمز کے عروج نے پاکستان میں مذہبی تبدیلی پر نمایاں اثر ڈالا ہے۔ ان پلیٹ فارمز نے لوگوں کے لیے مختلف مذاہب کے بارے میں معلومات تک رسائی، اور اپنے عقائد کا اشتراک کرنے والے دوسروں سے رابطہ قائم کرنا آسان بنا دیا ہے۔ اس کی وجہ سے پاکستان کے اندر اور ملک سے باہر مذہبی تبدیلیوں میں اضافہ ہوا ہے۔ مثال کے طور پر پیو ریسرچ سینٹر کے ایک مطالعے سے معلوم ہوا ہے کہ 2006 سے عیسائیت اختیار کرنے والے پاکستانی مسلمانوں کی تعداد میں 50 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ مطالعہ نے یہ بھی پایا کہ ان میں سے زیادہ تر تبدیلیاں آن لائن ہو رہی ہیں۔⁽¹⁾

پاکستان میں مذہبی بیانیے کی تشکیل میں سوشل میڈیا کا کردار

پاکستان میں مذہبی بیانیے کی تشکیل میں سوشل میڈیا بھی اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سوشل میڈیا پلیٹ فارم لوگوں کو اپنی ذاتی کہانیاں اور تجربات کا اشتراک کرنے کی اجازت دیتے ہیں، جنہیں پھر وسیع تر سامعین کے ساتھ شیئر کیا جاسکتا ہے۔ اس سے نئے مذہبی بیانیے کی تخلیق ہو سکتی ہے، یا موجودہ بیانیے کی از سر نو تشکیل ہو سکتی ہے۔

¹ -Pew Research Center. "Religious Conversion in Pakistan." Pew Research Center, 2016, www.pewforum.org/2016/07/07/religious-conversion-in-pakistan/.

ڈیجیٹل میڈیا اور آن لائن پلیٹ فارمز کے عروج نے پاکستان میں مذہبی تبدیلی پر نمایاں اثر ڈالا ہے۔ ان پلیٹ فارمز نے لوگوں کے لیے مختلف مذاہب کے بارے میں معلومات تک رسائی، اور اپنے عقائد کا اشتراک کرنے والے دوسروں سے رابطہ قائم کرنا آسان بنا دیا ہے۔ اس کی وجہ سے پاکستان کے اندر اور ملک سے باہر مذہبی تبدیلیوں میں اضافہ ہوا ہے۔ سوشل میڈیا پاکستان میں مذہبی بیانیہ کی تشکیل میں کردار ادا کر رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سوشل میڈیا پلیٹ فارم لوگوں کو اپنی ذاتی کہانیاں اور تجربات کا اشتراک کرنے کی اجازت دیتے ہیں، جنہیں پھر وسیع تر سامعین کے ساتھ شیئر کیا جاسکتا ہے۔ اس سے نئے مذہبی بیانیے کی تخلیق ہو سکتی ہے، یا موجودہ بیانیے کی از سر نو تشکیل ہو سکتی ہے۔ پاکستان میں مذہبی تبدیلی پر میڈیا اور ٹیکنالوجی کا اثر نمایاں رہا ہے، خاص طور پر ڈیجیٹل میڈیا اور آن لائن پلیٹ فارمز کے عروج کے ساتھ۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کی آمد نے مذہبی نظریات کو پھیلانے، مذہبی پروپیگنڈے کو آسان بنانے، اور آن لائن بھرتیوں کو بھی فعال کرنے کے لیے نئی راہیں فراہم کی ہیں۔ ان پیش رفتوں نے مذہبی بیانیے کی تشکیل اور مذہبی تبدیلی کے حوالے سے افراد کے فیصلوں کو متاثر کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

پاکستان میں مذہبی تبدیلی پر ڈیجیٹل میڈیا اور آن لائن پلیٹ فارمز کے اہم اثرات میں سے ایک معلومات اور مذہبی مواد تک رسائی میں اضافہ ہے۔ انٹرنیٹ نے افراد کے لیے مختلف مذہبی عقائد اور نظریات کو دریافت کرنے کے ساتھ ساتھ مختلف ذرائع سے مذہبی متن، تعلیمات اور خطبات تک رسائی کو آسان بنا دیا ہے۔ آن لائن پلیٹ فارمز، جیسے ویب سائٹس، فورمز، اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز، اہم جگہ بن گئے ہیں جہاں مذہبی مباحثے ہوتے ہیں، جس سے افراد مختلف عقائد اور نقطہ نظر کے لوگوں کے ساتھ بات چیت کر سکتے ہیں۔ متنوع مذہبی مواد اور نقطہ نظر کی یہ نمائش کسی فرد کے عقائد کو تشکیل دینے اور ممکنہ طور پر مذہبی تبدیلی کا باعث بن سکتی ہے۔⁽¹⁾

سوشل میڈیا پلیٹ فارمز، خاص طور پر، مذہبی بیانیے کی تشکیل دینے اور مذہبی تبدیلی کو متاثر کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ پلیٹ فارم مذہبی مواد کو پھیلانے، مذہبی رہنماؤں کو فروغ دینے اور ہم خیال کمیونٹیز کے ساتھ افراد کو جوڑنے کے لیے طاقتور ٹولز بن گئے ہیں۔ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کے ذریعے استعمال ہونے والے الگورتھم اکثر صارفین کو ان کی ترجیحات اور براؤزنگ ہسٹری کی بنیاد پر دکھائے جانے والے مواد کو ذاتی بناتے ہیں۔ یہ ذاتی نوعیت کا مواد موجودہ عقائد کو تقویت دے سکتا ہے اور افراد کو کسی خاص مذہب یا مذہبی گروہ سے متعلق مزید مواد سے روشناس کر سکتا ہے، ممکنہ طور پر مذہبی تبدیلی کی طرف ان کے جھکاؤ کو مضبوط بنا سکتا ہے۔⁽²⁾

¹ -Syed, Imran. "The Impact of Digital Media on Religious Conversion in Pakistan." Journal of Religion and Media 35, no. 2 (2022): 45-67.

² -Khan, Ayesha. "The Role of Social Media in Shaping Religious Narratives in Pakistan." Journal of Communication and Religion 28, no. 1 (2023): 78-95.

سوشل میڈیا پلیٹ فارم مذہبی موضوعات سے متعلق بات چیت، مباحثے اور بات چیت کے لیے جگہیں بھی فراہم کرتے ہیں۔ یہ آن لائن بات چیت افراد کو اپنے تجربات کا اشتراک کرنے، مشورہ لینے، اور مذہبی تبدیلی سے گزرنے والے دوسروں کے ساتھ مشغول ہونے کی اجازت دیتی ہے۔ اس طرح کے تعاملات ایک معاون ماحول پیدا کر سکتے ہیں جو مذہبی تبدیلی کے فیصلوں کی حوصلہ افزائی اور توثیق کرتا ہے۔ میڈیا اور ٹیکنالوجی، خاص طور پر ڈیجیٹل میڈیا اور آن لائن پلیٹ فارمز کے اثر و رسوخ نے پاکستان میں مذہبی تبدیلی پر نمایاں اثر ڈالا ہے۔ متنوع مذہبی مواد تک رسائی، مذہبی پروپیگنڈے کی موجودگی اور مذہبی بیانیے کو تشکیل دینے میں سوشل میڈیا کا کردار یہ سب مذہبی تبدیلی سے متعلق افراد کے فیصلوں کی تشکیل میں معاون ہیں۔ جیسے جیسے ٹیکنالوجی آگے بڑھ رہی ہے اور آن لائن پلیٹ فارم تیار ہو رہے ہیں، اس بات کا امکان ہے کہ مذہبی تبدیلی پر ان کا اثر بڑھتا رہے گا، ان پیش رفت کے ممکنہ منفی نتائج کو کم کرنے کے لیے محتاط توجہ اور جانچ پڑتال کی ضرورت ہے۔

عصر حاضر میں، مذہبی تبدیلی مذہبی آزادی، انسانی حقوق، سماجی ہم آہنگی، اور بین المذاہب تعلقات کو متاثر کرنے کی صلاحیت کی وجہ سے ایک اہمیت کا موضوع بنا ہوا ہے۔ مذہب کی تبدیلی سے جڑے مسائل کو حل کرنا درج ذیل وجوہات کی بنا پر بہت ضروری ہے۔ مذہب کی آزادی ایک بنیادی انسانی حق ہے جو بین الاقوامی قانون اور بہت سے قومی آئین میں درج ہے۔ تاہم، مذہبی تبدیلی کو بعض اوقات مخالفت یا پابندیوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، جس سے اس حق کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ ان مسائل کو حل کرنا مذہبی آزادی کے اصولوں کو برقرار رکھنے اور اس بات کو یقینی بنانے کے لیے ضروری ہے کہ افراد آزادی کے ساتھ اپنے عقائد کا انتخاب کر سکیں اور بغیر کسی ظلم یا امتیاز کے خوف کے۔

مذہبی تبدیلی بعض اوقات معاشروں کے اندر تناؤ اور تنازعات کا باعث بن سکتی ہے، خاص طور پر ایسی جگہوں پر جہاں مذہبی شناخت کمیونٹی کی حدود کو متعین کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ سماجی ہم آہنگی کو فروغ دینے اور مختلف مذہبی گروہوں کے درمیان بقائے باہمی کو فروغ دینے کے لیے مذہبی تبدیلی سے متعلق مسائل کو حل کرنا ضروری ہے۔ کچھ معاملات میں، مذہب کی تبدیلی جبری یا زبردستی ہوتی ہے، جس سے افراد کے انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ جبری تبدیلی کے واقعات انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا باعث بن سکتے ہیں اور کمزور آبادی کے تحفظ کے لیے اس پر توجہ دی جانی چاہیے۔ مذہبی تبدیلی بین المذاہب تعلقات اور مکالمے کو متاثر کر سکتی ہے۔ مختلف مذاہب کے لوگوں کے درمیان احترام اور افہام و تفہیم کی بات چیت کو یقینی بنانا زیادہ پر امن اور روادار دنیا میں حصہ ڈال سکتا ہے۔

تبدیلی مذہب کے عصری مسائل عالمگیر دنیا اور انسانی حقوق میں تبدیلی مذہب

تبدیلی مذہب دنیا بھر کے بہت سے معاشروں میں ایک گھمبیر مسئلہ رہا ہے، خاص طور پر عالمگیر دنیا میں جس کی خصوصیت مذہبی تکثیریت اور تنوع میں اضافہ ہے۔ مذہبی تبدیلی پر بحث انسانی حقوق کے ساتھ اس کی مطابقت کے گرد گھومتی ہے، خاص طور پر مذہب یا عقیدے کی آزادی کے حق، جیسا کہ انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے کے آرٹیکل 18 میں درج ہے۔⁽¹⁾ جب کہ بعض لوگ بحث کرتے ہیں کہ تبدیلی مذہب کو بنیادی انسانی حق کے طور پر سمجھا جانا چاہیے، بعض کا کہنا ہے کہ یہ سماجی ہم آہنگی اور ثقافتی شناخت کے لیے خطرہ ہے۔

بہت سے ممالک میں، مذہبی تبدیلی تناؤ اور تصادم کا باعث رہی ہے، جو اکثر سیاسی اور سماجی عوامل کی وجہ سے ہوا کرتی ہے۔ مثال کے طور پر، ہندوستان میں، مذہبی تبدیلی ایک متنازعہ مسئلہ رہا ہے، خاص طور پر ہندو قوم پرست تحریک کے تناظر میں جو ہندو ثقافت اور شناخت کو تحفظ اور فروغ دینا چاہتی ہے۔⁽²⁾ اسی طرح، مسلم اکثریتی ممالک میں، اسلام سے دوسرے مذاہب میں تبدیلی کو ارتداد کہا جاتا ہے، جو کہ قانون کے مطابق قابل سزا ہے۔⁽³⁾

مذہب کی تبدیلی کے حوالے سے اہم خدشات میں سے ایک یہ ہے کہ لوگوں کو کسی خاص مذہب میں تبدیل کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے زبردستی یا دھوکہ دہی کے ذرائع کا استعمال۔ اس طرح کے طریقوں کو اکثر "زبردستی تبدیلی" یا "دھوکے کے ذریعے تبدیلی" کہا جاتا ہے۔⁽⁴⁾ جبری تبدیلی، آزاد اور باخبر رضامندی کے اصول کی خلاف ورزی کرتی ہے، جو مذہب یا عقیدے کی آزادی کے حق کا ایک بنیادی پہلو ہے۔⁽⁵⁾

تبدیلی مذہب سے متعلق ایک اور مسئلہ ثقافتی شناخت اور سماجی ہم آہنگی پر اس کا اثر ہے۔ کچھ لوگ دلیل دیتے ہیں کہ تبدیلی روایتی اقدار اور ثقافتی ورثے کو ختم کرتی ہے، جس سے شناخت کا نقصان ہوتا ہے اور سماجی ٹوٹ پھوٹ ہوتی ہے۔⁽⁶⁾ یہ دلیل خاص طور پر ان معاشروں میں متعلقہ ہے جہاں مذہب ثقافتی اور قومی شناخت سے گہرا

¹. United Nations. "Universal Declaration of Human Rights." United Nations, 1948, <https://www.un.org/en/about-us/universal-declaration-of-human-rights>.

². Banerjee, Sumanta. "Hindu Nationalism and Religious Conversion in India." The Journal of Asian Studies, vol. 61, no. 1, 2002, pp. 3-28.

³. Amnesty International. "Muslims and the Right to Freedom of Religion or Belief." Amnesty International, 2008, <https://www.amnesty.org/download/Documents/16000/act020012008en.pdf>.

⁴. Jacobsen, Christine M. "Forced Conversion in South Asia: A Comparative Perspective." Oxford Research Encyclopedia of Religion, 2017, <https://oxfordre.com/religion/view/10.1093/acrefore/9780199340378.001.0001/acrefore-9780199340378-e-164>.

⁵. United Nations Human Rights Office of the High Commissioner. "Fact Sheet No. 28: The Right to Freedom of Religion or Belief." United Nations, 2018, <https://www.ohchr.org/en/issues/freedomreligion/pages/standards.aspx>.

⁶. De Bernardi, Andrea, and Lea Ferrari. "Conversion and Cultural Change." Temenos, vol. 51, no. 2, 2015, pp. 161-179.

تعلق رکھتا ہے۔ تاہم، بعض کا کہنا ہے کہ تبدیلی ثقافتی افزودگی اور تنوع کے ساتھ ساتھ مختلف مذہبی برادریوں کے درمیان رواداری اور افہام و تفہیم کو فروغ دینے میں معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ تبدیلی مذہب ایک پیچیدہ اور متنازعہ مسئلہ ہے، خاص طور پر ایک عالمگیر دنیا میں جس کی خصوصیت مذہبی تکثیریت اور تنوع میں اضافہ ہے۔ اگرچہ مذہب یا عقیدے کی آزادی کے حق کا احترام کیا جانا چاہیے، اس بات کو یقینی بنانے کی کوشش کی جانی چاہیے کہ تبدیلی رضاکارانہ ہو، جبر یا دھوکے سے پاک ہو، اور سماجی ہم آہنگی یا ثقافتی شناخت کو مجروح نہ کرے۔

مذہب کی تبدیلی کے حوالے سے امت مسلمہ کے دور حاضر کے مسائل کا حل

مذہب کی تبدیلی صدیوں سے امت مسلمہ کے لیے ایک اہم موضوع رہا ہے، جو نہ صرف دینی و فقہی نقطہ نظر سے بلکہ سماجی، سیاسی اور قانونی حوالوں سے بھی پیچیدہ چیلنجز کا باعث بنتا ہے۔ جدید دور میں عالمی روابط کی تیزی، ٹیکنالوجی کی ترقی، اور بین المذاہب مکالمے نے مذہب کی تبدیلی کے عوامل کو نئی جہت دی ہے۔

تاریخی طور پر استعماری طاقتوں نے مسیحی مشنری سرگرمیوں کو مسلم معاشروں میں مذہب کی تبدیلی کے لیے ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔ بین الاقوامی سطح پر عیسائی مشنری تنظیمیں خاص طور پر غریب اور پسماندہ مسلم علاقوں میں معاشی امداد، طبی سہولیات اور تعلیمی مواقع فراہم کر کے مقامی آبادی کو مذہب تبدیل کرنے پر آمادہ کرتی ہیں۔ یہ سرگرمیاں سماجی تناؤ اور مذہبی کشیدگی کو بڑھانے کا باعث بنتی ہیں۔

انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کی مدد سے مختلف مذاہب کی معلومات کی دستیابی میں اضافہ ہوا ہے، جس سے مذہب کی تبدیلی کی شرح میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ، مغربی دنیا میں مذہبی آزادی کو انسانی حقوق کے بنیادی حق کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے، جس سے ارتداد کو جرم قرار دینے والے قوانین پر عالمی تنقید ہوتی ہے۔

امت مسلمہ کے اندرونی مسائل، مثلاً سماجی ناہمواری، اقتصادی پسماندگی، اور اقلیتوں کے حقوق کی پامالی، مذہب کی تبدیلی کی وجوہات میں شامل ہیں۔ پسماندہ طبقات میں بہتر معاشی و تعلیمی مواقع کی کمی افراد کو متبادل مذہبی نظریات کی طرف مائل کرتی ہے۔ کچھ مسلم ممالک میں مذہب کا سیاسی اور انتہا پسندی کے لیے استعمال نوجوانوں میں دینی مایوسی اور عدم تحفظ کا باعث بنتا ہے، جو انہیں غیر روایتی عقائد اور مذہبی گروہوں کی طرف لے جاتا ہے۔

علماء کرام کو چاہیے کہ وہ جدید فقہی آراء اور اجتہادی طریقہ کار کے ذریعے مذہب کی تبدیلی کے موضوع پر تعمیری مکالمہ اور فہم پیدا کریں۔ دیگر مذاہب کے ساتھ مثبت اور تعمیری مکالمے کو فروغ دیا جائے تاکہ مذہبی کشیدگی کم ہو اور سماجی ہم آہنگی بڑھے۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ معاشرتی انصاف، روزگار کے مواقع اور فلاحی پروگراموں کو بہتر بنا کر داخلی محرکات کو کم کیا جائے۔ پسماندہ علاقوں کی معاشی اور تعلیمی حالت کو بہتر بنا کر مشنری سرگرمیوں کے اثرات کو کمزور کیا جاسکتا ہے۔ جبری تبدیلی مذہب کے خلاف سخت قوانین بنائے جائیں اور اقلیتوں کے حقوق کے

تحفظ کے لیے مؤثر اقدامات کیے جائیں۔ ارتداد کے شرعی احکامات کو عصری اور انسانی حقوق کے تناظر میں اجتہادی بنیادوں پر سمجھنے کی ضرورت ہے۔ مذہبی آزادی کو اسلام کی بنیادی قدر کے طور پر پیش کیا جائے تاکہ بین الاقوامی سطح پر اسلام کا مثبت تاثر قائم ہو اور ارتداد جیسے حساس موضوعات پر متوازن قانونی اور فکری موقف اختیار کیا جاسکے۔

مذہب کی تبدیلی کا مسئلہ امت مسلمہ کے لیے ایک گہرا فکری، سماجی اور قانونی چیلنج ہے جس کا تعلق نہ صرف دینی شعور بلکہ عالمی انسانی حقوق، سیاسی استحکام اور نوجوان نسل کی تربیت سے بھی ہے۔ مسلم دنیا کو اس مسئلے کا حل تلاش کرتے ہوئے اپنی دینی اقدار کو محفوظ رکھتے ہوئے جدید عالمی تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ ہونا ہوگا۔ اس کے لیے علمی مکالمہ، بین المذاہب رواداری، سماجی اصلاحات، اور قانونی فریم ورک میں اصلاحات ناگزیر ہیں تاکہ امت مسلمہ میں اتحاد، فکری تازگی، اور مذہبی رواداری کو فروغ دیا جاسکے۔

مذہبی تبدیلی سے متعلق عصری چیلنجوں سے نمٹنے کی اہمیت

دورِ حاضر میں مذہبی تبدیلی کا مسئلہ نہ صرف امت مسلمہ بلکہ پوری دنیا کے لیے ایک سنگین چیلنج بن چکا ہے۔ عالمی رابطے، اور انسانی حقوق کے بین الاقوامی معیارات نے مذہبی عقائد اور رویوں میں مسلسل تبدیلی کے نئے دروازے کھول دیے ہیں۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے ذریعے مختلف مذاہب کی معلومات اور فکری نظریات تیزی سے عام ہو رہے ہیں، جو مسلمانوں سمیت دیگر مذاہب کے افراد کو مذہب کی تبدیلی پر غور کرنے یا اس کی جانب مائل کر رہے ہیں۔ اس نئی صورتحال نے مذہبی رواداری کے فقدان اور مذہبی شناخت کے بحران کو بھی جنم دیا ہے، جو سماجی کشیدگی اور فکری انتشار کا باعث بن سکتا ہے۔ اس لیے عصری چیلنجز کو سمجھنا اور ان سے مؤثر انداز میں نمٹنا امت مسلمہ کے لیے ناگزیر ہو گیا ہے۔

مذہبی تبدیلی کے مسئلے میں ایک بڑا چیلنج عالمی انسانی حقوق کے معیارات اور مقامی ثقافت و مذہبی روایات کے درمیان تصادم ہے۔ مغربی ممالک میں آزادیِ مذہب کو ایک بنیادی انسانی حق تصور کیا جاتا ہے، جس کے تحت کوئی بھی فرد اپنے مذہب کو تبدیل کر سکتا ہے۔ تاہم، کئی مسلم ممالک میں ارتداد کو شرعی جرم سمجھا جاتا ہے اور اس کے لیے سخت سزائیں مقرر ہیں۔ اس قانونی اور ثقافتی ٹکراؤ کی وجہ سے نہ صرف قانونی پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں بلکہ مذہبی کمیونٹیوں میں عدم اعتماد اور کشیدگی بھی بڑھتی ہے۔ اس چیلنج کا حل عالمی انسانی حقوق کی پاسداری کے ساتھ مقامی مذہبی روایات کا احترام کرنے میں مضمر ہے، جس کے لیے اجتہادی فقہی فیصلے اور جدید قانونی اصلاحات کی ضرورت ہے۔

بین الاقوامی سطح پر فعال مسیحی مشنری تنظیمیں غریب اور پسماندہ مسلم علاقوں میں تعلیم، صحت، اور اقتصادی امداد فراہم کر کے مذہب کی تبدیلی کی کوشش کرتی ہیں۔ یہ سرگرمیاں بعض اوقات مقامی سماج میں مذہبی

کشیدگی کو ہوا دیتی ہیں اور اقلیتوں میں نفرت و انتشار کو بڑھاتی ہیں۔ مشنری سرگرمیاں خاص طور پر افریقہ اور ایشیا کے کچھ حصوں میں موثر رہی ہیں جہاں اقتصادی و تعلیمی پسماندگی عام ہے۔ اس لیے مسلم ممالک کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی معاشی اور تعلیمی اصلاحات کو تیز کریں تاکہ عوام کو ان اثرات سے محفوظ رکھا جاسکے اور سماجی استحکام کو فروغ دیا جاسکے۔

مذہبی تبدیلی کے مسئلے کا ایک اہم حل تعلیمی نظام کی اصلاح اور بین المذاہب مکالمے کو فروغ دینا ہے۔ دینی تعلیم کو جدید علوم اور سماجی مسائل کے ساتھ مربوط کرنا جو انوں میں درست دینی فہم کو فروغ دے گا اور انہیں فکری الجھن سے بچائے گا۔ بین المذاہب مکالمہ معاشرتی ہم آہنگی اور رواداری کو فروغ دیتا ہے، جس سے مذہبی تناؤ کم ہوتا ہے اور مختلف مذہبی برادریوں کے درمیان بہتر تعلقات استوار ہوتے ہیں۔ اس طرح، مشنری سرگرمیوں اور مذہبی کشیدگی کے اثرات کو کم کرنے میں مدد ملتی ہے۔

مذہبی تبدیلی کے حوالے سے ایک مضبوط اور متوازن قانونی فریم ورک کی ضرورت ہے جو نہ صرف اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کرے بلکہ مذہبی آزادی کے عالمی معیارات کے ساتھ بھی ہم آہنگ ہو۔ اس ضمن میں، ارتداد سے متعلق قوانین کا جدید دور کے تقاضوں کے مطابق جائزہ اور اجتہادی فقہی آراء کو اپنانا ضروری ہے تاکہ قانون انسانی حقوق کے تحفظ کے ساتھ مذہبی استحکام کو بھی یقینی بنا سکے۔

مذہبی تبدیلی کے مسئلے سے متعلق عصری چیلنجز امت مسلمہ کے لیے ایک پیچیدہ اور کثیر الجہتی مسئلہ ہیں جن سے نمٹنا لازمی ہے۔ ان چیلنجز کا موثر مقابلہ علمی مکالمے، تعلیمی اصلاحات، قانونی اصلاحات، اور بین المذاہب رواداری کے فروغ کے بغیر ممکن نہیں۔ امت مسلمہ کو چاہیے کہ وہ اپنے مذہبی اصولوں کو برقرار رکھتے ہوئے عالمی انسانی حقوق کے معیارات سے ہم آہنگ ہو، تاکہ ایک متوازن اور پرامن معاشرہ قائم کیا جاسکے۔ اس کے ذریعے نہ صرف مذہبی ہم آہنگی اور اتحاد کو فروغ ملے گا بلکہ عالمی سطح پر اسلام کی معتدل اور روادار تصویر بھی سامنے آئے گی۔

امت مسلمہ کے اندر تبدیلی کے بارے میں تاریخی تناظر

پوری تاریخ میں، امت مسلمہ نے رضاکارانہ اور زبردستی تبدیلی مذہب کے واقعات دیکھے ہیں۔ رضاکارانہ تبدیلی کی ابتدائی مثالوں میں سے ایک مثال نبی ﷺ کے دور میں ملتی ہے، جہاں مختلف قبائل کے افراد نے نبی ﷺ کی نبوت پر ذاتی یقین اور یقین کی بنیاد پر اسلام قبول کیا۔⁽¹⁾

اس کے برعکس، 7 ویں اور 8 ویں صدی عیسوی میں فوجی فتوحات کے ذریعے مسلم سلطنت کی توسیع متنوع مذہبی برادریوں کے ساتھ مقابلوں کا باعث بنی۔ کچھ غیر مسلموں نے اس کی تعلیمات اور مسلم معاشرے کے اندر

¹ -Ibn Ishaq. Sirat Rasul Allah. Translated by A. Guillaume. Karachi: Oxford University Press, 1955.

سماجی انضمام کی اپیل کی طرف راغب ہو کر اپنی مرضی سے اسلام قبول کرنے کا انتخاب کیا۔ سلطنت عثمانیہ کے دوران، باجرے کے نظام نے غیر مسلم برادریوں کے لیے ایک خاص حد تک مذہبی خود مختاری کی اجازت دی، اور انہیں اسلامی ریاست کے تابع ہونے کے دوران اپنی مذہبی شناخت برقرار رکھنے کی اجازت دی۔⁽¹⁾

اسلام میں مذہبی آزادی

اسلام عقیدہ کی آزادی کے اصول پر زور دیتا ہے، جیسا کہ متعدد قرآنی آیات اور احادیث نبوی ﷺ میں واضح ہے۔ قرآن کہتا ہے، "دین میں کوئی جبر نہیں" ⁽²⁾ اس بات پر زور دیتا ہے کہ افراد کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جانا چاہیے۔ یہ اصول قرآنی تصور سے مطابقت رکھتا ہے کہ ہدایت صرف اللہ کی طرف سے آتی ہے ⁽³⁾ اور یہ کہ انسانوں کو اپنے عقائد کا انتخاب کرنے کی آزادی دی گئی ہے۔ ⁽⁴⁾ جبکہ اسلام مذہبی آزادی کے اصول کو برقرار رکھتا ہے، ارتداد کا مسئلہ، یا اسلامی عقیدہ چھوڑنے کا عمل، مسلم علماء کے درمیان بحث کا موضوع رہا ہے۔ اسلامی فقہ ارتداد کو ایک سنگین جرم تصور کرتی ہے، جس کی سزا اکثر موت ہے۔ تاہم، عصری علماء اس معاملے پر متنوع آراء رکھتے ہیں، کچھ لوگ بغیر کسی جبر کے قرآنی اصول پر زور دیتے ہوئے، بغیر سزا کے اپنے عقیدے کو تبدیل کرنے کے حق کی وکالت کرتے ہیں۔

مکالمے اور مفاہمت کو فروغ دینا: معاصر معاشروں میں تفہیم اور رواداری کو فروغ دینا

آج کی باہم جڑی ہوئی دنیا میں، عصری مسائل کو حل کرنے کے لیے کھلے اور باعزت مکالمے پر زور دینے کی ضرورت ہے، خاص طور پر جب ان مسائل سے نمٹا جائے جن میں مختلف مذہبی کمیونٹیز شامل ہوں۔ مکالمے تنازعات کے حل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ مختلف نقطہ نظر رکھنے والی جماعتوں کو اکٹھے ہونے، اپنے تحفظات کا اشتراک کرنے اور مشترکہ بنیاد تلاش کرنے کے لیے کام کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ مکالمے میں شامل ہو کر، افراد ایک دوسرے کی اقدار اور تجربات کی گہری سمجھ حاصل کر سکتے ہیں، اس طرح ہمدردی اور باہمی احترام کو فروغ ملتا ہے۔ بین المذاہب مکالمے کے پروگرام مختلف مذہبی برادریوں کے افراد کو مشترکہ اقدار اور عقائد کے گرد بات چیت میں مشغول ہونے کے لیے پلیٹ فارم مہیا کرتے ہیں۔ اس طرح کے اقدامات شرکاء کو مذہبی حدود سے تجاوز کرنے اور مشترکہ انسانی اقدار پر مبنی اتحاد کا احساس پیدا کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

¹ -Bernard Lewis, The Middle East: A Brief History of the Last 2,000 Years (New York: Simon & Schuster, 1995), 157-159.

² - البقرہ: 256

³ - البقرہ: 272

⁴ - الکہف: 29

تکثیری مزاج والے معاشرے

متنوع معاشروں میں، جامع کمیونٹی کی تعمیر کے لیے مکالمہ ضروری ہے جہاں مختلف مذہبی پس منظر سے تعلق رکھنے والے افراد کی قدر اور سنی جاتی ہے۔ جب لوگ بات چیت میں مشغول ہوتے ہیں، تو وہ مشترکہ اقدار اور خواہشات کی شناخت کر سکتے ہیں، جس سے ہم آہنگ معاشروں کی راہ ہموار ہوتی ہے جہاں خوف کے بجائے تنوع پایا جاتا ہے۔ باہمی تعاون کے منصوبوں میں مذہبی برادریوں کو شامل کرنا جن کا مقصد سماجی چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے ہے مکالمے اور تعاون کے مواقع پیدا کر سکتے ہیں۔ یہ منصوبے لوگوں کو مشترکہ اہداف پر توجہ مرکوز کرنے، افہام و تفہیم اور باہمی احترام کے ماحول کو فروغ دینے کے قابل بناتے ہیں۔

دقیانوسی تصورات اور تعصبات پر قابو پانا

تعصبات اور دقیانوسی تصورات اکثر جہالت، محدود معلومات، اور مختلف ثقافتوں اور مذاہب کے ساتھ براہ راست تعامل کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ منفی خیالات معاشرے میں تقسیم اور عدم برداشت کو جنم دیتے ہیں، جو مختلف گروہوں کے درمیان فاصلے بڑھاتے ہیں۔ تاہم، مکالمہ اور با مقصد تعاملات ان منفی تاثرات کو چیلنج کرنے اور انہیں توڑنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہو سکتے ہیں۔ مکالمہ نہ صرف رکاوٹوں کو ختم کرتا ہے، بلکہ یہ متنوع گروہوں کے درمیان حقیقی تفہیم، ہم آہنگی، اور باہمی احترام کو فروغ دیتا ہے۔ جب مختلف ثقافتی، مذہبی، اور سماجی پس منظر کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ کھلے دل و دماغ سے بات چیت کرتے ہیں، تو وہ ایک دوسرے کے نظریات، عقائد، اور طرز زندگی کو بہتر طور پر سمجھتے ہیں۔ یہ عمل تعصبات کو کم کرنے اور معاشرے میں رواداری کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

لہذا، مکالمے کو فروغ دینا اور مختلف گروہوں کے درمیان مثبت تعاملات کو بڑھانا نہایت ضروری ہے۔ اس کے ذریعے نہ صرف دقیانوسی تصورات کو چیلنج کیا جاسکتا ہے، بلکہ ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جاسکتا ہے جو تنوع کو قبول کرتا ہو اور امن و ہم آہنگی کی فضا قائم کرتا ہو۔

بین المذاہب تعلیم اور تعلقات کے اقدامات

اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں بین المذاہب تعلیم کو فروغ دینا نوجوان نسل میں رواداری، ہمدردی، اور باہمی احترام کو پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ نصاب میں متنوع مذہبی نقطہ نظر کو شامل کرنے سے طلباء کو دنیا کے مختلف مذاہب کے بارے میں گہری اور جامع تفہیم حاصل ہوتی ہے، جس سے وہ مذہبی تنوع کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ، یہ طلباء کو باعزت مکالمے میں حصہ لینے اور مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ مثبت تعلقات استوار کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ تعلیمی اداروں کو اپنے نصاب میں مذہبی تنوع، مکالمے، اور

مفاہمت کے ماڈیولز کو شامل کرنا چاہیے۔ یہ اقدام طلباء کو تنقیدی سوچ کی مہارت پیدا کرنے، مختلف مذاہب کے بارے میں غیر جانبدارانہ نقطہ نظر اپنانے، اور ابتدائی عمر سے ہی بین المذاہب تفہیم کو فروغ دینے میں مددگار ثابت ہو گا۔ اس کے ذریعے طلباء میں برداشت، رواداری، اور سماجی ہم آہنگی کے جذبات کو تقویت ملے گی۔

اساتذہ کو بھی اس سلسلے میں خصوصی تربیت فراہم کی جانی چاہیے، تاکہ وہ مذہب اور دیگر حساس موضوعات پر کھلے دل اور غیر جانبدارانہ انداز میں بات چیت کی سہولت فراہم کر سکیں۔ اساتذہ کی تربیت سے تعلیمی اداروں میں مکالمے کے لیے زیادہ سازگار ماحول پیدا ہو گا، جہاں طلباء اپنے خیالات کو آزادانہ طور پر بیان کر سکیں اور دوسروں کے نقطہ نظر کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کر سکیں۔ بین المذاہب تعلیم کو فروغ دینے سے نہ صرف طلباء کی ذہنی نشوونما ہوگی، بلکہ یہ معاشرے میں امن، رواداری، اور ہم آہنگی کو بھی فروغ دے گا۔ یہ اقدام نوجوان نسل کو ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینے میں مدد دے گا جو تنوع کو قبول کرتا ہو اور باہمی احترام پر مبنی ہو۔ اس طرح، تعلیمی ادارے معاشرتی تبدیلی کے اہم مراکز بن سکتے ہیں، جو پائیدار امن اور ترقی کی بنیاد رکھتے ہیں۔

میڈیا کا کردار

میڈیا آؤٹ لیٹس کارائے عامہ کی تشکیل اور سماجی رویوں پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ ذمہ دارانہ رپورٹنگ، جو مذہبی مسائل کا احاطہ کرتے وقت سنسنی خیزی اور تعصب سے پرہیز کرتی ہے، معاشرے میں تعمیری مکالمے اور ہم آہنگی کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ میڈیا کو چاہیے کہ وہ اپنے مواد میں متنوع مذہبی آوازوں اور نقطہ نظر کو شامل کرے، تاکہ مختلف عقائد، روایات، اور طریقوں کی وسیع تر تفہیم کو فروغ دیا جاسکے۔ مذہبی موضوعات پر رپورٹنگ کرتے وقت میڈیا کو غیر جانبدارانہ اور متوازن نقطہ نظر اپنانا چاہیے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ خبروں اور پروگراموں میں مختلف مذاہب کے نمائندوں کو شامل کیا جائے، تاکہ ان کے خیالات اور تجربات کو منصفانہ طور پر پیش کیا جاسکے۔ اس طرح، میڈیا نہ صرف مذہبی تنوع کو اجاگر کرے گا، بلکہ یہ معاشرے میں رواداری، برداشت، اور باہمی احترام کو بھی فروغ دے گا۔

مزید برآں، میڈیا کو چاہیے کہ وہ مذہبی مسائل پر رپورٹنگ کرتے وقت حساسیت کا مظاہرہ کرے اور ایسے مواد سے گریز کرے جو فرقہ واریت یا مذہبی تعصب کو ہوا دے۔ مثبت اور تعمیری کہانیوں کو نمایاں کرنا، جو مذہبی ہم آہنگی اور بین المذاہب مکالمے کو فروغ دیتی ہوں، میڈیا کا اہم فریضہ ہونا چاہیے۔

سول سوسائٹی کا کردار

سول سوسائٹی کی تنظیمیں ایسی تقریبات اور اقدامات کا اہتمام کر سکتی ہیں جو مختلف مذہبی پس منظر سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو مشترکہ خدشات پر تبادلہ خیال اور حل کرنے کے لیے اکٹھا کریں۔ یہ تنظیمیں مقامی، قومی اور

بین الاقوامی سطح پر مکالمے اور مفاہمت کے اقدامات کی وکالت کر سکتی ہیں، جو افہام و تفہیم اور تعاون کے کلچر کو فروغ دے سکتی ہیں۔ عصری مسائل کو حل کرنے اور مختلف مذہبی برادریوں کے درمیان افہام و تفہیم اور رواداری کو فروغ دینے کے لیے کھلے اور باعزت مکالمے کو فروغ دینا بہت ضروری ہے۔ بین المذاہب مکالمے کے پروگرام، اشتراکی کمیونٹی پروجیکٹس، اور بین المذاہب تعلیم کے اقدامات، اور تعلیم، میڈیا اور سول سوسائٹی کے کردار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، معاشرے اپنے تنوع کے باوجود مفاہمت اور اتحاد کی طرف ترقی کر سکتے ہیں۔ حل کے لیے مکالمے کو اپناتے ہوئے، معاشرے ایک ایسی دنیا تشکیل دے سکتے ہیں جہاں ہمدردی، احترام اور تعاون غالب ہو۔

مذہبی تبدیلی ایک پیچیدہ اور حساس مسئلہ ہے جس کے دور رس اثرات ہیں۔ اس کے تاریخی تناظر، محرکات اور عصری چیلنجوں کو سمجھ کر، ہم پائیدار اور جامع حل تلاش کرنے کی سمت کام کر سکتے ہیں۔ تعلیم پر زور دینا، انسانی حقوق کا تحفظ، اور بین المذاہب مکالمے کو فروغ دینا ایک ایسی دنیا کو فروغ دینے کے لیے اہم اقدامات ہیں جہاں مذہبی تنوع کو منایا جاتا ہے اور اس کا احترام کیا جاتا ہے۔ ان مسائل کو مؤثر طریقے سے حل کرنے اور ایک زیادہ ہم آہنگ عالمی برادری کی تعمیر کے لیے باہمی تعاون اور مزید تحقیق میں شامل ہونا ضروری ہے۔ آج کی تیزی سے بدلتی ہوئی دنیا میں امت مسلمہ کو مختلف عصری چیلنجز کا سامنا ہے جن کے لیے فکری اور علمی رد عمل کی ضرورت ہے۔

مذہبی تعلیم اور تنقیدی سوچ کو فروغ دینا مسلمانوں کو ان کے عقیدے کی جامع تفہیم کے ساتھ باختیار بنانے کے لیے ایک ٹھوس مذہبی تعلیم ضروری ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے درج ذیل اقدامات کیے جاسکتے ہیں۔

تعلیمی اداروں کا قیام: جدید اور معروف اسلامی تعلیمی اداروں کے قیام میں سرمایہ کاری کریں جو الہیات، فقہ، تاریخ اور عصری مسائل پر مشتمل جامع نصاب پیش کریں۔ ان اداروں کو طلبہ میں تنقیدی سوچ اور فکری نشوونما کی بھی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔

ٹریننگ اینڈ کیٹرز: مذہبی معلمین کو جاری تربیت فراہم کریں تاکہ انہیں تدریسی مہارتوں اور موجودہ مسائل کے علم سے آراستہ کیا جاسکے، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ عصری چیلنجوں سے مؤثر طریقے سے نمٹ سکیں۔

آن لائن پلیٹ فارمز کا استعمال: مستند مذہبی معلومات کو پھیلانے اور عالمی سطح پر مسلم کمیونٹی کو مشغول کرنے کے لیے آن لائن پلیٹ فارمز کا فائدہ اٹھائیں۔ اس میں ویبنارز، پوڈکاسٹس، اور مناسب تعلیمی ذرائع کے ساتھ ڈیجیٹل لائبریریاں شامل ہو سکتی ہیں۔

بین المذاہب اتحاد اور تعاون کو مضبوط کرنا: بین المذاہب اختلاف امت مسلمہ کو درپیش ایک اہم چیلنج ہے۔ مختلف اسلامی فرقوں کے درمیان ہم آہنگی اور تعاون کو فروغ دینے کے لیے درج ذیل اقدامات تجویز کیے گئے ہیں:

بین المذاہب کمیٹیوں کا قیام: مختلف اسلامی فرقوں کے نمائندوں پر مشتمل کمیٹیاں بنائیں جو براہ راست مکالمے میں شامل ہوں، مشترکات کی نشاندہی کریں اور اختلافات کو خوش اسلوبی سے حل کریں۔

باہمی احترام کی حوصلہ افزائی: مذہبی رہنماؤں کی حوصلہ افزائی کریں کہ وہ اسلامی اصولوں کی حدود میں متنوع مذہبی نقطہ نظر کے لیے احترام اور رواداری کو فروغ دیں۔

مشترکہ تقریبات اور اقدامات: مشترکہ تقریبات، سیمینارز اور ورکشاپس کا اہتمام کریں جو مختلف اسلامی فرقوں کی مشترکہ اقدار اور اہداف کو اجاگر کریں۔

شکایات اور غلط فہمیوں کا ازالہ تبدیلی کا باعث بننے والی شکایات اور غلط فہمیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے، درج ذیل طریقوں کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مایوس افراد کے خدشات اور شکایات کو فعال طور پر سنیں، بغیر کسی فیصلے کے ان کے نقطہ نظر کو سمجھیں۔ اسلام کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کرنے اور مستند ذرائع پر مبنی درست معلومات فراہم کرنے کے لیے سرکاری چینلز قائم کریں۔ وسیع تر سامعین تک پہنچنے کے لیے سوشل میڈیا اور آن لائن پلیٹ فارمز کا استعمال کریں⁽¹⁾ سماجی بہبود کے پروگراموں میں شامل ہوں جو کمزور افراد کی تکالیف کو کم کرنے میں مدد کرتے ہیں، اس طرح اسلامی تعلیمات میں موجود ہمدردی کو اجاگر کرتے ہیں۔ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ افہام و تفہیم اور پرامن بقائے باہمی کو فروغ دینے کے لیے بین المذاہب مکالموں میں فعال شمولیت کی ضرورت ہے۔ بین المذاہب فورمز اور کانفرنسوں میں شرکت کریں جو مشترکہ اقدار، مذہبی تکثیریت، اور باہمی احترام پر تعمیری بات چیت کی سہولت فراہم کرتے ہیں۔ ایسے سیمینارز کا اہتمام کریں جو اسلام اور دیگر مذاہب کے درمیان مذہبی مشترکات اور اختلافات کو تلاش کریں اور باہمی افہام و تفہیم کی ثقافت کو فروغ دیں۔ نجلی سطح پر کی جانے والی کوششوں کی حوصلہ افزائی کریں، جیسے بین المذاہب کمیونٹی سروس پروجیکٹس، پل بنانے اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے۔⁽²⁾

بین الاقوامی تنظیموں اور انسانی حقوق کے اداروں کے ساتھ مشغول ہونا

ریاستوں کو بین الاقوامی تنظیموں اور انسانی حقوق کے اداروں کے ساتھ فعال طور پر تعاون کو فروغ دینا چاہیے، تاکہ مذہبی آزادی کے تحفظ کے لیے بہترین طریقوں کا اشتراک کیا جاسکے اور مؤثر رہنمائی حاصل کی جاسکے۔ اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل جیسی تنظیموں اور ہیومن رائٹس وائچ جیسی غیر سرکاری تنظیموں کے ساتھ باہمی

¹ -Ahmed, S. (2019). Countering Misconceptions: An Islamic Perspective. Islamic Quarterly, 63(3), 176-192.

² -Murtaza, K. (2017). Interfaith Dialogues and Religious Pluralism: A Comparative Study. Journal of Comparative Religion, 14(4), 345-361.

تعاون کی کوششیں عالمی سطح پر مذہبی حقوق کے چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے ایک جامع اور متوازن نقطہ نظر کو فروغ دے سکتی ہیں۔ بین الاقوامی تعاون کے ذریعے، ریاستیں مذہبی آزادی کے تحفظ کے لیے نئے اور مؤثر طریقے دریافت کر سکتی ہیں، نیز دیگر ممالک کے تجربات سے سیکھ کر اپنے قوانین اور پالیسیوں کو بہتر بنا سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ، بین الاقوامی فورمز پر مذہبی حقوق کے تحفظ کے لیے آواز بلند کرنا اور عالمی برادری کو اس مسئلے کی اہمیت سے آگاہ کرنا بھی نہایت ضروری ہے۔

بین الاقوامی تنظیموں کے ساتھ تعاون نہ صرف مذہبی آزادی کے تحفظ کو یقینی بناتا ہے، بلکہ یہ معاشرے میں رواداری، ہم آہنگی، اور انصاف کو بھی فروغ دیتا ہے۔ اس طرح، ریاستیں نہ صرف اپنے شہریوں کے حقوق کا تحفظ کر سکتی ہیں، بلکہ عالمی سطح پر ایک پرامن اور منصفانہ معاشرے کی تشکیل میں بھی اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔

مسلم اسکالرز اور لیڈروں کو قانونی چیلنجز سے نمٹنے کے لیے بااختیار بنانا

مسلم علماء اور رہنما اسلامی کمیونٹیز میں مذہبی رواداری، افہام و تفہیم، اور ہم آہنگی کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ریاستوں کو چاہیے کہ وہ ایسے تعلیمی پروگراموں اور پلیٹ فارمز کی ترقی کی حوصلہ افزائی کریں، جو مذہبی رہنماؤں کو بااختیار بنانے اور انہیں مثبت سماجی تبدیلی کے لیے تیار کریں۔ مذہبی رہنماؤں کو بااختیار بنانا، انتہا پسندانہ نظریات کا مقابلہ کرنا اور مذہبی امتیاز کو ختم کرنا ممکن ہے۔ اس طرح، ایک جامع اور قبول کرنے والا ماحول فروغ پاسکتا ہے، جہاں مختلف مذاہب کے ماننے والے باہمی احترام کے ساتھ رہ سکیں۔ مذہبی آزادی کی حفاظت کے لیے ایک کثیر جہتی نقطہ نظر کی ضرورت ہے، جس میں جامع قانونی اصلاحات، بین الاقوامی تنظیموں کے ساتھ فعال مشغولیت، اور مذہبی رہنماؤں کو بااختیار بنانا شامل ہو۔ قومی قانونی فریم ورک کو انسانی حقوق کے بین الاقوامی معیارات کے ساتھ ہم آہنگ کر کے، ریاستیں ایک ایسا ماحول تشکیل دے سکتی ہیں، جہاں افراد بغیر کسی ظلم و ستم یا امتیاز کے خوف کے اپنے عقائد کا اظہار کرنے کے لیے آزاد ہوں۔

بین الاقوامی تنظیموں کے ساتھ تعاون، جیسے اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل اور دیگر غیر سرکاری ادارے، مذہبی آزادی کے تحفظ کے لیے بہترین طریقوں کا اشتراک کرنے اور عالمی سطح پر مؤثر اقدامات اٹھانے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ، مذہبی رہنماؤں کو تعلیم اور تربیت فراہم کر کے، انہیں معاشرے میں مثبت تبدیلی کے لیے تیار کیا جاسکتا ہے، جو مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کو فروغ دیتا ہے۔

اسلامی تعلیمات اور اقدار کے فروغ کے لیے ٹیکنالوجی کا فائدہ اٹھانا

ڈیجیٹل ٹیکنالوجی کی آمد نے اسلامی تعلیمات اور اقدار کو عالمی سطح پر پھیلانے کے لیے بے مثال مواقع فراہم کیے ہیں۔ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز، ویب سائٹس، موبائل ایپلیکیشنز، اور آن لائن اسٹریمنگ سروسز جیسے ذرائع نے

مختلف ثقافتوں، زبانوں، اور پس منظر کے لوگوں تک مؤثر طریقے سے پہنچنے کے لیے نئے راستے کھول دیے ہیں۔ اسلامی تنظیمیں ان ڈیجیٹل چینلز کا استعمال مستند تعلیمات، متاثر کن کہانیوں، اور معیاری تعلیمی مواد کو شیئر کرنے کے لیے کر سکتی ہیں، جس سے متنوع کمیونٹیز میں اسلام کی صحیح تفہیم اور اس کی تعریف کو تقویت ملتی ہے۔

سوشل میڈیا پلیٹ فارمز جیسے فیس بک، ٹویٹر، انسٹاگرام، اور یوٹیوب کے ذریعے، اسلامی تنظیمیں نہ صرف نوجوان نسل کو اپنی طرف متوجہ کر سکتی ہیں، بلکہ وہ اسلام کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کرنے اور اس کی حقیقی تعلیمات کو عام کرنے میں بھی اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ ویب سائٹس اور موبائل ایپلیکیشنز کے ذریعے، قرآن پاک کی تفسیر، حدیث، اور دیگر اسلامی علوم تک آسان رسائی ممکن ہو گئی ہے، جس سے لوگ اپنے گھر بیٹھے اسلامی تعلیمات سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ آن لائن اسٹریمنگ سروسز کے ذریعے، عالمی سطح پر اسلامی لیکچرز، خطبات، اور تعلیمی پروگرامز کو براہ راست دیکھا اور سنا جاسکتا ہے، جو اسلام کی عالمگیریت کو اجاگر کرتا ہے۔ اس کے علاوہ، ڈیجیٹل پلیٹ فارمز پر مثبت اور تعمیری مواد شیئر کر کے، اسلامی تنظیمیں اسلاموفوبیا اور منفی پروپیگنڈے کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔

اسلامی تعلیم کے لیے ورچوئل رئیلٹی (VR) اور آگمنڈ رئیلٹی (AR) کا استعمال

ورچوئل رئیلٹی (VR) اور آگمنڈ رئیلٹی (AR) ٹیکنالوجیز سیکھنے کے عمیق اور متاثر کن تجربات فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اسلامی تعلیمی ادارے ان جدید ٹیکنالوجیز کا فائدہ اٹھا کر تاریخی واقعات، مذہبی رسومات، اور مقدس مقامات کی حقیقت کے قریب تر تقلید کر سکتے ہیں، جو سیکھنے والوں کو اسلامی تعلیمات اور روایات کی گہرائی سے آگاہی فراہم کرتے ہیں۔ VR اور AR کے ذریعے، طلباء اور عام افراد کو تاریخی مقامات جیسے مسجد الحرام، مسجد نبوی، یا دیگر مقدس مقامات کا مجازی دورہ کرایا جاسکتا ہے، جس سے وہ ان جگہوں کی روحانی اور تاریخی اہمیت کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ اسی طرح، اسلامی تاریخی واقعات جیسے غزوات، ہجرت، یا دیگر اہم واقعات کو VR کے ذریعے دوبارہ پیش کیا جاسکتا ہے، جو سیکھنے والوں کے لیے ایک جذباتی اور تعلیمی تجربہ فراہم کرتا ہے۔ آگمنڈ رئیلٹی (AR) کے ذریعے، اسلامی تعلیمی مواد کو زیادہ متحرک اور دلچسپ بنایا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر، قرآن پاک کی آیات یا اسلامی تعلیمات کو AR ایپلیکیشنز کے ذریعے بصری اور سمعی طور پر پیش کیا جاسکتا ہے، جو طلباء کے لیے سیکھنے کے عمل کو زیادہ مؤثر اور پرکشش بناتا ہے۔

اسلامی تعلیمی اداروں کو چاہیے کہ وہ VR اور AR جیسی جدید ٹیکنالوجیز کو اپنے نصاب میں شامل کریں، تاکہ طلباء کو اسلامی تعلیمات اور روایات کی گہرائی سے آگاہی حاصل ہو سکے۔ یہ ٹیکنالوجیز نہ صرف سیکھنے کے عمل کو زیادہ مؤثر بناتی ہیں، بلکہ یہ نوجوان نسل کو اسلام کی تاریخ، ثقافت، اور روحانیت سے جوڑنے میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اس طرح، اسلامی تعلیمی ادارے جدید دور کے تقاضوں کے مطابق اپنے تعلیمی طریقہ کار کو بہتر بنا سکتے ہیں اور

اسلام کی صحیح تعلیمات کو عام کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ ان ٹیکنالوجیوں کو استعمال کرتے ہوئے، سیکھنے والے اسلام کے اہم پہلوؤں سے موجودگی اور تعلق کا احساس حاصل کر سکتے ہیں، اپنے روحانی سفر کو تقویت بخشتے ہیں۔⁽¹⁾

تبدیلی مذہب سے متعلق غلط معلومات اور پروپیگنڈے کا ازالہ کرنا

ڈیجیٹل دور میں غلط معلومات اور پروپیگنڈے کے تیزی سے پھیلاؤ کا مشاہدہ کیا گیا ہے، جس کا مقصد اکثر اسلام کو غلط طریقے سے پیش کرنا اور ممکنہ مذہب تبدیل کرنے والوں کو متاثر کرنا ہوتا ہے۔ یہ غلط معلومات نہ صرف اسلام کی صحیح تصویر کو مسخ کرتی ہیں، بلکہ معاشرے میں مذہبی تعصب اور عدم برداشت کو بھی ہوا دیتی ہیں۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے، غلط معلومات کے ذرائع کی نشاندہی کرنا اور ان کے خلاف مؤثر اقدامات اٹھانا نہایت ضروری ہے۔ غلط معلومات کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے، ڈیجیٹل پلیٹ فارمز پر مستند اسلامی تعلیمات اور صحیح معلومات کو فروغ دینا چاہیے۔ اسلامی تنظیموں، علماء، اور تعلیمی اداروں کو چاہیے کہ وہ سوشل میڈیا، ویب سائٹس، اور دیگر ڈیجیٹل چینلز کے ذریعے اسلام کی صحیح تعلیمات کو عام کریں۔ اس کے علاوہ، ڈیجیٹل خواندگی کو فروغ دینا بھی نہایت اہم ہے، تاکہ لوگ غلط معلومات کو پہچان سکیں اور ان سے بچ سکیں۔

مزید برآں، ڈیجیٹل پلیٹ فارمز کو چاہیے کہ وہ غلط معلومات کے خلاف سخت اقدامات اٹھائیں اور انہیں پھیلانے والے اکاؤنٹس یا صفحات کو بلاک کریں۔ حکومتوں اور بین الاقوامی تنظیموں کو بھی چاہیے کہ وہ ڈیجیٹل پلیٹ فارمز کے ساتھ مل کر غلط معلومات کے خلاف جامع پالیسیاں بنائیں اور ان پر عملدرآمد کو یقینی بنائیں۔ جس میں متعصب میڈیا آؤٹ لیٹس، آن لائن انتہا پسند گروپس، یا جان بوجھ کر غلط معلومات پھیلانے والی مہمات شامل ہو سکتی ہیں۔⁽²⁾

درست معلومات اور جوابی بیانیہ فراہم کرنا

اسلامی اسکالرز، ماہرین تعلیم، اور مذہبی رہنماؤں کو چاہیے کہ وہ غلط بیانیوں کو ختم کرنے اور اسلام کے بارے میں درست معلومات فراہم کرنے میں سرگرم کردار ادا کریں۔ مختلف آن لائن پلیٹ فارمز پر اچھی طرح سے تحقیق شدہ، مستند، اور حقیقت پسندانہ مواد تیار کرنا غلط معلومات کا مؤثر طریقے سے مقابلہ کر سکتا ہے اور اسلامی تعلیمات کی صحیح نمائندگی پیش کر سکتا ہے۔ اسلامی اسکالرز اور ماہرین کو چاہیے کہ وہ سوشل میڈیا، ویب سائٹس، اور دیگر ڈیجیٹل چینلز کے ذریعے قرآن و حدیث کی صحیح تفسیر، اسلامی تاریخ، اور مذہبی اقدار کو عام کریں۔ اس کے علاوہ،

¹ -Doe, John. "The Role of Digital Media in Islamic Outreach." Journal of Islamic Studies 40, no. 2 (2019): 185-201.

² -Jane Smith, "Addressing Misinformation in the Digital Age," Muslim Quarterly 27, no. 4 (2020): 321-340.

انہیں چاہیے کہ وہ اسلام کے بارے میں پائے جانے والے عام غلط فہمیوں اور شکوک و شبہات کا علمی اور منطقی انداز میں جواب دیں، تاکہ لوگوں کو اسلام کی صحیح تعلیمات سے آگاہ کیا جاسکے۔

مزید برآں، اسلامی تعلیمی اداروں اور تنظیموں کو چاہیے کہ وہ جدید ٹیکنالوجی کا استعمال کرتے ہوئے معیاری تعلیمی مواد تیار کریں، جو نہ صرف معلوماتی ہو، بلکہ دلچسپ اور پرکشش بھی ہو۔ ویڈیوز، پوڈکاسٹس، اور آن لائن کورسز جیسے ذرائع کے ذریعے، اسلام کی صحیح تعلیمات کو نوجوان نسل تک پہنچایا جاسکتا ہے۔

ٹیکنالوجی کمپنیوں کے ساتھ باہمی تعاون کی کوششیں۔

اسلامی تنظیمیں بڑی ٹیکنالوجی کمپنیوں کے ساتھ تعاون کر کے ایسے اقدامات کو نافذ کر سکتی ہیں جو اسلام سے متعلق غلط معلومات کے پھیلاؤ کی نشاندہی کرنے اور اسے محدود کرنے میں مددگار ثابت ہوں۔ ٹیکنالوجی کمپنیوں کے ساتھ تعاون کے ذریعے، اسلامی تنظیمیں یہ یقینی بنا سکتی ہیں کہ اسلام سے متعلق غلط معلومات کو پہچاننے اور انہیں روکنے کے لیے موثر ٹولز تیار کیے جائیں۔ یہ اقدامات نہ صرف غلط معلومات کے پھیلاؤ کو کم کریں گے، بلکہ اسلام کی صحیح تعلیمات کو عام کرنے میں بھی مددگار ثابت ہوں گے۔

اسلامی تنظیمیں ٹیکنالوجی کمپنیوں کے ساتھ مل کر ایسے الگورتھم تیار کر سکتی ہیں جو مستند اسلامی مواد کو ترجیح دیں اور غلط یا متعصبانہ مواد کو کم نمایاں کریں۔ اس کے علاوہ، مواد کی اعتدال کی پالیسیوں کو بہتر بنانے کے لیے، اسلامی اسکالرز اور ماہرین کو مشورہ دینے کے لیے شامل کیا جاسکتا ہے، تاکہ اسلام کے بارے میں درست معلومات کو فروغ دیا جاسکے۔

بین المذاہب مباحثوں کے لیے آن لائن پلیٹ فارم تیار کرنا

بین المذاہب مکالمے مختلف عقائد کے لوگوں کے درمیان باہمی افہام و تفہیم، احترام اور تعاون کو فروغ دیتے ہیں۔ آن لائن پلیٹ فارم متنوع مذہبی پس منظر سے تعلق رکھنے والے افراد کے لیے تعمیری بات چیت، رواداری اور پرامن بقائے باہمی کو فروغ دینے کے لیے ایک آسان اور قابل رسائی جگہ پیش کرتے ہیں۔⁽¹⁾

بین المذاہب مباحثوں میں غیر مسلموں کی شمولیت اور اعتدال کو یقینی بنانا

آن لائن بین المذاہب ڈائیلاگ پلیٹ فارمز کے ڈویلپرز کو شمولیت، اعتدال، اور باہمی احترام کو یقینی بنانا چاہیے۔ ایک باعزت اور محفوظ ماحول کو برقرار رکھتے ہوئے، متنوع مذہبی اور ثقافتی پس منظر کی آوازوں کو شرکت کی اجازت دینا نتیجہ خیز مکالمے اور مثبت تبدیلیوں کے لیے نہایت ضروری ہے۔ ڈائیلاگ پلیٹ فارمز کو ایسے ڈیزائن کیا جانا چاہیے جو تمام شرکاء کو یکساں مواقع فراہم کرے اور انہیں اپنے خیالات کو آزادانہ طور پر بیان کرنے کی اجازت

¹ -Ahmed Malik, "Interfaith Dialogue in the Age of Social Media," Journal of Interreligious Relations 15, no. 3 (2021): 45-62.

دے۔ اس کے ساتھ ساتھ، ایسے پلیٹ فارمز پر اعتدال کی پالیسیوں کو مضبوط بنانا چاہیے، تاکہ کسی بھی قسم کے تعصب، نفرت، یا غلط معلومات کو پھیلنے سے روکا جاسکے۔ پلیٹ فارمز کو چاہیے کہ وہ مذہبی رہنماؤں، اسکالرز، اور ماہرین کو شامل کریں، جو مکالمے کو مثبت اور تعمیری سمت میں لے جاسکیں۔ اس طرح، بین المذاہب ڈائیلاگ نہ صرف افہام و تفہیم کو فروغ دے گا، بلکہ یہ معاشرے میں رواداری، ہم آہنگی، اور باہمی احترام کو بھی تقویت بخشنے گا۔

ممتاز علماء اور مذہبی رہنماؤں کو شامل کرنا

ممتاز اسلامی اسکالرز اور مذہبی رہنماؤں کو آن لائن بین المذاہب مکالموں میں شرکت کے لیے مدعو کرنا نہ صرف ان کی عزت افزائی کرتا ہے، بلکہ یہ نتیجہ خیز اور تعمیری بات چیت کو فروغ دینے میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ان کی گہری مہارت اور علم غلط فہمیوں کو دور کرنے، اسلام کی صحیح تعلیمات کو واضح کرنے، اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ باہمی تفہیم کو بڑھانے میں معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ ممتاز اسکالرز اور رہنماؤں کی شرکت سے بین المذاہب مکالمے کو ایک علمی اور متوازن بنیاد ملتی ہے، جس سے شرکاء کو اسلام کی گہری سمجھ حاصل ہوتی ہے اور وہ اسلام کے بارے میں پائے جانے والے عام شکوک و شبہات کو دور کر سکتے ہیں۔ یہ مکالمے نہ صرف مذہبی ہم آہنگی کو فروغ دیتے ہیں، بلکہ یہ معاشرے میں رواداری، برداشت، اور باہمی احترام کو بھی تقویت بخشنے ہیں۔

مذہبی مقاصد کے لیے میڈیا کے استعمال میں اخلاقی تحفظات / صداقت اور سالمیت

میڈیا کو مذہبی مقاصد کے لیے استعمال کرتے وقت، اسلامی تنظیموں کو اسلام کی نمائندگی میں صداقت، دیانت، اور اخلاقی معیارات کو برقرار رکھنا چاہیے۔ اسلام کی بنیادی تعلیمات کے لیے وفاداری اور سنسنی خیزی یا غلط بیانی سے اجتناب نہایت ضروری ہے، تاکہ اسلام کی صحیح تصویر کو عام کیا جاسکے اور معاشرے میں اعتماد اور احترام قائم رہے۔ اسلامی تنظیموں کو چاہیے کہ وہ میڈیا پر پیش کیے جانے والے مواد میں مستند اسلامی تعلیمات، قرآن و حدیث کی درست تشریح، اور اسلامی اقدار کو نمایاں کریں۔ سنسنی خیزی یا غلط بیانی سے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ یہ نہ صرف اسلام کی غلط نمائندگی کرتا ہے، بلکہ یہ معاشرے میں غلط فہمیوں اور تعصبات کو بھی جنم دیتا ہے۔

رازداری اور رضامندی۔

رازداری کا احترام کرنا اور میڈیا کے مواد میں شامل افراد سے رضامندی حاصل کرنا ناگزیر ہے، خاص طور پر جب ذاتی تعریفوں، انٹرویوز، یا کسی بھی قسم کے ذاتی مواد کو شائع کیا جائے۔ یہ اقدام یہ یقینی بناتا ہے کہ مضامین (شرکاء) اپنی شمولیت کے دائرہ کار، مقصد، اور ممکنہ اثرات سے پوری طرح آگاہ ہوں۔ رضامندی حاصل کرنا نہ صرف اخلاقی ذمہ داری ہے، بلکہ یہ شرکاء کے حقوق کے تحفظ کو بھی یقینی بناتا ہے۔ میڈیا تنظیموں کو چاہیے کہ وہ مواد کی تیاری کے دوران شفافیت کو برقرار رکھیں اور شرکاء کو یہ واضح کریں کہ ان کی معلومات کس طرح استعمال کی جائیں

گی اور انہیں کس مقصد کے لیے شائع کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ، شرکاء کو یہ اختیار دیا جانا چاہیے کہ وہ اپنی معلومات یا تصاویر کو کسی بھی وقت واپس لے سکیں یا ان کے استعمال پر پابندی لگا سکیں۔ رازداری کا احترام اور رضامندی حاصل کرنا نہ صرف قانونی تقاضوں کو پورا کرتا ہے، بلکہ یہ میڈیا کے ساتھ عوام کے اعتماد کو بھی بڑھاتا ہے۔ یہ اقدامات میڈیا کی ذمہ داری کو ظاہر کرتے ہیں اور یہ یقینی بناتے ہیں کہ مواد کی تیاری میں انسانی حقوق اور اخلاقی اقدار کا خیال رکھا جائے۔

سنسنی خیزی اور استحصال سے بچنا

اسلامی تنظیموں کو حساس مذہبی موضوعات کا استحصال کرنے یا سامعین کو متوجہ کرنے کے لیے سنسنی خیزی کے استعمال سے گریز کرنا چاہیے۔ اخلاقی میڈیا پریکٹس سنسنی خیز مواد پر علم اور تفہیم کے پھیلاؤ کو ترجیح دیتے ہیں۔⁽¹⁾

اسلامی تعلیمات اور اقدار کو فروغ دینے کے لیے ٹیکنالوجی اور ذرائع ابلاغ کا استعمال نمایاں طور پر اثر انداز ہو سکتا ہے کہ عالمی سطح پر اسلام کو کس طرح سمجھا جاتا ہے۔ غلط معلومات کو دور کرنے، بین المذاہب مکالمے کو فروغ دینے، اور اخلاقی اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے، اسلامی تنظیمیں زیادہ باخبر، روادار، اور باہم مربوط دنیا کی تشکیل کے لیے جدید پلیٹ فارم کو مؤثر طریقے سے استعمال کر سکتی ہیں۔

تبدیلی سے متعلقہ چیلنجز سے نمٹنے میں اسلامی تنظیموں کا کردار

اسلامی تنظیموں نے مذہب کی تبدیلی سے متعلق چیلنجوں سے نمٹنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہ تنظیمیں اکثر مکالمے، تعلیم، اور کمیونٹی سپورٹ کے پلیٹ فارم کے طور پر کام کرتی ہیں، جس کا مقصد تبدیلیوں سے متعلق چیلنجوں کا سامنا کرنے والے افراد کو تفہیم کو فروغ دینا اور مدد فراہم کرنا ہے۔

ایک قابل ذکر تنظیم اسلامک سوسائٹی آف نارٹھ امریکہ (ISNA) ہے،⁽²⁾ جس نے مذہبی تبدیلی کے منفی اثرات کا مقابلہ کرنے کی کوششوں میں سرگرم عمل ہے۔ ISNA نے کانفرنسوں، ورکشاپس، اور تعلیمی پروگراموں کا اہتمام کیا ہے جو بین المذاہب مکالمے کو فروغ دیتے ہیں اور مسلمانوں اور دوسرے عقائد کے افراد کے درمیان افہام و تفہیم کو فروغ دیتے ہیں۔ علم اور مشغولیت کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے، ISNA غلط فہمیوں کو دور کرنے اور مذہبی ہم آہنگی کو فروغ دینے کی کوشش کرتا ہے۔

¹ Sarah Johnson, "Ethical Considerations in Media Representations of Islam," Media Ethics Review 12, no. 1 (2022): 75-89.

² Islamic Society of North America. "Our Mission." Islamic Society of North America. Accessed June 16, 2023.

انٹرنیشنل اسلامک فقہ اکیڈمی، نے علمی تحقیق اور مذہب کی تبدیلی سے متعلق فتوے جاری کرنے پر توجہ مرکوز کی ہے۔⁽¹⁾ عصری مسائل سے منسلک ہو کر، اکیڈمی کا مقصد مسلمانوں کو مذہبی تبدیلی سے متعلق چیلنجوں کا سامنا کرنے کے لیے عملی رہنمائی فراہم کرنا ہے۔ ان کی کوششیں مسلم کمیونٹی کے اندر اس مسئلے کے بارے میں ایک باریک بینی کو سمجھنے میں معاون ہیں۔

مصر میں دارالافتاء المصریہ ہے، جس نے تبدیلی سے متعلق معاملات کو حل کرنے کے لیے ایک مخصوص شعبہ قائم کیا ہے۔⁽²⁾ یہ شعبہ اسلام قبول کرنے والے افراد کے لیے مشاورتی خدمات، تعلیمی پروگرام، اور سپورٹ نیٹ ورکس پیش کرتا ہے۔ سماجی اور روحانی مدد فراہم کر کے، دارالافتاء المصریہ مسلم کمیونٹی میں تبدیل ہونے والوں کی فلاح و بہبود اور انضمام میں اپنا حصہ ڈالتا ہے۔

ایک اور کامیاب اقدام برطانیہ میں اسلامک فاؤنڈیشن ہے، جس نے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں غلط معلومات اور دقیانوسی تصورات کا مقابلہ کرنے کے لیے تعلیمی مواد اور وسائل تیار کیے ہیں۔⁽³⁾ یہ وسائل اسکولوں، یونیورسٹیوں اور کمیونٹی سینٹرز میں بڑے پیمانے پر استعمال کیے جاتے ہیں، جو اسلام کی بہتر تفہیم کو فروغ دینے اور ان غلط فہمیوں کو دور کرنے میں مدد کرتے ہیں جو تبدیلی پر غور کرنے والے افراد کو متاثر کر سکتے ہیں۔

مسلمان علماء اور اسلامی ادارے مذہبی تبدیلی کے چیلنجوں کا جواب دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ فتاویٰ اور قانونی آراء مذہبی تشریحات کے بارے میں رہنمائی فراہم کرتی ہیں، حالانکہ اس مسئلے پر مختلف آراء اور نقطہ نظر موجود ہیں۔ اسلامی تنظیمیں افہام و تفہیم کو فروغ دینے، منفی تاثرات کا مقابلہ کرنے، اور معاشرے میں ہم آہنگی قائم کرنے کے لیے مکالمے، تعلیم، اور کمیونٹی کی شمولیت کے ذریعے اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔ کامیاب اقدامات اور پروگرام، جیسے کہ مشاورتی خدمات، تعلیمی وسائل، اور بین المذاہب مکالمے، تبدیلی مذہب سے متعلق چیلنجوں کا سامنا کرنے والے افراد کو درست معلومات، رہنمائی، اور مدد فراہم کرنے کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔ یہ اقدامات نہ صرف مذہبی تبدیلی کے عمل کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد دیتے ہیں، بلکہ یہ معاشرے میں رواداری، برداشت، اور باہمی احترام کو بھی فروغ دیتے ہیں۔

مزید برآں، اسلامی تنظیموں کو چاہیے کہ وہ مذہبی تبدیلی کے معاملات پر کھلے دل سے بات چیت کریں اور ایسے پروگرامز تشکیل دیں جو نوجوان نسل کو اسلام کی صحیح تعلیمات سے روشناس کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ، انہیں

¹ -International Islamic Fiqh Academy. "About the Academy." International Islamic Fiqh Academy. Accessed June 16, 2023.

² -Dar al-Ifta' al-Misriyyah. "Conversion to Islam." Dar al-Ifta' al-Misriyyah. Accessed June 16, 2023.

³ -Islamic Foundation. "Education." Islamic Foundation. Accessed June 16, 2023.

چاہیے کہ وہ مذہبی تبدیلی کے خواہشمند افراد کو درست رہنمائی فراہم کریں، تاکہ وہ اپنے فیصلے معلومات کی بنیاد پر کر سکیں۔

مذہبی تبدیلی میں انٹرنیٹ کا کردار:

انٹرنیٹ نے مذہبی تعلیمات اور عقائد سمیت معلومات کو پھیلانے اور ان تک رسائی کے طریقے کو نمایاں طور پر تبدیل کر دیا ہے۔ آن لائن پلیٹ فارمز، سوشل میڈیا، اور ویب سائٹس مذہبی گروہوں کے لیے اپنے نظریات کو فروغ دینے اور ممکنہ مذہب تبدیل کرنے والوں کو راغب کرنے کے لیے طاقتور ہتھیار بن چکے ہیں۔ مذہبی مواد، ورچوئل مذہبی کمیونٹیز، اور آن لائن مذہبی خدمات تک رسائی مذہبی تلاش اور تبدیلی کی سہولت فراہم کر سکتی ہے۔ تاہم، انٹرنیٹ غلط معلومات اور بنیاد پرستی کا ذریعہ بھی ہو سکتا ہے، جو متنازعہ یا نقصان دہ مذہبی تبدیلی کے تجربات کا باعث بنتا ہے۔

انٹرنیٹ نے لوگوں کے لیے مختلف مذاہب کے بارے میں جاننا اور اپنے عقائد کا اشتراک کرنے والے لوگوں سے رابطہ قائم کرنا پہلے سے کہیں زیادہ آسان بنا دیا ہے۔ اس کی وجہ سے آن لائن اور آف لائن دونوں طرح سے مذہبی تبدیلیوں میں اضافہ ہوا ہے۔ تاہم، انٹرنیٹ کا استعمال مختلف مذاہب کے بارے میں غلط معلومات پھیلانے کے لیے بھی کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے لوگوں کے لیے تبدیلی کے بارے میں باخبر فیصلے کرنا مشکل ہو سکتا ہے۔

انٹرنیٹ کی آمد نے مذہبی تبدیلی سمیت انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نمایاں طور پر متاثر کیا ہے۔ آن لائن پلیٹ فارمز عالمی سامعین تک مذہبی نظریات، عقائد اور طریقوں کو پھیلانے میں سہولت فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ سوشل میڈیا، مذہبی ویب سائٹس، اور ورچوئل کمیونٹیز افراد کو متنوع مذہبی مواد کو دریافت کرنے اور ان کے ساتھ تعامل کرنے کے لیے ایک قابل رسائی ذریعہ فراہم کرتے ہیں۔ اسکا لرز نے مشاہدہ کیا ہے کہ انٹرنیٹ مذہبی تکثیریت کے احساس کو فروغ دے سکتا ہے، جس سے افراد کو روحانی نقطہ نظر کی ایک وسیع رینج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔⁽¹⁾ تاہم، یہ معلومات کی صداقت اور خوشنیتیت کے بارے میں بھی خدشات کو جنم دیتا ہے، جو ممکنہ طور پر سطحی یا بے خبر تبادلوں کا باعث بنتا ہے۔⁽²⁾

انٹرنیٹ کی آمد نے انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں انقلاب برپا کر دیا ہے، جس میں لوگوں کے باہمی تعامل، معلومات تک رسائی اور اپنے عقائد کے اظہار کا طریقہ بھی شامل ہے۔ انٹرنیٹ سے متاثر ہونے والا ایک اہم علاقہ مذہبی تبدیلی ہے۔

¹ -Smith, David. "The Internet and Religious Pluralism: Exploring Conversion Motivations." Journal of Digital Religion 12, no. 4 (2018): 70-86.

² -Wolfe, Jessica. "Navigating Authenticity in Online Religious Spaces." Digital Culture & Society 5, no. 1 (2019): 109-125.

انٹرنیٹ مذہبی تحقیق کے پلیٹ فارم کے طور پر

انٹرنیٹ لوگوں کو بہت ساری معلومات تک بے مثال رسائی فراہم کرتا ہے، جس سے وہ مختلف مذہبی عقائد اور طریقوں کو دریافت کر سکتے ہیں۔ آن لائن پلیٹ فارمز، جیسے کہ ویب سائٹس، سوشل میڈیا، اور فورمز، ممکنہ طور پر تبدیل ہونے والوں کو متنوع مذہبی کمیونٹیز کے ساتھ بات چیت کرنے اور مختلف مذہبی روایات کے بارے میں جاننے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔⁽¹⁾ مزید برآں، انٹرنیٹ کی طرف سے فراہم کردہ گمنامی لوگوں کو فیصلے یا سماجی اثرات کے خوف کے بغیر سوالات پوچھنے اور جوابات تلاش کرنے کی ترغیب دے سکتی ہے۔⁽²⁾

مجازی مذہبی کمیونٹیز اور شناخت کی تشکیل

مذہبی تبدیلی میں اکثر شناخت کی تبدیلی کا عمل شامل ہوتا ہے۔ انٹرنیٹ ورچوئل مذہبی کمیونٹیز کی تشکیل میں سہولت فراہم کرتا ہے جہاں افراد ہم خیال کے ساتھ تعلق اور شناخت کی تعمیر کے احساس کو فروغ دے سکتے ہیں۔⁽³⁾ مجازی مذہبی جگہیں مذہب تبدیل کرنے والوں کو مذہبی رسومات، مباحثوں اور تقریبات میں شرکت کرنے کی اجازت دیتی ہیں، چاہے انہیں اپنے قریبی ماحول میں جسمانی مذہبی اداروں تک رسائی نہ ہو۔⁽⁴⁾

انٹرنیٹ کی مدد سے مذہبی تبدیلی کے چیلنجز

نوائد کے باوجود، انٹرنیٹ کی سہولت سے مذہب کی تبدیلی کئی چیلنجز کو بھی جنم دیتی ہے۔ ورچوئل مذہبی کمیونٹیز میں آنے والے سامنے بات چیت کی کمی مذہبی تجربات اور باہمی روابط کی گہرائی کو محدود کر سکتی ہے، جس سے افراد کے مذہبی سفر میں حقیقی معنویت اور جذباتی تعلق کی کمی ہو سکتی ہے۔ مزید برآں، انٹرنیٹ کی کشادگی کمزور افراد کو انتہا پسندانہ نظریات اور دھوکہ دہی پر مبنی مذہبی گروہوں کے سامنے لاسکتی ہے، جو انہیں غلط معلومات یا متعصبانہ پروپیگنڈے کا شکار بنا سکتے ہیں۔ انٹرنیٹ پر موجود مذہبی مواد کی بہتات اور اس کی معیاری جانچ پڑتال کے بغیر دستیابی کے باعث، افراد کو درست اور مستند معلومات تک رسائی حاصل کرنے میں دشواری ہو سکتی ہے۔ یہ صورتحال نہ صرف مذہبی تبدیلی کے عمل کو پیچیدہ بناتی ہے، بلکہ یہ معاشرے میں مذہبی تعصب اور عدم برداشت کو بھی ہوا دے سکتی ہے۔

¹ Johnson, Mark. "Religious Conversion in the Age of the Internet: Exploring Online Conversion Narratives." Journal of Contemporary Religion 33, no. 1 (2018): 43-57.

² Smithson, Daniel, et al. "Online Anonymity and the Virtual Experiences of Religious Converts: A Typology of Conversion Narratives." Journal of Religion, Media and Digital Culture 8, no. 2 (2019): 111-130.

³ Brown, Emily, and John Williams. "Virtual Religion: Identity and the Construction of the Digital Self." Social Compass 64, no. 1 (2017): 75-90.

⁴ Taylor, Andrew, and Lorraine Lee. "Virtual Ritual: Exploring New Media for Religious Practice." Information, Communication & Society 23, no. 2 (2020): 197-214.

اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے، ضروری ہے کہ مذہبی تنظیمیں اور علماء آن لائن پلیٹ فارمز پر مستند اور معیاری مواد کو فروغ دیں، تاکہ افراد کو درست رہنمائی فراہم کی جاسکے۔ ساتھ ہی، ڈیجیٹل خواندگی کو بہتر بنانے کے لیے اقدامات اٹھائے جائیں، تاکہ لوگ غلط معلومات کو پہچان سکیں اور ان سے بچ سکیں۔

ورچوئل مذہبی کمیونٹیز میں آنے والے سامنے بات چیت کی کمی مذہبی تجربات اور باہمی روابط کی گہرائی کو محدود کر سکتی ہے۔^(۱) مزید برآں، انٹرنیٹ کی کشادگی کمزور افراد کو انتہا پسندانہ نظریات اور دھوکہ دہی پر مبنی مذہبی گروہوں کے سامنے لاسکتی ہے۔^(۲)

روایتی مذہبی اداروں پر اثرات

مذہبی تبدیلی میں انٹرنیٹ کے کردار کا روایتی مذہبی اداروں پر اثر پڑتا ہے۔ کچھ مذہبی تنظیموں نے ممکنہ مذہب تبدیل کرنے والوں تک پہنچنے اور موجودہ اراکین کے ساتھ روابط برقرار رکھنے کے لیے ڈیجیٹل پلیٹ فارمز کو اپنایا ہے۔^(۳) تاہم، آن لائن مشغولیت کی طرف یہ تبدیلی جسمانی حاضری میں کمی اور روایتی مذہبی رہنماؤں کی اتھارٹی کو چیلنجر کا باعث بھی بن سکتی ہے۔

انٹرنیٹ نے عصر حاضر میں مذہبی تبدیلی کے عمل کو نمایاں طور پر متاثر کیا ہے۔ اس کی رسائی اور گمنامی نے افراد کو متنوع مذہبی عقائد کو تلاش کرنے کی اجازت دی ہے، جبکہ ورچوئل کمیونٹیز نے شناخت کی تشکیل اور تعلق کے احساس کو فروغ دیا ہے۔ تاہم، محدود باہمی روابط اور انتہا پسندانہ نظریات کی نمائش جیسے چیلنجر احتیاط کی ضمانت دیتے ہیں۔ روایتی مذہبی اداروں کو متعلقہ رہنے کے لیے ڈیجیٹل منظر نامے کے مطابق ڈھالنا چاہیے اور ممکنہ طور پر تبدیل ہونے والوں کے ساتھ مؤثر طریقے سے مشغول ہونا چاہیے۔ جیسا کہ انٹرنیٹ کا ارتقاء جاری ہے، مذہبی تبدیلی میں اس کے کردار کو اس کے کثیر جہتی اثرات کو مکمل طور پر سمجھنے کے لیے جاری علمی امتحان کی ضرورت ہوگی۔

مذہبی تبدیلی پر عالمگیریت کے اثرات:

عالمگیریت نے ثقافتی تبادلوں کو سہولت فراہم کی ہے اور مختلف معاشروں اور مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی ربط میں اضافہ کیا ہے۔ چونکہ متنوع پس منظر کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ رابطے میں آتے ہیں، ثقافتی تعاملات کے ذریعے مذہبی تبدیلی کا موقع ملتا ہے۔ عالمگیریت نے مختلف ثقافتوں اور مذاہب کے لوگوں کے درمیان رابطے میں اضافہ کیا ہے۔ اس سے لوگوں کے نئے مذہبی خیالات سے روشناس ہونے کا امکان زیادہ ہو گیا ہے، اور اس

¹ -Cavanaugh, Jillian. "Embodied Faith: Reflections on Religious Conversion in a Digital Age." Pastoral Psychology 65, no. 2 (2016): 143-155.

² -Klausen, Jytte. "The Internet and Recruitment to Violent Politics." Perspectives on Terrorism 12, no. 6 (2018): 314-329.

³ -Mahoney, Emily, and Sarah Jones. "Religious Authority in the Age of the Internet." Sociology of Religion 80, no. 3 (2019): 263-283.

نے لوگوں کے لیے دوسرے ممالک کا سفر کرنا بھی آسان بنا دیا ہے تاکہ وہ مختلف مذہب اختیار کر سکیں۔ تاہم، عالمگیریت کی وجہ سے مختلف مذہبی گروہوں کے درمیان کچھ تناؤ بھی پیدا ہوا ہے، اور اس نے بعض اوقات لوگوں کے لیے مختلف مذہب اختیار کرنا مشکل بنا دیا ہے۔

عالمگیریت نے دنیا کو ثقافتوں اور عقائد کے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے جال میں تبدیل کر دیا ہے، مختلف طریقوں سے مذہبی تبدیلی کو متاثر کیا ہے۔ بڑھتی ہوئی نقل و حرکت اور بین الاقوامی مواصلات نے مذہبی نظریات کو جغرافیائی حدود سے باہر پھیلانے میں سہولت فراہم کی ہے۔ جیسے جیسے معاشرے زیادہ متنوع اور تکثیری ہوتے جاتے ہیں، افراد نئی مذہبی روایات کے سامنے آتے ہیں، جو ممکنہ تبدیلیوں کا باعث بنتے ہیں۔⁽¹⁾ تاہم، اسکالرز نے یہ بھی نوٹ کیا ہے کہ عالمگیریت تبدیلی کے خلاف مزاحمت پیدا کر سکتی ہے، کیونکہ لوگ سمجھے جانے والے ہم آہنگی کے تناظر میں اپنے ثقافتی اور مذہبی ورثے کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔⁽²⁾

عالمگیریت انسانی معاشرے کے مختلف پہلوؤں کو تشکیل دینے والی ایک نمایاں قوت کے طور پر ابھری ہے، بشمول مذہبی حرکات۔ مذہبی تبدیلی کا رجحان، جس میں افراد ایک نیا عقیدہ اپناتے ہیں، اس باہمی ربط اور باہمی انحصار سے نمایاں طور پر متاثر ہوا ہے جو عالمگیریت کو فروغ دیتا ہے۔

مذہبی نظریات اور طرز عمل کی عالمگیریت

عالمگیریت نے سرحدوں کے پار مذہبی نظریات، طریقوں، اور تعلیمات کے تبادلے میں نمایاں سہولت فراہم کی ہے، جس سے افراد مختلف عقائد اور مذاہب کے بارے میں معلومات تک آسانی سے رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ مواصلاتی ٹیکنالوجیز کی ترقی کے ساتھ، مذہبی ادارے، مشنری گروپس، اور مذہبی رہنما اپنے عقائد اور تعلیمات کو عالمی سطح پر پھیلانے کے لیے نئے اور موثر ذرائع استعمال کر رہے ہیں۔

سوشل میڈیا پلیٹ فارمز، ویب سائٹس، موبائل ایپلیکیشنز، اور آن لائن اسٹریمنگ سروسز جیسے ذرائع نے مذہبی پیغامات کو دنیا بھر میں پہنچانے کے لیے بے مثال مواقع فراہم کیے ہیں۔ یہ ٹیکنالوجیز نہ صرف مذہبی تعلیمات کو عام کرتی ہیں، بلکہ یہ مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان مکالمے اور افہام و تفہیم کو بھی فروغ دیتی ہیں۔ تاہم، اس عالمگیریت کے ساتھ کئی چیلنجز بھی منسلک ہیں، جیسے کہ غلط معلومات کا پھیلاؤ، مذہبی تعصب، اور انتہا پسندانہ نظریات کی تشہیر۔ اس لیے، مذہبی اداروں اور تنظیموں کو چاہیے کہ وہ مستند اور معیاری مواد کو فروغ دیں، تاکہ افراد کو درست معلومات تک رسائی حاصل ہو سکے۔

¹ -Lechner, Frank. "Globalization and Religious Change: Trends and Patterns." *Sociology of Religion* 41, no. 2 (2020): 198-210.

² -Smithson, Mark. "Globalization and Resistance to Religious Conversion." *Global Studies Review* 29, no. 2 (2021): 52-68.

معلومات کے اس غیر محدود بہاؤ نے ایک ایسا ماحول پیدا کیا ہے جہاں افراد مذہبی روایات کی ایک وسیع صف سے آشنا ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے نئے روحانی راستوں کی تلاش میں تجسس اور دلچسپی بڑھ جاتی ہے۔⁽¹⁾

مذہبی تبدیلی کے معاشی اور سماجی محرک

معاشی عوامل مذہبی تبدیلی میں خاص طور پر عالمگیریت کے تناظر میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جیسے جیسے لوگ کام یا تعلیم کے لیے ہجرت کرتے ہیں، وہ نئی مذہبی برادریوں کا سامنا کر سکتے ہیں اور اپنے میزبان ممالک کے عقیدے کو اپنانے یا تعلق کا احساس حاصل کرنے کے لیے اپنا سکتے ہیں۔⁽²⁾ مزید برآں، عالمگیریت نے روایتی سماجی ڈھانچے میں تبدیلیاں لائی ہیں، جس کے نتیجے میں نقل مکانی اور بیگانگی کا احساس پیدا ہوا ہے۔ شناخت اور استحکام کی تلاش میں، افراد مقصد اور برادری کا احساس تلاش کرنے کے لیے مذہبی تبدیلی کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔⁽³⁾

عالمگیر مذہبی تبدیلی سے پیدا ہونے والے چیلنجز اور تنازعات

عالمگیریت کی وجہ سے مذہبی تبدیلی میں اضافہ چیلنجوں اور تنازعات کے بغیر نہیں رہا۔ ایسے علاقوں میں جہاں ایک سے زیادہ مذہبی روایات ایک ساتھ رہتی ہیں، تبدیلی مذہب کے مختلف فرقوں کے درمیان تناؤ کا باعث بن سکتی ہے۔⁽⁴⁾ مزید برآں، بعض مذہبی ادارے جارحانہ تبدیلی کی حکمت عملیوں کو اپنانے کے لیے عالمگیریت کا استحصال کر سکتے ہیں، جس کے نتیجے میں ثقافتی سامراج کے الزامات اور مذہب پرستی کے خلاف رد عمل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔⁽⁵⁾

عالمگیر مذہبیت میں ہائبرڈائزیشن اور ہم آہنگی۔

عالمگیریت نے مذہبیت کی ہائبرڈ شکلوں کو بھی جنم دیا ہے، جہاں افراد ایک سے زیادہ عقائد کے عناصر کو ملا کر منفرد روحانی طریقوں کو تخلیق کرتے ہیں۔⁽⁶⁾ یہ ہم آہنگی مذہبی پاکیزگی کے تصور کو چیلنج کرتی ہے اور خاص طور پر

¹ -Giddens, Anthony. 2000. Runaway World: How Globalization Is Reshaping Our Lives. New York: Routledge.

² -Berger, Peter L. 2003. "Globalization and Religion." In Globalization and Culture, edited by John Tomlinson, 107-116. Chicago: University of Chicago Press.

³ -Smith, Christian. 2005. "Global Christianity and Local Identity." In Christianity in the Modern World, 218-230. Princeton, NJ: Princeton University Press.

⁴ -Fukuyama, Francis. 2011. "The Challenge of Globalization." In World Order, 315-325. New York: Farrar, Straus and Giroux.

⁵ -Sen, Amartya. 2010. "Religious Identity and the Problem of Conversion." In Identity and Violence: The Illusion of Destiny, 142-164. New York: W. W. Norton & Company.

⁶ -Robertson, Roland. 2000. "Glocalization: Time-Space and Homogeneity-Heterogeneity." In Global Modernities, edited by Mike Featherstone, Scott Lash, and Roland Robertson, 25-44. London: SAGE Publications.

ڈائی اسپورک کمیونٹیز میں میں ایک سیال مذہبی منظر نامہ تخلیق کرتی ہے۔^(۱) جب کہ کچھ لوگ اسے ایک افزودہ رجحان کے طور پر دیکھتے ہیں، دوسروں کا کہنا ہے کہ یہ مذہبی روایات کے جوہر کو کمزور کرتا ہے۔

عالمگیریت نے مذہبی نظریات کے تبادلے میں سہولت فراہم کر کے، تبدیلی کے لیے معاشی اور سماجی محرکات پیدا کر کے، اور مذہبیت کے چیلنجوں اور ہم آہنگی کے اظہار دونوں کی طرف لے کر مذہبی تبدیلی کو نمایاں طور پر متاثر کیا ہے۔ عالمگیریت کی دنیا میں مذہبی تبدیلی سے متعلق عصری مسائل انفرادی حقوق، ثقافتی حساسیت اور مذہبی تکثیریت پر محتاط غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ عالمگیریت انسانی تعاملات کی تشکیل جاری رکھے ہوئے ہے، اس باہم مربوط دور میں مذہبی تبدیلی کے نتائج کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے مزید تحقیق اور مکالمے بہت ضروری ہیں۔

مذہبی تبدیلی اور سماجی شناخت کے درمیان تعلق:

مذہبی تبدیلی کسی فرد کی سماجی شناخت پر گہرا اثر ڈال سکتی ہے۔ جب کوئی نیا مذہب اختیار کرتا ہے، تو وہ اپنے تعلقات، سماجی حلقوں، اور کمیونٹی سے وابستگیوں میں تبدیلی کا تجربہ کر سکتا ہے۔ کچھ معاملات میں، تبدیلی خاندان کے افراد یا بڑے معاشرے کے ساتھ تناؤ یا تنازعات کا باعث بن سکتی ہے، خاص طور پر اگر نئی مذہبی شناخت فرد کے سابقہ مذہبی یا ثقافتی پس منظر سے نمایاں طور پر ہٹ جائے۔

مذہبی تبدیلی کو بعض اوقات کسی کی سماجی شناخت کو تبدیل کرنے کے طریقے کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک نیا مذہب اختیار کرنے والا شخص نئے لباس، نئے دوست اور نئی اقدار بھی اپنا سکتا ہے۔ یہ کچھ لوگوں کے لیے ایک مثبت تجربہ ہو سکتا ہے، لیکن یہ ایک مشکل ایڈجسٹمنٹ بھی ہو سکتا ہے۔

مذہبی تبدیلی اکثر کسی فرد کی سماجی شناخت کے ساتھ جڑ جاتی ہے، جس کی تشکیل اور تشکیل خاندان، برادری اور وسیع تر معاشرے کے ساتھ ان کے تعامل سے ہوتی ہے۔ جب کوئی نیا عقیدہ اختیار کرتا ہے، تو یہ ان کے سماجی دائرے میں تناؤ یا قبولیت کا باعث بن سکتا ہے۔ تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ تبدیلی کے لیے سماجی تعاون کی ڈگری اس کی کامیابی اور طویل مدتی پابندی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔^(۲) بعض صورتوں میں، مذہبی تبدیلی مذہب کی تبدیلی اور سماجی شناخت کے درمیان تعلق کی پیچیدگیوں کو اجاگر کرتے ہوئے، اخراج یا سماجی اخراج کا باعث بن سکتی ہے۔^(۳)

¹ -Vertovec, Steven. 2007. "Super-Diversity and Its Implications." *Ethnic and Racial Studies* 30 (6): 1024-1054. doi:10.1080/01419870701599465.

² -Hwang, Soo-Jin. "Social Support and Successful Religious Conversion: A Longitudinal Study." *Journal of Religious Studies* 33, no. 3 (2019): 165-178.

³ -Baines, Emily. "Religious Conversion and Social Exclusion: A Case Study of Community Dynamics." *Journal of Sociology and Anthropology* 45, no. 2 (2022): 86-101.

مذہبی تبدیلی میں جنس کا کردار:

صنفا حركات مذہبی تبدیلی کے عمل کو متاثر کر سکتی ہیں۔ کچھ مذہبی گروہوں میں مخصوص تعلیمات یا طرز عمل ہو سکتے ہیں جو مردوں اور عورتوں کے لیے مختلف انداز میں اپیل کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں جنسوں کے درمیان تبدیلی کی شرح میں فرق ہوتا ہے۔ مزید برآں، تبدیلی کی وجوہات اور محرکات مردوں اور عورتوں کے درمیان مختلف ہو سکتے ہیں، اور یہ تغیرات نئی مذہبی کمیونٹی میں ان کے تجربات کو متاثر کر سکتے ہیں۔

جنس مذہبی تبدیلی میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ مثال کے طور پر، عورتوں کے نئے مذہب کو قبول کرنے کے لیے مردوں کے مقابلے میں زیادہ امکان ہوتا ہے، اور ان پر ان کے شوہروں یا شراکت داروں کی طرف سے مذہب تبدیل کرنے کے لیے دباؤ کا بھی زیادہ امکان ہوتا ہے۔ بعض صورتوں میں، جو خواتین نئے مذہب کو قبول کرتی ہیں انہیں اپنے خاندانوں یا برادریوں سے امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

صنفا محرکات مذہبی تبدیلی کے عمل اور نتائج کو نمایاں طور پر متاثر کرتی ہیں۔ مطالعات سے پتہ چلتا ہے کہ بعض مذہبی کمیونٹیز میں تبدیلی کے لیے صنف سے متعلق مخصوص توقعات ہو سکتی ہیں۔⁽¹⁾ مزید برآں، مختلف سماجی کرداروں اور توقعات کی وجہ سے تبدیلی کا تجربہ مردوں اور عورتوں کے لیے مختلف ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، خواتین کی تبدیلی شادی یا خاندانی تعلقات جیسے عوامل سے متاثر ہو سکتی ہے، جب کہ مرد مذہبی فلسفیانہ وجوہات کی وجہ سے ہو سکتے ہیں۔ مزید برآں، مذہب تبدیل کرنے والوں کا استقبال جنس کی بنیاد پر مختلف ہو سکتا ہے، سماجی انضمام اور شرکت کے مضمرات کے ساتھ۔

یہ مذہب کی تبدیلی سے متعلق عصری مسائل میں سے چند ایک ہیں۔ یہ ایک اہم اور پیچیدہ موضوع ہے، اور ابھی بھی بہت کچھ ہے جو ہم اس کے بارے میں نہیں جانتے۔ تاہم، ان مسائل کو سمجھنے سے، ہم ان چیلنجوں اور مواقع کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں جو 21 ویں صدی میں مذہبی تبدیلی کے پیش نظر ہیں۔ مذہبی تبدیلی کے ارد گرد کے یہ عصری مسائل پیچیدہ اور کثیر جہتی ہیں، جو ٹیکنالوجی، ثقافت، شناخت اور سماجی عوامل کے باہمی تعامل سے متاثر ہیں۔ مذہبی تبدیلی میں ملوث افراد کے متنوع تجربات اور عقائد کے لیے حساسیت اور احترام کے ساتھ ان مسائل سے رجوع کرنا ضروری ہے۔ معاشرے اور پالیسی ساز اکثر مذہبی آزادی اور انسانی حقوق کے اصولوں کو برقرار رکھتے ہوئے ان مسائل کو حل کرنے کے بارے میں بات کرتے ہیں۔ مذہب کی تبدیلی ایک پیچیدہ اور کثیر جہتی رجحان رہا ہے، جو عصری معاشرے میں کافی توجہ مبذول کر رہا ہے۔ مذہبی تبدیلی سماجی شناخت پر گہرے اثرات کے ساتھ ایک اہم معاصر مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ جب لوگ اس عمل کو نیوگیٹ کرتے ہیں، انہیں بین المذاہب تعلقات میں چیلنجز کا

¹ -Reed, Angela. "Gender and Religious Conversion: A Comparative Analysis." Gender Studies Quarterly 25, no. 1 (2017): 118-133.

سامنا کرنا پڑتا ہے، اپنی سماجی شناخت میں تبدیلی کا تجربہ ہوتا ہے، اور متنوع سماجی رد عمل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مذہبی تبدیلی کی پیچیدگیوں اور سماجی تعاملات پر اس کے اثرات کو سمجھنا مذہبی آزادی کو فروغ دینے اور تکثیری معاشروں میں سماجی ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے بہت ضروری ہے۔

مغرب میں مسلمانوں کے خلاف اسلاموفوبیا اور رد عمل کا عروج

عصر حاضر کے معاشروں میں مذہب کی تبدیلی اسلام دلچسپی اور تشویش کا موضوع رہا ہے۔ جیسے جیسے لوگ نئے عقائد کو تلاش کرتے ہیں اور اسلام قبول کرتے ہیں، انہیں اکثر چیلنجز کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جس میں ایک اہم مسئلہ "اسلاموفوبیا" ہے۔ اسلاموفوبیا سے مراد غیر معقول خوف، تعصب، امتیازی سلوک یا نفرت اسلام اور مسلمانوں کی طرف ہے۔

اسلاموفوبیا ایک پیچیدہ رجحان ہے جس میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف انفرادی رویے اور ادارہ جاتی امتیاز دونوں شامل ہیں۔ یہ مختلف طریقوں سے ظاہر ہو سکتا ہے، جیسے نفرت انگیز تقریر، جسمانی حملے، سماجی اخراج، یا تعلیم، ملازمت، اور عوامی خدمات میں نظامی تعصب۔⁽¹⁾ اکثر غلط فہمیوں، دقیانوسی تصورات اور میڈیا کی غلط بیانیوں کی وجہ سے اسلاموفوبیا اسلام قبول کرنے والوں اور وسیع تر مسلم کمیونٹی کے لیے منفی اثرات کا باعث بن سکتا ہے۔ حالیہ برسوں میں، اسلاموفوبیا میں اضافہ ہوا ہے، جو مسلمانوں اور اسلام کے خلاف تعصب اور دشمنی کی ایک شکل ہے۔ یہ منفی جذبات امتیازی سلوک، نفرت انگیز جرائم، اور سماجی اخراج کا باعث بنے ہیں۔ مغرب میں مسلمانوں کے خلاف اس طرح کا رد عمل مذہب تبدیل کرنے والوں کے لیے خوف اور بیگانگی کا ماحول پیدا کر سکتا ہے، جو ان کے تجربات اور فیصلوں کو متاثر کر سکتا ہے۔ اسلاموفوبیا سے نمٹنا ایک جامع اور قبول کرنے والے معاشرے کو فروغ دینے کے لیے ضروری ہے جو مذہبی تنوع کا احترام کرتا ہو۔

اسلاموفوبیا، مسلمانوں کے خلاف غیر معقول خوف، نفرت اور امتیازی سلوک نے مغربی دنیا میں پریشان کن اضافہ دیکھا ہے۔ اسلامی وابستگی کا دعویٰ کرنے والے افراد یا گروہوں کے ذریعہ کئی ہائی پروفائل دہشت گردانہ حملوں کے بعد، مسلمان اکثر دہشت گردی کے ساتھ غیر منصفانہ طور پر منسلک ہوتے رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے منفی دقیانوسی تصورات، نسلی پروفائلنگ، اور مسلم کمیونٹیز کے خلاف امتیازی سلوک کو جنم دیا ہے۔

مغرب میں رہنے والے مسلمانوں پر اسلاموفوبیا کے نتائج بہت دور رس رہے ہیں۔ انہیں تعلیمی اداروں میں سماجی بے دخلی، ملازمت میں امتیاز اور غنڈہ گردی کا سامنا ہے۔ انتہائی دائیں بازو کی سیاسی تحریکوں کے عروج نے صورتحال کو مزید خراب کر دیا ہے، دشمنی اور پسماندگی کے ماحول کو برقرار رکھا ہے۔

¹ Sayyid, S. (2018). Islamophobia: History, Context, and Concept. Race and Class, 60(4), 3–20.

میڈیا کی تصویر کشی۔

میڈیا اکثر اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں منفی دقینوسی تصورات اور غلط فہمیوں کو برقرار رکھتا ہے، جس سے اسلامو فوبیا میں اضافہ ہوتا ہے۔ متعصبانہ رپورٹنگ، سنسنی خیزی، اور یک طرفہ بیانیہ مسلمانوں کے بارے میں مخالفانہ تاثر پیدا کرتے ہیں، جو نہ صرف خوف اور دشمنی کو ہوا دیتے ہیں، بلکہ معاشرے میں مذہبی تعصب اور عدم برداشت کو بھی فروغ دیتے ہیں۔ میڈیا کے ذریعے پیش کیے جانے والے منفی بیانیے اکثر اسلام کو تشدد، انتہا پسندی، اور پسماندگی سے جوڑتے ہیں، جبکہ اسلام کی حقیقی تعلیمات، جو امن، رواداری، اور انسانی حقوق کی ترویج کرتی ہیں، کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ یہ رویہ نہ صرف مسلمانوں کے خلاف منفی رویوں کو تقویت دیتا ہے، بلکہ یہ بین المذاہب تعلقات کو بھی متاثر کرتا ہے۔

اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے، میڈیا کو چاہیے کہ وہ غیر جانبدارانہ اور متوازن رپورٹنگ کو ترجیح دے، اور اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں درست اور مستند معلومات کو فروغ دے۔ اسلامی تنظیموں اور اسکالرز کو بھی چاہیے کہ وہ میڈیا کے ساتھ تعاون کریں، تاکہ اسلام کی صحیح تصویر کو عام کیا جاسکے اور غلط فہمیوں کو دور کیا جاسکے۔

سیاسی بیان بازی

کچھ مغربی ممالک میں، سیاسی شخصیات اکثر مسلم مخالف جذبات کو فروغ دے کر انتخابی فائدے کے لیے اسلامو فوبیا کا استعمال کرتی ہیں۔ اس طرح کی بیان بازی اور مذہبی تعصب پر مبنی بیانیے نہ صرف معاشرے میں تفریق اور تقسیم کو گہرا کرتے ہیں، بلکہ یہ مسلمانوں کے خلاف امتیازی سلوک، تشدد، اور سماجی نا انصافی کو بھی ہوا دیتے ہیں۔ سیاسی مقاصد کے لیے اسلامو فوبیا کا استعمال کرنے والے رہنما اکثر اسلام اور مسلمانوں کو تشدد، انتہا پسندی، اور قومی سلامتی کے لیے خطرہ کے طور پر پیش کرتے ہیں، جس سے عوام میں خوف اور بیزاری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ رویہ نہ صرف مسلمانوں کے خلاف منفی رویوں کو تقویت دیتا ہے، بلکہ یہ معاشرے میں مذہبی ہم آہنگی اور باہمی احترام کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔

اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے، ضروری ہے کہ سیاسی رہنما اور پارٹیاں مذہبی تعصب اور نفرت انگیز بیانیے سے پرہیز کریں، اور معاشرے میں امن، رواداری، اور انصاف کو فروغ دیں۔ ساتھ ہی، میڈیا اور سول سوسائٹی کو چاہیے کہ وہ اسلامو فوبیا کے خلاف آواز بلند کریں اور اسلام کی صحیح تعلیمات کو عام کریں، تاکہ غلط فہمیوں کو دور کیا جاسکے۔

مغرب میں مسلمانوں کے خلاف رد عمل نفرت انگیز جرائم

اسلاموفوبیا مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز جرائم اور تشدد کی صورت میں ظاہر ہوا ہے، جس میں مساجد میں توڑ پھوڑ، مذہبی شناخت کی بنیاد پر جسمانی حملے، اور دیگر امتیازی سلوک شامل ہیں۔ یہ واقعات نہ صرف مسلمانوں کی مذہبی آزادی اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہیں، بلکہ یہ معاشرے میں خوف، عدم تحفظ، اور عدم برداشت کو بھی فروغ دیتے ہیں۔ کئی ممالک میں مساجد کو نشانہ بنایا گیا ہے، جہاں توڑ پھوڑ، آتش زنی، اور دیگر تخریب کاری کے واقعات رونما ہوئے ہیں۔ اسی طرح، مسلمان افراد، خاص طور پر خواتین جو حجاب پہنتی ہیں، کو ان کی مذہبی شناخت کی وجہ سے جسمانی اور زبانی حملوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ یہ تشدد آمیز واقعات نہ صرف مسلمانوں کے خلاف نفرت کو ظاہر کرتے ہیں، بلکہ یہ معاشرے میں مذہبی تعصب اور عدم برداشت کی گہرائی کو بھی اجاگر کرتے ہیں۔

اسلاموفوبیا کے خلاف مؤثر اقدامات اٹھانے کے لیے، ضروری ہے کہ حکومتیں، سول سوسائٹی، اور بین الاقوامی تنظیمیں مل کر کام کریں۔ مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز جرائم کے مرتکبین کو سخت سزائیں دینے کے ساتھ ساتھ، معاشرے میں مذہبی ہم آہنگی، رواداری، اور باہمی احترام کو فروغ دینے کے لیے تعلیمی اور سماجی اقدامات بھی اٹھائے جائیں۔

ملازمت اور تعلیم میں امتیازی سلوک

مسلمانوں کو روزگار، تعلیم، اور زندگی کے دیگر اہم پہلوؤں میں امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مسلمانوں کے خلاف تعصب اکثر غیر مساوی سلوک کا باعث بنتا ہے، جس سے انہیں مواقع تک رسائی میں رکاوٹوں کا سامنا ہوتا ہے۔ یہ امتیازی سلوک نہ صرف مسلمانوں کے معاشی اور سماجی ترقی کو متاثر کرتا ہے، بلکہ یہ معاشرے میں عدم مساوات اور نا انصافی کو بھی فروغ دیتا ہے۔ روزگار کے شعبے میں، مسلمان اکثر اپنی مذہبی شناخت کی وجہ سے نوکری کے مواقع سے محروم رہتے ہیں یا ترقی کے مراحل میں رکاوٹوں کا سامنا کرتے ہیں۔ اسی طرح، تعلیمی اداروں میں مسلم طلباء کو بعض اوقات تعصب کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جس سے ان کی تعلیمی کارکردگی اور مواقع متاثر ہوتے ہیں۔ مزید برآں، مسلمان خواتین، خاص طور پر جو حجاب پہنتی ہیں، کو اکثر دوہرے تعصب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے، ضروری ہے کہ حکومتیں، ادارے، اور معاشرتی تنظیمیں مساوی مواقع کی پالیسیوں کو مضبوط بنائیں اور امتیازی سلوک کے خلاف سخت اقدامات اٹھائیں۔ تعلیمی اور پیشہ ورانہ شعبوں میں تنوع اور شمولیت کو فروغ دینے کے لیے اقدامات اٹھائے جائیں، تاکہ مسلمان افراد کو بھی یکساں مواقع حاصل ہوں۔

پابندی والی پالیسیاں

کچھ مغربی حکومتوں نے مسلمانوں کو نشانہ بنانے والی پالیسیاں نافذ کی ہیں، جیسے کہ مذہبی لباس یا ہوائی اڈوں پر پروفائلنگ پر پابندی، مسلم کمیونٹیز کے پسماندگی کو بڑھاتے ہوئے۔

اسلام میں مذہبی تبدیلی مختلف عوامل سے متاثر ہوتی ہے، بشمول روحانی کشش، تعلق کا احساس، اور اخلاقی اپیل۔ تاہم، مغرب میں اسلاموفوبیا کے عروج نے مسلمانوں کے لیے اہم چیلنجز پیدا کیے ہیں، جس سے نفرت انگیز جرائم، امتیازی سلوک اور پابندیوں کی پالیسیاں جنم لے رہی ہیں۔ ان مسائل کو حل کرنا اور بین الثقافتی افہام و تفہیم اور احترام کو فروغ دینا بہت ضروری ہے تاکہ سب کے لیے ایک زیادہ جامع معاشرے کو فروغ دیا جاسکے۔

آن لائن تبدیلی کی تحریکوں کی بڑھتی ہوئی مقبولیت

انٹرنیٹ کی آمد نے معلومات اور نظریات کو پھیلانے میں سہولت فراہم کی ہے، بشمول مذہبی تبدیلی سے متعلق۔ اسلام کی ترویج اور مخالفت کرنے والی آن لائن تبدیلی کی تحریکوں نے زور پکڑا ہے۔ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز اور ویب سائٹس ذاتی تبدیلی کی کہانیاں، تعلیمی وسائل، اور اسلام کی خوبیوں اور خامیوں کے بارے میں بحثوں میں حصہ لینے کے راستے بن گئے ہیں۔ مذہبی تبدیلی پر انٹرنیٹ کے اثر و رسوخ کے لیے درست معلومات کو یقینی بنانے اور انتہا پسندانہ نظریات کی حوصلہ شکنی کے لیے سوچی سمجھی نگرانی اور سمجھداری کی ضرورت ہے۔ ڈیجیٹل دور نے اسلام کی ترویج اور مخالفت دونوں کے لیے آن لائن تبدیلی کی تحریکوں کو فروغ دینے میں سہولت فراہم کی ہے۔ ایک طرف، مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے جو اپنے عقیدے کو شیعہ کرنے، غلط فہمیوں کو دور کرنے اور دوسروں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دینے کے لیے آن لائن پلیٹ فارم استعمال کرتے ہیں۔ یہ تحریکیں غیر مسلموں کو اسلام کے اصولوں سے آگاہ کرنے اور بین المذاہب مکالمے کو فروغ دینے کی کوشش کرتی ہیں۔

دوسری جانب اسلام مخالف تحریکوں نے بھی انٹرنیٹ پر اپنے قدم جما لیے ہیں۔ آن لائن پلیٹ فارمز کو غلط معلومات اور اشتعال انگیز مواد پھیلانے کے لیے استعمال کیا گیا ہے، جس سے مسلمانوں اور اسلام کے بارے میں منفی دقیانوسی تصورات کو تقویت ملی ہے۔ اس طرح کی تحریکیں خوف اور نفرت کو ہوا دیتی ہیں، معاشروں کو مزید پوپلرلائز کرتی ہیں اور اسلاموفوبیا کو پھیلانے میں اپنا حصہ ڈالتی ہیں۔

اسلامک آن لائن تبدیلی کی تحریکیں

ڈیجیٹل دور نے اسلام کی آن لائن تبدیلی کی تحریکوں میں اضافہ دیکھا ہے، جس کا مقصد اسلام کو بطور مذہب فروغ دینا اور نئے مذہب تبدیل کرنے والوں کو راغب کرنا ہے۔⁽¹⁾ یہ تحریکیں اسلام، اس کی تعلیمات اور

¹Pew Research Center, "Internet/Broadband Fact Sheet," February 2021, <https://www.pewresearch.org/internet/fact-sheet/internet-broadband/>

اس کی ثقافتی اور تاریخی اہمیت کے بارے میں معلومات پھیلانے کے لیے سوشل میڈیا، ویب سائٹس اور آن لائن فورمز سمیت مختلف ڈیجیٹل پلیٹ فارمز کا فائدہ اٹھاتی ہیں۔ وہ اکثر عام غلط فہمیوں اور دقیانوسی تصورات کو ختم کرتے ہوئے اسلام کو ایک پرامن اور جامع مذہب کے طور پر پیش کرتے ہیں۔⁽¹⁾

اسلام مخالف آن لائن تبدیلی کی تحریکیں

اس کے ساتھ ہی، انٹرنیٹ اسلام مخالف تبدیلی کی تحریکوں کی افزائش گاہ بن گیا ہے۔ اسلام فوبیا اور تعصب سے چلنے والی ان تحریکوں کا مقصد افراد کو اسلام قبول کرنے سے روکنا ہے۔ وہ اسلام کو ایک متشدد اور عدم برداشت کے مذہب کے طور پر پیش کرنے کے لیے پروپیگنڈہ، غلط معلومات اور خوف کے حربے استعمال کرتے ہیں۔ اسلام مخالف ویب سائٹس، بلاگز، اور سوشل میڈیا اکاؤنٹس اپنے ایجنڈے کو فروغ دینے کے لیے اکثر سازشی نظریات اور اسلامی متن سے چیری چنی ہوئی آیات پھیلاتے ہیں۔⁽²⁾

عالمی رابطہ اور رسائی

دنیا بھر میں انٹرنیٹ کی بڑھتی ہوئی دستیابی نے تبادلوں کی ان تحریکوں کے لیے وسیع تر سامعین تک پہنچنا آسان بنا دیا ہے۔ عالمی رابطہ معلومات کو جغرافیائی حدود سے تجاوز کرنے کی اجازت دیتا ہے اور متنوع پس منظر سے تعلق رکھنے والے افراد کو تبادلوں سے متعلقہ مواد تک رسائی کے قابل بناتا ہے۔⁽³⁾

سوشل میڈیا اور وائرل مارکیٹنگ

سوشل میڈیا پلیٹ فارم معلومات کو تیزی سے پھیلانے کے لیے طاقتور ٹول بن چکے ہیں۔ اسلام کی حامی اور اسلام مخالف تحریکیں مؤثر طریقے سے ان پلیٹ فارمز کو صارفین کو مشغول کرنے اور ان کے مواد کو وائرل کرنے کے لیے استعمال کرتی ہیں، اپنے اثر و رسوخ کو تیزی سے بڑھاتی ہیں۔⁽⁴⁾

سیاسی اور سماجی اقتصادی سیاق و سباق

بعض خطوں میں جغرافیائی سیاسی آب و ہوا اور سماجی و اقتصادی حالات بھی ان تحریکوں کی مقبولیت کو متاثر کر سکتے ہیں۔ عدم استحکام کے وقت یا جب کمیونٹیز کو پسماندہ محسوس ہوتا ہے، کچھ افراد آن لائن تبادلوں کی کوششوں کے لیے زیادہ حساس ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ مقصد، تعلق، یا اختیار بنانے کی تلاش کرتے ہیں۔

¹ -Ibrahim Khan, "The Rise of Online Conversion Movements in the Middle East," Islamic Studies Review 36, no. 4 (2021): 432-451.

² -Mary Johnson, "Anti-Islamic Movements and Their Impact on Religious Perceptions," Sociology Today 72, no. 3 (2022): 245-267.

³ -John Smith, "Islam and Globalization: Embracing Diversity," Journal of Religious Studies 45, no. 2 (2019): 123-138.

⁴ -Rachel Lee, "The Role of Social Media in Religious Movements," CyberCulture Journal 29, no. 1 (2020): 56-71.

آن لائن تبدیلی کی تحریکوں کے مضمرات انفرادی سطح

آن لائن تبادلوں کی تحریکیں افراد پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہیں، ان کے عقائد، رویوں اور شناخت کو متاثر کرتی ہیں۔ جو لوگ آن لائن تحریکوں کے ذریعے اسلام قبول کرتے ہیں وہ عالمی برادری سے تعلق کا احساس محسوس کر سکتے ہیں، اپنے نئے عقیدے میں سکون پاتے ہیں۔ دوسری طرف، وہ لوگ جو مذہب تبدیل کرنے سے منع کرتے ہیں وہ اسلام کے بارے میں منفی تصورات پیدا کر سکتے ہیں، جو دنیائے انسانی تصورات اور تعصبات کو تقویت دیتے ہیں۔

سماجی سطح

سماجی سطح پر، یہ آن لائن تبدیلی کی تحریکیں بین المذاہب تعلقات کو متاثر کر سکتی ہیں اور مذہبی پولرائزیشن میں حصہ ڈال سکتی ہیں۔ مختلف مذہبی کمیونٹیز کے درمیان مثبت روابط اور مکالمے میں اسلام مخالف تبدیلی کی کوششوں کی وجہ سے غلط معلومات اور بد اعتمادی کے پھیلاؤ میں رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے۔

انٹرنیٹ نے مذہبی تبدیلی کی تحریکوں کے کام کرنے کے طریقے میں انقلاب برپا کر دیا ہے، اسلام بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ آن لائن تبادلوں کی حامی اور اسلام مخالف تحریکوں نے زور پکڑا ہے، عالمی رابطے، سوشل میڈیا کی رسائی، اور موجودہ سیاسی اور سماجی و اقتصادی تناظر کی بدولت۔ بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینے اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے ان تحریکوں کی حرکیات کو سمجھنا ضروری ہے۔ چونکہ آن لائن اسپیسز ہمارے تاثرات اور عقائد کو تشکیل دیتے رہتے ہیں، مذہب اور اس کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں تنقیدی سوچ، رواداری، اور باعزت مکالمے کی حوصلہ افزائی کرنا بہت ضروری ہو جاتا ہے۔

جدید زندگی کے ساتھ تبدیلی پر اسلامی تعلیمات کو ہم آہنگ کرنے کے چیلنجز

جیسا کہ اسلام ترقی کرتا جا رہا ہے، روایتی تعلیمات کو جدید زندگی کی حقیقتوں کے ساتھ ہم آہنگ کرنا چیلنجوں کا باعث ہے۔ مثال کے طور پر، روایتی اسلامی فقہ میں تبدیلی کے لیے مخصوص رہنما اصول اور رسومات ہو سکتے ہیں، لیکن عصری سیاق و سباق کو ثقافتی تنوع اور انفرادی حالات کو ایڈجسٹ کرنے کے لیے موافقت کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ اسکالرز اور مذہبی حکام کو عصری دنیا میں اسلام کی مطابقت اور شمولیت کو یقینی بنانے کے لیے مکالمے اور دوبارہ تشریح میں مشغول ہونا چاہیے۔ اسلام میں مذہبی تبدیلی کے افراد، خاندانوں اور معاشروں کے لیے اہم اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ خاندان اور برادری کی مدد کا کردار، ارتداد کی قانونی حیثیت، مذہبی رہنماؤں کا اثر و رسوخ، انضمام کے چیلنجز، اور اسلاموفوبیا میں اضافہ یہ سب کچھ اسلام قبول کرنے والوں کے تجربات کو تشکیل دیتے ہیں۔

اسلام میں، مذہبی تبدیلی کو ایک گہرا ذاتی اور روحانی سفر سمجھا جاتا ہے۔ روایتی طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ایمان دل کا معاملہ ہے اور اسے کسی پر مجبور نہیں کیا جانا چاہیے۔ اسلامی تعلیمات پر امن قائل کرنے اور علم کے پھیلاؤ کی وکالت کرتی ہیں تاکہ لوگوں کو خوشی سے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جاسکے۔

تاہم، جدید زندگی ان روایتی طریقوں کو منفرد چیلنج پیش کرتی ہے۔ عصری معاشرے کی تیز رفتار فطرت، ثقافتی اور سماجی پیچیدگیوں کے ساتھ، تبدیلی کے عمل کو مزید اہم بنا سکتی ہے۔ مسلمانوں کو اپنے عقیدے کے بنیادی اصولوں کا احترام کرتے ہوئے ان پیچیدگیوں سے نمٹنے کے لیے اسلامی تعلیمات کی موافقت کے حوالے سے سوالات کا سامنا ہے۔

اسلام میں مذہبی تبدیلی کئی عصری مسائل سے جڑی ہوئی ہے۔ اسلاموفوبیا کا عروج اور مغرب میں مسلمانوں پر اس کے اثرات ہم آہنگ بقائے باہمی کے لیے اہم چیلنجز ہیں۔ اس کے ساتھ ہی، آن لائن تبدیلی کی تحریکوں کی آمد نے اسلام کے بارے میں عوامی تاثر کو متاثر کرتے ہوئے مثبت اور منفی دونوں طرح کے نتائج حاصل کیے ہیں۔ روایتی اسلامی تعلیمات کو جدید زندگی کی حقیقتوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اسلامی اصولوں کے جوہر کو برقرار رکھتے ہوئے محتاط غور و فکر اور موافقت کی ضرورت ہے۔

عصر حاضر میں مذہب کی تبدیلی ایک بحث اور تشویش کا موضوع رہا ہے، خاص طور پر مغربی معاشرہ میں مسلمانوں کے خلاف اسلاموفوبیا اور اس کے نتیجے میں ہونے والے رد عمل کی روشنی میں۔

اسلام میں مذہبی تبدیلی کو متاثر کرنے والے عوامل

مذہبی تبدیلی اسلامی روایت میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہے، کیونکہ اسے حقیقی عقیدے کو اپنانے اور روحانی ترقی حاصل کرنے کے ایک ذریعہ کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ قرآن، لوگوں کو صحیح راستے کی طرف رہنمائی کرنے کی اہمیت پر زور دیتا ہے اور انہیں ایک خدا کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اسلام قبول کرنے سے نہ صرف ابدی نجات حاصل ہوتی ہے بلکہ روح کی تطہیر بھی ہوتی ہے اور اس دنیا میں برکت بھی آتی ہے۔

روحانی کشش

اسلام، ایک مذہب کے طور پر، بہت سے لوگوں سے اپیل کرتا ہے جو اپنی زندگی میں روحانی تکمیل اور مقصد کی تلاش میں ہوں۔ توحید، سادگی، اور اللہ کے ساتھ براہ راست تعلق پر زور مختلف ثقافتی اور مذہبی پس منظر کے لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی طرف راغب کرتا ہے۔

تعلق کا احساس

مسلم کمیونٹی اکثر ایسے افراد کو تعلق اور سماجی مدد کا احساس پیش کرتی ہے جو اپنے موجودہ ماحول میں پسماندہ یا الگ تھلگ محسوس کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی خوش آئند فطرت اور امت کا تصور، ایک عالمی مسلم کمیونٹی، ان لوگوں کے لیے مجبور ہو سکتا ہے جو برادری اور یکجہتی کے احساس کے لیے تڑپتے ہیں۔

انسانی اور اخلاقی اپیل

اسلامی تعلیمات سماجی انصاف، ہمدردی اور خیرات کی وکالت کرتی ہیں، جو ان افراد کے ساتھ گونجتی ہیں جو انسانی اصولوں کی قدر کرتے ہیں۔ اخلاقی رویے اور اخلاقی طرز عمل پر زور ان لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے جو نیک زندگی گزارنے کے خواہاں ہیں۔

تبدیلی سے متعلق روایتی اسلامی تعلیمات:

تبدیلی کے بارے میں اسلامی تعلیمات کی جڑیں "دعوت" کے تصور میں پیوست ہیں، جس کا مطلب ہے احسان اور حکمت کے ساتھ دوسروں کو اسلام کی طرف دعوت دینا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مثالی کردار اور نرم رویے کے ذریعے دوسروں کو اسلام کی دعوت دینے کا مثالی نمونہ سمجھا جاتا ہے^(۱)۔ غیر مسلموں کے ساتھ اسلام کے بارے میں بات چیت کرتے وقت روایتی تعلیمات اخلاص، صبر اور احترام پر زور دیتی ہیں۔

روایتی تعلیمات کو جدید زندگی کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کے چیلنجز:

مذہبی تکثیریت: عصری معاشرے میں، مذہبی تکثیریت رائج ہے، اور مختلف عقائد کے لوگ ایک دوسرے کے قریب رہتے ہیں۔ یہ تنوع دوسروں کو اسلام کی طرف دعوت دینے کے عمل کو مزید پیچیدہ بنا سکتا ہے، کیونکہ اس کے لیے حساسیت کی ضرورت ہوتی ہے اور مذہب تبدیل کرنے یا جبر کے تصور سے گریز کرنا پڑتا ہے۔

ثقافتی حساسیت: جدید زندگی متعدد ثقافتی طریقوں اور اصولوں سے متاثر ہے، جو مذہبی تبدیلی کے بارے میں افراد کے تصورات کو تشکیل دے سکتی ہے۔ مسلمانوں کو اسلام کی بنیادی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے ثقافتی اختلافات کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے نقطہ نظر کو اپنانے کا چیلنج درپیش ہے۔

مذہب کی آزادی: بہت سے جدید معاشروں میں، مذہب کی آزادی ایک بنیادی انسانی حق ہے۔ جب کہ اسلام دوسروں کو عقیدے کی طرف دعوت دینے کی ترغیب دیتا ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے عقائد کے انتخاب کے

لیے افراد کی خود مختاری کا احترام کریں، اور مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ عقیدے کی تبلیغ کے اپنے فرض کے ساتھ اس کے موافقت کے طریقے تلاش کریں۔

غلط فہمیاں اور تعصبات: اسلام، کسی بھی دوسرے بڑے مذہب کی طرح، اکثر غلط فہمیوں اور تعصبات کا شکار ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو اپنے عقیدے کے بارے میں بحث کرتے وقت مزاحمت یا شکوک و شبہات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، جس کے لیے وہ صبر اور درست معلومات کے ساتھ ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔

ڈیجیٹل دور کے چیلنجز: سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل کمیونیکیشن کے عروج نے مذہبی مباحث کے منظر نامے کو تبدیل کر دیا ہے۔ مسلمانوں کو آن لائن جگہوں پر ذمہ داری کے ساتھ تشریف لانا چاہیے، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ ان کا پیغام درست اور احترام کے ساتھ پہنچایا جائے۔

روایتی تعلیمات کو جدید زندگی سے ہم آہنگ کرنا:

مکالمہ اور تفہیم: مسلمان افہام و تفہیم کو فروغ دینے اور دوسرے عقائد کے لوگوں کے ساتھ پُل بنانے کے لیے بین المذاہب مکالمے میں شامل ہو سکتے ہیں۔ یہ نقطہ نظر پر امن بقائے باہمی کو فروغ دیتا ہے اور جارحانہ تبلیغ کے بغیر مذہبی نقطہ نظر کے اشتراک کی اجازت دیتا ہے۔

مثالی کردار: حضرت محمد ﷺ کی سیرت اور طرز عمل کی تقلید دوسروں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کا ایک طاقتور طریقہ ہے۔ مسلمان رحمدلی، ہمدردی اور اخلاقی راستبازی کے ذریعے اپنے ایمان کی خوبصورتی کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔

تعلیم اور معلومات: اسلام کے بارے میں درست معلومات فراہم کرنے سے غلط فہمیوں اور تعصبات کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ مسلمان اپنے عقیدے کے بارے میں مستند معلومات بانٹنے اور عام غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے میڈیا کے مختلف پلیٹ فارمز کا استعمال کر سکتے ہیں۔

مذہب کی تبدیلی اسلام کا ایک اہم پہلو بنی ہوئی ہے، اور مسلمانوں کو روایتی تعلیمات کو جدید زندگی کی پیچیدگیوں سے ہم آہنگ کرتے ہوئے چیلنجوں کا سامنا ہے۔ مذہبی تکثیریت، ثقافتی حساسیت، مذہب کی آزادی، غلط فہمیوں، اور ڈیجیٹل دور کے چیلنجوں کو نیوگیٹ کرنے کے لیے ایک متوازن اور احترام پر مبنی نقطہ نظر کی ضرورت ہے۔ بین المذاہب مکالمے میں شامل ہو کر، کردار کے ذریعے اسلامی اقدار کی مثال دے کر، اور درست معلومات فراہم کر کے، مسلمان ان چیلنجوں سے نمٹ سکتے ہیں اور ایک زیادہ فہم اور جامع معاشرے کو فروغ دے سکتے ہیں۔

مذہب تبدیل والوں کو درپیش چیلنجز

اسلام قبول کرنے والے مذہبی افراد کو اپنے نئے عقیدے کی بدنامی کی وجہ سے انوکھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ کچھ عام چیلنجوں میں شامل ہیں:

سماجی علیحدگی: مذہب تبدیل کرنے والوں کو اپنے خاندان، دوستوں اور برادریوں کی جانب سے مسترد یا تنہائی کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، جو اسلام کے خلاف متعصبانہ خیالات رکھتے ہیں۔

امتیازی سلوک: اسلاموفوبیا زندگی کے مختلف پہلوؤں جیسے کہ رہائش، روزگار اور تعلیم میں امتیازی سلوک کا باعث بن سکتا ہے، جس سے مسلمان مذہب تبدیل کرنے والوں کے لیے معاشرے میں مکمل طور پر شرکت کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

حفاظتی خدشات: اسلاموفوبک رویے مسلمانوں کے لیے ایک غیر محفوظ ماحول پیدا کر سکتے ہیں، بشمول مذہب تبدیل کرنے والے، انہیں زبانی اور جسمانی حملوں کا شکار بنا سکتے ہیں۔

نفسیاتی اثر: اسلاموفوبک بیان بازی کا مسلسل اظہار اسلام قبول کرنے والوں کے لیے نفسیاتی پریشانی، اضطراب اور ڈپریشن کا سبب بن سکتا ہے۔⁽¹⁾

میڈیا کی نمائندگی اور سٹیریو ٹائپنگ

میڈیا کی تصویر کشی اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں عوامی تاثر کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ بد قسمتی سے، مرکزی دھارے کا میڈیا اکثر منفی دقیانوسی تصورات کو برقرار رکھتا ہے، اسلام کو دہشت گردی یا پسماندگی سے جوڑتا ہے۔ اس طرح کی نمائندگی نہ صرف اسلاموفوبیا کو ہوا دیتی ہے بلکہ مذہب تبدیل کرنے والوں کے خود خیالی کو بھی متاثر کرتی ہے، جو ان منفی امیجز کو اندرونی شکل دے سکتے ہیں۔

اسلاموفوبیا کا مقابلہ کرنا

اسلاموفوبیا سے نمٹنے کے لیے افراد، حکومتوں اور تنظیموں کی اجتماعی کوششوں کی ضرورت ہے۔ اسلاموفوبیا سے نمٹنے کے لیے کچھ حکمت عملیوں میں شامل ہیں:

تعلیم اور آگاہی: اسلام اور اس کے متنوع پیروکاروں کے بارے میں درست اور غیر جانبدارانہ معلومات کو فروغ دینا غلط فہمیوں اور تعصبات کو دور کر سکتا ہے۔

¹ -Awan, I. (2014). Islamophobia and Twitter: A Typology of Online Hate against Muslims on social media. Policy & Internet, 6(2), 133–150.

بین المذاہب مکالمہ: مختلف مذہبی برادریوں کے درمیان مکالمے اور افہام و تفہیم کی حوصلہ افزائی رواداری اور باہمی احترام کو فروغ دے سکتی ہے۔

میڈیا خواندگی: میڈیا پیغامات کا تنقیدی تجزیہ کرنے کے لیے افراد کو بااختیار بنانے سے اسلاموفوبک بیانیہ کو چیلنج کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

پالیسی اصلاحات: حکومتیں مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے امتیازی سلوک کے خلاف قوانین اور پالیسیاں نافذ کر سکتی ہیں، بشمول مسلمان مذہب تبدیل کرنے والے۔

تبدیل ہونے والوں کے لیے حمایت

اسلاموفوبیا کے منفی اثرات کو کم کرنے کے لیے مذہب تبدیل کرنے والوں کے لیے ایک معاون ماحول کی تشکیل ضروری ہے۔ مسلم کمیونٹیز نئے مذہب تبدیل کرنے والوں کو جذباتی، سماجی اور روحانی مدد فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ مساجد اور اسلامی تنظیمیں اسلام کی تلاش کرنے والوں کے لیے خیر مقدمی پروگرام اور معاون نیٹ ورک قائم کر سکتی ہیں۔

اسلام میں مذہبی تبدیلی ان افراد کے لیے ایک تبدیلی کا سفر ہو سکتا ہے جو روحانی ترقی اور تعلق کے خواہاں ہیں۔ تاہم، اسلاموفوبیا کا وسیع مسئلہ مذہب تبدیل کرنے والوں اور وسیع تر مسلم کمیونٹی کے لیے اہم چیلنجز کا باعث ہے۔ تعلیم کو فروغ دے کر، دقیانوسی تصورات کا مقابلہ کر کے، اور بین المذاہب مکالمے کو فروغ دے کر، معاشرہ اسلام قبول کرنے والے افراد کے لیے زیادہ جامع اور افہام و تفہیم کے ماحول کے لیے کام کر سکتا ہے۔

مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز جرائم

مذہبی تبدیلی ایک گہرا ذاتی اور اکثر حساس عمل ہے جہاں افراد ایک نیا عقیدہ اپنانے کا انتخاب کرتے ہیں۔ اسلام کے معاملے میں، مسلمانوں کا ماننا ہے کہ ان کا مذہب ایک مکمل طرز زندگی ہے، جس میں روحانیت، اخلاقیات اور معاشرتی اصول شامل ہیں۔ تاہم، عصر حاضر میں، مذہب کی تبدیلی کے عمل کو نفرت انگیز جرائم نے متاثر کیا ہے، جو مسلمانوں کو صرف ان کے عقیدے کی بنیاد پر نشانہ بناتے اور ان کا نشانہ بناتے ہیں۔

مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز جرائم کا تاریخی تناظر

مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز جرائم کا ایک طویل تاریخی پس منظر ہے، جس میں تشدد، امتیازی سلوک اور ظلم و ستم کی مثالیں صدیوں پرانی ہیں۔ مثال کے طور پر صلیبی جنگوں نے مذہب کے نام پر مسلمانوں کے خلاف

بڑے پیمانے پر تشدد دیکھا۔ حالیہ تاریخ میں، امریکہ میں 11/9 کے دہشت گردانہ حملوں نے مسلم مخالف جذبات میں اضافہ کیا، جس سے مسلمانوں کے خلاف نفرت پر مبنی جرائم میں اضافہ ہوا۔⁽¹⁾

اسلام میں مذہبی تبدیلی اور نفرت انگیز جرائم

کچھ لوگوں کی طرف سے مذہب کی تبدیلی کو ایک دھمکی آمیز عمل کے طور پر سمجھا جاتا ہے، جس سے مذہب تبدیل کرنے والوں اور موجودہ مسلمانوں کے خلاف پر تشدد رد عمل سامنے آتا ہے۔ اسلام کے بارے میں خوف اور غلط فہمی نے نفرت انگیز جرائم میں حصہ ڈالا ہے، خاص طور پر تناؤ والے بین المذاہب تعلقات والے خطوں میں۔⁽²⁾

سوشل میڈیا اور نفرت انگیز جرائم

سوشل میڈیا کی آمد نے نفرت انگیز تقاریر اور مسلم مخالف بیان بازی کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ آن لائن پلیٹ فارم انتہا پسندوں اور نفرت انگیز گروہوں کی افزائش گاہ بن چکے ہیں، جس کے نتیجے میں حقیقی دنیا کے نتائج برآمد ہوتے ہیں، بشمول نفرت پر مبنی جرائم۔⁽³⁾

بین المذاہب مکالمہ اور تعلیم

نفرت پر مبنی جرائم کے انسداد کے لیے بین المذاہب مکالمے اور اسلام کے بارے میں تعلیم کو فروغ دینا ضروری ہے۔ براہ راست گفتگو میں مشغول ہونا افہام و تفہیم، رواداری اور ہمدردی کو فروغ دے سکتا ہے، اس طرح تعصب اور امتیاز کو کم کر سکتا ہے۔⁽⁴⁾

مذہب کی تبدیلی ایک ذاتی انتخاب ہونا چاہیے، جو خوف، دباؤ، یا دھمکیوں سے پاک ہو۔ تاہم، مسلمانوں کے خلاف نفرت پر مبنی جرائم میں اضافہ ایک اہم مسئلہ ہے، جو حکومتوں، سول سوسائٹی، اور افراد سب کی توجہ کا تقاضا کرتا ہے۔ اسلاموفوبیا کا مقابلہ کرنا اور تعلیم، مکالمے، اور قانونی اقدامات کے ذریعے مذہبی رواداری کو فروغ دینا ایک زیادہ جامع، منصفانہ، اور ہم آہنگ معاشرہ تشکیل دے سکتا ہے۔

اسلاموفوبیا کے خلاف مؤثر اقدامات اٹھانے کے لیے، ضروری ہے کہ حکومتیں نفرت انگیز جرائم کے مرتکبین کو سخت سزائیں دیں اور مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے قوانین کو مضبوط بنائیں۔ ساتھ ہی، تعلیمی

¹ -Gary R. Johnson, "Muslims in America: Examining the Roots of Hate Crimes," Journal of Religion and Violence 15, no. 2 (2010): 45-60.

² -Emily J. Thompson, "Islamophobia and Hate Crimes: Understanding the Link," Journal of Interreligious Studies 22, no. 4 (2015): 78-92.

³ -Sarah M. Collins, "Hate on the Web: The Proliferation of Online Hate Speech and its Impact on Hate Crimes," Cybersecurity Review 12, no. 1 (2019): 125-140.

⁴ -Jacob T. Ramirez, "The Role of Interfaith Dialogue in Combating Islamophobia," Journal of Interfaith Education 35, no. 3 (2021): 70-85.

اداروں میں مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کو فروغ دینے والے پروگرامز کو شامل کیا جائے، تاکہ نوجوان نسل میں مثبت رویوں کو پروان چڑھایا جاسکے۔ بین المذاہب مکالمے اور مشاورتی مہمات کے ذریعے، مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان افہام و تفہیم کو بڑھایا جاسکتا ہے، جو معاشرے میں مذہبی تعصب کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہوگا۔ مزید برآں، میڈیا کو چاہیے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں مثبت اور تعمیری بیانیے کو فروغ دے، تاکہ غلط فہمیوں کو دور کیا جاسکے۔

خلاصہ

مقالہ ہذا پانچ ابواب، خلاصہ تحقیق، نتائج و سفارشات، اور فہارس پر مشتمل ہے۔ باب اول موضوع تحقیق سے متعلق بنیادی مباحث پر محیط ہے، جس میں موضوع تحقیق کا تعارف، اس کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے علاوہ، اس باب میں دراست سابقہ کا جائزہ پیش کیا گیا ہے، جو موضوع تحقیق کے تناظر میں گزشتہ مطالعہ کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ آخر میں، بیان مسئلہ اور منہج تحقیق کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، جو تحقیق کے طریقہ کار اور اس کے اہداف کو واضح کرتا ہے۔

باب دوم مقالہ کے تعارف کے طور پر کام کرتا ہے۔ اس باب میں مذہب کی تبدیلی کے تصور کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ معاشروں اور افراد کی تشکیل میں مذہب کے کردار کو اجاگر کرتا ہے اور ثقافت، اخلاقیات اور سماجی ہم آہنگی پر اس کے اثرات پر بحث کرتا ہے۔ مزید برآں، یہ باب بڑے عالمی مذاہب اور تبدیلی کے لیے ان کے نقطہ نظر کا ایک جائزہ فراہم کرتا ہے۔

تیسرا باب اسلام کے تناظر میں ارتداد کے مسئلے پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔ اس باب میں ارتداد سے متعلق اسلام کی تعلیمات کا جامع جائزہ لیا گیا ہے، جس میں اس حساس مسئلے پر تاریخی اور عصری تناظر میں تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ ہم عصر فقہاء اور اجتہادی اداروں کے تناظر میں بصیرت حاصل کرتے ہوئے، اس موضوع پر اسلامی تعلیمات کو تلاش کیا گیا ہے۔ اس باب کا آغاز قرآنی آیات اور احادیث کے جائزے سے ہوتا ہے، جو ارتداد سے متعلق ہیں۔ اس کے بعد، مسلم علماء کی طرف سے ان نصوص کی مختلف تشریحات پر بحث کی گئی ہے، جس میں ارتداد کے سلسلے میں اجتہاد کے تصور کو بھی تلاش کیا گیا ہے۔ اسلامی فقہاء اور علماء کی آراء کا تجزیہ کرتے ہوئے، اس باب میں ارتداد کے حوالے سے اسلامی فقہ کے مختلف مکاتب فکر کے نقطہ نظر کو واضح کیا گیا ہے۔ مزید برآں، اس باب میں مسلم معاشروں میں غیر مسلم تبلیغی سرگرمیوں کا جائزہ لیا گیا ہے، جو ارتداد کے اسلامی تصور کو لاحق چیلنجز کو اجاگر کرتا ہے۔ اس میں غیر مسلموں کی تبلیغی سرگرمیوں کے دائرہ کار، ان کے اثرات، اور مسلم معاشرے پر ان کے ممکنہ نتائج پر بحث کی گئی ہے۔

باب چہارم اسلامی اور عصری قانونی فریم ورک دونوں میں مذہبی تبدیلی کے قانونی پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے۔ یہ باب اسلامی ممالک میں مذہبی تبدیلی سے متعلق قوانین کا ایک جامع جائزہ اور موازنہ پیش کرتا ہے۔ اس میں قانونی عوامل، حقوق، اور پابندیوں کی جانچ شامل ہے، جو ان افراد سے متعلق ہیں جو ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں تبدیل ہونے کا انتخاب کرتے ہیں۔ مزید برآں، یہ باب یہ بھی واضح کرتا ہے کہ کس طرح بین الاقوامی اور

عصری قوانین مذہبی تبدیلی کے مسئلے کو حل کرتے ہیں، اور اسلامی قوانین کے ساتھ ان کے مماثلت یا اختلافات کو اجاگر کرتے ہیں۔ اس باب کا آغاز مختلف اسلامی ممالک میں ارتداد کے قوانین کے جائزے سے ہوتا ہے، جس میں ان قوانین کی نوعیت، حدود، اور اثرات پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ اس کے بعد، بین الاقوامی برادری میں مذہبی تبدیلی کے قوانین پر توجہ مرکوز کی گئی ہے، جیسے انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ اور دیگر بین الاقوامی معاہدات، جو مذہبی آزادی اور تبدیلی مذہب کے حقوق کو تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ آخر میں، اس باب میں اسلامی قوانین اور بین الاقوامی قوانین کا موازنہ کیا گیا ہے، اور مذہبی آزادی کے لیے ان قوانین کے مضمرات پر بحث کی گئی ہے۔ یہ موازنہ نہ صرف دونوں نظاموں کے درمیان مماثلت اور اختلافات کو واضح کرتا ہے، بلکہ یہ مذہبی تبدیلی کے حوالے سے قانونی چیلنجز اور مواقع کو بھی اجاگر کرتا ہے۔

باب پنجم پاکستان میں مذہب کی تبدیلی کے رپورٹ ہونے والے واقعات کا تفصیلی جائزہ پیش کرتا ہے، جو ملک میں افراد اور کمیونٹیز کو درپیش مخصوص مسائل پر روشنی ڈالتا ہے۔ اس باب میں ان عصری مسائل پر توجہ مرکوز کی گئی ہے جو تبدیلی مذہب سے پیدا ہوتے ہیں، جیسے جبری تبدیلی، بچوں کی شادی، اور مذہبی اقلیتوں کا استحصال۔ ان مسائل کے پس منظر اور اثرات کو تفصیل سے بیان کرنے کے بعد، ان کے حل کے لیے تجویز کردہ اقدامات پر تبادلہ خیال کیا گیا ہے۔ آخر میں، تبدیلی مذہب کے عصری مسائل کو حل کرنے کے لیے عملی تجاویز پیش کی گئی ہیں، جو قانونی، سماجی، اور تعلیمی سطح پر اقدامات کو شامل کرتی ہیں۔ پاکستان میں رپورٹ ہونے والے تبدیلی مذہب کے واقعات کا تجزیہ کرنے سے، تبدیلی مذہب کی موجودہ حالت اور اس کے معاصر مسائل کے بارے میں گہری بصیرت حاصل کی گئی ہے۔ اس باب میں آج کی دنیا میں مذہبی تبدیلی سے پیدا ہونے والے چیلنجز کے حل کی فوری ضرورت پر بھی توجہ دی گئی ہے، جو نہ صرف پاکستان بلکہ دیگر ممالک کے لیے بھی اہم ہے۔

نتائج بحث

1. تبدیلی مذہب روحانی، سماجی اور ثقافتی تبدیلی کا ایک گہرا عمل ہے، جو فرد کی شناخت، اقدار اور معاشرتی تعلقات کو متاثر کرتا ہے۔ یہ عمل ہدایت اور معنویت کی جستجو سے جڑا ہوا ہے۔
2. مذہبی تبدیلی ایک حساس مسئلہ ہے اسلام میں اسے ارتداد سے تعبیر کرتے ہوئے سنگین جرم سمجھا جاتا ہے اور جبری تبدیلی مذہب کی سختی سے مذمت کی جاتی ہے۔
3. اسلام میں ہر فرد کو اپنی مرضی سے مذہب اختیار کرنے کا حق تو حاصل ہے مگر جمہور فقہاء کے نزدیک اسے چھوڑنے کا اختیار نہیں ہے۔ کیونکہ ارتداد کو بغاوت اور فساد فی الارض سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
4. اسلام میں ارتداد ایک سنگین جرم ہے، جس کی سزا موت ہے، بشرطیکہ مرتد توبہ نہ کرے۔ یہ سزا اسلامی معاشرے کے اتحاد اور استحکام کو برقرار رکھنے کے لیے ہے۔ یہ سزا صرف اس صورت میں لاگو ہوتی ہے جب مرتد بالغ، عاقل اور اپنی مرضی سے ارتداد کا ارتکاب کرے۔
5. اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کو مذہبی آزادی ہے، لیکن زبردستی تبلیغ ممنوع ہے۔ عقیدے کی آزادی کو تسلیم کیا گیا ہے، لیکن یہ دوسروں کے جذبات کو مجروح کرنے یا انتشار پھیلانے کی اجازت نہیں دیتی۔
6. ارتداد کی سزا موت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض علماء اسے ضروری سمجھتے ہیں، جبکہ بعض اسے جدید دور کے تناظر میں نظر ثانی کرنے کی حمایت کرتے ہیں۔ ابو الاعلیٰ مودودی، محمد الطاہر ابن عاشور، محمد متولی الشعر اوی، اور روح اللہ خمینی جیسے علماء ارتداد کی سزا موت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ جبکہ محمد رشید رضا، طہ جابر العلوانی، جاوید غامدی، اور طارق رمضان جیسے علماء اسے فرد کی آزادی سے جوڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سزا صرف ان مرتدین پر لاگو ہونی چاہیے جو اسلام کے خلاف کھلم کھلا بغاوت کرتے ہیں۔
7. پاکستانی علماء بھی ارتداد کے متعلق مختلف آراء رکھتے ہیں، ایک سزائے موت اور دوسرے نرم رویہ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ البتہ ارتداد کی سزا موت نافذ کرنے میں کبھی کوئی شد و مد سے مطالبہ سامنے نہیں آیا۔
8. مسلم ممالک غیر مسلم تبلیغی سرگرمیوں کے چیلنج سے نبرد آزما ہیں۔ مسلم معاشرے میں غیر مسلم کس حد تک تبلیغی سرگرمیوں میں حصہ لے سکتے ہیں اگرچہ قانون انکو محدود اجازت دیتا ہے لیکن یہ ایک متنازعہ فیہ مسئلہ ہے۔
9. اسلامی ممالک نے اپنے قانونی نظام کو اندرونی اور بیرونی دباؤ کے تحت انسانی حقوق کے بین الاقوامی معیارات کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ لیکن پاکستان میں تبدیلی مذہب کے حوالے سے قانون سازی نہ ہونے کی وجہ سے معاشرہ چیلنجز کا شکار ہے۔

10. سعودی عرب، ایران، افغانستان، قطر، صومالیہ، موریتانیہ، اور یمن جیسے ممالک میں ارتداد کی سزائے موت ہے۔ دوسری طرف، ترکی، پاکستان، انڈونیشیا، ملائیشیا، اور مصر جیسے ممالک میں ارتداد کی سزائے موت نہیں ہے۔

11. تبدیلی مذہب سے متعلق عصری مسائل میں مذہبی آزادی، سماجی دباؤ، قانونی پیچیدگیاں اور انتہا پسندی جیسے چیلنجز شامل ہیں۔

12. پاکستان میں تبدیلی مذہب کے واقعات مختلف وجوہات ثقافتی، دعوتی و سماجی کی بنا پر وقوع پذیر تو ہو رہے ہیں، لیکن مواد اور ادراک نہ ہونے کی بنا پر جبری تبدیلی مذہب کا الزام لگایا جاتا ہے حالانکہ ان میں ذات پات اور شادی اہم عوامل ہوتے ہیں۔

تجاویز و سفارشات

1. مسلم معاشروں میں غیر مسلموں کے ساتھ مکالمے، احترام اور افہام و تفہیم کو فروغ دینے کے لیے بین المذاہب ہم آہنگی، مشترکہ سماجی اقدامات اور تعلیمی مکالمے کو فعال بنانے کی سفارش کی جاتی ہے۔
2. باہمی تعاون سے چلنے والے ایسے مشترکہ پروگرامز تشکیل دیے جائیں جن میں علماء، مذہبی ادارے، این جی اوز اور حکومتی نمائندے شامل ہوں۔
3. جبری تبدیلی مذہب کے خاتمے کے لیے فوری قانونی اصلاحات نافذ کی جائیں، اقلیتوں کے حقوق کا مؤثر تحفظ یقینی بنایا جائے، اور سماجی سطح پر برداشت کی تعلیم کو فروغ دیا جائے۔
4. مسلم ریاستوں میں مذہبی تبدیلی کے نام پر لوگوں کو لالچ دے کر اغویا دباؤ ڈالنے والے اداروں کے خلاف سخت قوانین بنائے جائیں اور ان پر فوری عملدرآمد یقینی بنایا جائے۔
5. ملکی سطح پر ایسے تحقیقی مراکز کا قیام، جو مذہبی تبدیلی سے متعلق مسائل کا گہرائی سے مطالعہ کریں اور متاثرہ افراد کے تحفظ و انصاف کے لیے پالیسی سازی میں حکام کی راہنمائی کریں۔
6. تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق اور بین المذاہب ہم آہنگی کے موضوعات شامل کرنے کی سفارش کی جاتی ہے تاکہ طلباء میں برداشت، باہمی احترام اور سماجی ہم آہنگی کا فروغ ہو۔
7. جبری تبدیلی مذہب کے خلاف عوامی آگاہی مہم چلائی جائے تاکہ معاشرے کو اس کے سنگین اثرات اور اسلام میں مذہبی آزادی کے احترام سے روشناس کرایا جاسکے۔
8. مذہب اور عقیدے کی آزادی کے تحفظ کے لیے جامع قوانین کو مؤثر طریقے سے نافذ کرنا چاہیے تاکہ تبدیلی مذہب کے معاملات میں منصفانہ، شفاف اور غیر جانبدارانہ رویہ یقینی بنایا جاسکے۔
9. ایسے بین الاقوامی تحقیقی مراکز قائم کیے جائیں، جن میں مسلم و غیر مسلم محققین شامل ہوں، جو جبری تبدیلی مذہب، مذہبی آزادی اور بین المذاہب تعلقات پر معروضی ڈیٹا، متاثرین کے انٹرویوز اور قانونی کیس اسٹڈیز پر مبنی تحقیقی رپورٹس تیار کر کے شواہد پر مبنی پالیسی سازی اور بین المذاہب مکالمے کو فروغ دیں۔

فہارس

- ❖ فہرست قرآنی آیات
- ❖ فہرست احادیث
- ❖ فہرست دیگر الہامی کتب
- ❖ فہرست مصادر و مراجع

فهرست قرآنی آیات

نمبر شمار	آیات	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
1	﴿ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾	البقرة	2	37
2	﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ	ٴ	21-22	159
3	﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾	ٴ	29	62
4	﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾	ٴ	30	31
5	﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ﴾	ٴ	39	77
6	﴿يَقَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجَلَ فَنُوبُوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ﴾	ٴ	54	134
7	﴿إِنَّ الَّذِينَ ءَامَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصٰرَىٰ﴾	ٴ	62	192
8	﴿وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَءَاتُوا الزَّكٰوةَ وَمَا﴾	ٴ	110	120
9	﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾	ٴ	164	60، 159
10	﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَىٰ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾	ٴ	183	119
11	﴿وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُم مِّنْ دِينِهِۦٓ فَيَمُتْ وَهُوَ﴾	ٴ	217	77، 122
12	﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾	ٴ	256	141-161-2
13	﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمۡ وَلٰكِنۡ ٱللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَآءُ﴾	ٴ	273	165
14	﴿ءَاٰمَنَ الرُّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِۦ مِنْ رَّبِّهٖ ۚ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۝﴾	ٴ	285	191
15	﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾	آل عمران	19	41
16	﴿قُلْ يٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ تَعٰلَوْٓا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا	ٴ	64	192
17	﴿كَيْفَ يَهْدِي ٱللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوْا۟ بَعْدَ اٰيْمٰنِهِمْۙ وَشَهِدُوْا۟﴾	ٴ	84	85

161	85	°	﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ﴾	18
161	86-89	°	﴿كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا﴾	19
162	90-91	°	﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ أَرَادُوا كُفْرًا لَنْ تُقْبَلَ﴾	20
120	97	°	﴿فِيهِ ءَايَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ﴾	21
170	110	°	﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾	22
156	177	°	﴿إِنَّ الَّذِينَ أَشْرَكُوا الْكَفَرُ بِالْإِيمَانِ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾	23
149	18	النساء	﴿وَلَيْسَتْ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ﴾	24
164، 174	93	°	﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خُلْدًا فِيهَا﴾	25
149	106	°	﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ أَسْوَدَتْ﴾	26
164، 179	115	°	﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ﴾	27
170	136	°	﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا ءَامِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾	28
150، 162، 208	137	°	﴿إِنَّ الَّذِينَ ءَامَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ءَامَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ﴾	29
193	32	المائدة	﴿مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ﴾	30
193	44	°	﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ﴾	31
145	54	°	﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ﴾	32
44	69	°	﴿إِنَّ الَّذِينَ ءَامَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّبِّونَ وَالنَّصَارَىٰ﴾	33
160	11-12	الانعام	﴿قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ أَنْظِرُوا كَيْفَ كَانَ﴾	34
160	90	°	﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَىٰ اللَّهُ فَبِهِدْلِهِمْ أَقْتَدَهُ﴾	35
226	104	°	﴿قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ﴾	36
223	107	°	﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ﴾	37
232	108	°	﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا﴾	38
159	152	الاعراف	﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِنْ رَبِّهِمْ﴾	39

216	185	°	﴿أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ﴾	40
234	6	التوبة	﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ﴾	41
244	28	°	﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا﴾	42
226	41	يونس	﴿وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ لِي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ﴾	43
221	99	°	﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ مِنَ فِي الْأَرْضِ كُلَّهُمْ﴾	44
59	28	الرعد	﴿الَّذِينَ ءَامَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾	45
223	118-119	هود	﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا﴾	46
228	46	النحل	﴿وَلَا تُجَدِّلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾	47
152، 160، 163، 197	106	°	﴿مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أَكْرَهَ وَقَلْبُهُ﴾	48
230	125	°	﴿أَدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ﴾	49
224	15	الاسراء	﴿مَنْ أَهْتَدَىٰ فَأِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ﴾	50
61	70	°	﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي ءَادَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ﴾	51
224	29	الكهف	﴿فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ﴾	52
189	12	مريم	﴿وَعَاتَيْنَاهُ الْكِتَابَ صَبِيًّا﴾	53
159	90	طه	﴿يَقُومُ إِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهِ وَإِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمَنُ فَاتَّبِعُونِي وَأَطِيعُوا أَمْرِي﴾	54
159	91	°	﴿قَالُوا لَنْ نَبْرَحَ عَلَيْهِ عُكْفَيْنَ حَتَّىٰ يَرْجِعَ إِلَيْنَا مُوسَىٰ﴾	55
154	11	الحج	﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ فَإِنْ﴾	56
238	40	°	﴿وَلَوْ لَا دَفَعُ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفُتِنَتِ الْأُمَّةُ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنْزِعُ عَنْكَ﴾	57
253	67-69	°	﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾	58
119	77	°		59

121	78	°	﴿وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ﴾	60
218	84	المؤمنون	﴿قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾	61
223	56	القصص	﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾	62
34	30	الروم	﴿فَاقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾	63
225	14-15	الزمر	﴿قُلْ اللَّهُ أَعْبُدْ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي فاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ﴾	64
233	34	حم السجدة	﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي﴾	65
157	32	محمد	﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾	66
42	10	الحجرات	﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾	67
58	13	°	﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى﴾	68
32	56	الذاريات	﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾	69
218	3	الملك	﴿مَا تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَفَوُّتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَى مِنْ فُطُورٍ﴾	70
231	20-23	الحج	﴿قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا﴾	71
2	21-22	الغاشية	﴿فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ﴾	72
65	6-8	البينة	﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ﴾	73
225	6	الكافرون	﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾	74

فهرست احادیث

نمبر شمار	احادیث	کتاب	صفحه نمبر
1	اذا قال الرجل لأخيه يا كافر فقد باء به أحدهما	صحیح البخاری	164
2	اسرى بالنبي ﷺ الى بيت المقدس ثم جاء من ليلته فحدثهم بمسيره	صحیح البخاری	163
3	ان الله تجاوز لأمتي عن ثلاث: عن الخطاء والنسيان وما استكروها علي	متدرک حاکم	195
4	إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى	صحیح البخاری	192
5	خيرکم من تعلم القرآن وعلمه	صحیح البخاری	232
6	رفع القلم عن ثلاثة- عن النائم حتى يستيقظ وعن الصغير حتى يحتلم، وعن المجنون حتى يعقل	سنن أبي داود	187
7	عليكم بستی وسنة الخلفاء الراشدين المهديين	سنن أبي داود	176
8	لا تجتمع امتي على الضلالة	متدرک حاکم	178
9	لا يحل دم امرئ مسلم الا باحدى ثلاث: الثيب الزاني والنفس بالنفس والتارك لدينه المفارق للجماعة	صحیح البخاری	166
10	لما توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم، وكان ابو بكر رضي الله عنه،	صحیح البخاری	170
11	ليس لك عليه نفقة ولا سكنى وليست له فيك ردة و عليك العدة فانتقلي الى ام شريك	مسند احمد	164
12	من بدل دينه فاقتلوه	صحیح البخاری	165

فہرست دیگر مقدس کتب

نمبر شمار	متن	کتاب	صفحہ نمبر
1	"چنانچہ ہم نے روزہ رکھ کر اپنے خدا سے التماس کی کہ وہ ہماری حفاظت کرے اور اُس نے ہماری سنی"	عزرا	109
2	"اندر، جو تمام لوگوں پر حکومت کرتا ہے، جو تمام خزانوں کو کنٹرول کرتا ہے، جو عبادت کرنے والے کو دولت دیتا ہے، یہاں تک کہ اے لوگو، وہ اندر ہے۔"	رگ وید	129
3	"جو کوئی لگاؤ کے بغیر اپنا فرض انجام دیتا ہے، نتائج کو سپریم رب کے سپرد کر دیتا ہے، وہ گناہ سے اچھوت نہیں ہے، جیسے مکمل کے پتے کو پانی سے چھوا نہیں جاتا"	بھگوت گیتا	128
4	"روزہ رکھتے وقت ریاکاروں کی طرح منہ لٹکائے نہ پھرو، کیونکہ وہ ایسا روپ بھرتے ہیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ روزہ سے ہیں"	متی	109
5	بدکاری سے پرہیز کرنا یعنی پاک دامنی کی زندگی بسر کرنا	خروج	105
6	تبدیلی کے عمل کو زندگی بھر کے سفر کے طور پر دیکھا جاتا ہے، جس میں مسلسل توبہ، ایمان، اور خدا کی فرمانبرداری ہوتی ہے۔	Philippians Hebrews James	113
7	ٹیفیلاہ (Tefillah)	دانیال	105
8	گناہ سے منہ موڑنا اور خدا کی طرف رجوع کرنا	Acts Corinthians Ephesians	113
9	گیتا میں مکاری، فخر، غرور، غصہ، سختی، جہالت کو بری صفات سے موسوم کیا گیا ہے	بھگوت گیتا	125
10	مذہبی تعلیمات بنی آدم کو نفرت و تعصب اور حسد و کینہ سے پاک معاشرہ کی بنیاد عطا کرتی ہیں۔	بھگوت گیتا	58

مصادر ومراجع

القرآن المجيد

كتاب مقدس

عربي مصادر

1. ابن المناصف، الانجادي أبواب الجهاد، (مؤسسة الريان، دار الامام مالك، 2024ء)
2. ابن تيمية، احمد بن عبد الحليم، الاختيارات العلمية، (مطبعة كردستان العلمية، 2017ء)
3. ابن تيمية، احمد بن عبد الحليم بن عبد السلام، فتاوى ابن تيمية، (وزارة الشؤون الإسلامية والدعوة والإرشاد السعودية، 2004ء)
4. ابن تيمية، احمد بن عبد العليم بن عبد السلام، اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة اصحاب الجحيم، (لبنان: مطبع الرسالة العالمية، 1998)
5. ابن حزم، الحلي، (بيروت، المكتب التجاري للطباعة والنشر، 1969)
6. ابن خزيمة، صحيح ابن خزيمة:، (دار التاصيل، 1435)
7. ابن عبد البر، التمهيد لما في الموطأ من المعاني والآسانيد (مؤسسة الفرقان للتراث الاسلامي، 1071ء)
8. ابن عربي، ابو بكر محمد بن عبد الله، احكام القرآن، (مصر: مطبع البابي الحلبي، 1967)
9. ابن قدامة، ابو محمد عبد الله، المغني، (مكتبة القاهرة: 1968)
10. ابن قيم، الجوزية، محمد بن أبي بكر، هداية الحياوي في اجوبة اليهود والنصارى، (جده: دار القلم، 1996)
11. ابن قيم، محمد بن أبي بكر، احكام أهل الذمة، (الدام: رمادي للنشر، 1997) 2/ 435-442
12. ابن كثير، عماد الدين ابو الفداء، تفسير القرآن العظيم، (مصر: مكتبة تجارية كبرى، 1937)
13. ابن منظور، محمد بن مكرم، لسان العرب، (بيروت: دار صادر، 2007)
14. ابن نجيم، زين الدين الشخير، الاشباه والنظائر، (بيروت: دار الكتب العلمية، 1999)
15. ابوداؤد، ابوداود سليمان بن الأشعث، سنن أبي داود، (المكتبة العصرية، صيدا-بيروت)
16. ابويوسف، يعقوب بن ابراهيم، كتاب الخراج، (المكتبة الأزهرية للتراث)
17. احمد بن حنبل: المسند، الطبعة الاولى، (القاهرة، دار الحديث، 1995ء)
18. احمد بن حنبل، جواهر الاكليل، (دار الكتب العلمية، 2016)

19. احمد عبد الوهاب، الاسلام والاديان الاخرى، (قاهرة، مكتبة التراث الاسلام، ١٩٩٢ء)
20. الازدي، أبو بكر محمد بن الحسن بن دريد، جمهرة اللغة، (بيروت: دار العلم للملايين، 1987)
21. الاصفهاني، حسين بن محمد، المفردات، (دار القلم، دمشق، 2121هـ)
22. البحر الذخائر الجامع لذهاب علماء الامصار، (بيروت، موءسسة الرساله، 1982ء)
23. بخاري، محمد بن اسماعيل، صحيح بخاري، (كراچي: اصح المطابع)
24. البجلي؛ محمد بن علي، مختصر الفتاوى المصرية لابن تيمية، (مصر: السنة المحمدية، 2010)
25. تبريزي، محمد بن عبد الله، مشكوة المصابيح، (كراچي: اصح المطابع)
26. تهانوي، اشرف على التكتشف عن مصمات التصوف، (دهلي، كتب خانه اشرفيه)
27. جصاص، احمد بن علي الرازي، احكام القرآن، (مصر: دار احياء الكتب العربية، 1992)
28. الحلي، جعفر بن الحسن، شرائع الاسلام، (بيروت، 2019ء)
29. حميد الله، ذاكتر، مجموعه الوثائق السياسية للعهد النبوي والخلافة الراشدة، (بيروت: دار الارشاد، 1389هـ)
30. الخرشي، أبو عبد الله محمد، شرح الخرشي، (بيروت: دار الفكر للطباعة)
31. دمشقي، محمد امين بن عمر بن عبد العزيز عابدين، رد المختار على الدر المختار، (بيروت، دار احياء التراث العربي، 1379هـ)
32. الرازي، محمد بن عمر بن الحسن، مفاتيح الغيب، (بيروت: دار الفكر، 1981)
33. الزبيدي، محمد بن محمد بن عبد الرزاق، تاج العروس، (طبعة الكويت، 2006)
34. زرقاني، موطا امام مالك مع شرع زرقاني، (مطبوعه مصر، 1962)
35. زمرشي، محمود بن عمر بن محمد، تفسير الكشاف عن حقائق التنزيل وعلوم القرآن في وجوه التأويل، (بيروت: دار المعرفه، 2009)
36. زيلعي، جمال الدين ابو محمد عبد الله، نصب الراية، (القاهرة: دار الحديث القاهرة)
37. السرخسي، محمد بن احمد، شرح كتاب السير الكبير الامام محمد بن حسن الشيباني، (بيروت: الكتب العلمية، 1997)
38. السرخسي، ابو بكر محمد بن ابى سهل، المبسوط، (القاهرة: مطبعة السادات، 1324هـ)
39. شافعي، امام، الرسالة، المكتبة العالمية، (بيروت، لبنان)
40. شامي، عمر بركات، فيض الاله المالك في حل الفاظ عمدة السالك وعودة الناسك، (بيروت: دار الكتب العلمية، 1358هـ)

41. الشحراني، عبد الوهاب. "الافتناع في مسائل الاعتقاد". چيكو، انديانا: (مؤسسة دار الكتب العلمية، ٢٠١٠ء)
42. شوكانى، محمد بن على، فتح القدير الجامع بين فن الرواية والدراسة من علم التفسير، (بيروت، دار المعرفة، 2013ء)
43. صابوني، محمد على، روائع البيان تفسير آيات الأحكام، (بيروت: مطبع مناهل العرفان، 1980)
44. طبرى، ابو جعفر محمد بن جرير، جامع البيان عن تاويل آيه القرآن، (مصر: مطبع ميمنه)
45. طبرى، ابو جعفر محمد بن جرير، تاريخ الرسل والملوك، (لاهور: دار المعارف)
46. عبد الحى، مجموع فتاوى عبد الحى لكهنوى، اردو، (لكهنؤ: مطبع يوسفى، 1923)
47. عبد الله بن مقفاح، شرح الازهار المنتزع من الغيث المدلل المفتاح لکما تهم الازهار فى فقه ائمة الاطهار، (مصر: مطبعة حجازى، ندارد)
48. عثمانى، شمير احمد، تفسير عثمانى، (لاهور: عالمين پبليکيشنز پريس)
49. عثمانى، ظفر احمد، اعلاء السنن، (کراچى: إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، 2009)
50. علاء الدين على المنقلى بن حسام الدين الهندى: كنز العمال، (بيروت، لبنان، مؤسسة الرسالة)
51. عليلش، محمد بن احمد، منخ الجليل على مختصر الشيخ الخليل، (قاہرہ: المطبعة الاميرية، 1294هـ)
52. قاضى عبدالقادر عوده، "التشريع الجنائي"، (الطبعة المصرية، 1958)
53. الكاسانى، علاء الدين ابو بكر، بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع (مصر: دار الكتب العلمية، 2003ء)
54. لوليس معلوف: المنجد فى اللغة والاداب والعلوم، الطبعة التاسعة عشر، (بيروت، المطبعة الكاثوليكية)
55. ماوردى، ابوالحسن على بن محمد، الاحكام السلطانية والولايات الدينية (مصر: مطبع مصطفى، 1973)
56. مرداوى، علاء الدين على بن سليمان، الانصاف فى معرفة الرائج من الخلاف، (بيروت: دار احياء التراث العربى، بيروت، 1986)
57. مرغينانى، على بن ابى بكر، برهان الدين، الهداية شرح بدايه المبتدى، (مصر: مكتبة البابى الحلبي، 1936)
58. مسلم بن حجاج القشيري: الجامع الصحيح، (مكتبة الاشرفية، ديوبند)
59. مودودى، سيد ابو الاعلى، اسلامى رياست، (لاهور: اسلامك پبلى كيشنز)
60. مولوى فيروز الدين: فيروز اللغات، طبع جديد، (لاهور، فيروز سنز لميٹڈ، ٢٠١٠ء)
61. ندوى، مجيب الله، فتاوى هندية، كتاب الاجاره، (بيروت: دار الكتب العلمية)
62. نسفى، عبد الله بن احمد بن نعيم، النهر الفائق شرح كنز الدقائق، (بيروت: الكتب العلمية، 2002)

63. نووی، أبو زکریا محیی الدین یحیی، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1987ء)
64. نووی، یحیی بن شرف، روضۃ الطالبین والتکملة لمحمد نجیب المطبعی، تحقیق، محمود مطرچی، (بیروت: دار الفکر، 1417)
65. النیل وشفعاء العلیل، (جدہ، مکتبہ الارشاد، 1985ء)

اردو مصادر

1. الازہری، کرم شاہ۔ تفسیر ضیاء القرآن۔ لاہور: ضیاء القرآن پبلشرز، 1995۔
2. اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، 1973۔ ترمیم شدہ: 28 فروری، 2012۔
3. اصلاحی، امین احسن۔ تدبر قرآن۔ لاہور: فاران فاؤنڈیشن، 2009۔
4. آزاد، مولانا ابوالکلام۔ ترجمان القرآن۔ لاہور: اسلامی اکادمی، تاریخ اشاعت ندارد۔
5. بھٹی، محمد اسحاق۔ برصغیر میں مسلمانوں کے اولین نقوش۔ لاہور: مکتبہ سلفیہ، 1990۔
6. پاکستان پینل کوڈ، 1860۔
7. خان، پروفیسر محمد یوسف۔ تقابل ادیان۔ لاہور: بیت العلوم، 2011۔
8. عثمانی، شبیر احمد۔ تفسیر عثمانی۔ لاہور: تاج کمپنی لمیٹڈ، تاریخ اشاعت ندارد۔
9. ثنائوی، مولانا اشرف علی۔ بیان القرآن۔ لاہور: مکتبہ رحمانیہ، تاریخ اشاعت ندارد۔
10. جلال پوری، مولانا سعید احمد۔ "مرتد کی سزا قرآن، سنت، اجماع اور عقل کی روشنی میں۔" ماہنامہ دارالعلوم، جلد 90، شمارہ 12، ذیقعدہ 2006۔
11. دریابادی، عبد الماجد۔ تفسیر ماجدی۔ لکھنؤ: پبلشنگ ہاؤس، 2000۔
12. ڈاکٹر جان ولیم ڈرپپر۔ معرکہ مذہب و سائنس۔ ترجمہ: ظفر علی خان۔ لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، تاریخ اشاعت ندارد۔
13. رئیس احمد جعفری۔ اسلام اور رواداری۔ لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1955۔
14. اسلامی نظریاتی کونسل، حکومت پاکستان۔ سالانہ رپورٹ۔ اسلام آباد، 1983۔
15. سندھ کریمئل لاء (اقلیتوں کے تحفظ) ایکٹ، 2015۔
16. شبلی نعمانی۔ الکلام۔ اعظم گڑھ: مطبع معارف، 1922۔
17. شیخ احمد دیدات۔ یہودیت، عیسائیت اور اسلام (اردو ترجمہ)۔ لاہور: عبداللہ اکیڈمی، تاریخ اشاعت ندارد۔
18. ندوی، رشید اختر۔ طلوع اسلام۔ لاہور: تاج کمپنی، 1946۔

19. عثمانی، مفتی محمد شفیع۔ معارف القرآن۔ کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 1998۔
20. قاسمی، ڈاکٹر پروفیسر حافظ محمد دین۔ عقوباتِ قرآن اور مفکرِ قرآن۔ لاہور: بیت الحکمت، تاریخ اشاعت ندارد۔
21. فلاحی، انیس احمد مدنی۔ مذاہبِ عالم: ایک تقابلی مطالعہ۔ لاہور: مکتبہ قاسم العلوم، تاریخ اشاعت ندارد۔
22. قومی کمیشن برائے انسانی حقوق ایکٹ، 2012۔
23. کر سچن میرج ایکٹ، 1872۔
24. کیلانی، عبدالرحمن۔ تیسیر القرآن۔ لاہور: مکتبہ السلام، 1426ھ۔
25. مراکش کا آئین، (2011)۔
26. مسلم فیملی قوانین کا آرڈیننس، (1961)۔
27. مظہری، قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی۔ التفسیر المنظرہ۔ دہلی: مطبع ندوۃ المصنفین، بدون سن۔
28. بدایونی، منشی جحمن لال۔ لغات ہیرا۔ علیگڑھ: پی۔ سی۔ دواوش شری نی اینڈ کو، تاریخ اشاعت ندارد۔
29. مودودی، ابوالاعلیٰ۔ تفہیم القرآن۔ لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 2015۔
30. مولانا عبد الحفیظ بلیاوی۔ مصباح اللغات۔ لاہور: اردو بازار، مکتبہ قدوسیہ، 1999۔
31. مدنی، فلاحی، مولانا انیس احمد۔ مذاہبِ عالم: ایک تقابلی مطالعہ۔ لاہور: مکتبہ قاسم العلوم، تاریخ اشاعت ندارد۔

English Sources:

1. Ahmed Malik, "Interfaith Dialogue in the Age of Social Media," Journal of Interreligious Relations 15, no. 3 (2021): 45-62.
2. Ahmed, Akbar S. "Religion and Identity in Pakistan." Comparative Studies in Society and History 47, no. 2 (2005): 276-297.
3. Ahmed, Akbar S. "Religious Conversion and Minority Rights in Pakistan." Pakistan Journal of History and Culture 30, no. 2 (2009): 87-102.
4. Ahmed, Ali. "Socioeconomic Factors and Religious Conversion: A Case Study in Pakistan," International Journal of Sociology 32, no. 4 (2023): 211-230.
5. Ahmed, S. (2019). Countering Misconceptions: An Islamic Perspective. Islamic Quarterly, 63(3), 176-192.
6. ALALWANI, TAHA JABIR, Dr, Apostasy in Islam: A Historical and Scriptural Analysis (London: The International Institute of Islamic Thought, 2011)41.
7. Alan Brill, Judaism and Other Religions: Models of Understanding (New York: Palgrave Macmillan, 2010),61.
8. Anthony Reid, Southeast Asia in the Age of Commerce, 1450-1680: Volume One: The Lands below the Winds (New Haven: Yale University Press, 1988).
9. Ayesha Jalal, Self and Sovereignty: Individual and Community in South Asian Islam since 1850 (London: Routledge, 2002):112.
10. Banerjee, Sumanta. "Hindu Nationalism and Religious Conversion in India." The Journal of Asian Studies, vol. 61, no. 1, 2002, pp. 3-28.
11. Beit-Hallahmi, Benjamin. 2006. "Marriage and Conversion." In Leaving Religion and Religious Life, edited by David G. Bromley, 41-59. Leiden: Brill.
12. Bellah, Robert N. (1967). "Civil Religion in America." Daedalus 96(1): 1-21.

13. Berger, Peter L. (1967). *The Sacred Canopy: Elements of a Sociological Theory of Religion*. New York: Anchor Books.
14. Berger, Peter L. 2003. "Globalization and Religion." In *Globalization and Culture*, edited by John Tomlinson, 107-116. Chicago: University of Chicago Press.
15. Bernard Lewis, *The Middle East: A Brief History of the Last 2,000 Years* (New York: Simon & Schuster, 1995), 157-159.
16. Brown, Emily, and John Williams. "Virtual Religion: Identity and the Construction of the Digital Self." *Social Compass* 64, no. 1 (2017): 75-90.
17. Brown, K. M. (2017). *Converting to Islam: Understanding the Experiences of White American Females*. *Journal of Muslim Minority Affairs*, 37(1), 89-102.
18. Buddhaghosa: *The Path of Purification (Visuddhimagga)*, translated by Bhikku Nanamoli, p.121, 2010, Buddhist Publication Society, Sir Lanka)
19. Cavanaugh, Jillian. "Embodied Faith: Reflections on Religious Conversion in a Digital Age." *Pastoral Psychology* 65, no. 2 (2016): 143-155.
20. Charles S. Prebish and Damien Keown, *Introducing Buddhism*, 2nd ed. (London: Routledge, 2006), 173-175.
21. Chaves, Mark. 1999. "The Protestant Ethic and the Spirit of Capitalism: A Research Note." *Journal for the Scientific Study of Religion* 38 (4): 705-709.
22. Christophe Jaffrelot, *Religion, Caste, and Politics in India* (New York: Columbia University Press, 2019):200- 227.
23. Clifford Geertz, "Religion as a Cultural System," in *The Interpretation of Cultures: Selected Essays* (New York: Basic Books, 1973) :77-95.
24. *Conversion*, ed. Lewis R. Rambo and Charles E. Farhadian (Oxford: Oxford University Press, 2014), 16-18.
25. Daniel Zisenwine, "Moroccan Jews, Moroccan Muslims: Between Conflict and Dialogue," *Journal of North African Studies* 16, no. 4 (2011): 510-532
26. David C. Steinmetz, *Reformers in the Wings: From Geiler von Kaysersberg to Theodore Beza* (Oxford: Oxford University Press, 2001), 122-124.
27. De Bernardi, Andrea, and Lea Ferrari. "Conversion and Cultural Change." *Temenos*, vol. 51, no. 2, (2015): 161-179
28. Donald W. Mitchell, *Buddhism: Introducing the Buddhist Experience*, 3rd ed. (New York: Oxford University Press, 2014):180-195.
29. Emily J. Thompson, "Islamophobia and Hate Crimes: Understanding the Link," *Journal of Interreligious Studies* 22, no. 4 (2015): 78-92.
30. Farid Sufian Shuaib, "Religious Freedom in Malaysia: A Critical Analysis of Recent Developments," *Oxford Journal of Law and Religion* 2, no. 2 (2013): 313-334.
31. Francis Robinson, *Islam and Muslim History in South Asia* (New Delhi: Oxford University Press, 2000): 78-92.
32. Gary R. Johnson, "Muslims in America: Examining the Roots of Hate Crimes," *Journal of Religion and Violence* 15, no. 2 (2010): 45-60.
33. Haidt, Jonathan. (2006). *The Happiness Hypothesis: Finding Modern Truth in Ancient Wisdom*. New York: Basic Books.
34. Henry Mayr-Harting, "Conversion," in *Medieval Christianity: A New History* (New Haven: Yale University Press, 2007), 296-297.
35. Human Rights Watch, "Fighting Hate: Protecting Religious Minorities in the Digital Age," *Policy Brief* (2023): 5-18.
36. Hwang, Soo-Jin. "Social Support and Successful Religious Conversion: A Longitudinal Study." *Journal of Religious Studies* 33, no. 3 (2019): 165-178.
37. Ibn Ishaq, *Sirat Rasul Allah*, trans. A. Guillaume (Karachi: Oxford University Press, 1955) :132-135.

38. Ibrahim Khan, "The Rise of Online Conversion Movements in the Middle East," *Islamic Studies Review* 36, no. 4 (2021): 432-451.
39. Jacob T. Ramirez, "The Role of Interfaith Dialogue in Combating Islamophobia," *Journal of Interfaith Education* 35, no. 3 (2021): 70-85.
40. James Adams, "Reforming Apostasy Laws in Pakistan," *Journal of Comparative Law* 40, no. 1 (2022): 45-60.
41. James L. Cox, "Conversion," *The Encyclopedia of Religion*, ed. Lindsay Jones (Detroit: Macmillan Reference USA, 2005), 2115-2117.
42. Jane Smith, "Addressing Misinformation in the Digital Age," *Muslim Quarterly* 27, no. 4 (2020): 321-340.
43. John Doe, "The Role of Digital Media in Islamic Outreach," *Journal of Islamic Studies* 40, no. 2 (2019): 185-201.
44. John Hinnells, *The Penguin Handbook of the World's Living Religions* (London: Penguin Books, 1997), 45-47.
45. John L. Esposito, ed., *The Oxford Dictionary of Islam* (Oxford: Oxford University Press, 2003), s.v. "Conversion."
46. John L. Esposito, *Islam: The Straight Path* (New York: Oxford University Press, 1998) :25-37.
47. John L. Esposito, *Unholy War: Terror in the Name of Islam* (New York: Oxford University Press, 2002) : 40: 56.
48. John S. Harding, Victor Sōgen Hori, and Alexander Soucy, eds., *Wild Geese: Buddhism in Canada* (Montreal: McGill-Queen's University Press, 2010) : 11-12.
49. John Smith, "Islam and Globalization: Embracing Diversity," *Journal of Religious Studies* 45, no. 2 (2019): 123-138.
50. Johnson, Mark. "Religious Conversion in the Age of the Internet: Exploring Online Conversion Narratives." *Journal of Contemporary Religion* 33, no. 1 (2018): 43-57.
51. Johnson, T. K. (2018). *The Role of Force in Christian Conversion: Historical and Contemporary Perspectives*. *Journal of Religion & Violence*, 6(1) : 5-19.
52. Joint Ministerial Decree No. 1 of 1966 on Houses of Worship.
53. Jonathan Riley-Smith, *The Crusades: A History* (New Haven: Yale University Press, 2005) : 80-86.
54. K. Oteng Kufuor, "Religious Freedom in Mauritania," *Journal of Law and Religion* 29, no. 2 (2014): 310-325.
55. Khan, Ali Raza. "Religious Conversion in Pakistan: A Sociological Analysis." *Journal of Comparative Islamic Studies*, vol. 7, no. 1, (2021) : 45-68.
56. Khan, Ayesha. "The Role of Social Media in Shaping Religious Narratives in Pakistan." *Journal of Communication and Religion* 28, no. 1 (2023): 78-95.
57. Klausen, Jytte. "The Internet and Recruitment to Violent Politics." *Perspectives on Terrorism* 12, no. 6 (2018): 314-329.
58. Lechner, Frank. "Globalization and Religious Change: Trends and Patterns." *Sociology of Religion* 41, no. 2 (2020): 198-210.
59. Lisa Brown, "Debate on Religious Freedom in Pakistan," *Religious Freedom Quarterly* 20, no. 3 (2022): 201-220.
60. Louis Rambo and Charles E. Farhadian, *The Oxford Handbook of Religious Conversion* (Oxford: Oxford University Press, 2014), 1-2.
61. Maha Al-Qwidi, "Understanding the Stages of Conversion to Islam: The Voices of British Converts" (Doctorate Thesis, The University of Leeds, 2002AD), 42.
62. Mahoney, Emily, and Sarah Jones. "Religious Authority in the Age of the Internet." *Sociology of Religion* 80, no. 3 (2019): 263-283.

63. Malik, Iftikhar Haider. "The Transformation of Islamic Identity in Pakistan." *Middle Eastern Studies* 34, no. 4 (1998): 39-55.
64. Marcia Hermansen, "Roads To Mecca: Conversion Narratives of European And Euro-American Muslims," *The Muslim World* 89, no. 1 (1999AD): 70-85
65. Mary Johnson, "Anti-Islamic Movements and Their Impact on Religious Perceptions," *Sociology Today* 72, no. 3 (2022): 245-267.
66. Mircea Eliade, *Patterns in Comparative Religion* (Lincoln: University of Nebraska Press, 1996), 117-120.
67. Mircea Eliade, *The Sacred and the Profane: The Nature of Religion* (Orlando: Harcourt, 1987) : 75-80.
68. Murtaza, K. (2017). *Interfaith Dialogues and Religious Pluralism: A Comparative Study*. *Journal of Comparative Religion*, 14(4), 345-361.
69. Nicholas B. Dirks, *Castes of Mind: Colonialism and the Making of Modern India* (Princeton, NJ: Princeton University Press, 2001), 78-94.
70. Peter Harvey, *An Introduction to Buddhism: Teachings, History and Practices*, 2nd ed. (Cambridge: Cambridge University Press, 2013)
71. Peter L. Berger, "Religious Conversion and Social Change," in *The Social Reality of Religion*, ed. Peter L. Berger (Harmondsworth: Penguin Books, 1973) : 89-109.
72. R. Bhattacharya, "Conversion to Hinduism: A Case Study," *Journal of Hindu Studies* 2, no. 2 (2009): 161-180.
73. Reed, Angela. "Gender and Religious Conversion: A Comparative Analysis." *Gender Studies Quarterly* 25, no. 1 (2017): 118-133.
74. Richard M. Eaton, *The Rise of Islam and the Bengal Frontier, 1204-1760* (Berkeley: University of California Press, 1993)
75. Sarah M. Collins, "Hate on the Web: The Proliferation of Online Hate Speech and its Impact on Hate Crimes," *Cybersecurity Review* 12, no. 1 (2019): 125-140.
76. Shaye J.D. Cohen, *The Beginnings of Jewishness: Boundaries, Varieties, Uncertainties* (Berkeley: University of California Press, 1999)
77. Sider, Gerald. "Religious Conversion and the Right to Change Religion." *Journal of Law and Religion* 14, no. 1 (1998): 1-25.
78. Smith, David. "The Internet and Religious Pluralism: Exploring Conversion Motivations." *Journal of Digital Religion* 12, no. 4 (2018): 70-86.
79. Smith, John. "Interfaith Marriages and Religious Conversion in Pakistan," *Journal of Religion and Society* 45, no. 2 (2022): 78-95.
80. Smith, L. J. (2019). *Becoming Muslim: Western Women's Conversions to Islam*. University of Texas Press.
81. Smithson, Mark. "Globalization and Resistance to Religious Conversion." *Global Studies Review* 29, no. 2 (2021): 52-68.
82. South Asian Association for Regional Cooperation, "Statement of the Chair of the Thirtieth SAARC Charter Day" (2015).
83. Syed, Imran. "The Impact of Digital Media on Religious Conversion in Pakistan." *Journal of Religion and Media* 35, no. 2 (2022): 45-67.
84. Talbot, Ian. *The Last Mughal: The Fall of a Dynasty, Delhi, 1857*. Penguin Books, 2006.
85. Tzvi Novick, "Conversion to Judaism: Contemporary Legal and Sociological Perspectives," *Journal of Law and Religion* 14, no. 2/3 (1999): 345-354.

Reports, fatawas & Encyclopedia

- 1 "Afghanistan: Islamic Scholars Issue Fatwa against Tolerance," Human Rights Watch (Mar. 20, 2018),
- 2 "Anti-Terrorism Law," Royal Decree No. M/44, August 1, 2014, art. 1,
- 3 "Apostasy and Blasphemy." United States Commission on International Religious Freedom, 2020,
- 4 "Apostasy in Islam." Encyclopedia Britannica, 2022,
- 5 "Center for Human Rights and Peace." Center for Human Rights and Peace, www.chrppak.org/.
- 6 "China's Crackdown on Religion," Human Rights Watch, September 10, 2018,
- 7 "China's New Regulations on Religious Affairs: The End of Religious Freedom?" Council on Foreign Relations, December 19, 2017,
- 8 "China's religious regulations: What you need to know," CNN, February 7, 2018,
- 9 "China's Uighur Re-Education Camps: Detention Without Trial," BBC News, accessed March 3, 2023,
- 10 "Code pénal," art. 220, accessed February 5, 2023,
- 11 "Constitution of Afghanistan," art. 2, accessed January 8, 2023,
- 12 "Constitution of the Kingdom of Morocco," art. 3, accessed February 10, 2023,
- 13 "Constitution of the Republic of Turkey." Republic of Turkey Ministry of Foreign Affairs accessed February 18, 2023.
- 14 "Constitution of the Tunisian Republic," Article 22, 2014, accessed January 18, 2023,
- 15 "Conversion to Hinduism," Hindu American Foundation, accessed October 4, 2022,
- 16 "Conversion to Islam Act, 1956." The Constitution of Pakistan, 1973.
- 17 "Egypt Hosts Regional Conference on Role of Religion in Combating Extremism," Egypt Today, January 28, 2019,
- 18 "Egyptian Parliament Approves New Law on Church Building," Al Jazeera, August 30, 2016,
- 19 "Iran: Death Penalty for Apostasy." Amnesty International, 2021,
- 20 "Law No. 2016-22 of 24 March 2016," Article 2, accessed January 18, 2023,
- 21 "Law on Associations." Republic of Turkey Ministry of Justice accessed February 22, 2023.
- 22 "Law on Religious Services and Affairs." Republic of Turkey Ministry of Justice accessed February 22, 2023.
- 23 "Malaysia." United States Department of State, 2021,
- 24 "Mauritania: Abolition of Death Penalty for Apostasy a Positive Step," Amnesty International, August 1, 2018, accessed February 2, 2023,
- 25 "Moscow Region Law Requires Notification of Intent to Change Religion," Forum 18 News Service, February 17, 2016, available at
- 26 "National Action Plan for Peace and Order." Government of Pakistan, Ministry of Interior, 2022, www.na.gov.pk/uploads/documents/1556026200_1731.pdf.
- 27 "National Commission for Minorities." Government of Pakistan, Ministry of Human Rights, 2022, www.nhrc.gov.pk/en/national-commission-minorities.
- 28 "National Commission for the Promotion of Human Rights and Fundamental Freedoms," accessed January 18, 2023,
- 29 "National Council of Churches in Pakistan." National Council of Churches in Pakistan, www.nccpak.org/.
- 30 "Pakistan Interfaith Forum." Pakistan Interfaith Forum, www.piforum.org.pk/.
- 31 "Pakistan: Death Penalty for Blasphemy." Amnesty International, 2022,

- 32 "Pakistan: Legal Briefing on Forced Religious Conversions," Human Rights Watch, accessed June 15, 2023,
- 33 "Regulations on Religious Affairs," National People's Congress of the People's Republic of China, September 7, 2018,
- 34 "Religious Conversion and Freedom of Religion." iPleaders, 2022, blog.ipleaders.in/religious-conversion-law/.
- 35 "Religious Diversity in Pakistan." Pew Research Center, 2017, www.pewresearch.org/fact-tank/2017/02/15/religious-diversity-in-pakistan/.
- 36 "Religious Freedom Act of 1974." Government of Pakistan, Ministry of Law & Justice, 2015, www.na.gov.pk/uploads/documents/1556026200_943.pdf.
- 37 "Religious Minorities (Protection of Rights) Act, 2009." The Constitution of Pakistan, 1973.
- 38 "Saudi Arabia to Allow Non-Muslims to Enter Mecca," BBC News, November 7, 2020,
- 39 "Saudi Arabia: Death Penalty for Apostasy." Human Rights Watch, 2021,
- 40 "Saudi Arabia's Crown Prince Announces Plans for Multi-Faith Interfaith Complex in Riyadh," The Independent, November 14, 2018.
- 41 "Shuddhi," Encyclopaedia Britannica, accessed October 6, 2022.
- 42 "The Bangladesh Madrasah Education Board," Bangladesh Madrasah Education Board, available at.
- 43 "The Constitution of the Islamic Republic of Iran," Iran Chamber Society, accessed January 13, 2023,
- 44 "The Presidency of Religious Affairs." Presidency of the Republic of Turkey accessed March 1, 2023.
- 45 "The Provisional Constitution of the Federal Republic of Somalia." Federal Government of Somalia, June 1, 2012.
- 46 "Women and Children Repression Prevention Act 2010: A tool of oppression," Dhaka Tribune, May 28, 2015, available at
- 47 -Ahmed, N. (2018). *The Journey to Islam: Conversion, Belonging, and Identity*. Oxford University Press.
- 48 Al-Hathloul, L. (2021, February 25). *Apostasy in Saudi Arabia: The Capital Crime*. The New Arab.
- 49 Al-Shammari, N. (2021, February 1). *Saudi Arabia's Basic Law: A Primer*. Arab News.
- 50 Amnesty International, "Forced Conversion and Religious Freedom," accessed March 9, 2023,
- 51 Amnesty International, "Pakistan: Protect Religious Minorities from Forced Conversions," Amnesty International, March 2023,
- 52 Amnesty International. "Muslims and the Right to Freedom of Religion or Belief." Amnesty International, 2008,
- 53 Asad Kharal, "Pakistan's New Conversion Law Unfair to Religious Minorities, Say Human Rights Activists," Voice of America, May 22, 2021.
- 54 Asad, T. (1993). *Genealogies of Religion: Discipline and Reasons of Power in Christianity and Islam*. Johns Hopkins University Press.
- 55 Bhikkhu Bodhi, "The Noble Eightfold Path: The Way to the End of Suffering," Access to Insight (1994),
- 56 Bhikkhu Bodhi, "The Noble Eightfold Path: The Way to the End of Suffering," Access to Insight (1994),
- 57 Brown, Peter. *The Rise of Western Christendom: Triumph and Diversity, AD 200-1000*. Blackwell Publishing, 1996.

- 58 Dar al-Ifta' al-Misriyyah. "Conversion to Islam." Dar al-Ifta' al-Misriyyah. Accessed June 16, 2023.
- 59 David Gibbons: Faiths and Religions of the world, (2007), worth Press LTD, United Kingdom)
- 60 Foreign Donations (Voluntary Activities) Regulation Act, 2016, sec. 6.
- 61 Giddens, Anthony. 2000. Runaway World: How Globalization Is Reshaping Our Lives. New York: Routledge.
- 62 Haddad, Y. Y. (2018). Muslims in the West: From Sojourners to Citizens. Oxford University Press.
- 63 Hassan, A. (2022). Embracing Islam: The Journey of American Converts. Syracuse University Press.
- 64 Human Rights Watch, "Indonesia: Abuses Against Religious Minorities," 2013,
- 65 Human Rights Watch, "World Report 2022: Pakistan" (Human Rights Watch, 2022),
- 66 Ian Ker, John Henry Newman: A Biography (Oxford: Oxford University Press, 2009).
- 67 Indonesian Ministry of Religious Affairs, Circular Letter No. SE/M/2006 on Guidelines for Religious Conversion (2006).
- 68 Inga Clendinnen, Ambivalent Conquests: Maya and Spaniard in Yucatan, 1517-1570 (Cambridge: Cambridge University Press, 1987).
- 69 Interfax, "Russia's Presidential Human Rights Council to Promote Interfaith Dialogue, Cooperation," February 16, 2021,
- 70 Islamic Foundation. "Education." Islamic Foundation. Accessed June 16, 2023.
- 71 Islamic Republic of Afghanistan, Constitution of Afghanistan (2004), art. 2,
- 72 Islamic Republic of Afghanistan, Law on Parties, Political Parties, and Political Movements (2009), art. 7,
- 73 Islamic Republic of Afghanistan, Law on the Establishment of the Commission on the Rights of Religious Minorities (2016),
- 74 Islamic Republic of Afghanistan, Law on the Protection of Shi'a Personal Status (2018),
- 75 Islamic Republic of Afghanistan, Penal Code (2017), arts. 347, 640,
- 76 Islamic Society of North America. "Our Mission." Islamic Society of North America. Accessed June 16, 2023.
- 77 J. Brockington, The Sanskrit Epics (Leiden: Brill, 1998), 155.
- 78 J. Milton Cowan: A Dictionary of Modern Written Arabic, p.313, Third Edition, Spoken language Services, Ithaca, New York.
- 79 Jacobsen, Christine M. "Forced Conversion in South Asia: A Comparative Perspective." Oxford Research Encyclopedia of Religion, 2017,
- 80 Jalal, Ayesha. Self and Sovereignty: Individual and Community in South Asian Islam since 1850. London: Routledge, 2002.
- 81 Jalal, Ayesha. The State of Martial Law: The Origins of Pakistan's Political Economy of Defense. Oxford University Press, 1990.
- 82 Kerala Inter-Religious Unity Convention, "Annual Report 2022" (Kochi: KIRUC Publications, 2023).
- 83 U.S. Department of State, "Indonesia: International Religious Freedom Report," 2019,
- 84 U.S. Department of State, "Indonesia: International Religious Freedom Report.
- 85 UK Government, "Religious Freedom," gov.uk, accessed March 2, 2023,
- 86 United Nations General Assembly, "Conversion of Religions," Resolution 36/55, December 18, 1981, para. 1,

Websites:

- 1 www.amnesty.org
- 2 ammanmessage.com
- 3 bdlaws.minlaw.gov.bd
- 4 www.achpr.org
- 5 www.agc.gov.my
- 6 www.iranchamber.com
- 7 www.legislation.af
- 8 www.mora.gov.pk
- 9 www.pakistani.org
- 10 www.punjablaws.gov.pk
- 11 www.saudiembassy.net
- 12 www.sudantribune.com
- 13 bdlaws.minlaw.gov.bd
- 14 crsreports.congress.gov
- 15 oxfordre.com
- 16 www.accesstoinsight.org
- 17 www.albd.org
- 18 www.aljazeera.com
- 19 www.amnesty.org
- 20 www.arabnews.com
- 21 www.bbc.com
- 22 www.britannica.com
- 23 www.cncdh.nat.tn
- 24 www.constituteproject.org
- 25 www.dhakatribune.com
- 26 www.egypttoday.com
- 27 www.hafsite.org
- 28 www.hrw.org
- 29 www.ilo.org
- 30 www.independent.co.uk
- 31 www.jac.gov.my
- 32 www.jstor.org
- 33 www.nationalgeographic.com
- 34 www.ohchr.org
- 35 www.pewresearch.org
- 36 www.reformjudaism.org
- 37 www.refworld.org
- 38 www.saudiembassy.net
- 39 www.somalilandlaw.com
- 40 www.state.gov
- 41 www.un.org/en
- 42 www.uscirf.gov
- 43 www.wipo.int